عینا بیگ
تو دل سے نہ اتر سکا

تو دل سے نہ اتر سکا

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

از عینا بیگ

All rights reserved to the writer

Copyright: Ayna Baig (Writer)

Published by: Safar-e-Adab

Published On: safareadab.com

To get published with us, contact us via email or website:

safareadab.com

khanumaira@safareadab.com

adab@safareadab.om

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

Note: We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

ضروری بات

تو دل سے نہ اتر سکا کے تمام جملہ حقوق لکھاری "عینا بیگ" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جا سکتی ہے۔

اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

گزرے ہوئے دن کے مقابلے میں آج کا دن زیادہ خوشگوار تھا۔ وعدے کے مطابق اس نے اتوار اس گھر میں گزارا۔ کھلی کھڑکی سے آتی ہوا کی جگہ اب تیز دھوپ نے لے لی تھی۔ آنکھوں پر روشنی پڑنا اتنا ناگوار گزرا تھا کہ تکیے کے نیچے سر دبا لیا۔ آڑا ترچھا اوندھا منہ لیٹا ہوا وہ گہری نیند میں تھا۔ گھڑی نو بجا رہی تھی جب اس کے کمرے کا دروازہ پوری قوت سے کھولا گیا۔ تیز آواز کانوں میں پڑی تو آنکھیں یکدم کھل گئیں۔ وہ کمرے میں اس کی موجودگی جان گیا تھا۔ یہ سوچ کر اٹھنے کے بجائے آنکھیں پھر موندلی گئیں۔

"میرو!۔" گیلا لرزتا لہجہ۔۔ اس کی آواز پر خود ہی آنکھیں کھل گئیں۔

"کیا ہوا ہے ؟۔" وہ خود کو روک نہ پایا۔ گھمبیر آواز کمرے میں گونجنے لگی۔

"اتنا مت سویا کرو!۔" روتے ہوئے قدرے غصے سے کہا گیا۔۔ یا شاید بتایا گیا۔

"تم میرے اتنا سونے پر رو رہی ہو ؟۔" وہ اسے اٹھا چکی تھی۔ تکیے پر زور رکھ کر وہ اٹھ کر بیٹھا۔ موبائل، جیکٹ سمیت کافی ساری چیزیں بستر کے آس پاس فرش پر گری ہوئی تھیں۔ ایسا پہلی بار نہیں تھا۔ رات جن چیزوں کو ساتھ لے کر سوتا تھا اگلے دن اسے فرش سے ہی اٹھانی پڑتی تھیں۔

"نہیں میرو۔۔" آنسو رخسار پر بہنے لگے۔ اس نے گہری سانس بھری۔

"مجھے شرٹ چینج کرنی ہے۔ باہر جاؤ میں آرہا ہوں۔" فرش پر پاؤں رکھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا گیا۔ سونے سے قبل وہ اپنی سیاہ شرٹ تبدیل کرنا بھول گیا تھا۔ وارڈروب سے سرمئی کالر والی شرٹ نکال کر وہ لمحہ بھر کو سنگھار میز کے آگے رکا۔ آئینے میں اپنے آپ کو دیکھتے ہوئے لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ پھیلی۔ کشادہ بھرا سینہ اور بھرے بھرے

بازو۔۔ ہلکی ہلکی شیو جو اس کے چہرے کو پر وقار بناتی تھی۔ آنکھیں ادھوری نیند کے باعث سرخ ہو رہی تھیں۔ پیچھے وہ لڑکی اسے بہت غور و غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"تم بلکل اچھے نہیں ہو میرو۔۔" آنسوؤں میں روانی آگئی۔ میرو نے اسے آئینے کے عکس میں دیکھا۔ یہ لڑکی اس کے لیے کیا تھی وہ کبھی نہیں سمجھ سکتی تھی۔ دل بوجھل سا ہوا۔ وہ رکی نہیں تھی بلکہ باہر نکل گئی تھی۔ شرٹ تبدیل کر کے اس نے بال سنوارتے ہوئے کسی کو کال ملائی تھی۔ بیل جا رہی تھی مگر کال نہیں اٹھائی گئی۔ دو تین کالز کے بعد وہ خود ہی موبائل جیب میں رکھتا خود پر پرفیوم چھڑکتے ہوئے باہر نکل آیا۔

"وہ کیوں رو رہی ہے اماں؟۔" اس نے دور ماں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ آنکھیں اس چھوٹی لڑکی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ رخ موڑ کر نظر پڑی تو وہ کچھ فاصلے پر بنے کچن میں کھڑی شاید چائے بنا رہی تھی۔

"اتوار ہے اور کام والی نہیں آئے گی۔ میں نے تو بس یہ کہا ہے کہ گھر کی صفائی کر لو۔۔ مگر اس سے یہ بات بھی سہی نہ گئی اور تمہارے پاس روتے ہوئے چلی آئی۔"

"روما سے کام مت کروایا کریں اماں۔ یہ روتی ہے تو میرا دل بہت دکھتا ہے۔" میرو نے ترچھی نگاہوں سے اسے دیکھا جو میرو کو اپنی طرفداری کرتے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ وہ جو کہتا تھا اماں وہیں مانیں گی۔

"تم نے اسے بہت بگاڑ دیا ہے بیٹا۔" اماں بے چارگی سے نفی میں سر ہلانے لگیں۔

"بس یہ مجھے روتے ہوئے اچھی نہیں لگتی۔" جوتے اٹھا کر وہ لاونج میں داخل ہوا۔ صوفے پر بیٹھتے ہوئے اس نے روما کو چائے کی ٹرے اندر لاتے دیکھا۔ لبوں پر دھیمی مسکراہٹ تھی۔ میرو نے اسے گھور کر دیکھتے ہوئے جوتوں میں پاؤں ڈالا۔

"تم جا رہے ہو؟۔" اماں چائے کی پیالی پکڑتی ہوئی بولیں۔

"ہاں اب چونکہ اس نے مجھے جلدی اٹھا ہی دیا ہے تو دوست سے ملنے چلا جاؤں۔ چھ دن بعد یہ اتوار ہی تو سکون لاتا ہے۔۔ ورنہ آفس میں وقت کا پتا نہیں چلتا۔" جوتے پہن کر کھڑا ہوا تھا روما نے اسے گردن اٹھا کر دیکھا۔ وہ اس کے سینے سے بھی نیچے آتی تھی۔

"دوست کے ساتھ ملاقات کے بعد تم اپنے اپارٹمنٹ چلے جاؤ گے؟۔" روما نے اداسی سے پوچھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا اور گھڑی میں وقت دیکھنے لگا۔ دس بج رہے تھے۔

"تم نے اپنے بارے میں کچھ سوچا ہے؟۔"

"مطلب؟۔" وہ اس بار چونکا نہیں تھا۔۔ کیونکہ وہ ان کے سارے مطلب جانتا تھا۔

"اپنی زندگی سنوارنے کے متعلق؟۔"

"آپ کو لگتا ہے شادی سے زندگی سنور جاتی ہے؟۔" لہجہ قدرے سنجیدہ تھا۔

"تمہاری عمر۔۔۔" وہ ابھی مزید بولتیں کہ روما نے بات شروع کی۔

"بھائی سے شادی کون کرے گا اماں؟ یاد نہیں بھابھی کیسے چلی گئی تھیں میرو کو چھوڑ کر۔۔۔" وہ ماں کو یاد کرواتی میرو کا دل جلا۔

"خاموش روما! اسے بھابھی کہنا بند کرو۔" گھوری سے نوازا گیا۔

"میں تو تمہاری طرفداری کر رہی تھی تا کہ اماں تمہارے لیے رشتہ نہ ڈھونڈیں۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"آئے ہائے چپ کرو تم تو۔۔ میری بیٹے میں بھلا کوئی کمی ہے؟ لمبا چوڑا خوبصورت مرد ہے۔" اماں بھی اس کی خوبیاں گنوانے لگیں۔ وہ گہری سانس بھر کر نفی میں سر ہلانے لگا جیسے کہہ رہا ہو کہ یہ باتیں کبھی ختم نہیں ہونے والیں۔

"بہر حال میں چلتا ہوں۔" گاڑی کی چابی اچھال کر ایک ہاتھ سے پکڑتے ہوئے وہ روما کے بال سہلانے لگا۔

"تم اب کب آؤ گے۔۔" وہ اس کے قریب آئی۔

"ویک اینڈ۔۔ تم جانتی ہو مگر پھر بھی ہر بار یہی پوچھتی ہو۔" اس کا سر اپنے سینے پر ٹکاتا ہوا وہ بہت پیار سے بولا۔

"تم بیچ میں چکر ضرور لگانا میرو۔ میں تمہیں بہت یاد کرتی ہوں۔" اس کی آنکھوں میں میرو کے لیے بے پناہ محبت تھی۔ وہ ہنس دیا۔

"تمہیں پڑھائی پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ چند ماہ میں تمہارے بورڈز ہیں۔ اماں سے بلکل شکایت نہ ملے۔" وقت بڑھ رہا تھا۔ اسے اب جلد سے جلد جانا تھا۔ گھر پر نگاہ دوڑاتے ہوئے وہ باہر کی جانب بڑھنے لگا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم مجھے اپنے اپارٹمنٹ کب لے کر جاؤ گے؟۔" وہ پیچھے سے آواز لگاتی ہوئے بولی۔

"اگلے ہفتے۔" اس کی بات پر وہ رکا نہیں۔۔ باہر کی جانب بڑھ گیا۔ روما بھاگتے ہوئے ٹیرس کی جانب بھاگی اور وہاں سے نیچے دیکھنے لگی۔ میرو اپنی کالی گاڑی میں بیٹھ رہا تھا۔ وہ تیزی سے ہاتھ ہلانے لگی جبکہ میرو اسے دیکھ کر محض مسکرا کر رہ گیا۔ گاڑی آگے بڑھ چکی تھی اور وہ ہمیشہ کی طرح اتوار کے روز میرو کے چلے جانے پر اداس ہو گئی تھی۔ کاش وہ اس سے روز مل پاتی۔۔۔

---★★★---

"کیا آپ کو لگتا ہے وہ اپنا جرم قبول کرے گا؟۔" خرم نے حیرت سے اسے دیکھا۔اس کی بات پر دور کرسی پر بیٹھا شخص ایک انداز سے مسکرایا۔اس کے دائیں گال کر ڈمپل گہرا ہوا۔

"ہاں اسے کرنا پڑے گا۔" ٹانگ پر ٹانگ جمی ہوئی تھی۔

"ہم پشت پر گولی مار کر کام تمام کرسکتے ہیں۔ چھ ماہ گزر گئے ہیں۔وہ اب تک اپنے جرم سے مکر رہا ہے باس۔" خرم نے سمجھانا چاہا۔

"اسے مارنا میرے لیے اتنا آسان نہیں خرم۔۔۔" گھمبیر بھاری آواز کمرے میں گونج رہی تھی۔ سیاہ کوٹ کو درست کرتا ہوا وہ اٹھ کر کھڑا ہوا۔میز پر رکھی ایک تصویر پر نگاہ پڑی تو دل کٹ کر گیا۔آنکھیں تکلیف سے میچ لی گئی۔وہ ایک لڑکی تھی جو تصویر میں اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔" مجھے یقین ہے کہ اس رات وہ قتل اس شخص نے ہی کیا تھا۔ میری زندگی۔۔ میرا سکون۔۔ سب برباد ہو گیا خرم۔۔ کتنا اعتماد تھا مجھے اس پر۔۔ اور اسی نے میری دنیا جلا دی مگر یہ دل۔۔ یہ دل اسے پھر بھی مہلت دینا چاہتا ہے۔یہ چاہتا ہے اسے جرم قبول کرنے تک کی مہلت دی جائے۔" بات کرتے ہوئے اس کی آواز عجیب سی ہونے لگی۔بھاری آواز مزید بھاری ہو گئی۔خرم نے نگاہ اٹھا کر باس کو دیکھا۔

"وہ جو چھ ماہ میں نہیں مانا آپ کو لگتا ہے آگے کبھی آسانی سے مانے گا؟ وہ یونہی مکرتا رہے گا باس!۔"

"میں اسے اتنی اذیت دوں گا کہ وہ مجبور ہو کر اپنے جرم کا اعتراف کر لے گا۔" کنپٹی کی رگیں ابھر کر غائب ہوئیں۔ آنکھیں انتقام کی شدت سے سرخ ہو رہی تھیں۔

"مگر باس۔۔۔" خرم نے کچھ کہنا چاہا۔

"شٹ اپ خرم!۔" وہ دھاڑ کو گویا ہوا۔ "وجاہت سلطان بہتر جانتا ہے کہ اسے کیا کرنا ہے۔۔" بھنویں آپس میں ملی ہوئی تھیں۔ چہرے پر مضبوطی تھی جسے خرم نوٹ کرتا ہوا اپنی نگاہیں نیچی کر چکا تھا۔

"معافی چاہتا ہوں۔۔" وہ محض اتنا ہی کہہ سکا۔ وجاہت سلطان نے اسے اشارے سے باہر جانے کا کہا تھا جس پر خرم نے اس کے حکم کی تکمیل کی تھی۔ وہ نیلے ٹاپ میں بیٹھ کر مسکراتی لڑکی اسے اب بھی دیکھ رہی تھی۔ دل چھلنی ہوتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔

"کاش کے یادوں کے ساتھ وقت بھی لوٹایا جاتا تو شاید میں تمہیں بچا لیتا۔" ایک تڑپاتی سوچ۔۔۔

---★★★---

"نو بجے ہی تیرے بھائی کو اٹھا دیا گیا تھا۔ کیا یہ ظلم تھوڑا تھا؟۔" آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر وہ اب اس کے بستر پر دوسری طرف لیٹا اپنے دکھڑے سنا رہا تھا۔ ایک طرف بستر پر سوتا وجود اس کی باتوں کو ایک بار پھر نیند میں جانے سے قبل سن رہا تھا۔

"تو سن رہا ہے نا؟۔" کافی دیر تک جب اس کا جواب نہ پایا تو گردن موڑ کر اس کے سوتے وجود کو دیکھا۔ بھنویں آپس مل گئیں۔ ہاتھ اٹھا کر زور سے کمر پر ایک جڑ دیا۔ وہ کراہا۔۔

"ہاں سن رہا ہوں۔۔ پھر؟۔" بھاری آواز کمرے میں گونجی۔ ایک آنکھ آدھی کھول کر میرو کو دیکھا گیا جو اب مطمئن نظر آرہا تھا۔

"پھر میں نے سوچا میری نیند خراب ہو ہی گئی ہے تو کیوں نہ تیری بھی خراب کروں۔اس لیے بغیر ناشتہ کیے تیرے پاس چلا آیا تاکہ کسی اچھے سے ریسٹورینٹ میں جاکر ناشتہ کر سکیں۔" نگاہیں ایک بار پھر چھت کو گھور رہی تھیں۔اس کی بات پر وہ آنکھیں موند کر لیٹا شخص اٹھ کر بیٹھا۔

"مجھے کہیں نہیں جانا میر !اور اچھا ہو گا اگر تم دوبارہ سو جاؤ کیونکہ آج چھٹی والے دن میں سونے کا موقع نہیں کھونا چاہتا۔"

ہاں وہ میر تھا۔۔کسی کا میر تو کسی کا میرو۔۔مگر نام میر ویس!!

"پورے ایک ہفتے بعد ملا ہوں تم سے !چلو اٹھو کہیں باہر چلتے ہیں۔" اس کی کمر تھپتھپاتے ہوئے میر بھی اٹھ کر بیٹھ گیا۔سامنے والے شخص کی آنکھوں میں ڈھیروں غصے جمع تھا۔چاروناچار اسے اٹھنا پڑا۔

"تمہیں اٹھانے کا کام کس نے انجام دیا تھا؟۔" وارڈروب سے کالر والی شرٹ نکال کر پہنتے ہوئے اس نے گھور کر پوچھا۔بال آنکھوں کے آگے آئے ہوئے۔اس کے بھرے بھرے بازوؤں میں لکیریں نمایاں تھیں۔۔چوڑے کندھے اور کشادہ سینہ۔۔

"ایک ہی تو میرے دل کا ٹکڑا ہے جو مجھے چین نہیں لینے دیتا۔" گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے موبائل سامنے رکھا۔

"روما کا کمال ہے۔" قہقہہ گونجا۔

"پتا نہیں یہ بہنیں بھائیوں کو اس قدر کیوں عزیز ہوتی ہیں کہ ہم ان کی ساری غلطیاں معاف کرنے پر راضی ہو جاتے ہیں۔بڑی غلطی چھوٹی لگتی ہے اور چھوٹی غلطی نظر ہی نہیں آتی۔۔" میر کے خیالوں میں روما گھومنے لگی تو وہ بے ساختہ

مسکرا دیا۔ "اور جب آپ کی بہن آپ سے پندرہ سال چھوٹی ہو تو پھر آپ اسے صرف بہنوں کی طرح نہیں بلکہ بیٹیوں کی نظر سے بھی دیکھتے ہیں۔ تم جانتے ہو یہ احساس کتنا بھلا معلوم ہوتا ہے۔" لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ قائم تھی۔

"میرے گھر میں کوئی عورت نہیں مگر مجھے اندازہ ہے۔۔ ساویز خانزادہ روما کو اپنی ہی بہن مانتا ہے میر۔۔" لبوں پر مسکراہٹ عیاں ہوئی۔ وہ ایک انداز سے مسکراتا ہوا واش روم سے فریش ہو آیا۔ میر نے گھڑی پر نگاہ ڈالی جو بارہ بجا رہی تھی۔

"بارہ بج گئے!!۔" وہ چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ "اس کا مطلب ہے میں تمہیں پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے اٹھا رہا تھا؟۔" آنکھیں سکیڑ کر چبا کر کہا گیا۔ ساویز نے شانے اچکائے۔

"یاد ہے آخری بار جب میں تمہیں پک کرنے آیا تھا اور تم سو رہے تھے؟ اپنے تین گھنٹے لگا کر تمہیں کتنی محنت سے اٹھایا تھا۔" اس نے میر کی نیند پر طنز کیا۔۔ میر ڈھٹائی سے ہنس دیا۔

"تاریخ میں لکھا جائے گا کہ میر اتوار کے روز جلدی اٹھا تھا۔" خود ہی اپنی بات پر قہقہہ لگاتا ہوا وہ ساویز کے برابر آ کھڑا ہوا۔ اس کی سنگھار میز سے پرفیوم اٹھا کر خود پر چھڑکا تھا۔ وہ دونوں ہی اب اپنی اپنی تیاری آئینے میں دیکھ رہے تھے۔ لمبا قد اور چوڑے شانے۔۔ میر کی سیاہ آنکھوں نے دراز کا رخ کیا۔

"یہ پرفیوم؟۔" کچھ چونک کر نیلی بوتل کو دیکھا۔ "پچھلی بار تو تمہارے پاس نہیں تھا؟۔"

"ہاں اس بار سوچا ہے کچھ نیا ٹرائی کروں تو بس اسی لیے لے لیا۔" ساویز آستین کے کف فولڈ کرتا کھڑکی کی جانب آیا۔ دھوپ آنکھوں پر پڑی تو بھوری آنکھیں مزید ہلکی ہو گئیں۔ پردے لگا کر کمرے کو باہر کی روشنی سے محفوظ کر لیا۔

"ہم کس کی گاڑی میں جا رہے ہیں؟۔" وہ جو میز سے گاڑی کی چابی اٹھانے لگا تھا پوچھ بیٹھا۔

"میری۔۔"اس کے سارے پرفیومز خود پر چھڑکتے ہوئے میر ویس اب تیار تھا۔ساویز شرٹ کے بٹن لگاتے ہوئے ایک نظر اسے دیکھ کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔

---★★★---

"میں آج پھر اپنے بیٹے کے لیے تمہارے گھر آئی ہوں۔پہلے سے جانتی ہو کہ باصم تمہاری بیٹی سے کتنی محبت کرتا ہے۔ وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے مگر تم میاں بیوی ہو کہ مانتے ہی نہیں!۔"ناک بھنویں چڑھی ہوئی تھیں۔"غنایہ کا رشتہ میرے بیٹے سے طے نہ کر کے تم لوگ کسی نقصان کو دعوت دینا چاہتے ہو عفت؟۔"وہ تڑخ کر بولیں۔

سامنے بیٹھے عفت خاتون نے ذرا گردن موڑ کر دور غنایہ کو دیکھا تھا جو ڈری سہمی اپنی تائی کی آواز پر لرز رہی تھی۔

"آپ کا بیٹا راہ چلتے میری بیٹی کو چھیڑتا ہے بھابھی۔اسے تنگ کرتا ہے!کیا شریف لڑکے ایسے ہوتے ہیں؟۔"باصم کا خیال آیا تو زبان کڑوی سی ہو گئی۔

"ہائے ہائے!چھیڑتا نہیں ہے بلکہ اس کے دل میں اپنی جگہ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔"وہ عورت سنبھلنے میں نہیں آ رہی تھی۔

"ابرار اپنی بیٹی کی شادی کبھی باصم سے نہیں کریں گے۔آپ خود جانتی ہیں اس کے مشغلے۔۔سگریٹ،جوا اور پھر ایک ماہ پہلے جیل سے ہو کر آیا ہے۔ہماری بیٹی بوجھ نہیں کہ کسی کے ساتھ بھی بیاہ دیں۔"ان کے دل میں ایک عجیب خوف تھا جس کے باعث وہ کھل کر نہیں بول پا رہی تھیں۔ایک ڈر۔۔گردن موڑ کر ڈوبتے دل سے بیٹی کو ایک بار دیکھا۔اس کے رخسار بھیگے ہوئے تھے۔نجانے ان آنسوؤں میں کس کا ہاتھ تھا۔۔باصم کا یا عفت اور ان کے شوہر کا۔۔جو اپنی بیٹی

کو وہ اعتماد نہیں دے سکے جو آج کل کے دور میں ہر ماں باپ کو اپنی بیٹیوں کو دینا چاہیئے۔۔جو اتنی بھی ہمت والی نہیں تھی کہ اپنا لیے لڑ سکے۔

"تم لوگ ٹھیک نہیں کر رہے ہو! جائیداد ایک ہی صورت میں مل سکے گی! اگر تم نے غنایہ کی شادی باصم سے نہ کروائی تو ابرار کو اتنی بھاری جائیداد سے ہاتھ دھونا پڑے گا!۔" وہ اپنا زور چلانے کے لیے چیخ کر کھڑی ہوئیں۔ چہرے پر نمایاں ہوئی لکیریں ان کے غصے کی نشانی تھیں۔ عفت کا دل کٹ سا گیا۔ہاں ابرار کی وہی جائیداد جس پر عفت کا جیٹھ قبضہ کر بیٹھا تھا۔ نجانے لوگ دوسرے کی شرافت کا فائدہ کیوں اٹھاتے ہیں۔

"غنایہ بوجھ نہیں۔۔"انہوں نے محض یہی کہا۔وہ تن فن کرتیں غنایہ کو ایک گھوری سے نواز کر باہر نکل گئیں۔گھر میں خاموشی چھا گئی۔

"آپ لوگ میری وجہ سے پریشان رہتے ہیں نا؟۔" اس کی ہچکیاں بندھ چکی تھیں۔ "میں اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔وہ ایک بلکل اچھا مرد نہیں۔اس کے سامنے میں خود کو غیر محفوظ محسوس کرتی ہوں۔" دل سہما ہوا تھا۔اسے خدشہ تھا کہ ایک دن کہیں اس کے ماں باپ اتنے مجبور نہ ہو جائیں کہ خود اسے باصم کے ساتھ نہ بیاہ دیں۔

"میں نے کہا نا کہ غنایہ ہم پر بوجھ نہیں۔۔ تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں۔۔ ہم تمہاری وجہ سے پریشان نہیں رہتے غنایہ۔۔ ہم بس ان ساری تکلیفوں، پریشانیوں کو تم سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ تمہارا باپ تمہیں کبھی ایسے ہاتھوں میں نہیں دے گا جو تمہاری قدر نہ کر سکے۔" ان کا دل گھبرا رہا تھا۔وہ جانتی تھیں ابرار کے آفس سے لوٹنے پر جب وہ انہیں آج کا واقعہ سنائیں گی تو وہ کتنا پریشان ہو جائیں گے۔ کھانا ادھورا چھوڑ دیں گے اور بستر پر کروٹیں بدلتے رہیں گے۔۔ ایسا ہی تو ہوتا آیا تھا۔غنایہ کو اطمینان دلا کر وہ خود سوچ میں پڑ گئی تھیں۔

"اگر تائی دوبارہ آئیں تو؟۔" دل میں خدشہ جاگا۔عفت کی کچھ کہنے کی ہمت نہ ہو سکی۔

"ہم۔۔۔ہم دیکھ لیں گے مگر تم کسی کو نہ بتانا۔۔تم اپنی بہن کو آج کے بارے میں بھی کچھ نہ بتانا غنایہ۔اگر اسے پتا چل گیا تو بھائی جان کے گھر جا کر ایک تماشہ کھڑا کر دے گی اور یوں معاملہ خراب ہو جائے گا۔"

غنایہ کی آنکھیں گیلی ہونے لگیں۔کاش کہ وہ اپنی بڑی بہن کو کال کر کے بتا سکتی کہ وہ کیا محسوس کرتی ہے۔۔ہاں مگر امی ٹھیک کہتی ہیں۔اگر اسے پتا چل گیا تو وہ بھڑک اٹھے گی اور باصم کے گھر جا کر تماشہ کھڑا کر دے گی۔کبھی کبھی اسے اپنی بہن کا یہ کانفیڈنس اچھا لگتا مگر دوسرے ہی پل وہ سوچنے لگتی کہ اتنا کانفیڈنس بھی معاملہ خراب کر سکتا ہے۔ لب بھینچ کر اس نے اپنا رخ اندر کمرے کی جانب کر لیا۔

---★★★---

"میں نے اس ریسٹورینٹ کے کھانے بہت یاد کیے! کیا ذائقہ ہے!۔"سامنے رکھی کھانوں کی پلیٹوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے وہ بے حد خوشگوار موڈ میں بولا۔مقابل رکھی کرسی پر بیٹھا ساویز سانس بھر کر رہ گیا۔

"نظر تو خیر آرہا ہے۔"وہ محض اسے کھاتے ہوئے دیکھ کر یہی کہہ سکا۔

"تم کیوں نہیں کھا رہے ؟۔ "

"کیونکہ مجھے اپنی ڈائیٹ کا خیال ہے۔"دانت پیس کر وہ اس جملے میں بہت کچھ کہہ چکا تھا۔"میں اپنی جم کی محنت یوں برباد نہیں کر سکتا۔"دونوں بازو میز پر رکھ کر وہ بغور اسے دیکھ رہا تھا۔میر ویس کا لقمہ منہ میں ہی رہ گیا۔

"مم۔میں۔۔۔میں بھول گیا تھا۔"جیسے یکدم چونک اٹھا ہو۔"مگر دیکھو ٹریزنے کہا تھا کہ اتوار کے روز تم لوگ جو کھانا چاہو کھا سکتے ہو۔"خود کو محفوظ کرنا جیسے مشکل ہو گیا۔ساویز نے بے چارگی سے اسے دیکھا۔

"اگر اسے پتا چل جائے کہ اس کی بات کو تم نے اس طرح سے استعمال کیا ہے تو وہ شاید خفا ہو جائے۔" میز کھانے کے لوازمات سے بھری ہوئی تھی۔

"کیا فرق پڑتا ہے۔۔ پورا ہفتہ اپنے ہاتھ کے بنائے کھانے ہی کھانے پڑتے ہیں۔" سر جھٹک کر وہ پھر مصروف ہو گیا۔

"تم جم دوبارہ کب سے جوائن کرو گے؟۔" ساویز کو علم تھا کہ میر ویس کی جاب اسے اس کے شوق پورے کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ صبح کا نکلا رات کو گھر پہنچتا ہے تو تھکاوٹ نیند کی جگہ لے لیتی ہے۔

"آج کل صبح آٹھ بجے ہی اٹھنا پڑتا ہے۔ ایک ہفتے میں جاب کے اوقات مزید بہتر ہو جائیں گے تو صبح کے وقت جوائن کروں گا۔" اس کے بال بار بار آنکھوں پر آ رہے تھے جنہیں وہ ہاتھ پھیر کر پیچھے کر رہا تھا۔

"تمہارے لیے یہی بہتر ہے۔" کافی کا گرم مگ اٹھا کر اس نے لبوں سے لگایا تھا۔ چہرہ کچھ سنجیدہ تھا۔

"ہم دونوں ہی انیتس کے ہو گئے ہیں۔ تمہیں نہیں لگتا اب ہمیں شادی نہیں کر لینی چاہیئے؟۔" نجانے کیوں اس کے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ وہ قہقہہ لگا کر بول بیٹھا تھا۔ ساویز کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"میں فالحال شادی نہیں کرنا چاہتا۔ ہاں مگر تمہیں کر لینی چاہیئے۔"

"جس کھائی میں خود نہیں کود رہے اس میں دوست کو پھینک رہے ہو؟۔" میر نے ایک آئبرو اچکائی۔

"تم کیوں نہیں؟ مجھے لگتا ہے تمہیں شادی کر لینی چاہیئے میر۔۔"

"مجھے ایسا کہنے کو تمہیں اماں نے کہا ہے نا؟۔" بات پکڑ لینے والی مسکراہٹ لبوں پر لاتے ہوئے وہ بھنویں اچکائے بولا تھا۔ ساویز نے نگاہیں پھیریں۔

"جو بھی ہو! تمہیں ان کی بات مان لینی چاہئیے۔ "

میر ویس نے کھانے سے ہاتھ کھینچے۔

"ان کی بات ہی مان کر اس لڑکی سے منگنی کی تھی۔ پھر؟ پھر کیا ہوا؟ منگنی کی انگھوٹی منہ پر مار کر چلی گئی۔ اور اب چاہتے ہو میں دوبارہ ان کی بات مانوں؟۔" وہ غصہ نہیں تھا۔ بس ایک بات اپنی ماں کو سمجھا سمجھا کر تھک چکا تھا کہ وہ فالحال شادی نہیں کرنا چاہتا۔ غصہ کرنا اس کے مزاج میں شامل نہیں تھا۔۔ کوئی بھی پریشانی ہو یا کسی سے چھوٹا موٹا بدلہ لینا ہو۔۔ ہر کام وہ ہنستے مسکراتے شاطر انداز میں کیا کرتا تھا۔

"مگر یوں منگنی توڑنے کی کیا وجہ تھی میر؟ کتنی خوش تھی وہ تم سے منگنی پر۔۔۔"

"شاید میں اسے پسند نہیں آیا۔" وہ دوبارہ کھانے کی جانب متوجہ ہو چکا تھا۔

"میں نہیں مانتا کہ اسے 'تم' پسند نہیں آئے؟۔" نگاہوں نے میر کو اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ بھلا اس میں کیا کمی تھی کہ کوئی بھی اس سے شادی سے انکار کرتا۔ "میں جانتا ہوں یشفہ تم سے منگنی کے لیے کتنا خوش تھی کیونکہ وہ تمہیں پسند کرتی تھی۔ کیا تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو؟ اس وجہ کے پیچھے وہ لڑکی تو نہیں جسے تم کچھ سالوں پہلے پسند کرتے تھے؟۔ نجانے وہ لڑکی ساویز کے خیالوں اچانک کیسے آ گئی تھی۔ ایک بازو کرسی کی پشت پر ٹکا کر دوسرا میز پر رکھا ہوا تھا۔ آنکھوں کی پتلیاں سپاٹ اس کے چہرے پر گڑی تھیں۔ میر ویس کافی کا مگ لبوں سے دور کرتے ہوئے ذرا دیر کو ٹھہر سا گیا۔ جیسے زبان لفظوں کا چناؤنہ کر پا رہی ہو۔

"بھلا ہم دونوں ایک دوسرے سے کوئی بات چھپا سکتے ہیں؟ کچھ راز نہیں ہمارے درمیان۔۔" خود کو نارمل رکھتا ہوا وہ دوبارہ کافی پینے لگا۔ ساویز نے اسے آہستہ آہستہ اوپر سے نیچے تک دیکھا۔۔ مگر دونوں کے دلوں میں ایک ایک راز ایسا

بھی تھا جس سے دونوں ہی لاعلم تھا۔ ساویز نے لب بھینچ لیے۔ "اور وہ لڑکی؟ وہ باتیں چار پانچ سال پرانی ہو چکی ہیں ساویز! میں اسے صرف پسند کرتا تھا مگر اب ایسا کچھ نہیں۔۔ اس معاملے میں اس کا ذکر کچھ عجیب ہے۔"

"ٹھیک ہے مان لیتا ہوں مگر اب؟ آنٹی چاہتی ہیں کہ تمہیں اب شادی کر لیں چاہئیے۔"

"میں اب شادی کروں گا تو اپنی پسند سے کروں گا۔ یہ زندگی 'مجھے' جینی ہے۔۔ کسی بھی انجان لڑکی سے شادی کر کے اگر میں اس کے ساتھ سیٹ نہیں ہو پایا تو؟ تم سمجھ رہے ہو نا؟۔"

"تمہیں کوئی پسند ہے؟۔" وہ جانتا تھا اگر اسے کوئی پسند ہوتی تو ساویز کو اس کا علم ہوتا مگر پھر بھی وہ پوچھ بیٹھا۔

"نہیں۔۔" سادگی سے کہا گیا۔ "بہرحال ان باتوں کو چھوڑو۔ کیا وہ پھر سے تمہارا پیچھا کر رہا تھا؟۔" میر کو اپنے موضوع میں دلچسپی نظر نہ آئی تو موضوع تبدیل کر گیا۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"وہ نہیں۔۔ اس کے آدمی!۔" اس نے سانس بھر کر کہا۔

"اس شخص نے ہمارا سکون برباد کر رکھا ہے اور تم چاہتے ہو میں شادی کر لوں؟۔ "

"ہمارا نہیں میر!! میرا۔۔۔ صرف میرا سکون برباد کر دیا ہے اس نے۔۔ تم اس معاملے میں خود کا شامل کر کے اپنی زندگی جہنم مت بناؤ۔ کیوں اسے اپنا دشمن بنانے پر تلے ہوئے ہو۔" وہ آج بلآخر بول اٹھا تھا۔ میر کچھ کہہ نہ سکا۔ بس نگاہ اس پر ٹکالی جیسے اسے ساویز سے یہ امید نہ ہو۔

"تمہارا مسلہ میرا مسلہ ہے ساویز!۔" گھمبیر آواز کچھ مزید بھاری ہوئی۔ وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

"میرا مسلہ میرا ہے۔۔میں نہیں چاہتا تم میرے معاملے میں پڑ کر اپنی زندگی برباد کرو۔اچھا خاصا اپنا سکون تباہ کر رہے ہو۔وہ اب بھی تمہیں اپنا دوست کہتا ہے۔"ماتھے پر ہلکے ہلکے بل نمودار تھے۔

میر نے ایک آخری نگاہ اس پر ڈالی اور اٹھ کھڑا ہوا۔کرسی کی پشت پر لٹکی جیکٹ اٹھائی اور بنا کچھ کہے آگے کی جانب بڑھ گیا۔ساویز نے لب سختی سے بھینچے۔میز پر زور سے ہاتھ مار کر چہرے کا رخ اس کی جانب کیا۔

"میر واپس آؤ!۔"سخت آواز اس بار کچھ بلند تھی۔میر ویس رکا نہیں تھا۔اس کے آستین کہنیوں تک چڑھے ہوئے تھے۔

"واپس آؤ میر!۔"اس سے رہا نہ گیا تو وہ اپنی آواز پر قابو نہ رکھ پایا۔ارد گرد بیٹھے لوگوں نے اس کی آواز کے تعاقب میں دیکھا تھا۔میر بھی ٹھہر گیا۔مڑ کر ایک نظر ارد گرد لوگوں پر ماری جو ساویز کو دیکھنے کے بعد اب اسے دیکھ رہے تھے۔وہ سانس ہوا میں تحلیل کرتا واپس چلا آیا۔

"میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ یوں جگہ چھوڑ کر نہیں اٹھتے!۔"آنکھوں میں کچھ غصہ تھا۔میر جیکٹ لٹکا کر پھر سے بیٹھ گیا۔

"جگہ بھی نہ چھوڑوں اور تمہاری بکواس بھی سنوں؟۔"نگاہیں پھیر منہ دوسری طرف کر لیا گیا تھا۔وہ اس وقت کسی ناراض بیوی کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ساویز کے لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں بس یہ کہہ رہا تھا کہ۔۔۔"وہ کچھ دیر کو ٹھہرا۔"کہ خود کو میرے لیے مشکل میں مت ڈالو۔"ہاں وہ اس کا دوست تھا۔۔کیسے چاہ سکتا تھا کہ میر اس کی وجہ سے پریشان رہے۔

"تمہیں مجھے مشورہ دینے کی ضرورت نہیں۔"کافی کا ٹھنڈہ مگ اٹھا کر حلق میں کافی اتاری اور دور رکھ دیا۔

"تم ایسے کیوں ہو یار!۔" وہ اسے سمجھا سمجھا کر جب تھک گیا تو ہار مان لی۔

"میں دوست ہوں۔" اس کے الفاظ عام تھے مگر بات گہری تھی۔ ساویز نے کچھ کہنا چاہا مگر کچھ کہہ ہی نہ سکا۔ اس کا چہرہ دیکھ کر خاموش رہنا بہتر لگا۔ ہاں وہ دوست تھا اس کا۔۔ اور دوست تنہا نہیں چھوڑا کرتے۔۔۔

---★★★---

"ہیلو؟۔" فون کے دوسری طرف سے لڑکی کی آواز ابھری۔

"تم کیسی ہو؟۔" عجیب سی آواز میں پوچھا گیا۔۔

"میں ٹھیک ہوں مگر تم؟ تم ٹھیک ہو غنایہ؟۔" دوسری طرف موجود اس لڑکی نے صاف بہن کے لہجے میں عجیب سا احساس پایا تھا۔ غنایہ نے کچھ بولنا چاہا کہ سامنے عفت نے اسے آج کے بارے میں کچھ نہ کہنے کی تاکید کی۔۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔" آنکھیں آنسو پینے لگیں۔

"نہیں مجھے تم ٹھیک نہیں لگ رہی۔ کیا گھر میں کچھ ہوا ہے؟۔" غنایہ بہن تھی۔۔ اس کا پریشان ہونا جائز تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔" وہ پہلا والا جملہ دہرا گئی۔

"حد ہے غنایہ۔ جب سے میں نے گھر چھوڑا ہے تم اماں ابا نے گھر کے معاملات سے ہی باہر کر دیا ہے۔ میں جانتی ہوں تمہیں کسی نے کچھ کہا ہے۔ کون ہے وہ؟ نام بتاؤ!۔" وہ تو جیسے طیش میں آگئی تھی۔ غنایہ نے گہری سانس بھری۔

"تم مجھ سے ملنے کب آؤ گی؟۔" اس کے سوالات کو وہ یکثر خاموش کر چکی تھی۔

"آج کا روز بیت گیا ہے۔ ان شاء اللہ اب اگلے اتوار ضرور ملنے آؤں گی۔ "

"تم نے پچھلے اتوار بھی یہی کہا تھا عاشی! اور میں نے تمہیں بہت یاد کیا تھا۔ یہ تیسرا اتوار ہے اور تم مجھ سے ملنے ہی نہیں آئی۔" اس کا دل چاہا کہتے کہتے رو پڑے۔

"میرا باس چھٹیوں پر ہے اور آج کل مینجر کا زور ہم پر پہلے سے زیادہ ہو گیا ہے۔ دن رات چیختا رہتا ہے اور ہمیں چارو ناچار اس کا کہا ماننا پڑتا ہے۔ یہ چھ دن اتنا تھکا دیتے ہیں کہ اتوار پوری نیند میں گزر جاتا ہے۔ مگر میں تم سے وعدہ کرتی ہوں۔۔ میں آؤں گی غنایہ۔۔ میرا وعدہ ہے۔" مغرب کا اندھیرہ پھیل رہا تھا۔ اسے عاشی کی آواز میں صاف تھکاوٹ محسوس ہوئی۔

"میں انتظار کروں گی۔" اسے کافی حد تک اطمینان حاصل ہوا تھا۔۔ بس یہ امید۔۔ یہی تو چاہیئے تھی اسے! اس امید پر وہ اتنا وقت گزار آئی تھی۔

---★★★---

اس کی آنکھ الارم بجنے پر کھلی تھی۔ اٹھ کر وقت دیکھتا ہوا کھڑکی کی جانب بڑھا۔ پردے کھڑکیوں سے ہٹا کر اس نے کمرہ روشن کیا۔ گھڑی گیارہ بجا رہی تھی۔ شاور لے کر باہر آتے ہوئے تولیہ سر پر رگڑا گیا۔ پندرہ منٹ میں ہی وہ تیار کھڑا تھا۔ سیاہ کوٹ کے بٹن لگانا اسے بہتر نہ لگا تو کھلا چھوڑ کر ہی اپنے موبائل پر آئی کال کی جانب متوجہ ہو گیا۔۔

"ہیلو؟ تمہاری کافی مس کالز آئی ہوئی تھیں۔ خیریت ہے؟۔" میز سے پرفیوم خود پر چھڑکتے ہوئے وہ چابی اٹھا کر نیچے بڑھنے لگا۔

"تم آج بھی جلدی نہیں اٹھے؟۔" میر نے حیرانی سے پوچھا۔

"میں اپنی کمپنی کا باس ہوں میر۔۔مجھے اتنی جلدی اٹھنے کی ضرورت نہیں۔۔۔" اسے ایک بار پھر یاد دلاتے ہوئے وہ گیراج میں پہنچا۔

"میں سات بجے کا جاگا ہوا ہوں۔۔اور اب آفس میں اپنا سر کھپا رہا ہوں۔" لہجے میں بیزاریت تھی۔

"مینجر میر ویس وہاب منصور! اسی لیے کہا تھا کہ کوئی بزنس اسٹارٹ کرلو۔۔کم از کم کسی کے آفس میں مینجر کے عہدے پر فائز ہو کر تم اپنا سر نہیں کھپاتے!۔" وہ اپنی سفید گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھ چکا تھا۔

"یہ بزنس تیرے باپ کا سیٹل کیا ہوا ہے جو ابھی سنگاپور میں ہیں۔۔مجھے خود کمانا ہے۔" دانت پیس کر یاددہانی کروائی گئی۔ ساویز مسکرا دیا۔

"اچھا وقت بھی آئے گا تم فکر مت کرو! میں کال رکھتا ہوں۔ مجھے آفس پہنچنا ہے۔" بات کو ختم کرتے ہوئے وہ موبائل بونٹ پر رکھ کر گاڑی سڑک پر لے آیا۔ موسم گرم نہیں تھا مگر ہلکی ہلکی دھوپ مزہ دے رہی تھی۔ سڑک کو روندتا ہوا وہ گاڑی آگے بڑھا کر لے گیا۔ آج معمول سے ہٹ کر کچھ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ کچھ دور جا کر اس نے سگنل پر گاڑی روکی۔ گزرے دن کے مقابلے میں آج زیادہ گرمی تھی۔ موبائل پر بیپ ہوئی تو وہ لاک اسکرین سے ہی میر کا آیا میسج پڑھنے لگا۔

"مجھے ایسا لگتا ہے کہ وہ آج پھر آئیں گے۔" اس کا یہ میسج ساویز کو مسکرانے پر مجبور کر گیا۔ نجانے وہ ایسی باتیں سوچتا ہی کیوں تھا۔ سگنل کھلا تو گاڑی آگے بڑھا کر چورنگی سے موڑنے لگا۔ سفید گاڑی کے کالے شیشے بند تھے۔ وہ اپنے ہی دھن میں گاڑی چلا رہا تھا جب ایک گاڑی نے اسے پوری قوت سے ہٹ کیا۔ اس کا سر اسٹیئرنگ پر لگتے بچا تھا۔ وہ سیکنڈز کی بات لمحوں میں سمجھتے ہوئے گاڑی کی رفتار تیز کرتا ہوا تقریباً بھگانے لگا۔ نگاہ وقتاً فوقتاً بیک مرر کی جانب اٹھ رہی تھی۔ پیچھے آتی سیاہ گاڑی اس کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو سکی۔

"میر اور اس کی کالی زبان!!!۔" دانت پیس کر خود سے کہتا ہوا پیچھے دیکھنے لگا۔ حسبِ توقع گاڑی میں دو آدمی تھے۔ لبوں پر دل جلانے والی مسکراہٹ تھی۔ ساویز نے ہمت نہ ہارتے ہوئے انہیں دوبارہ ہٹ کرنے کا موقع نہ دیا۔ تھوڑی دیر بعد بیک مرر سے پیچھے دیکھا تو وہ کہیں نہیں تھے۔ ایسا پہلی بار نہیں تھا۔۔ اس شخص کے آدمی ہمیشہ کوئی نہ کوئی موقع ڈھونڈا کرتے تھے۔ آفس کے آگے گاڑی روک کر وہ باہر نکلا۔ ماتھے پر گہرے بل نمایاں ہونے لگے۔ باس کو اترتا دیکھ کر گارڈ اس کی جانب بڑھا تھا۔

"گاڑی کو شوروم بھیجو۔۔" اس کے ہاتھ چابی پکڑا کر وہ گاڑی جائزہ لینے رکا جس کی حالت پیچھے کی جانب سے بہت خراب تھی۔ گارڈ نے اس کے حکم پر اثبات میں سر ہلایا جبکہ وہ بے چارگی سے نفی میں سر ہلاتا اندر بڑھ گیا تھا۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

---★★★---

"سمیسٹر بریک میں تھیسز کے لیے بلانا ٹھیک ہے کیا؟ اتنی گرمی ہے۔" وہ دونوں سڑک کنارے چلتے ہوئے گھر کی جانب بڑھ رہی تھیں۔

"ایک مہینہ آرام کا اور اس میں بھی آرام نہیں! بہر حال میں آج بہت خوش ہوں۔ کم از کم چھٹی کرنے کا موقع تو ہاتھ آیا ہے۔" غنایہ کی بات کا جواب دیتے ہوئے وہ کچھ مسکرائی تھی۔

"ہاں تمہاری بہن کی شادی۔۔" اس نے بے چارگی سے کہا۔ "اب مجھے یہ پورا ہفتہ سر کھپانا ہو گا۔ اگر تم نہ آئی تو میں بھی نہیں آؤں گی باسمہ!۔" وہ دونوں باسمہ کی بس کا انتظار کر رہے تھے۔ یہ وہ اسٹاپ تھا جس کے بعد دونوں کی راہیں جدا ہو جاتی تھیں۔

"تو تم بھی اپنی بہن کی شادی کروادو!۔" وہ مذاق کرتے ہوئے زور سے ہنسی۔ غنایہ نے اسے دیکھا۔

"میرے لیے وہ کبھی یوں شادی نہیں کرے گی! بلکہ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کے وہ شادی کرے گی کہ نہیں۔۔"اس نے کندھے اچکائے۔

"ایک بات پوچھوں؟۔ "

"ہاں۔ "

"تم نے بتایا تھا کہ وہ تم لوگوں کے ساتھ نہیں رہتی۔اس کے یوں گھر چھوڑنے کی وجہ؟۔"اسے یہ بات ہمیشہ عجیب لگتی تھی اس لیے پوچھ بیٹھی۔

"وہ بہت کانفیڈنٹ ہے باسمہ! ہر معاملے میں آگے رہنے والی لڑکی ہے۔اس کا کہنا ہے کہ امی اور ابا نے ہمیشہ ڈر ڈر کر زندگی گزاری ہے اور وہ ایسے نہیں گزار سکتی۔۔مجھے نہیں پتا کہ وہ کانفیڈنٹ ہے یا بے وقوف۔۔۔مگر وہ بہت ہمت والی ہے۔"اس کا لہجہ عجیب تھا۔۔نجانے وہ اپنی بہن کو ٹھیک کہے یا غلط۔۔

"وہ کانفیڈنٹ ہے غنایہ۔۔۔مگر تم بے وقوف ہو۔زندگی یوں ڈر اور خوف سے نہیں گزاری جاتی۔اپنے لیے لڑا جاتا ہے اور پھر لوگ تو ہر قسم کے ہوتے ہیں۔تو کیا اس ڈر سے گھر سے باہر نہیں نکلا جائے؟ ہر طرح کے لوگوں کو ڈیل کرنا آنا چاہیئے۔"وہ اسے بار بار سمجھاتی تھی۔

"امی ابا کہتے ہیں کہ ایسے بات اور بڑھتی ہے۔۔جیسے اگر عاشی کو باصم کی حرکتوں کا اندازہ ہو گیا تو وہ ایک تماشہ کھڑا کر دے گی۔تائی اماں کے گھر جا کر چیخے گی اور ایسے معاملہ اور خراب ہو جائے گا باسمہ۔۔بات لڑائی تک پہنچ جائے گی اور مجھے لڑائی جھگڑوں سے بہت ڈر لگتا ہے"۔ "

"تو کیا تمہیں خاموش رہ کر یہ سب سہنا اچھا لگتا ہے؟ لیکن اس میں تمہاری کوئی غلطی نہیں۔۔" وہ جانتی تھی کہ غلطی اس کی نہیں بلکہ ابرار اور عفت کی ہے جو اپنی بیٹی کو مضبوط بنانے کے بجائے اسے اپنی طرح خاموش رہنا اور سماج سے ڈرنا سکھا گئے تھے۔۔

"عاشی بہت بہادر ہے۔۔ مگر اتنا بہادر ہونا ٹھیک تو نہیں ہوتا نا؟ نجانے وہ ہمارے گھر میں سب سے مختلف کیسے نکلی۔ شروع سے ہی جو ٹھیک لگتا تھا ویسا ہی کرتی تھی۔ وہ کہتی تھی کہ اگر وہ ساتھ ہمارے گھر میں رہی تو پاگل ہو جائے گی۔ ابا اور وہ ایک دوسرے سے اب بھی کچھ کچھ ناراض رہتے ہیں۔۔ وہ چاہتی ہے میں اس کی طرح بن جاؤں مگر میرے مطابق وہ سب صحیح نہیں۔۔" اس نے دور سڑک پر دیکھا جہاں سے بس آ رہی تھی۔

باسمہ نے ہمت ہارتے ہوئے سانس ہوا میں چھوڑی۔ اسے سمجھانا واقعی ناممکن تھا۔

"یہی وجہ ہے نا کہ تم اتنا ڈرتی ہو؟ باصم کا نام سن کر بھی ہونٹ تھر تھرانے لگتے ہیں؟ ظالموں سے لڑا جاتا ہے غنایہ۔۔۔ ان سے دور نہیں بھاگا جاتا۔ جب میں یونیورسٹی نہیں آتی تم بھی چھٹی کر لیتی ہو کیونکہ تم یونیورسٹی سے گھر اکیلے میں جانے میں ڈرتی ہو! کیا فائدہ اس زندگی کا جب آپ اپنے لیے ہی نہ لڑ سکیں۔ زندگی ڈر ڈر کر جینے کا نام نہیں۔۔ میں چلتی ہوں۔ جلد ملاقات ہو گی۔" آخری جملہ اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا جبکہ غنایہ اس کے الفاظوں پر ہی ٹھہر گئی تھی۔ نجانے کون ٹھیک تھا۔۔ اس کے امی ابا یا عاشی!

آدھا راستہ اب اسے خود طے کرنا تھا۔ وہ پیدل چلتے ہوئے اندر گلیوں کی جانب بڑھ رہی تھی۔ چہرہ سر پر پہنے ڈوپٹے سے ہلکا سا ڈھانپ لیا تھا تاکہ وہ اسے کہیں نظر آئے تو پہچان نہ سکے۔ گھر کے نزدیک ہوتی وہ چھوٹی گلیوں میں داخل ہو گئی تھی جب اس کی بائیک ساتھ آ کر رکی۔ گلے میں سلور چین اور ہاتھوں کی انگلیوں میں انگھوٹی۔ غنایہ کی سانسیں رکنے لگیں۔

"آؤمیں چھوڑ دوں!۔" مسکرا کر سر تا پیر دیکھتے ہوئے مشورہ دیا گیا۔ وہ گھبرا کر تیز چلنے چلنے لگی۔

"ٹھہرو! گھر پاس میں ہی ہے۔ میں تمہیں گھر چھوڑ سکتا ہوں۔" وہ بائیک چلاتا ہوا اس کے نزدیک آیا۔

"میں خود چلی جاؤں گی۔" لفظوں نے کئی بار زبان کا ساتھ چھوڑا تھا۔

"ڈرتی کیوں ہو غنایہ!۔" وہ زور سے ہنسا۔ "جلد ہماری شادی ہو جائے گی اور پھر سفر تو میرے ساتھ ہی کرو گی۔ چلو اب جلدی سے بیٹھ جاؤ۔" اس کی دل جلانے والی مسکراہٹ پر غنایہ کو بے جا رونا آیا۔

"شادی؟ نہیں ایسا نہیں ہو گا۔" اس نے چہرے کو مضبوطی سے ڈھانپا ہوا تھا۔ پلکیں لرز اٹھیں۔

"چند دن بعد اماں پھر آئیں گی۔ اگر پھر بھی انکار کیا تو پھر تم مجھے جانتی ہو۔۔" اس کی خبیث مسکراہٹ کی جگہ اب غصے نے لے لی تھی۔ وہ آگے کی جانب بڑھ رہی تھی اور باصم اپنی بائیک آہستہ آہستہ اس کے ساتھ لے کر جا رہا تھا۔ "انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ "

وہ یکدم ہی باسمہ کی باتوں کو سوچنے لگی۔ نجانے دل میں کیا آیا کہ پھنستی آواز میں بول پڑی۔

"ابا کبھی میری شادی تم سے نہیں کروائیں گے۔" رنگت فق ہو رہی تھی۔

"چچا صاحب کو کروانی ہی پڑے گی۔ اگر وہ نہ مانے تو بھرے بازار کے سامنے کھینچتا ہوا لے جاؤں گا۔ اس پورے علاقے میں میری ہی مانی جاتی ہے۔۔ صرف ایک پستول!۔" وہ قہقہہ لگانے لگا۔ غنایہ کا دل گویا حلق میں آ گیا۔ وہ تقریبا بھاگتے ہوئے گھر پہنچی تھی اور اب زور سے دروازہ کھٹکھٹا رہی تھی۔ باصم جا چکا تھا مگر اس کا دل اب بھی زور سے دھڑک رہا تھا۔ عفت نے دروازہ کھول کر بیٹی کی حالت دیکھی۔ رخسار آنسوؤں سے تر تھے۔ چہرے پر خوف کی دہشت قائم تھی۔

"کیا ہوا؟۔" بغیر جانے ہی وہ سب سمجھ چکی تھیں۔ غنایہ نے اندر داخل ہو کر کنارے پر اپنا بیگ رکھا اور روتی چلی گئی۔ کمرے سے باہر آتے ابرار اسے دیکھ کر ٹھٹھکے۔

"کیا وہ پھر آیا تھا؟۔" عفت کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔ بنا کچھ کہے وہ صرف اثبات میں سر ہلا کر اندر چلی گئی۔ ہچکیاں بندھی ہوئی تھیں۔ عفت نے پلٹ کر شوہر کو دیکھا جو ساکت کھڑے تھے۔

"بھائی جان کو سمجھاتے کیوں نہیں؟ ان کا بیٹا ہماری بیٹی کا پیچھا کرتا ہے، ڈراتا ہے، دھمکاتا ہے۔۔" اندر سے وہ خود سہمی ہوئی تھیں۔

"انہیں علم ہے ان باتوں کا عفت۔۔ ان کا بیٹا ان کی شہہ پر ہی سب کچھ کرتا ہے۔" سنجیدہ خاموش لہجہ۔۔ وہ تخت پر بیٹھ کر گہری سوچ میں ڈوب گئے۔

"پستول لے کر گھومتا ہے۔ کل کلاں کو خدانخواستہ کچھ الٹا سیدھا ہو گیا تو ہم مر جائیں گے ابرار۔۔ ہمیں کچھ نہیں چاہیئے! بس بیٹی اور اس کی عزت ہمیں اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔" ان کا دل گھبرانے لگا تو وہ ان کے پاس ہی بیٹھ گئیں۔

"اس سے کہیے یہ بات اپنی بہن کو نہ بتائے۔۔ وہ سب معاملہ خراب کر دے گی۔ میں اس بارے میں کچھ سوچ رہا ہوں۔۔" دونوں ہتھیلیاں تخت پر ٹکی تھیں اور سر جھکائے کسی سوچ میں مصروف تھے۔

پھر وہی ایک خیال۔۔ وہی ایک سوچ اور وہی ایک سوال! قصوروار کون؟

---★★★---

"گاڑی بری طرح ہٹ ہوئی تھی۔"وہ خوش تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ بات اس کے باس کے لبوں پر مسکراہٹ لے آئے گی۔

"پھر؟۔"لبوں پر امید کے مطابق مسکراہٹ پھیلی۔چہرے کے دائیں طرف رخسار پر ڈمپل گہرا ہوا۔

"وہ بہت ہوشیار ہے۔ٹھہرنے کے بجائے گاڑی کی رفتار تیز کرلی۔"

"وہ جانتا ہے کہ باہر اسے جان کا خطرہ ہے مگر اس نے اتنی دولت ہونے کے باوجود بھی سیکیورٹی نہیں رکھی۔"

"میں جانتا ہوں اسے مارنا آپ کے لیے آسان نہیں باس!وہ آپ کا دوست۔۔۔"فراز نے جملہ مکمل کرنا چاہا جب اس نے بات کاٹی۔

"دوست؟ماضی کی باتیں دہرایا نہیں کرتے۔مجھے اس سے شدید نفرت ہے مگر۔۔۔۔مگر ہاں۔۔۔تم ٹھیک کہتے ہو۔میرے لیے اسے مارنا آسان نہیں۔۔"کرسی کی پشت پر اس نے سر ٹکایا۔آنکھیں چھت کو گھورنے لگیں۔اسے وہ ماضی کے قہقہے یاد آنے لگے۔۔گونجتے قہقہے اور ہنستے چہرے۔۔وہ تین کرسیاں اور تین لوگ۔۔ہاتھ پر ہاتھ مار کر بات کو مزید بڑھاتے ہوئے۔جھماکہ ہوا اور اگلے پل سب غائب۔۔چھ مہینوں میں کتنے یار بچھڑ گئے تھے۔۔اس نے اپنی پرکشش ہری آنکھوں کا مرکز دیوار کو بنالیا۔وہ تصویر جو دور دیوار پر لٹکی تھی۔۔

"کسی انسان کا ماضی اس قدر خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔"گھمبیر آواز میں فراز سے کہتا ہوا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"کبھی یار بھی دھوکا دے جاتے ہیں۔"

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مگر یہ دل مطمئن نہیں ہوتا۔۔یا یہ ماننا نہیں چاہتا۔۔یا پھر۔۔میرا اعتبار بہت گہرا تھا کسی پر۔۔" گلاس وال سے عمارت کے باہر جھانکتے ہوئے وہ دونوں ہاتھ پینٹ کی جیب میں رکھ چکا تھا۔ اونچا، چوڑا اور خوبصورت پرکشش مرد۔۔ اس نے مڑ کر فراز کو دیکھا۔

"ساویز خانزادہ نہیں مانے گا تو وجاہت سلطان بھی ہمت نہیں ہارے گا۔ اسے ماننا پڑے گا اس رات وہ قتل اس کے ہاتھوں ہی ہوا تھا۔" ماتھے پر گہرے سنجیدگی کے بل تھے۔ ہری آنکھیں ادھ کھلی سپاٹ تھیں۔ "میرے حصے کا آخری شخص بھی چھین لیا گیا۔ "

"ان چھ ماہ میں کوئی اس کے خلاف گواہی دینے کو تیار نہیں ہوا باس۔" اس نے وجاہت کو یاد دلانا چاہا۔

"وہ ایک ہوشیار اور شاطر مرد ہے۔ شرافت کی جھوٹی وردی ساتھ رکھتا ہے۔ جو شخص چھ ماہ میں ہمارے جال میں نہ پھنس سکا اس کا اندازہ تم لگا سکتے ہو۔۔ مگر وجاہت ابھی کمزور نہیں۔۔ اس کا سکون برباد کرنے کے لیے میرا ہونا کافی ہے۔ "

"میر ویس راہ میں رکاوٹ ہے!۔ "

"مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ میری دشمنی میر ویس سے نہیں۔ میں اسے سمجھاؤں گا کہ اس جنگ میں خود کو دور رکھے۔" ماتھے پر آئے پسینے کو صاف کرتے ہوئے وہ لیپ ٹاپ کھول کر دوبارہ آفس ٹیبل پر بیٹھ گیا۔

"اب تم جاؤ۔" اسے بے چینی محسوس ہونے لگی۔۔ اس کھلے کمرے میں بھی گھٹن کا احساس ہونے لگا تو وہ دیوار پر لگی گھڑی میں وقت دیکھنے لگا تاکہ گھر جا سکے۔

---★★★---

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس نے موبائل کھول ساویز کا آیا غصے میں وائس میسج سنا تو قہقہہ چھوٹ گیا۔ وہ جو کام کی وجہ سے بری طرح تھکاوٹ کا شکار تھا ساویز کے میسج نے لبوں پر مسکراہٹ پھیلا دی۔ خاموش ماحول میں ہنسنے کی آواز گونجی تو سب ورکرز نے مڑ کو اسے دیکھا۔

"مسٹر میر ویس چوہدری۔ امید ہے آپ ڈسپلن کا خیال رکھیں گے۔" باس کی آواز پر اس کے چھکے چھوٹے تھے۔

"سس۔ سوری باس!۔" نادم لہجے میں کہتا وہ اپنے کام کی جانب متوجہ ہو گیا۔ آج کا دن بھی بے حد تھکا دینے والا تھا۔ اپنے کام کے ساتھ ساتھ ورکرز کے کام کو بھی دیکھنا بے حد مشکل تھا۔ گھر لوٹتے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا تھا۔ بستر پر کپڑے بکھرے ہوئے تھے۔ تولیہ، لیپ ٹاپ، اور پرفیومز سے گھرا بستر دیکھ کر وہ گہری سانس ہوا میں تحلیل کرتا رہ گیا۔ آنکھیں تھکاوٹ سے سرخ ہو رہی تھیں۔ بھوک سے پیٹ آوازیں کر رہا تھا مگر فریج تک جانے کے لیے جو ہمت چاہیئے تھی وہ اب نہیں رہی تھی۔ اپنے کوٹ کی ٹائی ڈھیلی کرتے ہوئے اس نے ارد گرد دیکھا۔ بال بکھر کر آنکھوں تک آ گئے تھے۔ جوتے کھڑے رہ کر ہی اتار لیے گئے۔۔ نیند تو جیسے آنکھوں پر سوار تھی۔ آخری بار اس نے صبح ہی ناشتہ کیا تھا۔ پھر چائے سے کام چلاتے چلاتے پورا دن گزر گیا۔ ایسا تو جانے کتنے سالوں سے ہو رہا تھا۔۔ اس کی روٹین اس کی مرضی کے بلکل خلاف تھی۔ بنا کچھ کھائے پیے وہ دھپ سے بستر پر اوندھا گرا۔ بال مزید چہرے پر آ گئے۔ نیند بھوک پر حاوی ہونے لگی تو اس نے آنکھیں موند لیں۔ عجیب تھا۔۔ یہ اس قدر بکھرا بستر بھی میر کو اس وقت کسی خوبصورت آرام گاہ سے کم نہیں لگ رہا تھا۔ کمرہ حبس زدہ تھا مگر اس نے ائیر کنڈیشنر کھولنے کی بھی زحمت نہیں کی تھی۔ کھڑکیاں بند تھیں بس ایک پنکھا تھا جو سر کے اوپر چھت پر گھوم رہا تھا۔ آنکھیں بند کرنی ہی تھیں کہ نیند حاوی ہو گئی۔ شاید اماں ٹھیک کہتی تھیں کہ وہ لاپرواہ ہے۔۔ یا شاید ان سب کے پیچھے اس کی بے حد خراب اور تھکا دینے والی روٹین کا ہاتھ تھا۔ اسے یاد نہیں وہ کب کا وقت تھا جب اس کا موبائل بجنے لگا۔ نیند اتنی گہری تھی کہ کالر کی تیسری بار کال کرنے پر اٹھا تھا۔ اس نے کال کرنے والے کا نام پڑھا۔ موبائل پر اماں کا نام جگمگا رہا تھا مگر وہ جانتا تھا کہ کال کرنے

والی روما ہے۔ حیرت کی بات یہ کہ تین بجے اس کی کال آنے پر وہ ذرا بھی پریشان نہیں ہوا۔ کیونکہ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ یہ کوئی ایمر جنسی نہیں۔۔

"ہیلو؟۔" آنکھیں پوری کھل چکی تھیں۔ گویا نیند کا کبھی قیام ہی نہ ہو۔

"کیسے ہو میرو؟۔" ہشاش بشاش لہجہ۔۔وہ بہت لگن سے پوچھ رہی تھی۔

میر نے آنکھیں موند کر بے بسی سے گہری سانس بھری۔

"یہ تم مجھ سے رات کے تین بجے پوچھ رہی ہو؟۔" دن کا ہارا رات کو لوٹا تو بھی بے چین۔۔

"تم بلکل اچھے نہیں میرو!۔" اس کے لہجے سے لگتا کہ وہ جلد فون نہیں چھوڑنے والی۔

"یہ میں روز سنتا ہوں۔ کوئی نئی بات بتاؤ؟ کیا بات کرنی ہے؟۔" وہ روما تھی۔۔ جس سے پیچھا چھڑانا جنگ ہارنے کے مترادف تھا۔۔ لیکن وہ اس کی بیٹی جیسی عزیز بہن بھی تھی جسے وہ چاہ کر بھی کال رکھنے کا نہیں کہہ سکتا تھا۔

"مجھے کل اسکول سے لینے آؤ گے نا؟۔" ایک ناز سے پوچھا گیا۔ میر نے چونک کر سامنے دیکھا۔

"کیوں؟۔ "

"میری دوستیں تمہیں دیکھنا چاہتی ہیں میرو! میں نے سب کو بتایا تھا کہ میرا بھائی مینجر ہے۔ "

"اپنی خواہشوں کا بار اپنی دوستوں پر مت ڈالو۔ میں جانتا ہوں ایسی کوئی بات نہیں۔ تمہاری دوستوں نے پہلے بھی کئی بار مجھے دیکھا ہوا ہے۔" میر کے ماتھے پر بل پڑے۔

"مجھے لینے آؤ گے نا؟۔" اس کی بات کو رد کرتی وہ اپنی کہنے لگی۔

"روما فون رکھ کر سو جاؤ! میں بار بار تمہاری خواہشات کے لیے آفس سے تھوڑی دیر کی چھٹی نہیں لے سکتا۔ اب تو محسوس ہوتا ہے کہ جلد تمہاری وجہ سے مجھے مینجر کے عہدے کو کھونا پڑ جائے گا۔" ایک رعب جماتا ہوا وہ کال کاٹ گیا۔۔ مگر بات ابھی ختم نہیں ہوئی تھی البتہ اس کی نیند مکمل طور پر ختم ہو گئی تھی۔ وہ اوندھا لیٹا پوری آنکھیں کھول کر سامنے دیکھ رہا تھا۔ بچپن سے ہی اسے تاخیر سے اٹھنے کی عادت تھی۔۔ لیکن جب سے اس نے اپنے باپ کو کھویا تھا اپنی بہت سی عادتیں بھی کھو بیٹھا تھا۔ گہری نیند لے کر وہ اب بھی کافی تاخیر سے اٹھتا تھا مگر کسی کے ایک بار اٹھانے پر اس کی نیند پھر مکمل طور ختم ہو جایا کرتی تھی جیسے ابھی ہو گئی تھی۔۔ اسے ایسا محسوس ہوتا جیسے وہ کبھی سویا ہی نہ ہو۔۔ یا نیند سے اس کا کوئی واسطہ ہی نہ رہا ہو۔ اس حوالے سے باپ کی موت کے بعد اور بھی بہت کچھ بدلا تھا۔ تھکاوٹ سے جسم درد کر رہا تھا مگر نیند سرے سے ہی اڑ چکی تھی۔ روما کی ایک کال اسے صبح تک لیے جگا گئی تھی۔ وہ لیٹ کر ہی روما کے بارے میں سوچنے لگا۔ دل میں دکھ ہونے لگا کہ اسے یوں کال نہیں کاٹنی چاہئیے تھی۔۔ موبائل اٹھا کر دوبارہ کال ملائی گئی جسے روما نے پہلی بیل پر اٹھا لیا تھا۔۔ گویا وہ فون سے چپکی بیٹھی ہو۔

"میں آؤں گا تمہیں لینے۔۔" وہیں بہن کے ساتھ مخصوص نرم لہجہ۔۔

"تم میری آئندہ کال تو نہیں کاٹو گے نا میرو؟۔" اسے شاید تکلیف پہنچی تھی۔۔ آواز میں عجیب سا احساس تھا کہ میرو کا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔

"نہیں روما۔۔ اب کبھی تمہاری کال نہیں کاٹوں گا۔" نیند سے اٹھنے کے باعث بھاری آواز مزید بھاری ہو گئی تھی۔

"ویسے مجھے برا تو نہیں لگتا ان چھوٹی باتوں کا مگر تم تو میرو ہو نا۔۔ تم ایسا کرو گے تو مجھے اچھا نہیں لگے گا۔ "

میر حیران ہوا تھا۔ ہاں وہ جانتا تھا کہ روما اس سے بے پناہ محبت کرتی ہے مگر اس قدر اس کے لیے حساس ہونا میر کو حیران کر گیا۔

"اچھاٹھیک ہے۔میں احتیاط کروں گا۔رات کے تین بجے تمہارایوں جاگنااچھانہیں۔۔اگر نیند پوری نہیں ہوئی تو اسکول میں دھیان نہیں دے پاؤ گی۔" وہ جواسے اتنی نصیحتیں کر رہاتھا،خود اس کی نیند الوداع کہہ چکی تھی۔۔ہاں وہ اب کل آفس میں کام پر صحیح سے دھیان نہیں دے پائے گا اسے علم تھا۔

"میں تمہاراانتظار کروں گی۔اللہ حافظ۔"کال رکھ دی گئی۔میر وہیں موبائل رکھ کر ویسے ہی لیٹارہاکہ شاید نینداس کی طرف پھر سے دوراکرلے۔۔دس منٹ انتظار کرنے کے بعدوہ اٹھ کھڑاہوا۔وہی بکھراکمرا۔۔اس نے موزے اتار کر کنارے پر رکھے اور پاؤں زمین پر رکھتاسنگھار میز تک چلتاہواآیا۔ڈھیلی کالی ٹائی اب بھی اس کے گریبان میں لہرا رہی تھی۔تھکن اتنی کے جسم کاایک ایک حصہ دکھ رہاتھا۔دونوں ہاتھ میز پر ٹکائے وہ کچھ جھک کر آئینے میں جھانکنے لگا۔۔جیسے کوئی اس کی آنکھوں میں جھانک رہاہو۔ماحول میں خاموشی کاعالم تھا۔سرخ ادھ کھلی آنکھیں جن میں نیند کا نام ونشان بھی نہیں رہا۔۔دل میں بہت سی باتیں چھپی تھیں جس کااظہاروہ کبھی خود سے بھی نہ کرپایاتھا۔جانے یہ بقایہ زندگی کیسی گزرنے والی تھی؟کس کے ہاتھوں گزرنے والی تھی۔۔

ہاں وہ خوش مزاج اور کسی کابھی دل جیت لینے والامرد تھا۔۔مگر خود میر کے دل میں کیاچل رہاہوتاہے اس کے علاوہ صرف ایک شخص جانتاتھا۔اس کابہترین دوست اس کی رگ رگ سے واقف۔۔وہ ساویز کو کچھ نہ بھی بتاتاتووہ خود ہی سمجھ جاتا۔اس نے ان دو،تین سالوں میں یہ اظہار کرنابھی چھوڑدیاتھاکہ اسے اپناباپ بہت یاد آتاہے۔۔مگر ساویز جانتاتھا۔ایک بہترین مرد کے ساتھ وہ میر کابہترین دوست بھی تھا۔روما اس کے لیے کل کائنات تھی۔جب وہ دوسال کی تھی وہاب منصور کاہارٹ اٹیک کے باعث انتقال ہوگیاتھا۔جس دن وہ ٹوٹااسی دن تہیہ کرلیاکہ وہ روما کو کبھی یہ احساس نہیں ہونے دے گاکہ اس کاباپ مرچکاہے۔

وارڈروب سے کپڑے نکال کر وہ فریش ہو کر باہر آیا۔ اتنے سالوں میں جب سے وہ اپارٹمنٹ میں شفٹ ہوا تھا اسے تنہائی کی عادت ہو گئی تھی۔ کافی بناتے ہوئے اس نے کھڑکی سے باہر جھانکا۔ آسمان اب نیلے رنگ کا محسوس ہو رہا تھا۔۔ تو گویا چلو صبح کا آغاز ہو گیا تھا۔ کافی بھی اس نے ٹیرس میں بیٹھ کر پی تھی۔ ٹھنڈی ہوا چہرے پر پڑتی جسم کو سکون پہنچانے لگی۔ لبوں پر مسکراہٹ گہری ہوئی۔ وہ سوچنے لگا کہ یہ انیتس سال بھی کیسے بیت گئے۔ بہت سی مسکراہٹیں لبوں پر لائے اور بہت سے غم کے سمندر آئے۔۔ مگر سب بیت گیا۔ اب حال جو حال کر رہا تھا وہ اسے بھی جھیل رہا تھا۔۔ اگر کوئی میر سے پوچھے تو وہ بہت خوش تھا۔ اس کے پاس ایک اچھا مخلص دوست تھا، جان سے بڑھ کر بہن تھی گویا زندگی مکمل تھی۔۔ مگر ہاں ابھی بھی کسی کی کمی تھی۔۔ اب جانے وہ کوئی چیز تھی یا شخص!۔

---★★★---

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم کتنی پیاری ہو!۔" دونوں ہتھیلیاں ٹھوڑی پر ٹکائے وہ مبہوت ہوئی اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی بات سن کر کچھ ہی فاصلے پر بیٹھی لڑکی مسکرا دی۔

"تم بھی پیاری ہو سکتی ہو۔" پونی اتار کر نئے سرے سے خوبصورت بال بنائے گئے تھے۔ بیگ سے پاؤڈر اور ہلکی ہلکی سرخی نکال کر لگائی گئی تھی۔ اسکول کی چھٹی ہوئے دس منٹ ہو چکے تھے مگر وہ دونوں ابھی بھی اسکول میں تھے۔

"تم نے اپنے بال کتنے اچھے سے بنائے ہیں سومیہ!۔" اس کی تعریف کرنے کے بعد روما خود کو اس کی سرخی والی ڈبی کی آئینے میں دیکھا۔ "اماں مجھے ایسے کبھی بال کھول کر اسکول نہ بھیجیں حالانکہ مجھے تمہاری طرح خوبصورت دکھنا بہت پسند ہے۔" اسے اماں کا کس کر پونی بنانا یاد آیا۔

"میری اماں کو بھی نہیں پسند لیکن مجھے دیکھو! میں بریک ٹائم میں اپنے بالوں کے اسٹائل بدل لیتی ہوں۔" ناز سے بتایا گیا۔

"جلدی بھی کرو! اتنا لیٹ ہونے پر میرو مجھ پر غصہ ہو گا۔ "

"تمہارا بھائی کتنا ہینڈسم ہے! کاش کہ وہ مجھے پسند کرلے۔" سفید پاؤڈر بار بار چہرے پر لگاتے ہوئے اس کی رنگت ہی بدل گئی تھی۔ روما کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی۔

"اس کے نزدیک تم میری طرح ایک چھوٹی چودہ سال کی لڑکی ہو۔" خود ہی ہنس کر بتایا گیا۔

"تو کیا ہوا بھلا؟ جوڑے آسمان پر بنتے ہیں! مجھے لگتا ہے میرو مجھے پسند کرتا ہے۔" چہرہ حیا سے سرخ ہو گیا۔

"کاش کہ تم میری بھابھی بن جاؤ!۔" وہ اسے حسرت سے دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"تمہارے بھائی کی زندگی میں کوئی اور لڑکی تو نہیں ہے نا روما؟۔" یکدم یاد آیا تو صدمے سے پوچھا گیا۔

"نہیں خدا نہ کرے! میں میرو پر کڑی نگاہ رکھتی ہوں۔ وہ کسی کو پسند نہیں کرتا۔ بہن ہونا بھی کتنا مشکل ہے! بھائیوں پر نظر رکھنی پڑتی ہے اور تو اور میں اس کے رشتے کے لیے پریشان ہوں۔ اففف!!!۔" بے حد جذباتی طور پر ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے وہ اپنی ذمہ داریاں سنا رہی تھی۔

"تم اس سے میرے بارے میں پوچھنا کہ میں اسے کیسی لگتی ہوں۔" سومیہ کی آنکھیں چمکیں۔

"ٹھیک ہے مگر ابھی جلدی کرو۔ میں نے اسے صرف تمہاری خاطر بہانہ کر کے اسکول بلوایا ہے ورنہ اس کے پاس بہت غصے والے ہیں۔ اب بھلا بتاؤ! مینجر ہونا آسان تھوڑی ہوتا ہے۔" وہ بیگ اٹھا کر کندھوں پر لٹکانے لگی۔

"اوہ میرو! اسے میری وجہ سے پریشانی ہوئی ہو گی۔" سومیہ کا چہرہ یکدم اداس ہوا۔ وہ بیگ جلدی سے پہنتی اس کے ہمراہ اسکول سے باہر نکلی۔ سڑک پر طالبات کی وجہ سے کافی رش تھا۔ دور قطار سے اسکول بس کھڑی تھیں جس میں بچے بیٹھ رہے تھے۔ وہ میرو کو تلاش کرنے لگی۔

اسکول کی عمارت سے کچھ دور اپنی سیاہ گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا میر وروما کو دیکھ رہا تھا جو ارد گرد نگاہیں دوڑا کر اسے ہی ڈھونڈ رہی تھی۔ ایک ہاتھ اوپر کر کے اس نے دور سے ہی اشارہ دیا۔ روما نے خوشی سے اسے ہاتھ ہلایا۔ میر کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"وہ مجھے دیکھ کر مسکرا رہا ہے روما۔۔" سومیہ نے میر کو وثوق سے دیکھتے ہوئے روما کے کان میں سرگوشی کی۔ چہرہ یکدم شرم سے سرخ ہو گیا اور وہ نظریں جھکا گئی۔ دور کھڑے میر کو اس کا یہ انداز عجیب لگا۔

روما کا دل چاہا زور سے ہنس دے۔ اب بھلا وہ اسے کیسے بتائے کہ میر وسومیہ کو نہیں بلکہ اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

سومیہ کا یوں بار بار شرم سے اس کو دیکھنا میر کو حیران کرنے لگا۔ وہ اسے عجیب سی نظروں سے تک رہا تھا جیسے کچھ سمجھ نہ پا رہا ہو۔

"اچھا اب میں چلتی ہوں۔ اسے آفس بھی جانا ہے۔" اسے خدا حافظ کہتی وہ میر کی جانب تقریباً بھاگتے ہوئے آئی تھی۔ ہاتھ ملانے کے بجائے سیدھا اسے کس کر گلے لگایا۔

"ہزار بار کہا ہے یوں پبلک پلیس میں اتنا چپکا مت کرو۔" ماتھے پر بل ڈالتا ہوا وہ اسے خود سے دور کرتا ہوا بولا۔

"میں نے بھی تم سے ہزار بار کہا ہے کہ یوں مجھے خود سے الگ مت کیا کرو۔ تم بلکل اچھے نہیں میر و!۔" بیگ اس کے ہاتھوں میں پھینکتی دوسری طرف سے اپنی سیٹ پر جا بیٹھی۔ "چلو آؤ اب گول گپے بھی کھانے ہیں۔" بے فکری سے بتایا گیا۔ وہ چونک اٹھا۔

"کیا کہا؟۔" ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھتے ہوئے پچھلی سیٹ پر اس کا بیگ رکھا۔ "تم پہلے یہ بتاؤ اتنی لیٹ کیوں باہر آئی تھی؟ جانتی ہوں میں کب سے کھڑا ہوں؟۔" دونوں آنکھیں اس پر جما کر کچھ گھورتے ہوئے پوچھا گیا۔ روما

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

گاڑی کا بیک مرر اپنی طرف گھما کر بال ٹھیک کرنے لگی۔ پندرہ سال چھوٹی بہن کے ناز نخرے بلکل پچیس سالہ لڑکی کی طرح تھے۔

"میں تو پہلے ہی باہر آ رہی تھی مگر وہ ہے نا سومیہ !۔" بہانہ سوچا گیا۔"اس نے کہا تھا کہ مجھے تمہارے بھائی کو دیکھنا ہے تو میں نے سوچا کیوں نہ اس کی خواہش پوری کر دی جائے۔"اب کسی طرح تو سومیہ کی باتیں اس کے کان میں ڈالنی تھیں۔

"بہت عجیب طریقے سے دیکھ رہی تھی مجھے تمہاری دوست۔"

گاڑی اسٹارٹ کر کے وہ روڈ پر لے آیا۔

"تمہیں اس کا یوں دیکھنا کیسا لگا؟۔" جلد بازی میں کچھ غلط بول بیٹھی۔

"کیا مطلب ؟؟۔"میر نے آنکھیں پھاڑیں۔

"ن۔ نہیں میرا مطلب یہ کہ وہ تمہیں کیسی لگی ؟۔" بات کو بمشکل موڑا گیا۔

"ہاں اچھی بچی ہے۔ پڑھائی کیسی جا رہی ہے تم دونوں کی ؟ یاد رہے کہ بورڈ کا پہلا سال ہے۔ دل لگا کر پڑھو گے تو اچھے نمبروں سے پاس ہو گے۔ "

"یہاں سے سیدھے ہاتھ پر موڑ لینا گول گپے والے کا ٹھیلہ ہے۔"اس کی بات کو پل بھر میں رد کرتے ہوئے وہ اسے حکم دینے لگی۔ میر اسے بھنویں اچکا کر دیکھتا رہ گیا۔ اس کی بات کی تکمیل کرتے ہوئے وہ گاڑی موڑنے لگا۔ روما کو ہینڈل کرنا ہی بہت بڑا کام تھا جسے وہ تن تنہا انجام دیتا تھا۔

---★★★---

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

آج اتوار کا دن تھا۔ اسے میر سے ملنے جانا تھا اس لیے حسبِ معمول جلدی اٹھ گیا تھا۔ کمرے کی کھڑکیاں کھول کر اندر آتی دھوپ کو کمرا روشن کرنے کی دعوت دی گئی۔ وارڈروب سے سیاہ ہائینک اور کالی پینٹ نکال کر وہ کپڑے تبدیل کر آیا۔ اسے خوشی تھی کہ کم از کم وہ آج وجاہت سلطان کی وجہ سے اپنا سکون برباد نہیں کرے گا۔ ہاتھ میں گھڑی پہن کر اس نے خود پر پرفیوم چھڑکا۔

موبائل پر آتی کال نے اس کی ساری توجہ اپنی جانب کھینچی۔ میر کی کال سمجھ کر اس نے موبائل اٹھا کر نام پڑھا۔ چہرے کے زاویے بدلے۔ وہ پل بھر میں بے سکون ہوا۔

"ہیلو؟۔" اس نے گھمبیر آواز میں کچھ گرفت سے کہا۔

"جانتے ہو جان کا خطرہ ہے پھر بھی بہادری سے بغیر سیکیورٹی کے گھومتے ہو؟ ماننا پڑے گا۔" اس کی بھاری آواز اور ہنسی ساویز کے کانوں میں چبھی تھی۔

"تم چاہتے ہو میں تمہارے خوف سے سیکورٹی رکھوں؟۔" ایک آ ئبرو آچکا کر اس نے خود کو آئینے میں دیکھا۔

"مجھ سے نہیں ساویز! اپنے کیے گئے جرم سے ڈر کر سیکورٹی رکھو۔۔ ان چھ ماہ میں تمہاری وجہ سے پستول میرے ہاتھ کی زینت بن چکی ہے۔" دانت پیس کر باور کروایا گیا۔ ساویز گہری سانس خارج کی۔

"جو جرم میں نے کیا ہی نہیں اس کا خوف کیسا؟۔" یہ چھ ماہ ساویز کو بھی اندر سے کھا گئے تھے۔ اس کا دوست دشمن بنا بیٹھا تھا۔

"تمہارے بارے میں سوچتا ہوں تو ماضی یاد آنے لگتا ہے۔ تم نے بے مثال دوستوں کی فہرست سے نکال کر دشمنوں کی فہرست میں لکھ دیا۔۔ جس پر اعتبار کیا اس نے ہی دنیا اجاڑ دی۔" غم وغصے کی کیفیت اس پر حاوی تھی۔

"تم چاہتے ہو یہ الفاظ دوبارہ دہراؤں کہ وہ قتل میرے ہاتھوں نہیں ہوا تھا؟۔" ساویز نے مضبوطی سے کہا۔

"میرے جینے کا سہارا قتل کر ڈالا۔" لہجہ عجیب سا ہونے لگا تو آواز مزید بھاری ہو گئی۔ "اس رات۔۔اس رات تم وہاں پر موجود تھے۔ "

"وہ رات میں نے اپنے گھر پر گزاری تھی وجاہت۔" نجانے اسے مزید اور کتنی صفائیاں دینی تھیں۔ "تمہارے اپنے ہی تم پر وار کر رہے ہیں۔" اس کا اشارہ وجاہت کے آدمیوں کی جانب تھا۔

"میں تمہیں اتنی اذیت دوں گا کہ ایک وقت آئے گا کہ تم مجبور ہو جاؤ گے۔۔اور وجاہت سلطان اس وقت کا انتظار کرے گا۔ وہ لڑکی میرے لیے کیا تھی تم سب جانتے تھے۔ اب وجاہت پہلے کی طرح نہیں مسکراتا۔ اب وہ اس لڑکی کے قتل کا بدلہ لینا چاہتا ہے۔ میری مجبوری کی حد دیکھنا چاہتے ہو؟ یہ جان کر بھی کہ تم قاتل ہو میں تمہیں قتل نہیں کر پا رہا۔ شاید اس لیے کہ یہ دل تمہیں اب بھی دوست کے نظریے سے دیکھتا ہے اور سوچتا ہے کہ شاید یہ سب خواب ہو۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ساویز نے آنکھیں کھڑکی کے باہر کی۔ دھوپ آنکھوں پر پڑی تو بھوری آنکھیں چمکنے لگیں۔

"ہم اب بھی دوست ہیں۔ ایک بہترین دوست! مگر تمہاری غلط فہمی ہمیں آج یہاں تک لے آئی۔ مجھے یقین ہے تم ایک دن پچھتاؤ گے میرے یار! تم سے بہتر کون جان سکتا ہے کہ میں نے آج تک ہر عورت کی عزت کی ہے۔ یہ غلط فہمی بھی جلد مٹ جائے گی۔ اس لڑکی سے مجھے کوئی غرض نہیں تھا کہ میں اسے قتل کر دیتا۔ کیا ہوا اگر تمہیں سچ پتا چل جائے کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔۔پھر؟ میں اب مزید تمہیں اپنے کردار کی صفائیاں نہیں دوں گا مگر ہاں وجاہت! میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔ مجھے مار دو! اگر تمہیں لگتا ہے کہ سکون اس میں ہے تو آؤ! مجھے شوٹ کر دو۔ مگر گولی میری پشت پر چلانا تا کہ میں تمہارا چہرہ نہ دیکھ سکوں۔ دوستوں کا کیا وار میں سہنے کی ہمت رکھتا ہوں۔" اس کا لب ولہجہ

وجاہت کے برعکس نرم تھا۔ دوسری طرف طویل خاموشی چھاگئی۔ تھوڑی دیر بعد ساویز نے موبائل کان سے دور کر کے رابطہ چیک کیا۔ وہ کال پر ہی تھا۔ ساویز کی باتیں اسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر گئی تھیں۔ ساکت چہرہ اور سپاٹ آنکھوں کی پتلیاں گویا ٹھہر گئی تھیں۔ اگر اسے مارنا آسان ہوتا تو وہ یہ کام چھ ماہ قبل ہی کر چکا ہوتا۔ اس کا دل پتھر ہو چکا ہوتا اگر ساویز اس کا یار نہ رہ چکا ہوتا۔ عجیب کشمکش سی پیدا ہونے لگی۔۔ وہی ایک خدشہ! وہی ڈر کہ اگر وہ شخص ساویز نہ ہوا تو؟ دل ڈوبنے لگا۔ اس کی باتیں وجاہت کے ذہن میں وہی سوالات اٹھا گئیں جو وہ تنہائی میں خود سے پوچھا کرتا تھا۔

ساویز نے کان سے موبائل دور کر کے کال کاٹنی چاہی۔ یہ خاموشی کافی طویل ہو گئی تھی۔ یہ سوچ کر کہ اسے اب کال کاٹ لینی چاہئیے، وجاہت کال کاٹ چکا تھا۔ ساویز بے چارگی سے نفی میں سر ہلاتا موبائل جیب میں رکھتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔

---★★★---

"تمہارا کمرا اتنا بکھرا ہوا کیوں ہے؟۔" دونوں ہاتھ کمر پر ٹکاتی وہ ہمیشہ کی طرح اس کے اپارٹمنٹ کا جائزہ لے رہی تھی۔

"ایک کام والی کا انتظار کر رہا تھا کہ وہ آئے اور میرا کمرا صاف کر جائے۔" فریج سے گوندھا ہوا آٹا نکال کر وہ سلیپ پر رکھا۔ یہ آٹا اس نے آدھے گھنٹے پہلے ہی بہت مشکل سے گوندھا تھا۔ پراٹھے، روٹیاں اس نے کبھی اپنے لیے بھی نہیں بنائیں مگر روما جب بھی اس کے اپارٹمنٹ آتی، اس کے ہاتھ کے بنے پراٹھے لازمی کھاتی تھی۔۔

"وہ کب آئے گی؟ کمرا تو بہت زیادہ بکھرا ہوا ہے میرو!۔" اسے میرو کی ماں بننے کا ہمیشہ سے شوق تھا اور وہ یہ شوق ابھی بھی پورا کر رہی تھی۔

"آگئی ہے اور میرے سامنے کھڑی ہے۔" اس نے روما کو دیکھا۔ "اب جاؤ میر اکمر اصاف کرو جب تک میں پراٹھا بنا رہا ہوں۔" سفید صاف ستھرا ایپرن پہن کر وہ اب با قاعدہ آٹا بیل رہا تھا۔ دونوں ہاتھ آٹے سے خراب ہو گئے تھے۔ رخسار پر جگہ جگہ خشکی لگی ہوئی تھی۔

"اگر تم میرو نہ ہوتے تو اب تک میں تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر چکی ہوتی۔" ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے دانت کچکچا کر کہا گیا۔ میر جواباً کھل کر مسکرا دیا۔

"میں ناشتے کے بعد تمہارا کمرا صاف کر دوں گی۔" اس کی طرف سے جواب نہ پا کر وہ میرو کو ناراض سمجھنے لگی۔ میر نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ پل بھر میں سمجھ گیا تھا کہ اس نے اچانک یہ کیوں کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔" کندھے اچکا کر اطمینان دلایا گیا۔ وہ اس کے نزدیک آئی۔ بانہیں پھیلا کر میر کو سختی سے پکڑا اور اپنا سر اس کے سینے پر ٹکا لیا۔

"ناراض نہیں ہوتے میرو!" محبت سے تاکید کی گئی۔ میر نے ایک آبرو اچکا کر ڈھیروں حیرت سے اسے دیکھا۔

"میری ماں بن کر مجھے نصیحتیں نہیں کیا کرو۔ دور ہٹو میں کام کر رہا ہوں ورنہ یہ آٹے والے ہاتھ چہرے پر لگا دوں گا۔" مصنوعی رعب دکھاتے ہوئے وہ آنکھیں سکیڑ کر بولا۔

"لگا دو۔۔ میں صاف کر لوں گی۔" روما اس کے سینے پر سر رکھ اب آنکھیں موند چکی تھی۔ میر نے گہری سانس بھر کر بیلا ہوا پراٹھا توے پر ڈالا۔

"ناشتہ کر کے کتابیں نکال لینا۔ کمرے کی صفائی میں کر دوں گا۔" وہ کسی طور اس سے دور ہٹنے کو تیار نہیں تھی۔ نرمی سے کہتا وہ کچھ جھک کر اس کا ماتھا چومنے لگا۔

"تم بلکل اچھے نہیں میر و!۔" وہ یہ جملہ اسے تب ہی بولتی جب وہ اسے حد سے زیادہ اچھا لگا کرتا تھا۔ روما دل میں سوچنے لگی کہ اپنے بھائی کو کیسے بتائے کہ وہ اس سے کتنی محبت کرتی ہے۔

"ہاں میں جانتا ہوں۔" وہ ہنس پڑا۔ رومانہ بھی کہے مگر وہ ان الفاظوں کے پیچھے کا راز سمجھ جاتا تھا۔

"میری ہمت کو داد دینی چاہئیے۔ میں تمہارے ہاتھ کا بدذائقہ پراٹھا کھاتی ہوں۔" وہ ہنس کر دور ہٹی۔

"اگر اتنا ہی بدذائقہ ہے تو اتنے شوق سے کیوں کھاتی ہو؟۔" پل بھر میں وہ میر کا دل جلا گئی تھی۔

"اب بھائیوں کا پھیلایا ہوا رائتہ تو بہنوں کو ہی صاف کرنا پڑتا ہے نا۔۔ تم بے فکر رہو میر و! میں کسی کو نہیں بتاؤں گی کہ تم جلا ہوا، سیاہ اور بدذائقہ پراٹھا بناتے ہو۔" اس کا پراٹھا اتنا بھی برا نہیں تھا جتنا وہ اپنی باتوں میں بتا رہی تھی۔ میر نے اس کے آگے ناشتہ رکھا۔

"ناشتہ پورا کرنا۔ اماں نے بتایا تھا کہ تم نے کل رات بھی کھانا نہیں کھایا تھا۔" موبائل پر دوست کے میسجز کا جواب دیتے ہوئے وہ دھیمی آواز میں بولا۔

"تمہارا ہینڈسم والا دوست کب آئے گا؟۔" پراٹھے کا لقمہ منہ میں ڈالتے ہوئے پوچھا گیا۔

"میں شاور لینے جا رہا ہوں۔ ساویز آنے ہی والا ہو گا۔" موبائل وہیں میز پر رکھتے ہوئے وہ اندر کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد رومانے مڑ کر میر کے کمرے میں جھانکا تھا۔ وہ وہاں کہیں نہیں تھا۔ واشروم سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی۔ لبوں پر مسکراہٹ پھیلا کر اس نے میر کے موبائل کو دیکھا۔

"کہیں واقعی میر و کی زندگی میں کوئی لڑکی تو نہیں!۔" وہ اب موبائل کی گیلری کھول کر تصویروں کی تلاشی لے رہی تھی۔ روما سوچنے لگی کہ اگر واقعی کسی لڑکی کی تصویر نکل آئی تو سومیہ کا دل ٹوٹ جائے گا۔ کافی دیر تک تصویروں کی

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

تلاشی لینے پر اس کی آنکھوں کے سامنے ایک لڑکی کا چہرہ آیا۔ وہ چونک اٹھی۔ اس نے تصویر کی تاریخ پڑھی تو اسے اندازہ ہوا کہ وہ تصویر شاید کافی سال پرانی رکھی ہوئی تھی۔ روما کو شدید صدمہ لگا۔ تصویریں ڈھونڈتے ہوئے وہ کتنی آگے نکل چکی تھی۔

"یہ لڑکی کون ہے۔" خوبصورت چہرے والی لڑکی اپنی چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ زرد دوپٹہ کاندھوں پر تھا اور بال کھول کر شانے پر پھیلے ہوئے تھے۔ ہونٹوں کے پاس کنارے پر سیاہ تل تھا۔

"یہ کتنی پیاری ہے۔" اس کی آنکھیں تصویر پر ٹھہر سی گئی۔ مڑ کر ایک نظر واش روم کے بند دروازے کو دیکھا گیا۔

"ہائے اللہ سومیہ! کہیں یہ تمہاری سوکن نہ بن جائے۔" اس چودہ سال کی چھوٹی لڑکی کو اپنے انیتس سال کے بھائی کی شادی کی بے حد پرواہ تھی۔ روما کے مطابق میرو کی شادی اس کی دوست سومیہ سے ہونی چاہیئے۔ اس نے تصویر کی تاریخ سے آج کی تاریخ کا موازنہ کیا۔

"پانچ سال پرانی تصویر!!۔" وہ چونکی۔ ابھی مزید کچھ سوچتی کہ بیل بج اٹھی۔ موبائل وہیں رکھ کر وہ دروازہ کھولنے دروازے تک پہنچی۔

"کون ہے؟۔" اس نے دروازے کے پار پوچھا۔

"تمہارا ہینڈسم والا بھائی!۔" ساویز کی آواز پر خوشی سے پھولے نہ سماتے ہوئے دروازہ کھولا۔

"ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے۔" اس کے ہمراہ وہ چلتے ہوئے اندر آئی۔ پلیٹ میں رکھا آدھا پراٹھا اس نے میر کے کچن میں ہی کہیں غائب کر دیا تھا۔

"اوہ تو روما بھی میرا انتظار کر رہی تھی؟۔" خوشگوار حیرت کا اظہار کرتے ہوئے وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔

"میر و نے کہا تھا آپ مجھے ریاضی کے کچھ سوالات سمجھا دیں گے۔" وہ اسے ہمیشہ کی طرح اچھا لگا۔ سیاہ پوری آستینوں والی ہائینیک کے ساتھ کالی پینٹ۔۔ چہرہ ترو تازہ اور ہشاش بشاش تھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے میز پر رکھیں روما کی کتابیں اٹھائیں۔

"مجھے لگا تم کمرے میں آؤ گے۔" تولیے سے سر صاف کرتے ہوئے میر وہاں آیا تھا۔

"تم نے میرے لیے غلطی سے کمرا صاف تو نہیں کر لیا تھا؟۔" ساویز نے جان بوجھ کر حیرانی والی تاثرات دیے۔

"نہیں میں سوچ رہا تھا اگر تم کمرے میں آجاتے تو کچھ سمیٹ لیتے۔ "

ساویز نے اسے ایک آئبرو اچکا کر دیکھا۔ اپنے اپارٹمنٹ آئے ہر شخص سے اس کا ایک ہی اظہار ہو تا تھا۔

"آپ فکر مت کریں ساویز بھائی۔ یہ ہر کسی کو ئی یہی بولتا ہے۔" اسے لگا جیسے ساویز میر کو غصے سے دیکھ رہا ہو۔ کہیں ان کی دوستی ٹوٹ نہ جائے مگر وہ یہ نہیں جانتی تھیں کہ پرانی یاریاں ختم کرنا اتنا آسان نہیں ہو تا۔ ساویز اور میر دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے۔

"پہلے آؤ تمہیں پڑھاؤں تاکہ پھر سکون کا سانس لے سکیں۔" قہقہے لگا کر کہتے ہوئے سیدھا ہو کر بیٹھا۔ روما اسے بے حد وثوق سے دیکھ رہی تھی۔ وہ اب اس کی کتاب دیکھ رہا تھا۔ مسکراتا چہرہ سنجیدہ ہو گیا تھا اور روما کے لبوں پر اب تک مسکراہٹ تھی۔ اس کی پرسنلٹی روما کو ہمیشہ بھاتی تھی۔ میر تیار ہو رہا تھا مگر وہ صرف ساویز کو دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ کاش وہ بھی میر کی طرح اس کا سگا بھائی ہو تا۔ تھوڑی ہی دیر میں ساویز نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔

"یہ سوال تم نے غلط کیا ہے روما۔ جو فارمولا تم نے استعمال کیا ہے اسے لکھنے میں تم نے کچھ غلطی کر دی تھی جس کی وجہ سے پورا سوال غلط ہو گیا۔" وہ اب اسے سوال سمجھا رہا تھا جبکہ میر نے کچھ دور آئینے کے عکس میں انہیں دیکھا۔ وہ شکر

کرنے لگا کہ بلآخر وہ پڑھ رہی ہے۔ ایسا ہی ہوتا آیا تھا۔ امتحان روما کے ہوتے تھے اور ٹینشن میر کو ہوتی تھی۔ ذرا سا مسکراتے ہوئے وہ کلائی پر گھڑی باندھنے لگا۔۔ آج اس کے اپارٹمنٹ میں چھوٹی موٹی رونق لگی تھی اور یہ کتنا اچھا محسوس ہوتا تھا۔

---★★★---

"تم اتنی بجھی بجھی کیوں ہو؟۔" وہ غنایہ کے لیے لائے کافی سارے تحفے دکھا رہی تھی۔

"نہیں ایسا تو نہیں!۔" پکڑ جانے کے خوف سے وہ یکدم گھبرا گئی۔ عاشی نے اس کے تاثرات نوٹ کیے۔

"باصم کا کوئی معاملہ ہے؟۔" ایک آئبرو اچکا کر پوچھا گیا۔ غنایہ کا دل گھبرانے لگا۔ اسے یاد تھا جب پانچ مہینے پہلے اس نے باصم کے بارے میں عاشی کو بتایا تھا تو اس نے تائی اماں کے گھر جا کر کتنا ہنگامہ کیا تھا اور باصم کو طرح طرح کی دھمکیوں سے نوازا تھا۔۔ اس سب کے بعد غنایہ نے اسے باصم کے بارے میں کچھ بھی بتانا ٹھیک نہ سمجھا۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔" مخروطی انگلیاں مسلتے ہوئے وہ خود پر بمشکل قابو کر پا رہی تھی۔

"کون آیا ہے؟۔" عاشی کو باہر سے ابا کی آواز آئی۔ اس کے کان کھڑے ہوئے۔ غنایہ نے اس کی پلکوں کو دیکھا جو لمبی اور گھنی تھیں۔

"بیٹی آئی ہے۔" عفت کی آواز آئی۔

"کیوں؟۔" نجانے انہوں نے ایسا کیوں کہا۔۔

"آئی ہوں لیکن چلی جاؤں گی اس لیے آپ فکر مت کریں۔" باپ بیٹی کے درمیان کوئی نہ کوئی بحث چھڑی ہی رہتی تھی۔ عاشی کے ماتھے پر گہرے بل نمودار ہوئے۔ غنایہ اور اس میں سات سال کا فرق تھا۔۔ وہ اکیس سال کی تھی جبکہ عاشی اس سال اٹھائیس کی ہوئی تھی۔ سات سال کا ایک اچھا فرق تھا۔

عاشی باہر سے آتی مزید آوازوں کو سننے لگی۔ خوبصورت رنگ وروپ والی وہ بظاہر بے حد پر کشش اور خوبصورت لڑکی تھی۔

"تم کیوں ہر بات کا جواب دیتی ہو عاشی ؟۔" اس نے بہن کو سمجھانا چاہا۔ اپنے گھنے سیاہ بالوں کو جوڑے میں قید کر کے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ منہ پر پانی مار کر ہلکی دھوپ کی روشنی میں غنایہ نے خود کو آئینے میں دیکھا۔ دھوپ آنکھوں پر پڑی تو آنکھیں چندھیا سی گئیں۔ بالوں کو نئے سرے سے کھول کر اب وہ انہیں سلجھا رہی تھی۔ اس کی کھلتی سفید رنگت دھوپ میں چمکنے لگی۔ آنکھوں کا رنگ مزید ہلکا ہو گیا۔

"نجانے انہیں مجھ سے کیا بیر ہے۔ میں ان کی طرح ڈر ڈر کر زندگی بلکل نہیں گزارنے والی اس لیے جو مسلہ ہوا کرے تم مجھ سے ضرور شئیر کیا کرو۔ میں اسے سلجھاؤں گی۔" اس نے اپنی گاڑی کی چابی غنایہ کی سنگھار میز سے اٹھائی۔

"میں چلتی ہوں۔ مزید یہاں رہی تو پاگل ہو جاؤں گی۔ آج کی چھٹی میں آفس کے کافی سارے ادھورے کام مکمل کرنے ہیں اس لیے میں زیادہ وقت یہاں نہیں بیٹھ سکتی۔ اپنا خیال رکھنا۔" آئینے میں خود کو ایک بار دیکھتی ہوئی وہ اس کے گلے لگ کر باہر کی جانب بڑھ گئی۔ غنایہ نے دکھ بھری گہری سانس اندر کھینچی۔ قدم بڑھا کر وہ کھڑکی تک آئی تھی۔ کمر سے نیچے تک بال کھل کر شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ دونوں ہاتھ کھڑکی پر جما کر وہ اب باہر دیکھنے لگی۔ موسم کافی خوش گوار تھا مگر دل کا موسم جان لے رہا تھا۔ روشن کمرے میں کھڑکی سے اندر آتی ہوا دل کو بھانے لگی۔ اس نے آخری بار عاشی کو جاتے دیکھا۔ عاشی نے اوپر دیکھ کر اسے رات میں کال کرنے کا اشارہ کیا تھا جس پر غنایہ فقط

مسکرائی تھی۔ وہ بہن کو کیسے بتائے کہ محض کال کرنا کافی نہیں ہوتا۔ دل کے حال یوں سنائے نہیں جاتے۔۔ بے چینیاں سکون چھین لیتی ہیں۔ عاشی کی گاڑی اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تھی مگر وہ اب بھی ویسے ہی کھڑکی پر رکھے بازوؤں میں سر ٹکائے باہر دیکھ رہی تھی۔۔ اس امید پر کہ شاید ایک دن سب ٹھیک ہو جائے گا اور وہ پہلے کی طرح پھر سے کِھلے گی۔۔۔

---★★★---

"مجھ پر اعتبار کر زیادہ نہیں کاٹوں گا۔" وہ قینچی لیے اس کے مونچھوں پر قینچی چلانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"نہیں بلکل نہیں! میں اس بات کی بلکل اجازت نہیں دے سکتا۔"

"بھائی پر بھروسہ رکھ!۔" میر نے سینے پر ہاتھ رکھ کر یقین دلایا۔

"پچھلی بار بھی کیا تھا پوری مونچھیں کاٹ دی تھیں کمینے تو نے! میں خود سیلون جا کر سیٹ کروالوں گا۔" وہ اس سے جتنا پیچھے ہٹنے کی کوشش کر سکتا تھا، کر رہا تھا۔

"اس بار تو ایسی کاٹوں گا کہ اگلی بار سیلون جانے کے بجائے میرے پاس آئے گا!۔" نجانے اسے کیا ضد لگی تھی کہ خود ہی قینچی لیے ساویز کے سر پر کھڑا ہو گیا تھا۔ ساویز نے نگاہ اٹھا کر اسے گھور کر دیکھا۔

"ذرا بھروسہ نہیں ہے تم پر لیکن چلو اس بار دیکھ لیتے ہیں۔" اس کا کہنا ہی تھا کہ میر نے اس کی مونچھوں پر قینچی چلانی شروع کر دی۔ ساویز آنے والے وقت سے گھبرانے لگا۔ وہ کسی ماہر کی طرح قینچی چلا رہا تھا۔ تقریباً پانچ منٹ میں ہی وہ اپنا کام کر چکا تھا۔

"آئینے میں دیکھ آؤ! خود کو دیکھ کر سیلون بھول جاؤ گے۔" ایک فخر سے کہتے ہوئے وہ دور ہٹا۔ ساویز کو اس کی زبان پر ذرا اعتبار نہیں تھا۔ ایک نگاہ اس پر ڈال کر وہ اس کے کمرے کی جانب بڑھا۔ میر کالر اونچا کرتے وہیں دروازے سے ٹیک لگائے اسے اندر جاتے دیکھنے لگا۔ ساویز خود کو آئینے میں کچھ جھک کر بغور دیکھ رہا تھا جبکہ اپنی بکھری شیو پر ہاتھ پھیر کر مسکرایا۔ اب وہ ساویز کے لبوں سے اپنے لیے تعریف سننے کا انتظار کر رہا تھا۔

جواب تو نہ آیا البتہ ساویز میز سے چابی اٹھاتا خود چل کر باہر آ گیا۔ اس کو ایک نظر کھا جانے والی نظر سے دیکھتے ہوئے اپنا رخ باہر دروازے کی جانب کر لیا۔

"کہاں جا رہے ہو؟۔" میر نے حیرانی مظاہرہ کیا۔

"سیلون!!!۔" چبا کر لفظ ادا کیا اور اسے گھور کر باہر نکل گیا۔ میر کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

"کیا واقعی اتنی بری ہے؟۔" اسے یقین نہ آیا۔ ساویز کا دل چاہا پلٹ کر پوچھے کہ اس میں اچھا کیا ہے؟ ایک طرف سے کم زیادہ کاٹ کر وہ اپنے کس ہنر پر خوش ہو رہا تھا۔۔ مگر بغیر رکے اور کچھ کہے وہ باہر نکل گیا جبکہ میر اس کے انداز پر ہنس پڑا۔

---★★★---

"وہ ایک بھاری جائیداد ہے عفت جس پر بھائی جان قبضہ کر بیٹھے ہیں۔ مجھے نہیں پتا تھا زندگی یہ رخ بھی دکھائے گی کہ ہم اس قدر مجبور ہو جائیں گے اور لوگ ہمارا فائدہ اٹھائیں گے۔ بھائی جان یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم غنایہ کی شادی ان کے بیٹے سے نہیں کروائیں گے اس لیے انہوں جائیداد کی شرط رکھی۔" ابرار میز کے ساتھ بیٹھے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے بولے۔ ماتھے پر پریشانی کی شکنیں نمودار تھیں۔ آج تک وہ حق ان کو نہ دیا جا سکتا جس پر ان کا بھائی دس سال

سے قبضہ کر کے بیٹھا تھا۔ ان کے اس چھوٹے گھر کے مقابلے میں بھائی صاحب کا گھر بڑا اور عالیشان تھا۔ پچھلے کچھ سال تک وہ اپنے حق کے لیے کبھی نہ بولے مگر انہیں اب ضرورت تھی۔

"مگر ہمارے لیے غنایہ زیادہ اہم ہے۔ ان سے ہمارا اللہ حساب لے گا۔" عفت نے ان کے پریشان چہرے کو دیکھا۔

"اس بار وہ آئیں تو آپ منع نہیں کریں گی۔۔ جو بھی کہوں گا میں کہوں گا۔" انہیں غصہ بھی تھا جس کا اظہار وہ کر نہیں پا رہے تھے۔

"آپ کو لگتا ہے کہ وہ آوارہ لڑکا اس کا پیچھا چھوڑے گا؟ مجھے خوف ہے ابرار۔۔ میں آنے والے وقت سے بہت ڈر رہی ہوں۔" طرح طرح کے خدشے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔

"ہم غنایہ کی شادی کر دیں گے۔" اس پریشانی میں ایک یہی حل نظر آیا۔ وہ چونک سی گئیں۔

"کیا مطلب؟۔ "

"ہاں ہم غنایہ کی شادی کر دیں گے۔۔ اپنی بیٹی کو تکلیفوں میں نہیں دے سکتا۔ کہیں ہماری مجبوری اسے نہ کھا جائے۔ اب جو بھی اچھا رشتہ آئے اس پر غور و فکر کیجیے گا۔" پریشانی کے مارے سر جھک سا گیا۔ عفت کے دماغ میں اب بھی کئی سوالات تھے۔

"آپ کو لگتا ہے ایسے بھائی بھابھی اور باصم کو علم نہیں ہو گا؟ جھگڑے بڑھ جائیں گے اور اس بدمعاش سے کوئی امید بھی نہیں کہ وہ کیا کر بیٹھے۔ "

"بھلے رخصتی فوراً نہ ہو مگر ہم سادگی سے نکاح پڑھا دیں گے۔ ایک بار یہ کسی سے منسوب ہو جائے گی تو ہمیں تسلی ہو جائے گی۔ جب کسی کو بتائیں گے ہی نہیں تو کیسے محلے والوں کو علم ہو گا؟ خاموشی سے بیاہ دیں گے۔" انہوں نے گویا

بات ہی ختم کر دی۔ غنایہ جو چائے کے برتن اٹھانے آئی تھی ان کی بات پر خاموش رہی تھی۔ اسے رونا نہیں آیا اور نہ دکھ ہوا۔ اس کے مطابق شاید یہی فیصلہ درست تھا۔ عفت نے اسے بغور دیکھا کہ کہیں وہ یہ بات سن کر اداس تو نہیں تھی۔ غنایہ نے ماں کو دیکھتے ہوئے پریشان ہوتے باپ کے آگے سے خالی مگ اٹھایا۔

"کچھ چاہئیے ابا؟۔" ان کے ماتھے پر دکھ و تکلیف کی لکیریں غنایہ کا دل چیر گئی۔

"نہیں بیٹا۔" جھکا سر اس کی آواز پر اٹھا تھا۔ چہرے پر جھریاں واضح ہو رہی تھیں۔ اسے یہ سوچ کر بے جا رونا آیا کہ اس کا باپ بوڑھا ہو رہا ہے۔

"آپ کہیں گے تو میں یونیورسٹی جانا چھوڑ دوں گی۔" اس نے خاموش بیٹھے باپ کو دیکھ کر آزردگی سے کہا۔ ابرار نے تیزی سے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کیوں؟۔ "

"میں جانتی ہوں آپ میرے حوالے سے بہت پریشان ہیں اور طبیعت بہت خراب رہنے لگی ہے۔ آفس سے آج کل بہت جلدی آ رہے ہیں۔ اگر میں باہر جانا چھوڑ دوں گی تو باصم سے سامنا نہیں ہو گا۔ تائی اماں بار بار آ کر آپ لوگوں پر چیخیں گی نہیں اور باصم دھمکیوں سے باز آ جائے گا۔" نجانے اس نے یہ سب کیوں سوچا تھا۔ ہاں وہ بہت کم ہمت تھے مگر اتنا نہیں کی بیٹی کی پڑھائی چھڑوا دیتے۔

"نہیں غنایہ پڑھائی نہیں! تم اپنی پڑھائی نہیں چھوڑو گی۔ اس کی ضرورت نہیں۔ جلد از جلد ہم تمہاری شادی کر دیں گے۔۔ پھر اگر تم چاہو تو بعد میں پڑھائی جاری رکھ سکتی ہو۔" "

اس گھر کے مکینوں میں ہمت اور حوصلے کی کمی تھی۔ غنا یہ برتن سمیٹ کر اندر کی جانب بڑھ گئی جبکہ عفت نے کچھ سوچ کر ابرار کو دیکھا تھا۔

"پھر میں مومنہ خالہ سے رشتے کے لیے بات کر لیتی ہوں۔ وہ اب بھی اپنے بیٹے سعدان کے حوالے سے جواب مانگتی ہیں۔" انہیں یکدم ہی خیال آیا تھا۔ ابرار نے اثبات میں سر ہلا کر نگاہ دوسری جانب مرکوز کر لیں۔ عفت پیر میں چپل گھساتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

---★★★---

"اس فائل پر میں نے کل ہی کام کر لیا تھا سر!۔" وہ اپنے سسٹم پر کام کرتی پیچھے کھڑے مینجر کو اپنا کام دکھا رہی تھی۔

"یہ کیا ہے؟ ان صفحوں کا کیا کروں میں؟ مجھے پراپر ڈاکومنٹس چاہئیں۔" مینجر کے ہاتھ میں تین چار صفحے موجود تھے جو اس نے میز پر مارے تھے۔ اس کے چیخنے کی آواز عاشی کے کان پھاڑ رہی تھی۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"پراپر؟ تو یہ اور کیا ہے سر۔۔"

"یہ تین چار بکواس صفحے؟؟ یہ دکھاؤں گا میں باس کو؟؟۔"

"یہ بکواس نہیں ہیں۔ میں ان پر بہت کام کیا ہے سر!۔" اس کے یوں 'بکواس' کہنے پر عاشی کا دل برا ہوا۔

"تو تم مجھے سکھاؤ گی؟ یا تمہیں مجھ سے زیادہ معلوم ہے؟ چنے بیچتا ہوں میں کیا؟۔" اس کی فائل میز پر پٹخ کر کہتا ہوا وہ آگے بڑھ گیا۔ (چنے تو نہیں بیچتا البتہ دماغ بیچ آیا ہوں) اس کی زبان میں کہتی وہ دانت کچکچا کر دل میں بولی۔ اپنے ڈاکومنٹس سمیٹ کر اس نے فائل میں لگائے۔

"اگر تم کہو تو یہ کام میں کر سکتا ہوں۔" اس کے کانوں میں پیچھے سے مردانہ آواز پڑی۔ بیزاریت سے سانس خارج کر کے اس نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا۔ وہ اپنی کرسی سے ٹیک لگائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"نہیں شکریہ۔۔" مختصر جواب دے کر کام میں مصروف ہو گئی۔

"ایک بار سوچ لیں۔ باس کو یہ کام ایک گھنٹے میں چاہیئے اور آپ کو یہ ڈاکومنٹس ابھی بھی سمجھ نہیں آ رہے۔" عاشی نے آئبرو اچکا کر اسے دیکھا جس کی نظریں اس پر ہی ٹکی تھیں۔ اس کا یوں دیکھنا عاشی کو کبھی نہیں بھایا۔

"یہ کام میرا ہے مسٹر رافع اور اس کی ذمہ داری مینجر نے مجھے سونپی ہے۔ اس لیے یہ میں ہی کروں گی۔" اس کا لہجہ قدرے سنجیدہ تھا۔ (اپنا کام ہوتا نہیں ہے میرا کرے گا) وہ دانت پیس کر صرف سوچ ہی سکی تھی۔ اپنے سسٹم پر متوجہ ہونے کے بعد بھی اسے رافع کی نگاہوں کی تپش اپنی پشت پر محسوس ہو رہی تھیں۔ اس کا یوں بہانے بہانے سے بات کرنے کا موقع ڈھونڈنا، بار بار تکتے رہنا جیسے وہ آفس ہی اس لیے آتا ہو، عاشی کو غصہ دلاتا تھا۔ جانے کیوں وہ اس سب کے باوجود بھی کچھ بول ہی نہ پاتی تھی۔ ایک عجیب سا ڈر تھا جس کے باعث وہ کبھی کچھ نہ کہہ سکی۔ اس نے سامنے لگے وال مرر سے اپنے پیچھے رافع کو دیکھا جو اب بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اسے الجھن سی محسوس ہونے لگی تو جلدی جلدی کام مکمل کرنے لگی تاکہ بریک پر جا سکے۔

---★★★---

"دو دن پہلے ہی مومنہ خالہ سے میری ہو گئی تھی۔ آج ان کا جواب آیا ہے۔" عفت مطمئن تھیں۔

"آپ نے غنایہ کے حوالے سے بات کی؟" وہ آفس سے لوٹے تھے۔

"میں انہیں صاف لفظوں میں کچھ کہہ نہ سکی۔جب اتنا بتایا کہ غنایہ کا رشتہ تلاش کر رہے ہیں تو انہوں نے سعدان کی بات کر دی۔ میں نے کہا کہ ابرار سے اس بات کا اظہار کروں گی۔ آپ نے سعدان کی انکوائری کروانے کے بارے میں کیا سوچا ہے ؟ہم مزید دیر نہیں کر سکتے۔ "

"ہاں عفت۔۔ یہ سب مجھے ہی کرنا ہے۔وہ بھی ہو جائے گی۔۔فالحال انہیں گھر آنے کا کہو۔میں سعدان سے سامنے بیٹھ کر کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"اپنی ٹائی ڈھیلی کر کے کسی تھکاوٹ سے بتایا گیا۔اس عمر میں دو دو، تین تین پبلک بسیں بدل کر آنا بے حد تھکا دینے والا کام تھا۔

"وہ لڑکا ڈاکٹر ہے۔مجھے سمجھ نہیں آرہا ان سے کیسے کہوں کہ ہم غنایہ کی جلدی شادی کرنے کا خیال رکھتے ہیں۔کہیں یہ اتنا اچھا لڑکا ہاتھ سے نہ نکل جائے۔

"اندر کی بات کون جانتا ہے عفت بیگم !صرف ایک اچھا لڑکا ہونا کافی نہیں ہوتا۔غنایہ کا جہاں نصیب ہو گا،راستے وہیں بنتے جائیں گے۔"دن بھر کی تھکن اور پھر باصم کی وجہ سے پریشانی انہیں نڈھال کر گئی تھی۔"آپ انہیں دو دن بعد بلا لیں۔"چھوٹی سی سنگھار میز پر اپنا والٹ رکھ وہ پلٹ ہی رہے تھے جب آنکھوں کے سامنے اندھیرا آنے کے باعث وہ کچھ لڑکھڑائے۔عفت تیزی سے ان کی جانب بڑھیں۔

"میں ٹھیک ہوں۔"ایک ہاتھ اٹھا کر انہیں تسلی دیتے ہوئے وہ میز کے سہارے جمے کھڑے تھے۔چہرے پر تکلیف کے آثار نمودار ہوئے۔

"آپ پریشانیوں کو خود پر حاوی کر رہے ہیں جس کی وجہ صحت بہت متاثر ہو رہی ہے ابرار!۔"ان کا دل کٹ کر رہ گیا۔ شوہر کا ساتھ ان کے لیے سب سے زیادہ محفوظ تھا۔

"دعا کریں یہ پریشانیاں ختم ہو جائیں ورنہ یہ ہمیں ختم کر دیں گی۔" بمشکل بستر پر پہنچ کر وہ بیٹھے تھے۔ چہرے کی جھریاں مزید واضح ہوئی تھیں۔۔ آج وہ اپنی عمر سے زیادہ بوڑھے لگ رہے تھے۔ عفت نے لب بھینچ لیے۔۔

---★★★---

"تمہارے موبائل میں وہ تصویر کس لڑکی کی ہے؟۔" اس کے آگے چائے کا کپ رکھتے ہوئے وہ مصنوعی بے نیازی سے بولی۔ میر نے آنکھوں کے آگے سے اخبار ہٹایا۔

"تصویر؟ میرے موبائل میں کس لڑکی کی تصویر ہو گی بھلا؟۔" وہ قدرے حیرانی سے بولا۔ روما نے اسے بغور دیکھا۔

میر آفس سے ملے جانے والے بریک سے تھوڑی دیر کے لیے اماں کے گھر آ گیا تھا۔ پندرہ منٹ میں اسے پھر جانا تھا۔

"پچھلے اتوار جب میں نے اپنی پسندیدہ سیریز دیکھنے کے لیے تمہارا موبائل کھولا تھا تو گیلری میں ایک لڑکی کی تصویر دیکھی تھی۔" اسے ہر حالت میں اس سوال کا جواب چاہیئے تا کہ سومیہ کو آگاہ کر سکے۔

"نہیں ایسا کیسے ممکن ہے۔" اس کے لیے یہ واقعی حیرت کی بات تھی۔ موبائل جیب سے نکال کر اس نے تصویروں کی گیلری کھولی اور چیک کرنے لگا۔

"نہیں نیچے نہیں۔۔ وہ تصویر بہت اوپر تھی میرو۔۔ کافی سالوں پرانی۔۔" اس کی باتوں کے اشارے بھی میر کو یاد نہیں دلا سکے۔۔ میر نے اس کے کہے کے مطابق عمل کیا۔

"ہاں بس یہی! یہ رہی تصویر!۔" روما نے رکنے کو کہا۔

میر نے وہ تصویر کلک کر کے کھولی۔ آنکھیں گویا اس پر ٹھہر سی گئیں۔

"کون ہے یہ؟۔"روما کی آواز پر وہ گڑبڑایا۔

"نہیں کوئی نہیں۔۔پتا نہیں کہاں سے آگئی۔ بہر حال میں تمہیں بتانا چاہوں گا کہ تم چائے میں چینی ڈالنا بھول گئی ہو۔"اس کے ہاتھ میں جلدی سے چائے پکڑا کر کچن کی جانب بجھوایا۔

موبائل پر متوجہ ہو کر اس نے ایک آخری بار وہ تصویر دیکھی۔لبوں پر مسکراہٹ آئی اور جیسے قہقہہ چھوٹ گیا۔وہ زور سے ہنس پڑا۔۔۔جیسے اسے ماضی یاد آیا ہو۔۔ایک ہنستا مسکراتا نادان ماضی!

اس نے وہ تصویر موبائل سے ڈیلیٹ نہیں کی تھی۔۔بلکہ موبائل آف کر کے جیب میں رکھ لیا تھا۔یہ تصویر کتنے سالوں پہلے اس نے خود محفوظ کی تھی اور اتنے عرصے میں وہ یہ سب بھول بھی چکا تھا۔کچن سے باہر آتی روما اس کی ہنسی کی آواز پر شک میں مبتلا ہوئی تھی۔ضرور کوئی نہ کوئی تو ماجرا تھا!

---★★★---

ایک ہفتہ مزید گزر گیا۔معمول کے مطابق اس نے پرفیوم خود پر چھڑکتے ہوئے کوٹ پہنا۔ہلکی ہلکی شیو پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس نے دراز سے گھڑی نکالی تھی۔آج وہ اپنے وقت سے لیٹ آفس جا رہا تھا۔اسے علم نہیں تھا کہ وجاہت پر اس کی بات کا اثر بھی ہو گا۔آج ایک ہفتے سے اوپر ہونے کو آیا تھا مگر اس کا نام ونشان کہیں نہیں تھا۔نہ وجاہت اور نہ اس کے آدمی۔۔۔پہلے پہل تو یہ سوچ کر اسے کافی حیرانی ہوئی کہ بھلا ایسے کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وجاہت خود پیچھے ہٹ جائے؟نہ کوئی کال؟نہ کوئی وار؟مگر پھر وہ خود کو ہی فراموش کرواتا باہر نکل گیا۔اس کا کچھ دنوں سے ذہن کنفیوز تھا۔وہ آج کل ویسے بھی شادی کے بارے میں سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔بارہ بج رہے تھے اور سورج پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا۔گاڑی تیز رفتار سے آگے بڑھ رہی تھی۔موبائل پر کال آئی تو وہ رفتار ہلکی کرتا کال اٹھانے لگا۔آستین کے کف فولڈ ہو کر کچھ اوپر چڑھے ہوئے تھے۔

"ہیلو؟۔"دوسری جانب میر کی آواز ابھری۔

"ہمیں ملنا چاہئیے۔"میر سے بات ہوئے پورے آٹھ دن گزر چکے تھے۔وہ نہ اس سے مل پایا تھا اور نہ کسی قسم کی بات کر پا رہا تھا۔کچھ میر کی خراب روٹین تھی اور کچھ ساویز کی مصروفیات۔۔

"لنچ پر ہرگز نہیں!میں پہلے ہی آفس لیٹ جا رہا ہوں۔تھوڑی دیر میں تمہارے لنچ کا وقت ہو جائے گا اور یوں آفس اتنی جلدی چھوڑ کر نکلنا ٹھیک نہیں رہے گا۔"موبائل اسپیکر پر تھا۔ایک ہاتھ اسٹیئرنگ پر اور دوسرا گئیر پر جما لیا۔

"میرے پاس وقت نہیں ہوتا جانتے ہو نا؟دوست کے لیے خود بھی وقت نکال لیا کرو۔"میر مسکرا رہا تھا۔

"ہاہا۔۔میرے پاس تمہارے سوا کوئی ہے کیا؟بابا دو سال سے سنگاپور میں ہیں اور ان سے کچھ خاص رابطہ نہیں۔"وہ آنے والے وقت سے بے خبر سکون سے گاڑی چلا رہا تھا۔

"دیکھو میں بتا رہا ہوں ابھی بھی موقع ہے مان جاؤ۔ایسا نہ ہو تمہیں لنچ وجاہت سلطان کے ساتھ کرنا پڑ جائے۔"اسے دھمکی دیتا وہ اپنی منوانے لگا۔ساویز کا قہقہہ اس کا دل مزید جلا گیا۔

"وجاہت کے پورا ہفتہ آثار نہیں رہے۔مجھے لگتا ہے کہ میری باتیں اس پر اثر کر گئیں۔"وہ یہ بات سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"چھ ماہ میں جو شخص بات نہ سمجھا وہ اب کیسے سمجھ سکتا ہے ساویز!اسے اتنی جلدی چین نہیں آئے گا۔تم دیکھنا وہ۔۔"

وہ ابھی جملا مکمل کرتا کہ دوسری طرف تیز آواز اور ساویز کے چیخنے پر بوکھلا گیا۔

دوسری گاڑی نے بری طرح اسے ڈرائیونگ سیٹ کی طرف ہٹ کیا تھا۔

"شٹ!!۔" ساویز قوت سے چلایا۔ڈرائیونگ سیٹ کی کھڑکی کا شیشہ ٹوٹ کر اس کے ہاتھ پر گرا۔ موبائل ہاتھ سے چھوٹ کر گر چکا تھا۔اس نے مڑ کر تیزی سے دائیں طرف دیکھا جہاں اسے وہی گاڑی نظر آئی۔وہ گاڑی اور وہی دو آدمی اور ساتھ ہنستے چہرے۔۔اس کے چہرے پر گویا پورا جسم خون جمع ہو گیا ہو۔ یہ جھٹکا اتنی زور کا تھا کہ ساویز کو بھی سب سمجھنے میں تھوڑی دیر لگی۔ وہ رکے نہیں تھے گاڑی بھگاتے ہوئے آنکھوں سے اوجھل ہو گئے تھے۔بازو سے نکلتا خون اسے کراہنے پر مجبور کر گیا۔ سڑک پر اکادکا ہی گاڑیاں تھی۔ہاتھ کی تکلیف اسے مزید ڈرائیونگ کی اجازت نہیں دے رہی تھی۔ وہ سیٹوں کے درمیان پھنسے موبائل کو اٹھا کر میر کی کال چیک کرنے لگا۔ وہ اب بھی لائن پر تھا۔

"ہیلو؟۔" آواز میں تکلیف واضح تھی۔ میر کا دل بھاری ہوا۔

"تم۔۔۔تم ٹھیک ہونا؟؟۔" وہ جانتا تھا یہ کوئی حادثہ نہیں۔۔

ساویز دروازہ کھول کر باہر نکلا۔

"ہاں بس بازو میں کانچ چبھ گئی ہے۔ مزید ڈرائیو نہیں کر سکتا۔" ہاتھ کو کھینچتا ہوا سیدھا کرتے ہوئے وہ مستقل تکلیف سے دوچار ہو رہا تھا۔

"اللہ تمہیں غارت کرے وجاہت! مجھے اپنی لوکیشن بھیجو۔ "

"میں ٹھیک ہوں میر! کچھ فاصلے پر ہی ہسپتال ہے وہاں سے پٹی کروالوں گا۔" گاڑی وہیں چھوڑ کر وہ کنارے پر آیا۔ اس کا حلیہ اتنا بگڑ چکا تھا کہ اس کے لیے اب گھر جانا ہی بہتر تھا۔ کندھے کے ذریعے کان پر فون لگایا ہوا تھا۔ اس کی سیاہ شرٹ میں خون جذب ہو رہی تھا۔ آستین کھول کر پوری نیچے کر لی گئیں۔

"تم زخمی ہو! میں کیسے چھوڑ کر اپنے کام میں مصروف ہو جاؤں؟۔ "

اس کے بر عکس ساویز کی نظریں اس شخص پر تھیں جس کا چہرہ سفید لٹھے کی مانند ہو رہا تھا۔

"میر میں نے کہنا اس کی ضرورت نہیں۔۔ میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں۔" نگاہیں اس پر ہی ٹکی تھیں۔ کال کاٹ کر اس نے موبائل جیب میں رکھا اور سنبھلتا ہوا اس شخص کی جانب بڑھا۔

"آپ ٹھیک ہیں سر؟۔" وہاں ارد گرد کوئی اور بھی نہیں تھا کہ ساویز انہیں اس شخص کا حال پوچھنے کا کہہ کر ہسپتال چلا جاتا۔ اس بوڑھے آدمی نے ایک ساویز کو دیکھا اور نڈھال پن سے ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا کہ وہ اچھا محسوس نہیں کر رہے۔

"آپ کا گھر کہاں ہے؟۔" وہ آدمی آفس کے حلیے میں معلوم ہو رہا تھا۔

"مم۔ میں پیچھے والی گلی میں۔۔۔" وہ ابھی مزید بولتے کہ آنکھوں کے سامنے اندھیرا آنے کی وجہ سے لڑکھڑا گئے۔ ساویز نے تیزی سے ان کا بازو تھاما اور ساتھ کھڑا کیا۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے سر۔۔ کیا آپ اپنا گھر بتا سکتے ہیں؟۔" اپنا زخم وہ یکثر فراموش کر چکا تھا۔ گردن موڑ کر پیچھے ایک نظر اپنی گاڑی دیکھی جس کا دروازہ دب چکا تھا اور شیشہ بکھرا ہوا تھا۔ گاڑی میں لے جانا انہیں ٹھیک نہیں تھا۔ بازو پیچھے سے اپنے گلے میں ڈال کر وہ انہیں لیتا آگے بڑھنے لگا۔

"میں اب بہتر محسوس کر رہا ہوں بیٹا۔" ان کی آنکھیں کمزوری کے باعث تھوڑی سی کھلی تھیں۔

"لگتا ہے آپ اپنا خیال نہیں رکھتے سر! یوں چکر آجانا اچھی علامت نہیں۔۔" وہ مضبوط چوڑا مرد مظبوطی سے انہیں سہارا دیے آگے بڑھ رہا تھا۔

"کوئی خود کو کیسے تکلیف پہنچا سکتا ہے۔" تھکا تھکا سا انداز۔۔ساویز خاموش رہا۔گھر واقعی دور نہیں تھا۔پچھلی گلی کے پہلے گھر کے آگے کھڑے ہو کر اس نے بوڑھے شخص کو اس کے کہنے پر چھوڑا۔

"تمہارا شکریہ بیٹا۔۔"وہ اب خود کو بہتر محسوس کر رہے تھے۔عفت نے دروازہ کھولا تھا اور اب دونوں کو حیرانی سے دیکھ رہی تھیں۔

"آپ ٹھیک ہیں نا ابرار؟۔"ان کے تاثرات دیکھ کر وہ گھبرا گئی تھیں۔

"ہاں بس آنکھوں کے آگے اندھیرا آ گیا تھا۔"وہ بیوی کو پریشان نہیں کرنا چاہتے تھے۔

"انہیں اپنی صحت کا خیال رکھنا چاہئیے۔"ساویز نے گفتگو میں حصہ لیا۔

"مجھے افسوس ہے میں آفس نہیں جا سکا۔"اس مہینے یہ ان کی تیسری چھٹی تھی اور وہ جاب کھو جانے کے ڈر سے پریشان تھی۔

"سر صحت مندی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔"وہ انہیں مجبور باپ کی طرح معلوم ہوا۔

"لیکن پریشانیاں اچھی صحت کو کھا لیتی ہیں بیٹا۔" آواز میں لڑکھڑاہٹ واضح تھی۔"تمہاری ماں نے تمہاری پروش بہت اچھی کی ہے۔"وہ اس کا جتنا شکرادا کرتے کم تھا۔ساویز محض مسکرایا تھا۔"تم آفس کے حلیے میں معلوم ہو رہے ہو۔ مجھے معاف کرنا۔میری وجہ سے تمہیں تاخیر ہو گئی۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔۔میں کوئی ملازم نہیں کہ تاخیر ہونے پر میری خبر لی جائے گی۔"وہ ہلکا سا ہنسا۔"اپنی کمپنی مالک ہوں اس لیے بے فکر رہیں۔مجھے آپ کی مدد کر کے بہت اچھا لگا۔آپ کو اندر جا کر آرام کرنا چاہئیے۔"اس کا کہنا تھا کہ ابرار کی آنکھیں پوری کھل سی گئیں۔کیا ان کے گھر کسی کمپنی مالک آیا تھا؟انہیں اندر سہارا دے کر وہ خود

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

لایا تھا۔ گھر میں کوئی مرد موجود نہیں تھا اور عفت کے سہارے اندر آنا مشکل تھا۔ چھوٹا سا گھر مگر نفاست سے بھرپور۔۔ چھوٹے کمرے اور چھوٹا سا صحن۔۔ گھر میں رکھی چیزوں سے اسے اس بات کا تو اندازہ ہو ہی چکا تھا کہ کمانے والا ایک آدمی ہے۔۔ اور مرد جب اکیلا کمار ہا ہو تو وہ اپنی خواہشات اور ضروریات نہیں دیکھتا۔

"میرے پاس وقت ہوا تو میں دوبارہ آؤں گا۔ آپ کو ڈاکٹر کی بے حد ضرورت ہے۔" شاید یہی درست تھا۔ اس کی سیاہ آستین نیچے تک تھی تا کہ خون نظر نہ آئے۔۔ وہ ان کی تکلیف میں اپنا درد بھول گیا تھا۔

"اس مہربانی کی کیا ضرورت ہے بیٹا۔" وہ شرمندہ ہونے لگے۔

"سر یہ میں اپنی خوشی سے کر رہا ہوں۔ جب تک طبیعت بہتر نہیں ہو جاتی آفس نہیں جائے گا۔" وہ ساتھ اپنا نمبر ان کے پاس لکھوا چکا تھا۔ "اپنے آفس کا پتا اور اور کچھ تفصیلات مجھے میسج کر دیں۔ میں رابطہ کرنے کی کوشش کروں گا۔" انہیں آخری بار خدا حافظ کہتا وہ اس چھوٹے سے لاؤنج سے باہر نکلتا ہوا دروازے کی جانب بڑھنے لگا جو کھلا ہوا تھا۔ ابھی وہ وہاں پہنچتا ہی کہ ایک لڑکی جس کا آدھا چہرہ ڈوپٹے کے پیچھے چھپا ہوا تھا اندر داخل ہوئی۔ آنکھوں میں ڈھیروں آنسو اور ہلکی ہلکی بندھی ہچکیاں۔۔۔ وہ تیزی سے اندر بھاگی۔ ساویز اس کی آنکھیں ہی دیکھ سکا تھا۔ وہ ابھی حیران ہی ہوتا کہ لاونج سے آنے والی آوازوں نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔

"اس نے کہا تائی اماں دوبارہ آئیں گی اور اگر اس بار بھی انکار ہوا تو وہ مجھے سب کے سامنے لے جائے گا۔" اس لڑکی کی آنسوؤں کے درمیان کہنا باہر کھڑا ساویز بھی محسوس کر سکتا تھا۔ وہ ہچکیوں سے رو پڑی تھی۔

"کیا وہ بدمعاش پھر آیا تھا؟۔" ابرار صاحب کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔ "عفت اس کا رشتہ ڈھونڈنے میں دیر نہ کریں۔ میں اپنی بیٹی کو مزید اذیت میں نہیں دیکھ سکتا۔" یہ آخری بات تھی جو ساویز نے سنی تھی اور گھر سے نکل گیا تھا۔ یاد تھا تو اس لڑکی کی روتی آنکھیں۔۔ یہ کہانی ہمارے معاشرے میں بے حد عام تھی۔۔ لڑکیوں کے پیچھے آوارہ

لڑکوں کا لگنا اور پھر ماں باپ کا خوف سے اپنی بیٹی کی شادی کر دینا تا کہ لڑکی کی عزت نہ لٹ سکے۔ اس کا دل برا ہونے لگا۔ نجانے کیوں وہ اس لڑکی کو بار بار سوچ رہا تھا۔ اس نے موبائل جیب سے نکالا۔

"میں نے لوکیشن بھیج دی ہے۔ میرا ہاتھ زخمی ہے اور گاڑی بری طرح خراب۔۔ مجھے دوست کی ضرورت ہے۔ کیا وہ ملے گا؟۔" بھاری گھمبیر آواز میں جیسے گزارش کی گئی۔ میر ویس اس کی بات پر مسکرا اتارہ گیا۔ وہ جو پہلے خود اسے منع کر رہا تھا اب خود کال کر کے اسے مدد کے لیے پکار رہا تھا۔

"الو کا پٹھا!۔" گالی دی گئی۔ " آرہا ہوں۔" شاید یہ اچھا انداز تھا اس کے ماننے کا۔۔ ساویز کا قہقہہ گونجا تھا۔

---★★★---

اندھیرا چار سو پھیلا ہوا تھا۔ اس نے پلٹ کر ایک بار پیچھے دیکھا۔ دل میں خوف پھیلنے لگا۔ خدشے جنم لینے لگے۔ وہ جانتا تھا کہ یہ اذیت بھرا وقت یہیں ختم نہیں۔۔

"تم کہاں ہو۔۔ مجھے خوف محسوس ہو رہا ہے۔" اس نے اپنا سینہ مسلا۔ ماحول میں خاموشی اور حبس کا عالم تھا۔ جیسے یہ گھر سالوں سے ویران پڑا ہو۔ دروازہ کھولنا ہی تھا کہ ایک دھیمی روشنی آنکھوں کو چندھیا گئی۔ اس نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ آہستگی سے دور کیا۔ دور ایک وجود زمین پر بے جان پڑا تھا۔ آس پاس خون زمین پر پھیل رہا تھا۔ اس کی رنگت فق ہوئی۔ آنکھیں کسی صدمے سے پھٹ رہی تھیں۔ آگے بڑھنا چاہا مگر ٹانگوں نے ساتھ نہ دیا۔ لڑکھڑاتے ہوئے وہ اس بے جان وجود کے برابر گرا تھا۔ اس نے پوری قوت سے چیخ کر اسے جنجھوڑا۔

"نہیں یہ ممکن نہیں!! ایسا نہیں ہو سکتا۔" وہ کوئی لڑکی تھی جس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ رنگت سفید لٹھے کی مانند ہو رہی تھی اور آنکھیں ادھ کھلی تھیں۔ اس کے کپڑے جگہ جگہ سے ایسے پھٹے ہوئے تھے جیسے پھاڑے گئے ہوں۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR

اوپر پورے وجود پر سفید چادر ڈالی ہوئی تھی جسے وجاہت نے تھوڑا سا ہٹایا تھا۔ سینے پر لگے وار سے خون مستقل بہہ رہا تھا۔ ہری آنکھیں سرخ ہو گئیں۔۔ شدت ضبط سے۔۔ وہ آج صحیح معنوں میں ٹوٹ کر بکھرا تھا۔ دھڑکنیں تھم سی گئیں۔ وہ پوری قوت سے تکلیف کے مارے چیخا تھا۔ ماحول کی خاموشی ٹوٹی۔ ہونٹ لرز اٹھے۔ وہ لڑکی کے وجود پر جھکا۔ لب اس کی پیشانی پر رکھے اور ہچکیاں روکنے کی کوشش کرنے لگا۔ آنسو آنکھوں سے ہوتے ہوئے اس بے جان وجود پر گرنے لگے اور تب اسے احساس ہوا کہ گھر میں اس کے علاوہ بھی کوئی اور موجود ہے۔ قدموں کی چاپ اسے کچھ دور سے سنائی دی۔ یہ خون تازہ اب بھی جسم سے نکل رہا تھا۔ وہ اٹھ کر لاونج کے دروازے پر کھڑا ہوا۔ قدموں کی چاپ مزید واضح سنائی دینے لگیں۔ تو کیا اس کا سکون برباد کرنے والا شخص اب بھی یہاں موجود تھا؟ دور مدھم روشنی میں اسے کوئی نظر آیا۔ وہ شخص جو کوئی بھی تھا کپڑے سے آنکھوں کے نیچے چہرے کو چھپایا ہوا تھا۔ بڑا دروازہ کھول کر وہ گھر سے باہر نکل رہا تھا جب نگاہ کسی کی موجودگی پر پیچھے مڑی۔ دونوں کی نگاہ آپس میں ملیں۔ ہری آنکھوں نے اس قاتل کی آنکھوں کو دور سے دیکھا جو گھر سے فرار ہو رہا تھا۔۔ آنکھوں کے آگے بکھرے بال۔۔ وہ لمحے بھر کو وجاہت کو دیکھنے رکا تھا اور اس کم وقت میں بھی وجاہت نے اس کی آنکھوں کو دیکھ لیا تھا۔ دور جلتی چھوٹی لائٹ اس کی آنکھوں کو دیکھنے کے لیے کافی نہیں تھیں۔ اندھیرے اور ماحول میں دھند ہونے کے باوجود وہ جتنا دیکھ سکتا تھا، سمجھ بیٹھا۔ قاتل فرار پا چکا تھا اور وجاہت کی ٹانگیں قدم بڑھانے سے انکاری ہو چکی تھیں۔ وہ آنکھیں۔۔ ہاں وہ آنکھیں کچھ جانی پہچانی تھیں۔۔ تو کیا اس چھپے چہرے کے پیچھے وہی شخص تھا جسے وجاہت نے سمجھا تھا مگر یقین نہیں کر پا رہا تھا؟ اس کا چہرہ وحشت ناک ہونے لگا۔ دل میں انتقام کی آگ جنم لینے لگی۔ وہ پل بھر میں پسینے میں شرابور ہو گیا۔ ماحول گھٹن زدہ ہونے لگا۔ اسے سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی جب اس کی تکلیف سے آنکھ کھلی۔ وہ تیزی سے اٹھ کر بیٹھا اور سانس اندر کھینچنے لگا۔ ائیر کنڈیشنر کی تیز ہوا کے باوجود اس کا وجود پسینے سے شرابور تھا۔ آنکھیں پوری کھلی ہوئی تھیں۔ حالت بحال ہوئی تو وہ اٹھ کر کھڑا ہوا۔ گہری نیلی جینز پہنے وہ اوپر سے شرٹ لیس تھا۔ آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے

اس نے وہ سب باتیں سوچیں جو اس کے لیے تکلیف کے باعث تھیں۔ گہری سانس خارج کی اور وارڈروب سے کپڑے نکال کر شاور لینے واش روم میں بڑھ گیا۔ ٹھنڈے پانی کے نیچے کھڑے ہو کر اس نے خود کو بہت بہتر محسوس کیا تھا۔ ایسے خواب بھی کتنے دردناک ہوتے ہیں جو ماضی یاد دلا دیتے ہیں۔ انسان کا خود پر بھی بس نہیں ہوتا۔ ہم جو چاہتے ہیں اور جس کے بارے میں پر یقین ہوتے ہیں کہ یہ ہو کر رہے گا کبھی کبھی وہ سوچ سے پرے اور امید کے برعکس ہو جاتا ہے۔ بالوں کو تولیے سے رگڑتا ہوا وہ باہر آیا۔ کالر والی شرٹ کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔ بالوں سے گرتی بوندیں کارپٹ پر جذب ہونے لگیں۔ اس نے تولیہ آنکھوں کے آگے سے ہٹایا تو سامنے دیکھ کر چونکا۔

"تم۔۔"لبوں پر بے اختیار گہری مسکراہٹ پھیلی۔ گیلے بکھرے بال آنکھوں کے آگے آنے لگے۔ سامنے کھڑی وہ لڑکی اسے دیکھ کر مبہم سا مسکرائی رہی تھی۔ کھلتا پیلا جوڑا اور ڈوپٹہ نفاست سے آگے پھیلایا ہوا تھا۔ کھلے بال جو کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ وہ اسے گلاب کی سی معلوم ہوئی۔ بنا وقت ضائع کیے وہ اس کے قریب چلتا ہوا آیا۔

"تھوڑی دیر پہلے۔۔ میرے کہنے پر بابا چھوڑ کر گئے ہیں۔"وہ اس کے لیے ہی اتنا سج سنور کر آئی تھی۔ وجاہت نے اس کو ہاتھوں سے تھام کر خود سے قریب کیا۔

"تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ ملنے آ رہی ہو؟۔"ایک یہی تو لڑکی تھی جو اس کے لبوں پر اب بھی مسکراہٹ لے آتی تھی۔ اس کی پلکیں حیا کے باعث کچھ جھک گئیں۔

"پھر سرپرائز کیسے رہتا؟۔"وہ ہنس دی۔ اس کی ہنسی کی آواز وجاہت کے کانوں میں رس گھول گئی۔ کانوں میں لٹکی جمکھیوں کو انگلی سے جھلاتا وہ اسے محسوس کرنے لگا۔

"کیسا سرپرائز؟۔"اس کی ٹھوڑی اٹھاتا وہ اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

"میں نے شاندار سے ناشتہ بنایا ہے۔ ساتھ مل کر کریں گے۔" وہ خوش تھی۔ رخسار گلابی ہو رہے تھے۔ وجاہت نے اس کی پیشانی پر اپنا لمس چھوڑا۔ وہ اس محبت پر آنکھیں موند گئی۔

"میں جلد تمہیں رخصت کر کے لے آؤں گا۔" کانوں میں ہلکی سی بھاری سرگوشی کی گئی۔ وہ کھکھلا دی۔

"مزید انتظار ممکن ہے وجاہت۔" اس کے دونوں ہاتھ وجاہت کی گرفت میں تھے۔

"مزید انتظار مشکل ہے جاناں۔" وہ اس سے اپنی جتنی محبت کا اظہار کرتا، کم تھا۔۔۔ دل اس پر اٹکا ہوا تھا۔ ہری آنکھوں کا مرکز اس کی کاجل زدہ آنکھیں بن گئیں۔

"بہت دشوار ہوتا ہے

کسی کا ساتھ ہو کر بھی

کسی کے ساتھ نہ ہونا" ہونٹوں نے جنبش کی تھی۔ سیاہ آنکھیں وجاہت کے چہرے پر ٹکی تھیں۔ اس کے چوڑے سینے پر ہاتھ رکھ کر وہ دنیا سے غافل ہوئے صرف اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں تمہارے گھر میں جلد رخصتی کی بات کرنے والا ہوں۔ یہ دوریاں تڑپا رہی ہیں پریزے۔ محبت سے دور رہ کر تڑپنا نہیں چاہتا۔" گویا محبت کی سرگوشی کر دی گئی تھی۔ پریزے اس کی شرٹ کے بٹن بند کرنے لگی۔

"پریزے محمود سے پریزے وجاہت تو بنا ہی چکے ہو۔ اب ہاتھ تھام کر ہمیشہ کے لیے گھر لے آؤ گے تو اف بھی نہیں کروں گی۔" اس کی دھیمی آواز پر وجاہت نے آنکھیں موند کر کھولی تھیں۔

"میں اب مزید انتظار نہیں کروں گا۔" وہ اس کے بلکل نزدیک کھڑی تھی۔ وجاہت کے بالوں پر انگلیاں پھیرتی ہوئی اسے سکون پہنچا رہی تھی۔ وہ اپنی ساری تکلیفیں بھول گیا تھا۔ اس کی خوشی کا سامان۔۔ اس کی پریزے۔۔۔

---★★★---

"میٹنگ کینسل کر دی ہے۔" وہ عام سے لہجے میں بولا کیونکہ اس کے سامنے بیٹھا بندہ سنجیدگی کی آخری حدوں پر تھا۔ میر نے سرخ ہوتے چہرے کو دوسری جانب پھیر لیا جیسے اس بات کا جواب ہی نہ دینا چاہتا ہو۔ ساویز نے کھانے کا لقمہ منہ میں ڈال کر اسے دیکھا۔

"اب بس بھی کرو! دیکھو میں کتنا نارمل ہوں۔" اس نے کندھے اچکا کر دکھائے۔ "وجاہت کی وجہ سے اپنا موڈ مت خراب کرو۔" زخمی ہاتھ پر اب پٹی بندھی تھی۔

"وہ شخص ہمیں کبھی سکون نہیں لینے دے گا۔ کیا ہوتا اگر گاڑی زیادہ زور سے ہٹ ہوتی؟ جان بھی تو جا سکتی تھی۔" یہ غصہ نہیں بلکہ اس کی حد سے زیادہ سنجیدگی بول رہی تھی۔

"وہ مجھے کبھی نہیں مار سکتا میر۔۔" نگاہ اٹھا کر اس نے میر ویس کو تسلی دی تھی۔ "میں اس لیے نہیں کہہ رہا کہ میں اس کا دوست رہ چکا ہوں بلکہ اس لیے کیونکہ وہ خود شیور نہیں کہ قتل میں نے کیا ہے یا نہیں۔۔ اس نے کہا کہ وہ پچھتاوا نہیں پال سکتا۔" ساویز نے لنچ ختم کر کے ٹشو سے منہ صاف کیا۔ میر کی بھنویں اب بھی چڑھی ہوئی تھیں۔ ساویز نے سانس فضا میں تحلیل کی۔ وہ میر کا موڈ ٹھیک کرنے کا حل سوچنے لگا۔

"میں نے تمہاری کال ایک بوڑھے صاحب کے لیے کاٹی تھی۔ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس لیے انہیں ان کے گھر چھوڑ آیا۔" ہاں یہ اچھا موضوع تھا۔ میر جانتا تھا کہ وہ کیوں اسے یہ سب بتا رہا ہے۔

"تو اس میں خاص کیا ہے؟۔"

"میری بات مکمل سنو۔ میں انہیں ان کے گھر چھوڑ کر باہر نکل رہا تھا جب ایک لڑکی روتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔ میں اسے صحیح سے دیکھ تو نہیں پایا مگر اتنا اندازہ ہو گیا ہے کہ وہ ان کی بیٹی تھی۔ اس کا کوئی پیچھا کرتا ہے اور وہ اپنی بیٹی کی اب جلد از جلد شادی کرنا چاہتے ہیں۔ نجانے وہ آوارہ بدمعاش کون تھا۔۔ ہم کچھ مرد بھی خود کو اتنا مضبوط سمجھتے ہوئے سوچتے ہیں کہ عورت کے ساتھ جو کچھ بھی کر لو وہ خاموش ہی رہے گی۔۔ جیسے ہمارا ان پر حق ہو!۔" وہ واقعی یہ موضوع اس سے ڈسکس کرنا چاہتا تھا۔ اس کی آنکھیں اب بھی ساویز کے خیالوں میں گھوم رہی تھیں۔

"یہ تو واقعی برا ہوا۔ تمہیں نہیں لگتا ان کی مدد کرنی چاہئیے؟۔" میر ایک ہاتھ کرسی کی پشت پر رکھتا ہوا بولا۔

"ہاں میں کل جاؤں گا۔" اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے گھڑی دیکھی۔ "تمہارا بریک ختم ہوئے پندرہ منٹ اوپر ہو گئے ہیں۔" کہتے ساتھ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ میر نے گہری سانس بھری اور اپنا کوٹ اٹھاتا ہوا باہر جانے لگا۔

"پہلے آؤ تمہیں گھر چھوڑ دوں۔ پھر چلا جاؤں گا۔" ساویز اپنا کوٹ کندھے پر ڈالتا ہوا اپنا پٹی بندھا ہاتھ دھیرے سے اوپر کرتے اس کے پیچھے بڑھ گیا۔

Safar ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

---★★★---

"یہ رنگ تم پر اچھا لگتا ہے۔" وہ اپنی آفس ٹیبل کے ساتھ بیٹھی کام کر رہی تھی جب وہ آواز اس کے کانوں میں پڑی۔ اس نے مڑ کر رافع کو دیکھا۔

"سوری مگر مجھے نہیں لگتا کہ اس بات کا ہمارے کام سے کوئی تعلق ہے!۔" اس نے ایک آئبرو اچکا کر یاد دلایا۔

"میں تو بس تمہاری تعریف کر رہا تھا۔" اسے ذرا شرمندگی نہیں تھی۔

"میں یہاں صرف کام کے لیے آتی ہوں اپنی تعریف سننے نہیں سر! اس لیے بہتر ہو گا ہم دونوں اپنے اپنے کام پر توجہ دیں۔" اتنا کام ہونے کے باجود بھی وہ ڈھٹائی سے کرسی اس کی طرف کر کے بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ نگاہ اوپر سے نیچے تک کا سفر کر رہی تھیں۔ وہ جاب پہلی بار نہیں کر رہی تھی اس لیے جانتی تھی کہ ہر جگہ کوئی کوئی رافع جیسا مرد ضرور موجود ہوتا ہے۔ اس نے دور نعمان کو دیکھا جو آفس کے اس کمرے میں ان کو ملا تیسرا ساتھی تھا۔ وہ فائلز جمع کر کے باہر جانے کی تیاری کر رہ تھا۔

"اگر یہ کہا جائے کہ آپ بہت خوبصورت ہیں تو کچھ برا نہیں ہو گا۔" اس کی آنکھیں تھیں یا اسکینر مشین۔۔ عاشی کو اندر گھستی ہوئی محسوس ہوئیں۔ دل عجیب سا گھبرانے لگا۔ اس کی بات پر کرسی سے ڈاکومنٹس اٹھاتا نعمان چونکا۔ نگاہ اٹھ کر رافع پر گئی جو اب بھی بلا جھجک عاشی کی پشت تک رہا تھا۔ عاشی نے آنکھوں کے اشارے سے نعمان کو باہر جانے سے منع کیا۔ وہ اس کمرے میں کم از کم رافع کے ساتھ اکیلے کام کرنا نہیں چاہتی تھی۔ ہاں وہ بہت بہادر تھی۔۔ ایک کانفیڈنٹ مضبوط لڑکی جو اپنی زندگی کے فیصلے خود لینے کی عادی تھی۔۔ مگر وہ یہاں کمزور پڑ گئی تھی۔۔ اس سے سختی سے بات کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں تھا۔ وہ اس سب کے باوجود بھی ایسے ہی گفتگو کرتا تھا۔ نعمان وہیں بیٹھ کر رافع کو تکنے لگا۔

"مسٹر رافع!۔" نعمان نے کچھ مضبوطی سے کہا۔ "باس کے ٹیبل سے دستخط کی فائلز اٹھا کر لے آئیں بڑی مہربانی ہو گی۔۔"

رافع نے رخ موڑ کر اسے دیکھا۔

"میں؟؟ میں کیوں؟۔" رافع الجھا۔

"کیونکہ ہم سب یہاں کام میں بے حد مصروف ہیں اور آپ بے انتہا فارغ ہیں۔۔اور فارغ رہنے کے لیے آفس نہیں آیا جاتا تو پھر جائیں فائلز اٹھا کر لے آئیں مجھے ان کی ضرورت ہے۔"

عاشی کو نعمان کا یوں کہنا اچھا لگا۔

"میں اپنے حصے کا کام کر چکا ہوں۔" رافع نے بھرم دکھایا۔

"تو کیوں نہ دوسروں کو بھی ان کے کام کرنے دیے جائیں؟ ان کی تعریف کر کے ان پر نظر رکھ کر انہیں بے سکون نہ کیا جائے۔" آواز میں کچھ سختی تھی کہ رافع بھی خاموش ہو گیا تھا۔ عاشی کی اس کی جانب پشت تھی۔ وہ کھل کر مسکرائی تھی۔ آج یہ سبق اس کے لیے کافی تھا۔

---★★★---

"باس میر ویس آیا ہے۔" فراز تیزی سے اس کے روم میں داخل ہوا۔ وجاہت جو کرسی موڑ کر دوسرے رخ پر بیٹھا تھا اس بات پر سیدھا ہو کر بیٹھا۔ فراز کے پیچھے دروازے سے میر دو آدمیوں کو دھکا دے کر اندر داخل ہوا تھا۔

"اوہ! میرا دوست آیا ہے۔" بائیں گال کا ڈمپل گہرا ہوا۔ "وہاں مت کھڑے رہو فراز! یہ کرسی آگے کرو تاکہ وہ بیٹھ سکے۔" نگاہ میر ویس پر ٹکی ہوئی تھی۔ میر ویس سنجیدگی سے اس کی جانب بڑھا۔ وجاہت نے ٹانگ پر ٹانگ جما کر میز پر رکھا لیپ ٹاپ بند کیا۔ میر ویس نے ہاتھ میں لٹکی اپنی جیکٹ خالی چیئر پر پھینکی۔

"تم جو کر رہے ہو وہ ٹھیک نہیں وجاہت!۔" آفس ٹیبل پر دونوں ہتھیلیاں جما کر وہ کچھ جھکا تھا۔

"مجھے نہیں لگتا کہ میں کچھ غلط کر رہا ہوں!۔" ڈھیر سارا اطمینان چہرے پر سجا تھا۔

"اپنی چالوں کو ساویز پر مت آزماؤ! ہمیں جینے دو!۔" وہ چیخ نہیں رہا تھا مضبوطی سے بات کر رہا تھا۔

"میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں یار! مجھے تم سے کوئی غرض نہیں۔۔ تم خوامخواہ مجھے اپنا دشمن بنا رہے ہو۔ مجھ پر غصہ کرو، چیخو۔۔ مگر وجاہت تمہیں پھر بھی کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ تم محفوظ ہو میرے یار۔۔" اس کا لہجہ نرم تھا۔ لبوں پر ہلکی مسکراہٹ قائم تھی۔

"تم ہی نے کہا تھا نا کہ اس رات بہت اندھیرہ تھا؟ پھر تمہیں کیسے اس پر ساویز گمان ہو سکتا ہے؟ بے کار بات ہے! تم اپنا وقت ہم پر ضائع کر رہے ہو! میں ساویز کو تنہا نہیں چھوڑوں گا۔ بس بتا رہا ہوں کہ یہ چھ ماہ کسی کا سکون برباد کرنے کے لیے کافی ہوتے ہیں۔ اب ہم سے دور رہو!۔" میز پر ہاتھ مار کر وہ اسے ایک نظر دیکھتا باہر نکل گیا۔ وجاہت خاموش رہا۔ نگاہ وہیں پر ٹکی تھیں جہاں سے میر ویس باہر نکلا تھا۔ وہ جس پوزیشن میں بیٹھا تھا، ذرا بھی ہلا نہیں۔۔ چند سیکنڈ بعد اس کی بھاری آواز گونجی۔

"اس کی جیکٹ دے کر آؤ۔" وہ چیئر پر ہی اپنی بھوری جیکٹ بھول گیا تھا۔ فراز اثبات میں سر ہلاتا جیکٹ اٹھا کر باہر چلا گیا جبکہ وجاہت گہری سانس خارج کیے خاموش بیٹھا اپنی سوچوں میں ڈوب گیا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

---★★★---

اگلے دن وہ آفس جانے سے پہلے ان سے ملنے چلا آیا تھا۔ ڈاکٹر کو کال کر کے بلایا گیا حالانکہ ابرار نے کتنا ہی منع کیا مگر وہ یہ کہہ کر خاموش کروا گیا کہ اللہ نے اسے ان کی مدد کرنے بھیجا ہے۔ نگاہیں ارد گرد اس لڑکی کو ڈھونڈ رہی تھیں جسے وہ صرف آنکھوں سے پہچانتا تھا۔ چھوٹے سے ڈرائنگ روم میں شاید کچھ مہمان بیٹھے تھے مگر وہ باہر ابرار صاحب کے ساتھ تھا۔

"کیا کسی ذہنی دباؤ کا شکار ہیں آپ؟ یہ سب آپ کی صحت کے لیے درست نہیں ابرار صاحب۔" ڈاکٹر نے چیک کرتے ہوئے کہا۔ ابرار نے خاموش رہنا بہتر سمجھا۔

"یہ پریشانیوں کو سر پر سوار کر لیتے ہیں ڈاکٹر صاحب۔پہلے بھی کئی بار کہا ہے کہ اپنا خیال رکھا کریں مگر وہ بھی کیا کریں۔اب کسی پر بھی ان کی گرفت نہیں رہی۔"عفت پریشان تھیں۔

"آپ مہمانوں کے پاس جائیں عفت۔۔غنایہ کو مومنہ خالہ اور ان کے بیٹے کے ساتھ اکیلا نہ چھوڑیں بلکہ جائیں سعد ان سے باتیں کریں میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔"

ساویز کو تو جیسے کچھ سمجھ ہی نہ آیا۔

"ذہن پر کم زور ڈالیں۔۔کھانے کا خاص خیال رکھیں اور زیادہ خود کو مت تھکائیں۔جب آپ ان باتوں کا خیال رکھیں گے تو ہی بہتر کر سکیں گے۔"ڈاکٹر ہدایات دے رہا تھا۔

"میں کوشش کروں گا۔"ان کی آنکھیں بوجھل تھیں۔

"آپ دوائیاں لکھ دیں ڈاکٹر۔۔"ساویز نے کہتے ساتھ سینے پر ہاتھ باندھے۔دوائیوں کا پرچا ابرار نے پکڑنا چاہا ہی تھا کہ ساویز نے تھام لیا۔

"تمہارا پہلے ہی مجھ پر احسان ہے بیٹا۔میں اب مزید تمہیں مشکل میں نہیں ڈال سکتا۔کوئی بات نہیں یہ دوائیاں میں خود لے لوں گا۔"انہیں ساویز کی نرم مزاجی پہلی ہی نظر میں بھا گئی تھی اور اب وہ بار بار شرمندہ ہو رہے تھے۔

"بیٹا بھی کہہ رہے ہیں اور اس تیمارداری کو احسان بھی کہہ رہے ہیں سر!۔یہ کیا بات ہوئی بھلا۔"وہ مسکرا دیا اور ان کی کمر سہلانے لگا۔"مجھے اپنا بیٹا سمجھیں۔"

ابرار صاحب کا دل چاہا رو پڑیں۔انہیں آج تک کبھی بیٹے کی کمی محسوس نہیں ہوئی تھی مگر ساویز کا یوں کہنا انہیں نجانے کیوں رلا گیا۔

"اگر میرا کوئی بیٹا ہوتا تو وہ شاید تمہارے جیسا ہوتا۔" آنکھیں نم تھیں۔ ساویز کا دل سکڑا۔ وہ ابھی کچھ کہتا ہی کہ دروازے کے اندر تن فن کرتی ایک عورت گھسی۔ اس نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے ابرار صاحب کو دیکھا جن کی رنگت فق ہوئی تھی۔

"میں نے تم لوگوں سے پہلے بھی کہا تھا غنایہ صرف بیٹے کے ساتھ بیاہی جائے گی۔" وہ ہمیشہ کی طرح اپنا زور چلانے کے لیے چیخی تھیں۔ ڈرائنگ روم میں بیٹھے مہمان چونک کر آنے والی عورت کو دیکھنے لگے۔ "تم لوگوں کو کیا لگتا ہے؟ محلے میں چھپکے سے بیاہ دوگے اور ہم کو خبر بھی نہیں ہوگی بی بی؟؟۔" وہ ڈرائنگ روم میں مہمانوں کے سر پر کھڑی چلا رہی تھیں۔ غنایہ گھبرا کر کمرے میں چلی گئی۔ اس تماشے پر مہمان اٹھ کھڑے ہوئے۔

"کیا بات کر رہی ہیں آپ!۔" ساویز کو باہر کسی مرد کی آواز آئی۔ "ہم خود رشتہ لائے ہیں۔"

"ویسے حیرت ہے عفت!۔" عام عورتوں کی طرح ہاتھ نچا نچا کر بات کرتی وہ عورت ساویز کو پہلی ہی نظر میں بری لگی تھی۔ "تم لوگوں نے بتایا نہیں کہ باصم تمہاری غنایہ سے کتنی محبت کرتا ہے اور شادی بھی صرف اسی سے کرے گا! درمیان میں آنے والی ہر رکاوٹ کو ہٹا کر اسے بیاہ کر لے جائے گا۔ اوہ ہائے تم لوگوں نے سوچا بھی کیسے کہ چھپکے سے اس کی کہیں اور بات چلا دوگے۔"

مہمان وہاں سے بڑبڑا کر غصہ دکھاتے ہوئے باہر نکل گئے۔

"تم نے مجھ سے کیوں چھپایا عفت؟۔" مومنہ خالہ کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔ "اتنا ذلیل کرنے کا کس منہ سے شکریہ ادا کروں!!۔" وہ کٹیلے لہجے میں طنز کرتیں بیٹے کے ہمراہ باہر نکل گئیں۔ گھر میں گویا ایک شور مچا تھا۔ ساویز کو کبھی یوں شور تماشے کی عادت نہیں رہی۔ اپنے گھر میں وہ ایک اکیلا فرد ہی تو تھا۔ عفت سن ہوتے ہوئے وہیں صوفے پر گر گئیں۔

"تم لوگوں کی چالاکیاں ہم مزید برداشت نہیں کریں گے۔ اگلے ہفتے آؤں گی بیٹے اور قاضی کے ساتھ۔۔جب تک نکاح نہیں پڑھواؤ گے گھر نہیں لوٹوں گی۔۔اور ہاں یاد رکھنا! باصم کو خبر ہوگئی ہے وہ اب کیسے اپنے غصے کا اظہار کرتا ہے مجھے علم نہیں۔۔ سنبھل کر رہنا۔۔" وہ عورت جس طرح آئی تھی اس طرح پلٹ گئی۔ ساویز نے ایک نظر اس جاتی عورت کو دیکھ کر پیچھے دیکھا ہی تھا کہ بوکھلا گیا۔ ابرار صدمے کے باعث اوندھا منہ گرتے اگر وہ تھام نہ لیتا۔۔

بمشکل ان کی طبیعت قابو میں آئی تھی۔ ڈاکٹر کے کہنے پر انہیں آرام کا انجکشن لگا کر پرسکون کر دیا تھا۔ ساویز گھر لوٹ تو گیا تھا مگر دل بے چین تھا۔ اسے رہ رہ کر ابرار اور عفت کا خیال آرہا تھا جو اتنے بڑے صدمے سے دوچار ہوئے تھے۔ باصم نامی وہ شخص جو بھی تھا مگر ساویز کے نزدیک نفرت کے باعث تھا۔ اس رات بار بار سوچ کر بلآخر اس نے ایک فیصلہ لیا۔۔ ایک عجیب فیصلہ۔۔ اگلے دن وہ سب سے پہلے ان کے گھر پہنچا اور ابرار صاحب سے بات کرنی چاہی۔ وہ اس کے یوں آنے پر حیران تھے۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے سر۔" وہ زندگی میں پہلی بار تھوڑا ہچکچایا تھا۔ ابرار صاحب نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہاں بیٹا میں سن رہا ہوں۔ "

"میں آپ کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔" وہ یکدم بولا۔ ساویز جانتا تھا کہ اسے اتنے اصرار نہیں کرنا پڑے گا کیونکہ ابرار اور عفت اس عورت کی وجہ سے پہلے ہی پریشان تھے۔ اس نے کہا تھا کہ اگلے ہفتے وہ اپنے بیٹے کے ساتھ آئے گی اور یہ بات انہیں مزید گھبرانے پر مجبور کر گئی تھی۔ ابرار صاحب کی آنکھیں حیرت سے پھٹیں۔ ساویز کی آواز پر عفت کمرے سے باہر نکل کر آگئیں۔ ابرار عفت کو دیکھتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"کیا کہہ رہے ہو بیٹا بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا تم نے اسے کہیں دیکھا ہے؟۔" ان کے دل میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہونے لگے کہ کہیں وہ ان کی بیٹی کو پہلے سے تو نہیں جانتا تھا؟ کیا یہ سب محبت کا چکر تھا؟

"میں نے انہیں کہیں نہیں دیکھا بلکہ مجھے تو علم بھی نہیں ہے کہ وہ کیسی دکھتی ہیں۔ کل جو کچھ یہاں ہوا۔۔میں نہیں جانتا وہ تماشہ کرنے والی عورت کون تھی اور وہ لڑکا باصم! مگر اب میں ان سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔" وہ ہتھیلیاں دھیرے سے آپس میں رگڑ رہا تھا۔

"کیا یہ سب ہمدردی ہے؟۔" انہیں ایسا گوارا نہیں تھا۔

"نہیں بلکل نہیں۔۔دراصل چند سالوں پہلے میں نے تہیہ کیا تھا کہ جلد شادی نہیں کروں گا۔ میرے بابا دو سال سے سنگاپور میں ہیں اور گھر میں کوئی اور فرد نہیں۔۔اب احساس ہوتا ہے کہ بس اب اپنی زندگی بسا لینی چاہئیے۔" اس کے علاوہ بھی اس کے پاس ایک بڑی وجہ تھی جسے وہ بتا نہیں سکتا تھا۔۔ایک اہم اور اصل وجہ۔۔۔عفت کہیں حد تک مطمئن تھیں مگر ابرار کے دل میں اب بھی کئی سوالات تھے۔ بھلا ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ جوان مرد ہو اور ساتھ اتنا پیسہ ہو مگر دل کہیں اور نہ لگایا ہو؟ گھر میں کوئی فرد نہیں کیا یہ کہیں کوئی جھوٹ تو نہیں؟ ساویز نے دوسری جانب خاموشی محسوس کی تو ابرار صاحب کو دیکھا۔

"کیا آپ کو یہ سب ٹھیک نہیں لگ رہا؟۔" کہیں شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

"نہیں ساویز۔۔بیٹی کا معاملہ ہے جانچ پڑتال کرنی پڑتی ہے۔" وہ پھیکا سا مسکرائے۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ میں اپنی کمپنی کا ایڈرس اور گھر کا پتہ دے دوں گا۔ اپنے دل کی تسلی کر لیں اور اگر آپ کو کوئی قباحت نظر نہیں آتی تو میں آپ کی کال کا انتظار کروں گا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنے ارادوں میں کتنا سچا تھا اسے اچھی طرح علم تھا۔ اس کی کوئی بھی بات جھوٹ نہیں تھی۔۔بس وہ ایک بات چھپا گیا تھا۔

---★★★---

اس نے گاڑی کی چابی بستر پر پھینک کر اپنی وارڈروب سے کپڑے نکالے۔وہ گھر زیادہ بڑا نہیں تھا مگر کیونکہ وہ یہاں اکیلی رہتی تھی اس لیے کافی تھا۔یہ گاڑی اسے آفس کی طرف سے ملی تھی۔وہ ہر بار بے تابی سے اتوار کا انتظار کرتی تا کہ سکون حاصل کر سکے اور پورا اتوار سو کر گزار دیتی۔شاید یہ چھ دنوں کی تھکاوٹ کا نتیجہ ہوتا تھا۔ڈوپٹہ وہ پہلے ہی اتار چکی تھی۔گلابی کرتی تبدیل کر کے اس نے ڈھیلی ڈھالی سی ٹی شرٹ اور ٹراوزر پہن لیا۔۔فریج سے دو دن پرانا سالن نکال کر گرم کیا اور ڈبل روٹی سینکتی ہوئی ٹرے سجا کر باہر لے آئی۔کمرے کی کھڑکی کھول کر اس نے کمرے کی میز پر کھانا رکھا اور اوٹ پٹانگ طریقے سے کرسی پر بیٹھ گئی۔کاش کہ اس پر کام کا بوجھ تھوڑا کم ہو جائے اور وہ گھر والوں سے ملنے جا سکے۔کتنے ہی دن ہو گئے تھے اور اس نے غنایہ کو کال بھی نہیں کی تھی۔خود کو پالنے کے لیے کمانا پڑتا ہے جبکہ اپنے گھر میں باپ کے پیسوں پر عیاشی ہوتی ہے۔۔اسے باپ کی کافی چیزوں سے اعتراض تھا اور یہی بات ابرار اور عاشی کے درمیان تکرار کی وجہ بنتی۔آفس میں بات کرنے کا دل نہیں کرتا اور گھر پر کوئی بات کرنے والا نہیں ہوتا۔۔بس گزر رہی تھی زندگی۔۔کچھ اپنے فیصلوں پر۔۔

---★★★---

دو دن مزید گزر گئے اور اتوار کا روز آ گیا۔رات میر نے اماں کے گھر ہی گزاری تھی اور ہمیشہ کی طرح روما نے اسے صبح جلدی اٹھا دیا تھا۔

"شائستہ باجی نے اپنی بیٹی کا رشتہ دیا ہے۔"اماں ایک بار پھر وہی موضوع لے کر آ چکی تھیں۔وہ چونکا۔

"انہوں نے خود اپنی بیٹی کا رشتہ دیا ہے؟۔"ناشتے کی میز پر لقمہ منہ میں ڈالتے ہوئے پوچھا گیا۔

"ہاں انہیں تم اپنی بیٹی کے لیے کافی پسند ہو۔کیا کہتے ہو؟بات چلاؤں؟۔"اماں کو تو صرف موقع چاہیئے تھا۔میر نے باقاعدہ ہاتھ جوڑے۔

"بس اماں! خدارا اس موضوع کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں۔" وہ اب گزارش کر رہا تھا۔ برابر بیٹھی روما نے اماں کو اشارے سے خاموش رہنے کو کہا۔

"ارے بھئی کیا ہو گیا۔ بس بھی کرو یہ تماشے! میں نے کہہ دیا میر ویس اب میں تمہارے کہنے پر نہیں چلوں گی۔" لہجہ غصیلا تھا۔ روما نے میر کو دیکھا جو سپاٹ تاثرات سے ماں کو دیکھ رہا تھا۔ یقیناً اب جو ہونے والا تھا وہ ٹھیک نہیں تھا۔ میر ویس اپنا ناشتہ ادھورا چھوڑ کر اٹھ چکا تھا۔ روما کو دکھ ہوا۔

"اماں یہ کیا کیا آپ نے!۔" میر ویس کے کمرے میں جانے کے بعد روما نے روہانسا ہوتے ہوئے پوچھا۔ "وہ اب چلا جائے گا۔" اس کا دل چاہا رو دے۔ اماں خاموش غصے میں بیٹھی رہیں۔ تقریباً دو منٹ بعد میر ویس اپنا لیپ ٹاپ بیگ اور آفس کا کوٹ لے کر باہر نکلا تھا۔

"میر و مت جاؤ۔" اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔ وہ باہر نکل رہا تھا جب اس نے روما کی آواز سنی۔

"میں ابھی یہاں مزید ٹھہرنا نہیں چاہتا۔ تم رونا مت! میں شام میں آکر تمہیں اپارٹمنٹ لے جاؤں گا۔" اس کی بات روما کو کچھ مطمئن کر گئی۔ میر ویس نے خدا حافظ کہتے ہوئے باہر کی راہ لی۔۔ اماں بے سکونی سے سانس بھر کر رہ گئیں۔

---★★★---

"میں ان کی پسند سے شادی نہیں کر سکتا! وہ کیوں نہیں سمجھتیں۔" کام کا دباؤ پہلے ہی بہت تھا اور ایک یہ مزید پریشانی آگئی تھی۔ "میں فالحال شادی ہی نہیں کرنا چاہتا۔"

"مگر میں شادی کے بارے میں سنجیدگی سے سوچ رہا ہوں۔" ساویز نے یکدم کہا۔ وہ اسے ابھی اس لڑکی سے شادی کے بارے میں نہیں بتانا چاہتا تھا۔

"تو؟ بھلا یہ کیسے ممکن ہوا؟۔" وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"جب سے وجاہت دشمن بنا بیٹھا ہے، میری زندگی میں کافی بدلاؤ آیا ہے۔ ایک پل سکون حاصل نہیں ہوا اور اب میں مزید بے سکون نہیں رہ سکتا۔ پہلے لگتا تھا کہ شادی کی ضرورت نہیں مگر میں مزید وجاہت کی وجہ سے اپنا دماغ خراب نہیں کرنا چاہتا۔ اب چاہتا ہوں کہ زندگی بسالوں تاکہ کچھ مصروف بھی ہو جاؤں اور پھر شاید وجاہت کا زور بھی کم ہو جائے گا۔" شادی کرنے کی یہ اہم اور اصل وجہ تھی جو اس نے ابرار سے چھپالی تھی۔ میر ویس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"مجھ سے پوچھو تو یہ تمہارا ایک بہترین فیصلہ ہے۔" اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ ساویز اس فیصلہ پر پہلے ہی کام کر چکا ہے۔ اگر علم ہوتا تو شاید اتنا سکون سے نہ بیٹھا ہوتا۔

---★★★---

"دو دن سے جو لڑکا آرہا تھا اس کو تم نے دیکھا؟۔" عفت کا دل جانے کیوں مطمئن تھا۔

"نہیں میں ان کے سامنے نہیں گئی۔ آپ لوگوں سے ہی سنا ہے۔" غنایہ اپنا اسائمنٹ بنا رہی تھی۔ موسم کافی خوشگوار تھا۔۔ لگتا تھا جیسے بادل برس جائیں گے۔

"میں اس کی کوئی تصویر منگوالوں گی تاکہ تمہیں دکھا سکوں۔" وہ کچن میں دوپہر کا کھانا بنا رہی تھیں جبکہ غنایہ کچھ فاصلے پر میز کے ساتھ کام کر رہی تھی۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔۔ ان حالات میں میری پسند ناپسند کوئی معنی نہیں رکھتی۔ آپ جن سے کہیں گے میں شادی کرلوں گی۔" اس کا لہجہ بے حد عام سا تھا۔

"یہ تو انکوائری کرنے کے بعد ہی پتا چلے گا کہ وہ کس طرح کا لڑکا ہے۔ تمہارا ابا کا بہت خیال رکھا ہے۔ اچھا لڑکا ہے مگر شادی کے لیے صرف اچھا ہونا کافی نہیں ہوتا۔" ابرار کے دل میں طرح طرح کی خدشے تھے۔ اگر وہ لڑکا درست نہ نکلا تو پھر کیا ہو گا؟ اگلے ہفتے بھابھی اپنے بیٹے کے ہمراہ نکاح نامہ ساتھ لے کر آئیں گی اور تماشے کرنے لگیں گی۔ زبان بار بار خدا کی تسبیح کر رہی تھی۔ ابرار صاحب کو ساویز کے دیے گئے پتے پر جا کر انکوائری کرنی تھی مگر ان کی گرتی صحت انہیں بستر سے اٹھنے نہیں دے رہی تھی۔ انہیں ساویز کے خلوص پر شک نہیں تھا مگر چونکہ بیٹی کا معاملہ تھا اس لیے ہر چیز باریک بینی سے دیکھنا چاہتے تھے۔ محلے میں باصم کی کہانیاں مشہور ہو چکی تھیں۔ نہ اپنا کوئی رشتہ دار تھا جسے وہ انکوائری کا کہتے۔۔ اور جو محلے والے تھے وہ باصم کا سن کر دور ہٹ گئے تھے۔ یہ سب ان کے لیے محض پریشانی کے کچھ نہ لایا۔ باصم کے خوف سے انہوں نے یہ دو دن غنایہ کو یونیورسٹی بھی نہیں جانے دیا۔ وہ پورے گھر میں گھبرائی بوکھلائی پھر رہی تھی۔ آنے والا وقت دلوں میں مزید خوف بڑھا رہا تھا۔ نجانے کیا ہونے والا تھا۔

---★★★---

"اور پھر میں نے اس کے موبائل پر خوبصورت چہرے والی لڑکی دیکھی۔" کسی دکھ سے بتاتے ہوئے وہ نظریں جھکا گئی۔

"اوہ روما میرا دل ڈوب رہا ہے۔ میرو صرف میرا ہے! میں نے اسے بہت چاہا ہے۔" اس کی نم آنکھوں روما کے دکھ میں اضافہ کر گئیں۔

"تم فکر مت کرو۔۔ میں اسے تمہاری جگہ کبھی نہیں لینے دوں گی۔ وہ جو کوئی بھی ہے اسے میرو کی زندگی سے جانا ہو گا یار!۔" اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر وہ اسے تسلی دینے لگی۔ سومیہ نے آنسو اندر لیے۔

"تمہاری بھابھی صرف میں ہی بنوں گی نا؟۔" درد کو کم کرنے کے لیے یہ ایک تسلی ہی کافی تھی۔

"ہاں بس اب تم پریشان مت ہو۔۔" نجانے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔ وہ کچھ سوچتی ہوئی اس کے ساتھ کلاس میں بڑھ گئی۔

---★★★---

"آج آخری تاریخ ہے اسائمنٹ جمع کروانے کی۔ اگر نہیں گئی تو اسائمنٹ نہیں جمع کروا پاؤں گی بابا۔" اس کے ہاتھ میں اسائمنٹ کی فائل تھی۔ صبح کے آٹھ بجے وہ یونیورسٹی جانے کے لیے ماں باپ کو راضی کر رہی تھی۔

"باصم کو ہر چیز کی خبر ہے۔ جانتی ہو نا بھابی کیا کہہ کر گئی تھیں! ان کا آوارہ بیٹا کہیں نہ کہیں اپنا غصہ ضرور اتارے گا اور ہم یہ قطعی برداشت نہیں کر سکتے۔ تمہارے بابا چلنے پھرنے قابل نہیں ورنہ وہ آج تمہیں یونیورسٹی سے لانا لے جانا کر لیتے غنایہ۔۔" عفت پریشان تھیں۔

"مگر امی پروفیسر ذاکر بہت غصے والے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جو اسائمنٹ نہیں بنائے گا اسے امتحانوں میں مارکس نہیں ملیں گے۔ آج نہیں جا پائی تو دو ہفتے بعد ہونے والے پرچوں میں فیل ہو جاؤں گی۔ مجھے جانے دیں۔۔" اس کی آواز مزید دھیمی اور آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔ ابرار نے بیٹی کو قدرے دکھ سے دیکھا۔ انہیں کوئی حل نظر نہ آیا۔

"اپنی بہن سے کہو اگر وہ تمہیں لے کر جا سکے۔" ذہنی تھکن سے آنکھیں موندلی گئیں۔

"آج جمعرات ہے بابا۔ وہ آفس میں ہو گی۔ مجھے دس بجے تک جانا ہے اور کاشی نو بجے ہی آفس کے لیے نکل جاتی ہے۔" اس کی آنکھیں اب بھی گیلی تھیں۔ وہ اپنے اسائمنٹ کے لیے بہت پریشان تھی۔

"وہ کچھ بھی کر سکتا ہے غنایہ۔" انہیں گھبراہٹ تھی۔

"میں باسمہ کے ساتھ رکشے میں آجاؤں گی امی!۔" اس نے آخری بار کوشش کی۔۔

"ٹھیک ہے۔۔ تم جاؤ اور دھیان سے جانا۔" ابرار کا دل راضی نہیں تھا مگر وہ مجبور تھے۔ عفت نے شوہر کو دیکھا۔ وہ خوش ہوتی کمرے میں بڑھ گئی۔

"مگر میرا دل عجیب سا گھبرا رہا ہے ابرار۔۔ اسے روک لیں۔ "

"ہم بھی مجبور ہیں۔۔ روک لیا تو دل کو تو تسلی مل جائے گی مگر اس کا مستقبل داؤ پر لگ جائے گا۔ اور اگر جانے دیا تو ایک عجیب سی پھانس دل میں چھبتی ہوئی محسوس ہو گی جب تک وہ لوٹ نہیں آئے گی۔" انہوں نے تکیے پر سر رکھ کر آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔

"آپ ساویز کی انکوائری کب کروا رہے ہیں؟ سب کچھ اگلے ہفتے سے پہلے کرنا ہے۔ اور پھر انکوائری میں بھی وقت لگتا ہے۔" عفت اتنا اچھا لڑکا ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتی تھیں۔

"دفتر کے دوست سرور صاحب سے کہہ کر چھوٹی موٹی انکوائری کروائی تھی۔ ان کے پاس وقت نہیں تھا اس لیے کہا کہ جتنی چھان بین کر سکتے ہیں کر کے بتا دیں۔ سوچا تھا جب تک میں صحت پکڑ لوں گا تو بقایا چھان بین خود کر لوں گا۔۔ مگر صحت گرتی جا رہی ہے۔ بہر حال ان کا کہنا ہے کہ لڑکا درست ہے۔ اس نے اپنے آفس، گھر اور فیملی کے بارے میں ٹھیک بتایا تھا۔۔"

عفت کا چہرہ چمکا۔

"اگر اللہ نے اس کا نصیب ہماری غنایہ کے ساتھ رکھا ہے تو دونوں ایک ساتھ بہت اچھے لگیں۔ وہ لڑکا کتنا قابل ہے۔ اپنا بزنس ہے اور خود مختار ہے۔ ہر اچھی خوبیوں کا مالک اور شکل و صورت میں بھی خوبصورت!۔" وہ نجانے کیوں اسے اپنی بیٹی کے ساتھ خیالوں میں دیکھ کر خوش ہونے لگیں۔

"عفت جائیں اور غنایہ کو ناشتے کا کہیں۔۔یہ لڑکی ناشتہ بلکل نہیں کرتی۔"وہ تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتے تھے۔عفت اثبات میں سر ہلاتیں غنایہ کے پاس جانے مڑ گئیں۔

---★★★---

"اگلے ہفتے مینجر پارٹی دے رہے ہیں۔"صوفیہ نے اسے خبر سنائی تھی۔

"مینجر؟مینجر کیوں دے رہے ہیں؟۔"اسے کافی حیرانی ہوئی۔بھلا وہ غصے والا خرانٹ آدمی بھی پارٹی منعقد کر سکتا تھا؟۔

"کچھ دنوں میں کمپنی کی پندرہ سالہ انیورسری ہے اور باس چاہتے ہیں کہ وہ دن جوش و خروش سے منایا جائے۔پھر ہمارے مینجر صاحب نے بھی اپنے گھر پارٹی منعقد کر لی۔یعنی سمجھو اس مہینے دو دو پارٹیز اٹینڈ کرنی ہوں گی۔"

"باس کی طرف سے ہونے والی پارٹی سمجھ بھی آتی مگر مینجر؟وہ کس خوشی میں پارٹی دے رہے ہیں؟۔"

"یہ بات وہ آ کر خود بتائیں گے۔تم بے فکر رہو!۔"صوفیہ چیئر پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کام چھوڑ کر سب میری بات سنو!۔"اسی دم مینجر کی آواز پر وہ سب متوجہ ہوئے تھے۔"یہ مہینہ واقعی بہت تھکا دینے والا تھا۔اتنا کام کا بوجھ اور لمبی لمبی ڈیوٹیز!تو میں نے اور باس نے مل کر فیصلہ کیا ہے کہ ایک پارٹی رکھی جائے تاکہ سب انجوائے کر سکیں۔اگلے ہفتے کی کوئی تاریخ رکھ لیتے ہیں۔پھر کیا کہتے ہو دوستوں؟۔"وہ اب بے حد خوشی سے سب سے ڈسکس کر رہا تھا۔سب نے ہی ہاں میں ہاں ملائی تھی جبکہ عاشی آئبرو آچکا کر گہری سانس خارج کرتی رہ گئی۔

"کم از کم میں نہیں جانے والی!۔"خود ہی بڑبڑاتی ہوئی وہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

"امید ہے سب آئیں گے!۔"اس کی بڑبڑاہٹ کچھ ہی فاصلے پر کھڑے مینجر نے سن لی تھی۔عاشی نے چونک کر اسے دیکھا جو اب اپنی نظریں دوسری طرف مرکوز کر چکا تھا۔دل ہی دل میں خود کو کوستی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ کہیں جا رہی ہیں مس؟۔" اسے وہاں سے جاتا دیکھ کر مینجر جھٹ بولا۔

"جی میں فریش ہو کر آ رہی ہوں!۔" اب وہ تب تک واپس نہیں آنے والی تھی جب تک یہ ٹاپک بند نہیں ہو جاتا۔

"کیا کہا اس نے؟ کیا وہ آئے گی؟۔" اسے جاتا دیکھ کر رافع صوفیہ سے پوچھنے لگا۔

"نہیں۔۔وہ نہیں آئے گی۔" مینجر جا چکا تھا اور اب رافع افسوس سے صوفیہ کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا تم اسے آنے کے لیے منا سکتی ہو؟۔ "

"میں اسے ویسے بھی پارٹی کے لیے منانے والی ہوں۔ تمہارے لیے نہیں! بلکہ اپنے لیے!۔" اس کی حرکتوں سے صوفیہ اچھی طرح واقف تھی اس لیے دوٹوک لہجے میں کہہ کر اپنے بیگ میں فائل ڈھونڈنے لگی۔ رافع کے لبوں پر مسکراہٹ چمکی تھی۔

---★★★---

"مینجر صاحب یہ ڈاکومنٹ میں کل ہی مکمل کر کے دے چکا تھا۔" وہ آدمی آدھے گھنٹے سے اس کا دماغ چاٹ رہا تھا۔

"میں نے آپ سے کہا نا کہ وہ مجھے ریسیو نہیں ہوئی۔ آپ کو ایک بار چیک کر لینا چاہیئے۔" سختی سے کہتے ہوئے وہ دوسری میز پر پہنچا۔

"رابعہ اناؤنسمنٹ کر دو کہ جو میٹنگ باس نے آج رکھی تھی وہ کینسل ہو چکی ہے۔" اسے حکم دیتا وہ آگے بڑھ رہا تھا جب رابعہ کی آواز نے اسے روکا۔

"مگر ایسا کیوں؟ آج تو بڑی میٹنگ تھی۔" وہ حیرانی سے بولی۔

"ہاں مگر باس آج آفس نہیں آئیں گے۔ تم یہ اناؤسمنٹ کر دو تا کہ جو میٹنگ کی تیاری کر رہے ہیں وہ سن لیں۔ "

"اوہ شکر! ہماری مسز فاروق سے میٹنگ کب طے پائی ہے؟۔" وہ کیبورڈ پر تیزی سے ہاتھ چلا رہی تھی۔

"ان کی طرف سے کوئی تاریخ نہیں آئی ہے اس لیے باس چاہتے ہیں کہ تاریخ ہم خود طے کریں۔ میں سوچ رہا ہوں اس ماہ کے آخر میں یہ کام سرانجام دیں کیوں کہ اب بھی ایسے کافی کام ہیں جنہیں توجہ کی ضرورت ہے۔" وہ عام سے لہجے میں اسے آگاہ کر رہا تھا۔ رابعہ مسکرائی۔

"امید ہے تم اس بار اچھے ریسٹورینٹ میں میٹنگ رکھو گے۔" وہ اسے بہت کچھ یاد دلا گئی۔ میر کا قہقہہ گونجا۔

"آخری بار مسٹر اکمل کے ساتھ میٹنگ تھی اور انہوں نے ملاقات کی جگہ بھی خود طے کی تھی اس لیے یہ الزام مجھے نہ دو! اس بار یہ موقع ہمارے ہاتھ میں ہے اس لیے تم بے فکر رہو! ایسے ریسٹورینٹ میں لے کر جاؤں گا جہاں تمہیں بلیک کافی آسانی سے مل جائے اور مجھے پچھلی بار کی طرح شرمندہ نہ ہونا پڑے۔" اسے پچھلی ملاقات یاد آئی تو ہنس کر کہتا آگے بڑھ گیا۔ رابعہ اب اناؤسمنٹ کر رہی تھی۔ ایک نظر سب پر ڈالتا وہ اپنے روم میں چلا گیا۔ چھ بج رہے تھے اور اب بھی کافی ایسے کام تھے جو اسے پورے کرنے تھے۔

---★★★---

وہ میٹنگ روم سے باہر نکل کر اپنے آفس روم میں داخل ہوا تھا۔ ذہن عجیب سی سوچوں میں الجھا تھا۔ اسے کبھی اپنے فیصلوں پر عمل کرنے بعد افسوس نہیں ہوا مگر یہ فیصلہ اسے عجیب سے احساس سے دوچار کر رہا تھا۔ نجانے اس کا یہ فیصلہ ٹھیک تھا کہ نہیں؟ ابرار صاحب اگر اپنی بیٹی کے لیے نہ مانے؟ وہ کسی طرح کی شرمندگی کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"باس کیا کوئی پرابلم ہے؟۔"اسے گم صم دیوار تکتا دیکھ کر مینجر بولا۔

"نہیں ایسی بات نہیں فارس!بس کچھ سوچ رہا تھا۔"وہ سیدھا ہو کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگانے لگا۔

"آپ نے جن میلز کا کہا تھا وہ میں نہیں کر پایا۔ آئم سوری۔"وہ شرمندہ کھڑا تھا۔ساویز نے اسے بغور دیکھا۔

"مگر اس کی وجہ ؟۔ "

"بیٹے کی کل پیدائش ہوئی ہے اور اس سے منسلک لاتعداد کاموں میں پھنسا ہوا تھا۔میں پوری کوشش کروں گا کہ جلد یہ کام سرانجام دے دوں۔"اس کا لہجہ اس قدر خوشی سے بھرا تھا کہ یہ تھکا دینے والا دن بھی اس پر کوئی اثر نہیں کر پایا۔وہ چونک اٹھا۔

"تمہارا بیٹا ہوا ہے؟اور تم آفس میں ہو؟ایک بار مجھ سے بات تو کی ہوتی!۔"اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔"ٹھیک ہے تم دو دن کی چھٹی پر جاؤ اور بیٹے کے ساتھ رہو!یہ میلز زیادہ اہم نہیں مگر یہ کام تم کسی کو دے جانا۔ "

فارس کے لبوں پر مسکراہٹ کھلی۔

"تھینک یو سو مچ سر!میں یہی کروں گا۔"فائل اس کے میز پر رکھتے ہوئے خوشگواری سے کہتا ہوا مڑنے لگا۔

"اور ہاں!۔"ساویز نے آواز دی۔"بہت مبارک ہو تمہیں!۔ "

فارس نے مڑ کر ایک نظر ساویز کو دیکھا تھا۔وہ ہمیشہ اپنی باتوں اور اچھی عادتوں کی وجہ سے ہر جگہ مقبول تھا۔فارس ایک بار پھر شکریہ ادا کرتے ہوئے باہر نکل گیا۔

---★★★---

وہ اسائنمنٹ جمع کروا کر باہر کی جانب بڑھ رہی تھی۔ کندھے پر لٹکتے ہینڈ بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے اس نے اردگرد دیکھا۔ دل عجیب سا گھبرا رہا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اگر وہ امی ابا کو یہ جھوٹ نہ بولتی کہ باسمہ یونیورسٹی آئے گی تو وہ اسے کبھی نہ جانے دیتے۔ مگر وہ گھر بیٹھ کر اپنا مستقبل برباد نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے لگا ہر بار کی طرح باصم جب اسے تنگ کرے گا تو وہ رو دھو کر چپ ہو جائے گی مگر سہہ لے گی! لیکن وہ شاید یہ بھول گئی تھی کہ اب بات پہلی جیسی نہیں رہی! اس دن اتنا تماشہ ہو جانے کے بعد اب باصم اسے ایسے ہی نہیں چھوڑے گا۔

یہ اس کی بے وقوفی تھی یا فکرمندی کہ وہ یوں گھر سے نکل گئی تھی۔

سڑک پار کر کے وہ اپنے گھر کی طرف بڑھنے لگی۔ ہر دن ایک ہی خوف! یہ خوف صرف باصم کے لیے نہیں تھا۔ یوں گھر سے تنہا نکلنے کی عادت نہیں تھی اور وہ اب یونیورسٹی سے گھر جا رہی تھی۔ دل عجیب گھبرا رہا تھا۔ جیسے جیسے قدم گھر سے قریب ہو رہے تھے اس کی گھبراہٹ میں کمی آ رہی تھی۔ وہ جلد گھر پہنچ جائے گی اس کو یقین تھا۔ اس نے پہلے کبھی بس یا رکشے کی سواری نہیں کی تھی اس لیے ابھی پیدل جانا ہی بہتر تھا۔ گھر کے قریب چھوٹے بازار کے آگے سے وہ گزر رہی تھی جب سامنے بائیک سے اتر کر آتا باصم اس کی روح فنا کر گیا۔ چہرہ یکدم ہی فق ہوا تھا۔ اس نے پیچھے ہٹنا چاہا مگر مصیبت کے وقت پاؤں بھاری ہو گئے۔ اسے لگا وہ ایک قدم بھی ہل نہیں سکے گی۔ دل زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ اپنے گھر سے ایک گلی دور تھی۔ باصم کا چہرہ دیکھا جو خطرناک حد تک پھیلا ہوا تھا۔ بھنویں آپس میں مل چکی تھیں اور چہرے کے زاویے اس کے غصے کا پتا بتا رہے تھے۔ وہ پھٹی خوفناک آنکھوں سے پیچھے ہٹتی جب باصم نے اس کا بازو سختی سے تھاما۔

"کہا تھا نا تمہیں کہ اگر کسی اور کی زندگی میں داخل ہونے کی کوشش کی تو بیچ بازار سے کھینچ کر لے جاؤں گا؟۔"

آنکھیں شعلہ اگل رہی تھیں۔ گلے میں آوارہ لڑکوں کی طرح ایک کالا کپڑا باندھا ہوا تھا۔ غنایہ کے بولنے کا کوئی سوال

ہی پیدا نہ ہوا۔ الفاظ حلق میں پھنس گئے اور اسے لگا جیسے یہ لب کبھی نہیں کھلیں گے۔ وہ بس اپنا بازو چھڑانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔ ارد گرد تمام لوگ انہیں دیکھنے لگے۔ کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ غنایہ کے حق میں بول سکتا۔ باصم کی موجودگی کے باعث سب کے چہروں پر دہشت قائم تھی۔

"تمہیں لگا تھا کہ باصم کے خبر ہونے تک رخصت ہو جاؤ گی؟ میں بتاتا ہوں کہ نکاح کیسے ہوتا ہے۔" ہاتھوں کی گرفت اس کے بازو پر سخت تھی۔ رنگت سفید لٹھے کی مانند ہو رہی تھی۔ قریب تھا کہ وہ منہ کے بل گر جائے گی۔ فاصلے پر کھڑے لوگ غنایہ کو پہچان گئے تھے۔ نجانے کس نے ابرار کو خبر دی اور وہ اس بیماری میں بھی تقریباً بھاگتے ہوئے آئے تھے۔ باصم بازو کھینچتا اسے وہاں سے گھسیٹتا ہوا لے کر جا رہا تھا اور وہ ہچکیاں لے کر روتی اپنے حق میں بولنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ابرار درمیان میں کئی بار لڑکھڑائے اور خود میں ہمت جمع کرتے آگے بڑھنے لگے۔

"میری بیٹی کو چھوڑو۔" وہ چیخ کر اس کی جانب بڑھے اور غنایہ کا بازو چھڑانے لگے۔

"اوہ چاچا لگتا ہے تم بھول گئے ہو! کہا تھا نا تمہاری بیٹی مجھ سے بیاہی گی؟ سوچا بھی کیسے کہ محلے میں بیاہ دو گے اور باصم کو خبر بھی نہیں ہو گی۔" اس کا ہاتھ ابرار غنایہ سے دور کر چکے تھے۔ غنایہ باپ کے ساتھ لگ کھڑی ہوئی۔ اس کے چہرے پر خوف پھیلا تھا۔

"تم نے غنایہ کا ہاتھ بھی کیسے پکڑا یوں سر بازار؟" ان کا دل پھٹ جانے کے قریب ہوا۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد باصم نے جیب سے پستول نکال کر اس کا رخ ابرار صاحب کی جانب کیا۔ ارد گرد کھڑے چند لوگ اس پستول کے خوف سے انہیں وہیں تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ ابرار نے ایک نظر پیچھے ساتھ لگ کر سسکتی بیٹی کو دیکھا اور پھر نجانے کیا سوچنے لگے۔

"ٹھیک ہے میں غنایہ کی شادی تم سے کر دوں گا۔" یہ الفاظ غنایہ کو ششدر اور باصم کے چہرے پر مسکراہٹ لے آئے۔ غنایہ نے بے یقینی کے عالم میں باپ کو دیکھا۔

"ابا نہیں۔۔۔" بے یقین آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ وہ بنا آواز کے پھٹی آنکھوں سے رو رہی تھی۔

"بیٹا مجھے بھی اپنی زندگی عزیز ہے۔" بھاری گیلا لہجہ۔۔غنایہ کمزور پڑنے لگی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔

"اماں نے بتایا تو ہو گا کہ اگلے ہفتے ہم آ رہے ہیں؟ اگلے ہفتے! قاضی کے ساتھ ہمارا استقبال کیجیے گا۔" تو بلآخر اس کے چچا نے بھی ہار مان لی۔ نگاہیں غنایہ کے چہرے کا طواف کرنے لگیں۔

"مگر اس سے ایک دن بھی پہلے نہیں!۔ "

"چلو کیا یاد رکھو گے چچا! آج تمہاری بات مان ہی لیتا ہوں۔" وہ قہقہہ لگا کر کہتا دور کھڑی اپنی بائیک پر جا بیٹھ گیا۔ جب تک وہ چلا نہ گیا ابرار اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ ارد گرد لوگ ایک بار پھر سے جمع ہونے لگے۔ ابرار نے چکر کھا کر لڑکھڑاتی غنایہ کا بازو پکڑا اور تیزی سے آگے نکلتے گھر کی طرف بڑھ گئے۔

"مجھے اس سے شادی نہیں کرنی ابا۔" وہ کھنچتی چلی جا رہی تھی۔ ابرار آس پاس کھڑے لوگوں کو دیکھ کر اپنی آج ہوئی عزت افزائی کے بارے میں سوچنے لگے۔ گھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور عفت پریشانی سے ٹہل رہی تھیں۔ گھر میں داخل ہوتے ہی عفت کو کچھ بولنے کا موقع دیے بغیر انہوں نے غنایہ کا بازو انہیں تھمایا۔

"کیا ہوا غنایہ؟۔" پریشان آنکھیں گیلی ہونے لگیں۔ وہ بیٹی کا فق چہرہ دیکھ کر گھبرا گئیں تھیں۔

"مجھے باصم سے شادی نہیں کرنی! خدارا میرے ساتھ یہ ظلم نہ ہونے دیں امی۔ میں اپنی زندگی عذاب نہیں کرنا چاہتی۔" وہ ہچکیوں سمیت رو دی۔

"یہ کیا کہہ رہی ہے آپ کچھ بولتے کیوں نہیں ابرار۔" وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے ابرار کو دیکھنے لگیں جو انہیں ایک نظر دیکھ کر اپنا موبائل اٹھا کے کسی کو کال ملا رہے تھے۔ بیل جا رہی تھی اور موبائل کان پر ٹکا تھا۔ غنایہ اور عفت کی نظریں ابرار پر تھیں۔

"اسلام علیکم! ساویز؟۔" ان کی آواز ابھری۔ غنایہ کی حیرانی سے بھنویں اٹھیں جبکہ ابرار ان دونوں کی طرف پشت کیے آگے سے جواب کا انتظار کر رہے تھے۔

---★★★---

"آج رات تم مجھ سے ملنے آجانا میرو۔" وہ موبائل کان پر لگائے معصومیت سے خواہش کا اظہار کر رہی تھی۔

"آج؟ اور وہ رات؟ روما جانتی ہو نا ورکنگ سے اور رات میں تو کبھی ممکن نہیں! میں آفس سے لیٹ آتا ہوں۔ کیسے آسکوں گا تم سے ملنے؟۔" نرمی سے سمجھاتا ہوا وہ دور کولیگ کو اشارے سے کام سمجھا کر آگے بڑھ گیا۔

"ایک ہفتہ ہو گیا ہے۔ تم مجھ سے نہیں ملے۔" لہجہ بجھا بجھا تھا۔

"میں ملنا چاہتا ہوں مگر۔۔" وہ خود ہی جملہ ادھورا چھوڑ گیا۔

"مگر؟۔" اس نے جلدی سے بات کو پکڑا۔

"مگر مل نہیں پاتا۔ "

"میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گی۔ بس ساتھ کچھ باتیں کریں گے اور پھر تم چلے جانا۔" وہ بھائی سے ملنے کے لیے کتنا تڑپ رہی تھی میر جانتا تھا۔ کبھی کبھی کچھ باتیں آپ کی مرضی کے خلاف ہو جاتی ہیں اور آپ کچھ کر بھی نہیں پاتے۔۔

"میں تم سے وعدہ نہیں کر رہا مگر میں صرف کوشش کروں گا۔" وہ اسے صاف انکار نہیں کر پایا۔ دوسری جانب خاموشی چھا گئی۔

"صرف کوشش کافی نہیں ہوتی۔" دھیمی آواز مزید دھیمی ہو گئی۔ میر کا دل کٹ کر رہ گیا۔

"تم جانتی ہو میرو بھی تم سے ملنا چاہتا ہے مگر وقت اسے ملنے نہیں دے رہا۔ میں ویک اینڈ پر اس بار لازمی آؤں گا۔ "

"تم نہیں آؤ۔۔ چھوڑ دو۔" دل بوجھل سا ہو گیا تو کال رکھ دی گئی۔ میر نے گہری سانس چھوڑ کر ہوا میں تحلیل کی۔ یہ وہ وقت تھا کہ میر اسے دوبارہ کال بھی نہیں کر سکتا تھا۔ موبائل جیب میں رکھتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

---★★★---

"وعلیکم سلام! جی سر۔" ان کی کال پر وہ خوشگوار حیرت میں مبتلا ہوا۔

"ہم نکاح کے لیے راضی ہیں۔ آج ہی پڑھا دیں گے اگر تم آ جاؤ۔" ان کی بات جہاں ساویز کے لیے خوشی کا باعث بنی، دوسری طرف وہ حیران بھی ہو گیا۔ آج؟ اتنی جلدی؟

"آج تو میرے لیے ممکن نہیں۔۔ مگر میں کل آ جاؤں گا۔ کیا میں اس جلدی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟۔" لیپ ٹاپ بند کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میرا بھتیجا باصم آج بھی ہمیں دھمکانے آیا تھا۔ میں مزید اور برداشت نہیں کر سکتا۔" ان کی آواز سے ان کی گھبراہٹ کا واضح پتا لگایا جا سکتا تھا۔ "تم اپنے ساتھ گواہ لے آنا۔ "

"جی بہتر۔" اس نے کال رکھ کر گلاس ڈور کے باہر دیکھا۔ جس دم مسکراہٹ گہری ہوئی اگلے دم ہونٹ سکڑ گئے۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"گواہ!!۔" ایک اور پریشانی! میر کو اس نے نکاح کے بارے میں بتایا نہیں تھا۔ اب گواہ کہاں سے اکھٹے کرے؟ اسے اپنے کچھ پرانے دوست یاد آئے۔۔کچھ آفس کے لوگ! میر کو بتانا ابھی صحیح نہیں تھا اس لیے وہ کچھ سوچ کر گھر جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ یوں اچانک ان کی کال اس کے کام میں اضافہ کر گئی۔

---★★★---

"میرے پاس کوئی اور راستہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ میں غنایہ کا ساویز سے نکاح پڑھا دوں۔" وہ اب تھک گئے تھے۔ آنکھیں نم تھیں۔ کبھی نہیں سوچا تھا کہ سرِ بازار ان کی عزت کا یوں تماشہ بنے گا۔ غنایہ اب پر سکون اپنے کمرے میں سو رہی تھی۔

"وہ بہت ڈر گئی تھی جب آپ نے باصم اور اس کی شادی کا کہا۔" عفت ان کے نزدیک کرسی رکھ کر بیٹھیں۔

"اگر میں وہ سب نہ کہتا تو بیٹی ہمارے پاس ابھی موجود نہ ہوتی۔ کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے کہ ان لوگوں ان کے حال چھوڑ دوں تاکہ قیامت کے روز اللہ ہی ہمارا بدلہ ان سے لے سکے۔" آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔

"ساویز کی انکوائری مکمل تو نہیں ہوئی۔ کیا آپ ایسے ہی بیاہ دیں گے؟۔ "

"میرے پاس وہ ہمت نہیں اور سرور صاحب نے دل مطمئن کر دیا ہے۔ ہمارے پاس اور کوئی چارہ نہیں عفت! دو راستے ہیں۔۔ یا تو نکاح پڑھا دیں یا گھر بٹھا دیں۔ مگر کیا گارنٹی ہے کہ ہم نے اگر اسے گھر بٹھا دیا تو باصم نہیں آئے گا؟ کچھ دنوں میں بھابھی پھر آجائیں گی۔" ساویز کو سوچ کر دل میں سکون کی لہر دوڑی۔

"چلیں اس فیصلے میں کوئی بہتری ہی ہو گی۔ کل نکاح ہے تو کیا عاشی کو بلا لوں؟۔ "

"خدارااسے خبر بھی نے ہونے دے گا۔اس بات پر تو چیخ چیخ کر اپنا گلا خشک کرلے گی۔جب نکاح ہو جائے گا تو میں خود کال کر کے بتادوں گا۔"ساویز نے کہا تھا کہ سارا انتظار وہ سنبھالے گا۔وہ جلد از جلد ابھی صرف نکاح کروانا چاہتے تھے اور رخصتی کا انہوں نے ابھی سوچا نہیں تھا۔"کیا غنایہ ٹھیک ہے؟۔"انہیں وہ وقت یاد آیا جب ان کی بات سن کر غنایہ کا چہرہ فق ہوا تھا۔وہ کتنا زیادہ سہم گئی۔

"جب سے اسے پتا چلا ہے کہ آپ اس کا نکاح باصم سے نہیں بلکہ ساویز سے کروا رہے ہیں وہ قدرے مطمئن ہو گئی۔ میری بیٹی کو ستانے والے کبھی چین سے نہیں بیٹھیں گے!اللہ بدلہ ضرور لے گا۔"آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو پلو سے صاف کرتی وہ ایک ہی بات دہراتے دہراتے اٹھ کھڑی ہوئی۔امید تھی کہ کل کا دن بھی اطمینان سے گزرے گا۔

---★★★---

"تو؟؟۔" آج دس بجے اسے آرام نے نہیں!میر نے اٹھایا تھا۔اسے دیکھ کر وہ آنکھیں پھاڑ کر اٹھ بیٹھا۔

"ہاں تو؟اتنا حیران کیوں ہو رہا ہے؟۔"اس کی حیرانی پر حیران ہوتا وہ بستر کے دوسری طرف دھپ سے گر کر لیٹا۔ آنکھیں چھت کو گھور رہی تھیں۔

"نہیں بس یوں ہی حیران ہو گیا۔"اسے ایک گھنٹے کے اندر اندر ابرار صاحب کے گھر جانا تھا۔

"یوں ہی بھی کیوں حیران ہوا؟۔"میر آفس جانے کے لیے تیار ہوا تھا۔کوٹ پینٹ،کالی ٹائی اور سیاہ بال جو سلیقے سے بنے ہوئے تھے۔

"نہیں وہ دراصل تم آٹھ بجے آفس جاتے ہو تو میں یہ سوچ کر حیران ہوا کہ دس بجے تمہارا یہاں کیسے آنا ہوا۔" بہانہ بنا کر کہتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"باس فیملی ٹرپ پر ہے اور ایک ہفتے تک میں عیاشیاں کر سکتا ہوں۔ بہر حال تھوڑی دیر میں آفس کے لیے نکل جاؤں گا۔ "

ساویز اطمینان سے سانس خارج کرتے ہوئے وارڈروب سے آفس کے کپڑے نکالنے لگا۔

"ویسے تو کیوں گھبرا گیا؟ جیسے کوئی بات چھپا رہا ہو؟ کہیں بنا بتائے شادی تو نہیں کر رہا؟۔" وہ اپنی بات پر خود ہی قہقہہ لگانے لگا۔ ساویز نے تھوک نگل کر اسے آئینے کے عکس میں دیکھا۔ "جب سے تم نے اپنی شادی کی خواہش کا ذکر کیا ہے باخدا اب میں بھی اس بارے میں دلچسپی سے سوچ رہا ہوں۔ "

"ہاں ہاں تمہیں بھی کر لینی چاہیئے۔" آج اس نے سیاہ پینٹ کوٹ کے ساتھ سیاہ کالر والی شرٹ نکالی تھی۔

"تمہیں دوست یاد نہیں آتا؟۔" تھوڑی دیر کی خاموش کے بعد اس کی آواز ابھری۔ ساویز جو واش روم کی جانب بڑھ رہا تھا اس کی آواز پر چونکا۔ مڑ کر نگاہ اس کے چہرے پر مرکوز کی۔ میر بھنویں کچھ سوالیہ انداز میں اٹھائے مبہم سا مسکرایا۔

"تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟۔" بھاری آواز نیند سے اٹھنے کی وجہ سے مزید بھاری ہوئی۔

"بس یونہی۔۔ کتنے دن ہو گئے کوئی فون کال نہیں۔۔ آج کل تو صرف میں ہی کرتا ہوں یہ کال۔۔" اس کی ٹانگیں بستر سے لٹک رہی تھیں جب کہ وہ خود بستر پر چت لیٹا تھا۔

"نہیں ایسا نہیں میر۔۔شاید یہ میری مصروفیت کی وجہ ہے کہ میں خود سے کال نہیں کر پایا۔۔ مگر بہر حال! ایسا آئندہ نہیں ہو گا تم فکر مت کرو۔"لبوں پر مسکراہٹ سجاتا وہ واش روم سے فریش ہو آیا۔ تیار ہو کر خود پر پرفیوم چھڑکتے ہوئے وہ بار بار آئینے میں خود کو دیکھنے لگا۔

"" کہیں جا رہے ہو جو اس قدر تیار ہو رہے ہو؟۔"وہ آج ہمیشہ کی طرح وجاہت سے بھرپور ایک ہینڈسم مرد لگ رہا تھا۔

"کیا کوئی کمی تو محسوس نہیں ہو رہی؟۔"اس نے میر کو دکھانے کے لیے رخ موڑا۔

"ہاں سب بہترین لگ رہا ہے مگر یہ تیاریاں کس لیے؟۔"وہ اب تک نہیں سمجھ پایا تھا۔

"آج میٹنگ میں باہر سے لوگ آ رہے ہیں۔"ساویز اسے کسی طرح مطمئن کر گیا۔ کوٹ پہننے کے بعد اس کے بازو مزید ابھر گئے تھے۔ کندھے چوڑے اور سینہ کشادہ اس کے وقار کو مزید بڑھاتا تھا۔ میر اثبات میں سر ہلاتا ہوا اٹھ کر اپنی تیاری پر نگاہ مارنے لگا۔ ساویز نے میز سے چابی اٹھا کر کوٹ کی جیب میں ڈالی۔ ہمیشہ کی طرح ساویز کے تمام پرفیوم خود پر چھڑکتا ہوا میر اس کے ساتھ نیچے چلا آیا۔

"ویک اینڈ پر ملاقات ہو گی۔"اس کی کمر تھپک کر کہتے ہوئے وہ اپنی گاڑی کا دروازہ کھول رہا تھا۔

"شاید اس سے پہلے ہی ایک ملاقات ہو جائے۔"نکاح کے بعد وہ زیادہ دیر میر سے چھپا کر مصیبت کو دعوت نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ نکاح کے چند روز بعد موقع ملتے ہی بتا دے گا۔ میر ایک نظر مسکراتا ہوا گاڑی میں بیٹھ کر ریورس کرنے لگا۔۔ ساویز بیک مرر میں اسے گاڑی سے نکالتا دیکھ رہا تھا۔ دل میں عجیب سے سوالات اٹھ رہے تھے کہ

کیاوہ ٹھیک کرنے جارہاتھا؟کیاواقعی بناسوچے سمجھے اور جانے اس لڑکی سے نکاح کرلیناچاہئیے؟وجاہت نے اسے اس قدر مجبور کردیاتھاکہ اسے یوں بناسوچے سمجھے فیصلہ لیناپڑا۔اس کے پیچھے گاڑی نکالتاہواوہ آگے بڑھاکرلے گیا۔

---★★★---

"افف پلیز!میں اس پارٹی میں جاناچاہتی ہوں مگریوں اکیلے نہیں۔۔پلیزعشنامیرے ساتھ چلو۔"وہ عشناعرف عاشی کومنانے کی پوری کوشش کررہی تھی۔

"مینجر کی پارٹی میں؟؟جوسال کے بارہ مہینے چیختارہتاہے؟اس سے بہتر ہے کہ میں گھر بیٹھ کراپنی جوجوبلی کی سالگرہ منالوں۔"منہ پھیر کرقدرے بیزاری سے بتایاگیا۔

"اوہ خدارا عشنا!اپنی شوق اس کھڑوس شخص کے لیے بربادنہ کرو۔"صوفیہ نے ماتھے پرہاتھ مارا۔وہ آدھے گھنٹے سے اسے سمجھارہی تھی۔

"ہاں اس لیے اپنے شوق بربادنہ کرتے ہوئے میں نے فیصلہ کیاہے کہ اس کی پارٹی کاحصہ نہیں بنوں گی!مینجر تومینجر مگر اس رافع کاکیا؟تیارہوکرآؤں گی توساراوقت ہمیشہ کی طرح دیکھتارہے گایاپھر فلرٹ کرتارہے گا۔اس کی نگاہیں مجھے چبھتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ "

"وہ مجھ سے کل تمہاراپوچھ رہاتھا۔میں اس سے کہوں گی کہ عشناپارٹی کاحصہ نہیں بن رہی اور پھروہ بھی نہیں آئے گا۔اس طرح تم پارٹی میں آسکتی ہو۔کہواب منظورہے؟۔"یہ حل عشناکوبرانہیں لگا۔

"ٹھیک ہے میں کچھ سوچتی ہوں۔"اسے بہلانے کے لیے فالحال اس کے پاس یہی جملہ تھا۔

---★★★---

نکاح خواں کچھ فاصلے پر سامنے ہی بیٹھے تھے۔

"میں چاہتی ہوں کہ تم اسے ایک بار دیکھ لو۔" ان کے دل میں عجیب خدشے تھے۔"تم دیکھ لو گے تو ہم بھی کچھ مطمئن ہو جائیں گے۔ "

"مجھے ہر حال میں آپ کی بیٹی قبول ہے آنٹی۔ آپ بے فکر رہیں۔" اس کی مسکراہٹ میں اس کی باتوں کی صدق تھی۔ اب بھلا لڑکی دیکھنے کا کیا فائدہ جب وہ اپنے تمام تر ہوش حواس میں اسے قبول کر چکا تھا۔ نکاح ہونے میں پندرہ منٹ باقی تھے اس لیے وہ لاونج کے دروازے پر آ کھڑا ہوا۔ کھلی تازہ ہوا میں سکون سے سانس لیتے ہوئے اس نے جیب سے موبائل نکالا۔ نگاہ اٹھ کر دور دائیں طرف گئی جہاں غنایہ سرخ خوبصورت ڈوپٹہ پہنے تخت کے ساتھ کھڑی تھی۔ ساویز کے سامنے اس کی پشت تھی اور وہ شاید سوکھے پودوں کو چھو کر دیکھ رہی تھی۔ غنایہ اور ساویز کا نکاح الگ الگ پڑھانے کا ارادہ تھا اس لیے وہ باہر ہی بیٹھی تھی۔ ساویز نے اپنی نگاہ کو بے اختیار اس پر ٹھہر تا پایا تو لب بھینچ گیا۔ اس کے سیاہ لمبے بال کمر کو ڈھانپ رہے تھے۔ سرخ جالی دار ڈوپٹہ آدھا سر پر تھا۔ ہاتھوں میں پہنی چوریاں کھنکھناتی ہوئیں آواز پیدا کر رہی تھی۔ ایک عجیب سا احساس اچانک ہی دل میں پیدا ہونے لگا۔ وہ یہ سوچ کر اپنے دل کو بے قابو کر گیا کہ مزید کچھ دیر بعد وہ لڑکی اس کی زندگی میں شامل ہو جائے گی۔۔ گولڈن کام ہوا جوڑا سنبھالتے ہوئے وہ پلٹ کر زمین سے پھول چننے لگی۔ ساویز نے ان کاجل زدہ آنکھوں کو دیکھا تو دل زور سے دھڑکنے لگا۔۔۔ اس دن یہی آنکھیں آنسوؤں میں بھیگی ہوئی تھیں۔ لبوں پر دھیمی سے مسکراہٹ۔۔۔ وہ سوچنے لگا کہ یہ لڑکی کتنی مطمئن نظر آتی ہے۔۔ اسے اپنے ارد گرد حفاظت کی دیوار محسوس ہوتی ہو گی۔ یہ اطمینان ساویز کا چین چھیننے لگا۔ کل کی سہمی لڑکی آج کتنی پر یقین تھی جیسے اب وہ کبھی کسی پریشانی میں مبتلا نہیں ہو گی۔ نگاہیں اس پر جمی ہوئی تھیں۔ ہلکی دھوپ میں اس کی جلد چمکنے لگی۔ گالوں پر ہلکے ہلکے ڈمپل واضح ہونے لگے جب وہ اپنی ماں کو دیکھ کر مسکرائی۔

"تم خوش ہو ناغنایہ ؟۔" وہ دونوں اس کی موجودگی سے لاعلم تھے۔ ساویز جو ہونقوں کی طرح اسے دیکھ رہا تھا عفت کی آواز پر کچھ چونک کر خبر دار ہوا۔

"خوشی کا نہیں معلوم مگر میں کافی حد تک مطمئن ہوں۔ کوئی بھی ہو مگر باصم نہیں۔۔۔ اور نہ باصم جیسا۔۔" اس کی آواز میں سکون محسوس کرتے ہوئے وہ اندر چلا گیا۔ نکاح تھوڑی دیر میں ہی شروع ہو گیا تھا۔ گواہ بھی موجود تھے۔ ابرار صاحب نے اس کے بابا کے بارے میں پوچھنا چاہا تھا مگر وہ آج کل سنگاپور میں اپنا بزنس دیکھ رہے ہیں یہ بتا کر انہیں تسلی دے دی۔

قاضی کے پوچھنے پر بنا کچھ سوچے سمجھے اس نے غنایہ کو اپنی زندگی میں شامل کر لیا۔ جو باتیں اسے یہاں آنے سے پہلے تنگ کر رہی تھیں، غنایہ کو دیکھ کر وہ سب کچھ بھول گیا۔ اس لڑکی کو ایک مضبوط حصار کی ضرورت تھی۔۔ وہ اس کے سامنے ایک بار بھی نہیں آئی تھی۔ وہ لوگ جو اس کے ساتھ گواہ کے لیے آئے تھے اسے مبارک باد دیتے ہوئے باہر نکل گئے تھے۔ ارادے کے مطابق نکاح کے بعد وہ غنایہ سے ملنے والا تھا مگر آفس سے آتی کال اس کا فیصلہ تبدیل کر گئی۔ اسے ارجنٹ جانا پڑا۔

"میں جلد آؤں گا۔" ابرار کے سامنے شرمندہ ہو کر کہتا ہوا وہ میز سے موبائل اٹھانے لگا۔

"مگر بیٹا پانچ منٹ کی بات ہے۔ اگر تم پانچ منٹ بھی بیٹھ جاؤ گے تو وہ تمہیں بھی دیکھ سکے گی۔" وہ اسے ایسے نہیں جانے دینا چاہتی تھیں۔ موبائل بار بار کال آنے کی وجہ سے مستقل بج رہا تھا۔

"میں ضرور آؤں گا مگر ابھی مجھے جانا ہے۔ اگر ٹھہر گیا تو شاید کوئی بڑا مسلہ ہو سکتا ہے۔ آپ فکر مت کریں۔ میں نے اسے قبول کیا ہے تو اپناؤں گا بھی۔۔ اب وہ ہی تو میری شریک حیات ہے۔ میرا انتظار کیجیے گا۔" اس کا مخصوص نرم لہجہ ابرار کے چہرے پر مسکراہٹ لے آیا۔

"کوئی بات نہیں۔ظاہر ہے اپنا بزنس سنبھالنے والے تم اکیلے ہو اور اب خیر سے تم ہمارے بیٹے بن گئے ہو تو تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔۔ ہمیں تمہاری پریشانی کی احساس ہے۔" اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے وہ بہت محبت سے بولے۔

"یہ مٹھائی کے کچھ ڈبے ساتھ لے جاؤ بیٹا۔دوستوں کو خوشخبری سنا دینا۔" عفت ہلکا سا ہنستی ہوئیں شاپر اٹھاتے ہوئے بولیں۔

"ابھی یوں مٹھائی لے جاتا ہوا اچھا نہیں لگوں گا۔" وہ سر کھجاتے ہوا جھینپ کر مسکرایا۔" کمپنی میں باہر سے کچھ لوگ آئے ہیں اس لیے سیدھا آفس جارہا ہوں۔اگر آپ کہیں تو بعد میں لے جاؤں؟۔" اس کی گھمبیر آواز کمرے میں گونج رہی تھی۔کمرے میں بیٹھی غنایہ اس کی آواز کو بخوبی سن رہی تھی۔لبوں پر ہلکی سی دھیمی مسکراہٹ پھیلی۔اس کا یوں بے حد ادب و احترام سے اس کے والدین سے بات کرنا غنایہ کو اچھا لگا۔

"ٹھیک ہے کوئی مسلہ نہیں۔۔ تم آفس کی واپسی میں لے جانا۔ "

Safar ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

ساویز کی نگاہوں نے ارد گرد غنایہ کو کھوجا۔محبت نہ بھی ہو تو نکاح کے بعد اپنے ہمسفر سے اپنائیت کا احساس ہونے لگتا ہے۔اس کے لیے یہ جگہ چھوڑنا اتنا ہی مشکل ہوا جتنا غنایہ کو اس کو جاتے دیکھنا۔وہ اسے اب تک نہیں دیکھ پائی تھی۔۔ جب وہ اپنی سفید گاڑی میں بیٹھ رہا تھا تب غنایہ نے اوپر سے جھانک کر نیچے اسے دیکھا۔چہرہ وہ اب بھی نہ دیکھ سکی۔ بس اس کے بال جو ہوا کے باعث ہل رہے تھے اور نظریں ساکت کر دینے والی ڈریسنگ دیکھ کر اس نے ساویز کا اندازہ لگایا تھا۔۔ آنکھوں پر کالا چشمہ تھا اور اب وہ گاڑی کا دروازہ بند کرتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کر رہا تھا۔اس کی نظروں سے اوجھل ہوتے ہی غنایہ اپنے کمرے کے بستر پر بیٹھ گئی۔گہری لمبی سکون بھری سانس خارج کرتے ہوئے اس نے ساری تھکاوٹ،بیزاری اور خدشوں کو خود سے باہر نکالا تھا۔سرخ ڈوپٹہ اب بھی سر پر تھا۔۔وہ تیار اس کے لیے ہوئی

تھی تا کہ نکاح کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ سکیں۔ نجانے کیوں اب اسے کسی کا ڈر محسوس نہیں ہو رہا تھا۔۔ جیسے اب کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔۔ اب وہ کسی کی امانت ہے۔۔ اب کوئی اس کا محافظ ہے۔۔ اب ان دونوں کے درمیان کسی تیسرے کی دیوار نہیں کھڑی ہو سکتی تھی۔۔

---★★★---

"میں چاہتا ہوں کہ تم کسی دن آفس سے چھٹی لے کر میرے پاس آ جاؤ! بلکہ نہیں میرے گھر نہیں۔۔ ہمیں کہیں باہر ملنا چاہیئے۔" ساویز خبر سنانے کے بعد اپنے کمرے کی چیزیں میر کے ہاتھوں ٹوٹتا نہیں دیکھ سکتا تھا کیونکہ غصے میں میر کو چیزیں پھینکنے کی عادت پرانی تھی۔ وہ کمپنی میں داخل ہو کر اوپر کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"آفس سے چھٹی کیوں؟ میں بریک میں آ جاؤں گا۔" موبائل کے دوسری طرف سے میر کی آواز ابھری۔

"نہیں خدارا ایسا مت کرنا۔ کیونکہ جو بات میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں اسے سننے کے بعد تم غصے میں آفس جاتے بلکل اچھے نہیں لگو گے۔ پھر ہم وہ دن ساتھ گزاریں گے۔" کوٹ درست کرتے ہوئے وہ اپنے آفس روم میں داخل ہوا۔ پیچھے مینجر اور کچھ ایمپلائیز فائلز لیے اس کے پیچھے آئے۔ ساویز نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں ٹھہرنے کا کہا۔

"مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا۔ یقیناً تم نے کچھ کیا ہے۔ مگر ابھی نہیں۔۔ آفس میں کچھ کام ہے تو اس لیے چھٹی نہیں لے سکتا اور آنے والا اتوار مجھے ہر حالت میں روما کے ساتھ گزارنا ہے۔ ہم منگل کے روز مل سکتے ہیں۔" وہ شاید کام میں مصروف تھا۔

"جو تمہیں ٹھیک لگے۔ میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں کچھ دیر میں گیسٹ کے ساتھ میٹنگ ہے۔" کال کاٹ کر جلدی سے میز پر موبائل رکھتا ہوا وہ مینجر کی بات سننے لگا۔

---★★★---

وہ ناشتہ سے فارغ ہو کر زینے چھیڑتا ہوا اوپر آ رہا تھا جب ایک بند کمرے کی جانب نگاہ پڑی۔۔ قدم لڑکھڑاتے ہوئے وہیں رک گئے۔ وہ بمشکل خود کو سنبھالتا ہوا اس کمرے کے سامنے سے جلدی گزرنے لگا۔ ان گزری یادوں کو سوچنا اس کے لیے کسی عذاب سے کم نہ تھا۔ نگاہ جان کر نیچی کر لیں تاکہ دوبارہ کمرے کی جانب نہ اٹھیں۔

"ڈرائیور گاڑی نکال رہا ہے باس۔" فراز اسے اطلاع دینے کے غرض سے اوپر آیا تھا۔

"اس سے کہو آدھا گھنٹہ مزید ٹھہر جائے۔" آواز گھٹنے لگی۔ گہری گہری سانسیں لیتا وہ تیزی سے زینے چڑھتا ہوا کمرے میں آ گیا۔ ڈپریشن کا وہی اٹیک جو اسے پرانی باتوں کو سوچنے پر آتا تھا۔ وہ اپنا وحشت زدہ چہرہ آئینے میں دیکھنے لگا۔ دماغ کتنے ہی سوچوں سے گھرا ہوا تھا۔ وہ اسے بچا نہ سکا۔۔ پچھتاوا اسے ختم کر رہا تھا۔ کاش کہ اس دن وہ گھر میں ہی ٹھہر جاتا۔۔ اسے آئینے میں اپنا آپ برا لگنے لگا۔

"تم کسی کام کے نہیں وجاہت!۔" ضبط ٹوٹا تو پوری قوت سے خود کو کہتے ہوئے اس نے آئینے پر مکا مارا۔ شیشہ اس کا کیا وار سہہ نہ سکا اور ٹوٹ کر بکھر گیا۔ اس کا ہاتھ ابھی بھی ہوا میں ہی تھا جب کسی نے تیزی سے کمرے کا دروازہ کھولا۔ وجاہت نے سرخ نگاہوں سے اندر داخل ہونے والے شخص کو دیکھا۔ کمرے میں ہلکا اندھیرا تھا۔ باہر سے آنے والی تیز روشنی آنکھوں کو چبھنے لگی۔ روشنی کم ہوئی تو اس نے آنکھیں چندھیا کر اسے دیکھا۔ سانسیں ٹھہر سی گئیں۔ چہرے پر کسی ایک بات کا ڈر نمودار ہوا۔

"پریزے۔۔۔" یہ اس سے کیا ہو گیا۔ اس کا یہ جنونی پن یقیناً وہ دیکھ چکی ہو گی۔ پریزے بنا کچھ کہے سنگھار میز کی جانب بڑھی اور اس کے پرفیومز اور دیگر سامان کانچ کے درمیان سے اٹھانے لگی جو میز سے گر کر زمین پر بکھرے ہوئے تھے۔

"وہ شیشہ خود ہی ٹوٹ گیا۔۔" اس نے تھوک نگل کر صفائی میں کہنا چاہا۔ وہ پریزے کو کسی ممکن نہیں کھونا چاہتا تھا۔ اس کے لیے یہ سوچنا بھی محال تھا۔۔ ایک جان لیوا خوف۔۔

"میں نے کچھ نہیں کیا پریزے۔۔ یہ سب خود ہوا ہے۔" اس کی سرخ ہوتی ہری آنکھیں اب خوف میں مبتلا تھیں۔ ہاتھ کی پشت انگلیوں کی طرف سے کچھ زخمی تھیں۔ اس نے اپنا وہ ہاتھ پیچھے کر لیا تھا۔ پریزے کا آنچل لٹک رہا تھا اور وہ اب سامان دوبارہ میز پر سجاتی ہوئی کسی ملازم کو صفائی کے لیے آواز دینے دروازے تک بڑھنے لگی۔ وجاہت بستر پر بالوں کو ہاتھوں میں جکڑے تھوڑی دیر پہلے ہوئے واقعے پر ششدر تھا۔ نجانے وہ اس کے بارے میں کیا سوچ رہی ہو گی۔۔ ایک بار پھر پچھتاوے نے آ گھیرا تھا۔۔ وہ سر جھکا فرش کو افسوس سے تکتا رہ گیا۔

---★★★---

"ہم نے غنایہ کا نکاح کر دیا ہے۔" ہمت کر کے بالآخر انہوں نے بتا ہی دیا۔ فون کے دوسری طرف سے چیخ ابھری۔

"کیا مطلب آپ کا؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟۔"

"ایسا کیوں نہیں ہو سکتا؟۔" ابرار نے سختی سے پوچھا۔

"ایسے اتنی جلدی کیسے؟؟؟ اور کیوں؟؟ کس سے کیا اور مجھے بتایا کیوں نہیں؟؟۔" اس کے ڈھیروں سوالات پر وہ محض سانس خارج کرتے رہ گئے۔۔ عاشی کا ششدر ہو جانا بنتا بھی تھا۔

"خاموش رہو عشنا! بہن سے مل کر مبارک باد دینی ہے تو گھر آ جاؤ! یہ نکاح ہمیں مجبوری میں کرنا پڑا ہے۔ تمہارے اس سوال کا جواب کہ تمہیں کیوں نہیں بتایا، خود سے مل جائے گا۔ خدا حافظ۔۔" جواب سنے بغیر انہوں نے کال رکھ دی۔ اب وہ ہونے والے تماشے کا انتظار کرنے لگے جو عشنا نے گھر آ کر کرنا تھا۔

---★★★---

"تم مجھے غلط نہیں سمجھنا۔ یہ سب ایسا نہیں ہونا چاہئیے تھا۔" اس کا انداز تھکا تھکا سا تھا۔۔ جیسے وہ اب خود سے تھک گیا ہو۔

"اپنا ہاتھ دکھاؤ۔" اس کے سامنے صوفہ رکھ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ وجاہت نے ذرا سا چونک کر اس کے سامنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی آگے کی۔

"یہ نہیں۔۔ جس میں کانچ چبھی ہے۔" وہ اب برابر رکھی سائیڈ ٹیبل کی دراز سے فرسٹ ایڈ باکس نکال رہی تھی۔

"کک۔۔ کیوں ؟۔" کسی بات سے خوفزدہ آنکھیں۔۔۔

"کیونکہ جب کسی پر وار کیا جاتا ہے تو ہاتھ ہمارے بھی زخمی ہوتے ہیں۔" گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے روئی نکالنے لگی۔ وجاہت نے خاموشی سے پریزے کے آگے زخمی ہاتھ رکھا۔ چوڑے شانے آگے جھک کر بیٹھنے کی وجہ سے کچھ جھکے ہوئے تھے۔ وہ اب اس کے ہاتھ سے باریک کانچ نکال رہی تھی۔

"تم مجھے کچھ غلط تو نہیں سمجھ رہی نا؟۔" بھاری گھمبیر لہجہ۔۔ اس کا الجھا ہوا چہرہ دیکھ کر پریزے نے نگاہ اٹھائی۔

"اس میں غلط سمجھنے جیسا کچھ نہیں ہے۔ "

"میں نے ایسا پہلے کبھی نہیں کیا۔۔ یہ سب بس۔۔۔ کیسے ہو گیا میں سمجھ نہ سکا۔۔" تھوک نگل کر کہتے ہوئے وہ اندر ہی اندر شرمندہ ہو رہا تھا۔۔ یہ سب پہلی بار نہیں تھا۔ آج سے پہلے دو دفعہ بھی اس نے یوں ہی آئینہ توڑا تھا۔ ایسا اس نے کبھی جان بوجھ کر نہیں کیا۔ جب دماغ کی نسیں پھٹتی ہوئے محسوس ہوتیں تو وہ یوں ہی مکا مار کر خود کو قابو کرنے کی کوشش کرتا۔

"اپنے آپ کو زخمی مت ہونے دو وجاہت!۔" پریزے کا محبت بھرا نرم لہجہ اس کے دل میں مزید احساسِ شرمندگی پیدا کر گیا۔

"میں ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا مگر میں خود پر قابو نہیں رکھ پاتا ہوں پریزے۔ سکون تھی وہ میرا۔۔ چھ ماہ ہو گئے ہیں مگر کبھی سکون سے سانس بھی نہ لے سکا۔ یہ ایک سال میری ساری امیدوں کے برعکس بیت رہا ہے۔" ہری آنکھیں موندلی گئی۔ وہ اب اس کے ہاتھ کو پٹی کر رہی تھی۔

"میں جانتی ہوں تمہیں اس سے بے پناہ محبت تھی اور میں یہ بلکل بھی نہیں کہوں گی کہ ان سب باتوں کو جانے دو۔۔ اس کی کمی ساری زندگی محسوس ہو گی۔" بے حد نرمی سے اس کے ہاتھ کی پشت پر وہ اپنا ہاتھ پھیر رہی تھی۔ وجاہت نے سر پیچھے کیا۔ خالی خالی آنکھیں موندلیں تو دو آنسو نکل پڑے۔

"پریزے۔۔" اس کی دھیمی مگر بھاری آواز ابھری۔

"میں سن رہی ہوں۔"

"مجھے چھوڑ کر مت جانا۔" یہ بات تکلیف سے کہی گئی تھی۔ اس کا ایک آخری سہارا اب یہی رہ گیا تھا۔ "اب میں دوبارہ کسی کا بچھڑنا برداشت نہیں کر پاؤں گا۔ میرے پاس رہنا۔۔" اس کی ہاتھ کی گرفت پریزے نے خود پر کچھ مضبوطی سے محسوس کی۔

"میں تمہاری اپنی ہوں۔ "

"اپنے ہی بچھڑ جاتے ہیں۔ یہ بھلا مجھ سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے۔۔ مگر تم۔۔ تم مت جانا۔ میری سانسیں تھم جائیں گی۔" ماضی میں کسی کے بچھڑ جانے کے بعد وہ کسی اور کو کھونے کا حوصلہ نہیں رکھتا تھا۔ اسے ساویز کا خیال آیا تو

انتقام کی آگ بھڑکنے لگی۔۔ پریزے اپنی موجودگی کا احساس دلاتے ہوئے اس کا ہاتھ اب بھی سہلا رہی تھی۔

وجاہت کچھ پرسکون ہونے لگا۔

---★★★---

وہ رات کے تقریباً دس بجے آفس سے نکلا تھا جب ابرار صاحب کی کال سے موبائل بج اٹھا۔ ویسے تو اس کا ارادہ اب اپنے گھر جانے کا تھا کیونکہ وہ اتنی رات کو ابرار صاحب کے گھر نہیں جانا چاہتا تھا۔۔ مگر ابرار صاحب کے اصرار پر وہ اپنا ارادہ بدلتا گاڑی ان کے گھر کی طرف موڑ گیا۔ گاڑی کے بیک مرر میں خود کو دیکھتے ہوئے اس نے بال سنوارے تھے۔ اب رشتہ کچھ مختلف تھا۔ لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ پھیلاتے ہوئے وہ گاڑی سے اتر کر گھر کی بیل بجانے لگا۔

"آرہا ہوں بیٹے۔" انہیں شاید اس کے آنے کا یقین تھا کہ بغیر پوچھے ہی اسے پکارتے دروازہ کھولنے بڑھ گئے۔

"اسلام علیکم۔ "

"وعلیکم سلام! ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔" گہری مسکراہٹ لبوں پر لاتے وہ اس کے ہمراہ لاونج میں داخل ہوئے۔

"میں آپ لوگوں کو اتنا انتظار کروانے کے لیے معذرت چاہتا ہوں۔" جھینپ کر کہتے ہوئے وہ عفت کو سلام کرنے لگا جو اس کی آواز پر کمرے سے باہر آئی تھیں۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں بیٹا۔ میں نے تمہارے لیے کافی مٹھائی پیک کر کے رکھی ہے۔" وہ فریج سے مٹھائی کے ڈبے نکال رہی تھی۔ ابرار صاحب باہر تخت سے پر ہی بیٹھے تھے۔ اردگرد دیکھتے ہوئے کہ شاید وہ موجود ہو ساویز کی

نگاہ غنایہ کے کمرے کی جانب پڑی جس کا دروازہ کھلا تھا۔اس کی نگاہیں غنایہ کو تلاشنے لگیں کہ کہیں سے وہ اس کی ایک جھلک دیکھ سکے۔عفت نے اس کی بیتابی صاف محسوس کی۔۔

"آج کا دن اس کے لیے کافی تھکا دینے والا تھا۔اس لیے وہ جلدی ہی سو گئی۔اب وہ تمہاری بیوی ہے تمہیں اس سے ملنے کے لیے کسی بھی بہانے کی ضرورت نہیں۔۔تم جب چاہو مل سکتے ہو۔"ان کے خلوص پر وہ دل سے مسکرایا۔

"ٹھیک کہہ رہی آپ۔۔ابھی ان کی نیند ڈسٹرب ہو گی اس لیے میں غنایہ سے بعد میں مل لوں گا۔"شاپر ہاتھ میں پکڑ کر دل کی طلب پر ضبط کرنے لگا۔۔۔لیکن ابھی بھی ایک ایک پریشانی تنگ کر رہی تھی۔۔میر ویس!اسے بتانا قیامت سے کم نہ تھا۔

---★★★---

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"وہ کہاں ہے؟۔"کان میں موبائل ٹکاتا ہوا وہ اپنے لیے کافی بنا رہا تھا جبکہ دوسری طرف اوون میں کھانا گرم ہو رہا تھا۔

"اپنے کمرے میں پڑھ رہی ہے۔ "

"میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ "

"اچھا انتظار کرو۔"ان کے جواب کے بعد اماں نے روما کو آواز دی تھی۔میر کال اسپیکر پر رکھ کر ان کی آوازیں سننے لگا۔جواب میں روما کی جانب سے خاموشی تھی۔

"ذرا دیر کی بات ہے۔کرلو بات!بھائی خود بات کرنا چاہتا ہے۔"ان کی آواز فون پر ابھری۔میر کافی میں چمچ گھمانے لگا۔وہ جان گیا تھا کہ روما اس سے بات نہیں کرنا چاہ رہی۔

"جانے دو اسے!! وہ تم سے بات کرنے سے انکار کر رہی ہے۔ نادان لڑکی! چھوٹی چھوٹی باتوں پر یوں ناراض ہو جاتی ہے۔" وہ غصے سے اکتا کر کہتیں روما کے کمرے سے نکل آئیں۔

"میری غلطی تھی۔" تین لفظ ہی بہت تھے۔۔ وہ ادا کر کے خاموش ہو گیا۔۔ نجانے اس میں غلطی کیا تھی؟ آفس کی یا مصروف روٹین کی۔۔ "اتوار کو آؤں گا۔ ابھی فون رکھتا ہوں۔" بوجھل ہوتے دل سے کال رکھ کر اس نے کافی کا مگ لبوں سے لگا لیا۔

---★★★---

"وہ اس کا نکاح یوں اچانک کیسے کر سکتے ہیں!۔" غصے سے میز پر ہاتھ مارتے ہوئے وہ کرسی پر بیٹھی۔ "نجانے کون ہے وہ لڑکا ہے اور مجھے کیوں نہیں خبر ہونے دی۔" سامنے رکھی فائلز جس پر وہ ایک گھنٹے سے کام کرنے کی کوشش کر رہی تھی ایسے ہی کھلی پڑی تھیں۔ اسے خیال آیا اگر ساری رات وہ یہی باتیں سوچتی رہی تو فائلز پر کام نہیں کر سکے گی۔

"یہ بھی زبردستی کروایا ہو گا ابانے!! یقین ہے مجھے۔۔ اور میری بہن! اُفف!! اتنی کم عقل اور بے وقوفی کیسے ہو سکتی ہو۔۔" سامنے رکھا آئس کریم کا پیالہ اٹھا کر اس نے چمچ بھر کر منہ میں ڈالا۔ وہ سوچنے لگی کہ پارٹی والے دن کے لیے معذرت کر کے وہ غنایہ کی خبر لینے چلی جائے گی مگر دوسرے ہی پل اس نے منہ لٹکا لیا۔

"پارٹی والا دن تو بہت دور ہو جائے گا۔ مجھے اگلے ہفتے ہی کسی دن جانا ہو گا۔" بھنویں چڑھی ہوئی تھیں۔ وہ اپنے بالوں کو جوڑے میں قید کرتی ہوئی خود کو کام کی جانب متوجہ کرنے لگی۔

---★★★---

وہ وعدے کے مطابق اتوار کے روز اماں کے گھر آیا تھا۔ہاتھوں میں ڈھیروں شاپنگ کے تھیلے تھے جو اس نے روما کے آگے رکھے تھے۔وہ خود کو کہانی کی کتابوں مصروف رکھنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔

"تمہارے لیے لایا ہوں۔"بوٹس اتار کر وہ بستر پر گرنے کے انداز میں بیٹھا۔

"اس میں کیا ہے؟۔"اس کی نگاہیں نا چاہتے ہوئے بھی شاپرز کی جانب اٹھیں۔

"خود دیکھ لو۔۔"لبوں پر ہلکی شریر مسکراہٹ تھی۔وہ جانتا تھا روما سے رہا نہیں جائے گا۔

"مگر مجھے کچھ نہیں چاہیئے۔"اس نے نگاہیں پھیر لیں۔

"میں جانتا ہوں تمہیں دوسری لڑکیوں کی طرح کپڑوں اور جیولری وغیرہ میں دلچسپی نہیں۔۔اس لیے خود سوچ لو کہ اس کے اندر کیا ہوگا اور تمہیں چاہیئے یا نہیں۔۔"میرویس روما کے دماغ سے کھیلنے والا بندہ تھا۔روما کی نظریں پھر بھٹکنے لگیں۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کھانے پینے کی چیزیں ہیں؟۔"ترچھی نگاہوں سے پوچھا گیا۔

"ہاں شاید۔۔چاکلیٹس اور بہت کچھ۔۔"ایک آئبرو آچکا کر اس نے تھیلا اس کی جانب کیا۔روما لب بھینچ کر اسے کھولنے لگی۔۔گویا لوڈو میں میر کا نمبر اچھا آیا اور گوٹی گر گئی!روما کو منانا کبھی اتنا مشکل نہیں ہوا۔اس کے لبوں پر مسکراہٹ چمکی تھی جب اس نے اندر ڈھیر ساری کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھا۔

"یہ تم میرے لیے لائے ہو؟۔"آنکھوں میں ڈھیروں خوشی تھی۔

"ہاں اور اب چلو بھائی سے زیادہ ناراض نہ رہو!۔"اس کو بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا اور اب وہ کھنچتی چلی آئی تھی۔اس کا سر اپنے کندھے پر ٹکا وہ اب اس کے بال سہلا رہا تھا۔

"تم بلکل اچھے نہیں میرو!۔"چہرہ دکھی ہو گیا۔"میں نے تمہیں بہت یاد کیا تھا۔ "

"اب آگیاہوں۔ مجھ سے یوں ناراض مت ہوا کرو۔ میرا وقت نہیں گزرتا۔"اس نے گہری سانس ہوا میں چھوڑی۔

"تمہیں ہر ویک اینڈ پر مجھ سے ملنے آنا چاہیئے۔ میرا بس چلے تو میں تم سے روز ملوں مگر اماں کہتی تمہاری جاب بہت مشکل ہے۔۔ پورا ہفتہ گھر میں اکیلی رہتی ہوں۔ نہ کوئی دوست نہ کوئی مصروفیت۔"میر اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ کتنی سنجیدگی سے سوچتی ہے۔

"تم صحیح کہہ رہی ہو۔"وہ اس کی بات سے اتفاق کرتا ہوا محبت سے بولا۔"چلو اب یہ سب چیزیں سنبھال کر رکھو ورنہ اماں نے دیکھ لیا تو بہت ڈانٹ پڑے گی۔"سر پر چپت لگا کر کہتا وہ اس کے ساتھ سامان سمیٹنے لگا۔

---★★★---

ان پانچ دنوں میں ایک بار بھی وہ غنایہ سے ملنے نہ جا سکا۔ وہ فالحال اس کے بارے میں کچھ سوچ نہیں رہا تھا اور کچھ مصروفیت بھی تھی۔ منگل کے روز منصوبے کے مطابق میر اور ساویز نے آفس سے چھٹی کی تھی۔ اس بار ساویز اسے ریسٹورینٹ نہیں بلکہ ہوٹل لایا تھا کیونکہ اگر میر وہاں اس پر چیختا تو شاید ریسٹورینٹ کی انتظامیہ دونوں کو باہر کر دیتی۔

"کیا بتانا تھا تمہیں؟ میں نے یہ پانچ دن اسی تجسس میں گزار دیے کہ نجانے کیا بات ہو گی۔"چائے کا کپ لبوں سے لگاتے ہوئے وہ قدرے تجسس سے بولا۔ ساویز نے بے سکونی سے سانس بھری۔

"تم غصہ نہیں کرو گے۔"آنکھوں ہی آنکھوں سے سمجھاتے ہوئے کہا گیا۔ میر نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے کپ میز پر رکھا۔ یہ ایک کھلا اقہ تھا جہاں نہ ہونے کے برابر لوگ تھے۔ دو تین میز پر کچھ دور لوگ بیٹھے۔ ماحول میں ٹھنڈی فضا کا دخل تھا۔

"میر کی خاصیت ہی یہی ہے کہ اس کو غصہ نہیں آتا۔" ایک انداز سے کہتے ہوئے اس نے اپنا کالر پکڑا۔

"میں نے نکاح کر لیا ہے۔" بنا ٹھہرے وہ جلدی سے بولا۔ اگلے ہی پل ماحول میں خاموشی چھا گئی۔ ساویز اس کے بنا تاثر چہرے کو دیکھنے لگا۔ یقیناً اب جو ہونے والا تھا وہ ٹھیک نہیں تھا۔ اگلے ہی پل اس کا فلک شگاف قہقہہ گونجا۔

"ہاہاہا۔۔ میرے چہرے پر بے وقوف لکھا ہے؟۔" ہاتھ میز پر مارا تھا۔ ساویز کا دل چاہا اس کو کچھ دور کھائی میں پھینک آئے۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ یاد نہیں وہ لڑکی جس کا میں نے تمہیں بتایا تھا؟ اور وہ ابرار صاحب؟ جن کی بیٹی کو باصم نامی لڑکا تنگ کرتا تھا؟۔" چائے کا کپ لبوں سے لگا کر بتاتے ہوئے وہ میر کو قدرے سنجیدہ لگا۔

"ہاں تو؟۔" خطرے کی بو محسوس ہوئی۔

"اس لڑکی سے نکاح کر لیا ہے۔ غنایہ نام ہے اس کا۔۔" وہ بتا کر خاموش ہوا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یہ مذاق ہے۔۔۔ ہے نا؟۔" وہ اب بھی یقین نہیں کر پا رہا تھا۔

"میں اس طریقے کا مذاق کیوں کروں گا یار!۔" ساویز نے بھی کندھے اچکائے۔ "اس لڑکی کا نام غنایہ ہے۔ انہیں اپنی بیٹی کے لیے کسی سہارے کی ضرورت تھی۔۔ اور مجھے کسی سے شادی کی۔۔ چلو کم از کم اس شادی کا مجھے بھی کچھ فائدہ ہے۔ وجاہت جب جان جائے گا تو شاید اس کا زور کچھ کم ہو جائے۔" ماتھے پر ہلکے ہلکے بل نمودار ہوئے۔ اس کے برعکس میر ویس کا چہرہ غصے کی شدت سے لال بھبوکا ہو چکا تھا۔

"تو نے نکاح کر لیا؟ مجھے بتائے بغیر؟؟۔" وہ اٹھ کر اس کی جانب بڑھتا کہ ساویز پہلے ہی کھڑا ہو گیا۔

"میں نے کہا تھا نا تم غصہ نہیں کرو گے۔" قدم پیچھے کی جانب اٹھ رہے تھے۔ انگلی سے یاد دلاتے ہوئے وہ پہلی بار گھبرایا تھا۔

"غصہ اور میر ؟؟۔" اس نے دانت پیس کر اپنے آستینیں چڑھائیں۔ "میں کب کر رہا ہوں غصہ۔۔" سرخ چہرہ اس کی جانب تھا۔۔ خونخوار آنکھیں اس پر ٹکاتے ہوئے وہ آہستگی سے اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"دیکھ میر! یہاں کچھ فاصلے پر کھائی ہے اور اگر تم مجھے مارنے والے ہو تو یہ کام بعد میں انجام دینا۔ میں کسی طور کھائی میں نہیں گرنا چاہتا میرے ساتھ اب میری بیوی کا ساتھ ہے۔" اسے سمجھانا ہمیشہ کی طرح بیکار گیا۔ اب منظر کچھ مختلف تھا۔ ساویز تیزی سے بھاگ رہا تھا اور میر ویس اس کے پیچھے دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔۔

"میں تجھے چھوڑوں گا نہیں۔۔" میر ویس نے دانت کچکچائے۔

"میں تمہیں بتانا چاہتا تھا مگر یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا کہ بتا نہ سکا۔" وہ بھاگتے ہوئے کھائی کی جانب آ کر رکا تھا۔ میر نے وہاں پہنچ کر اس اس کے سینے پر زور سے مکا مارا۔ ساویز کراہتے ہوئے کچھ دور ہٹ گیا۔ اس کا کالر میر ویس کے ہاتھ میں تھا۔

"مجھے تجھ سے ذرا بھی یہ امید نہیں تھی ساویز!۔" جھٹک کر خود سے دور کیا۔

"میں مانتا ہوں میری غلطی ہے۔ "

"ہم کتنے سالوں سے دوست ہیں۔ درمیان میں کوئی راز نہیں جو ایک دوسرے چھپایا ہو۔ مگر یہ تم کیسے کر سکتے ہو!۔" اس کا غصہ اب ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ اس کے بدلے بھڑاس تھی جو اب نکل رہی تھی۔ ساویز کو اختلاج ہوا۔ لب بھینچ کر اس کا خفا خفا سا لہجہ محسوس کرتے ہوئے وہ خود کو کوس رہا تھا۔

---★★★---

"تم یوں نکاح کیسے کر سکتی ہو!۔" وہ غصے سے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔

"تم سمجھتی کیوں نہیں کہ یہی ایک راستہ تھا۔۔ اور اب میں مطمئن ہوں۔" بستر پر بیٹھی غنایہ اپنی جیولری دیکھ رہی تھی۔

"باصم جیسے لڑکوں سے لڑا جاتا ہے غنایہ نہ کہ ان کے ڈر سے کنارہ ڈھونڈا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے جو میں گھر سے چلی گئی! ساری زندگی خود بھی لوگوں سے خوف کھاتے رہے اور چاہتے ہیں کہ ان کی اولادیں بھی ایسی ڈری سہمی، کم ہمت رہیں۔ میں اس بات کے ذرا حق میں نہیں۔ تم مجھے ایک بار بتاتی تو میں اس خبیث آدمی کو دو تھپڑ لگا کر آتی۔ آئندہ سے کبھی وہ یوں نہ کرتا۔" مٹھیاں بھینچی ہوئی تھیں۔ غنایہ نے اسے دیکھا۔

"ٹھیک ہے مگر تم کہاں تھیں عشنا؟ جب مجھے تمہاری ضرورت تھی تم کہاں تھی؟ اپنی زندگی میں مگن؟ تمہارے پاس میرے لیے ذرا وقت نہیں ہوتا۔ اتوار کے اتوار بھی بمشکل ملنے آتی ہو اور تم چاہتی ہو میں تمہیں بتاؤں؟ پچھلے کئی مہینوں سے وہ میرے پیچھے ہے۔ میرا ذہنی سکون برباد ہو گیا تھا اور مجھے لگتا تھا کہ جلدی پاگل ہو جاؤں گی۔ اس نے دن رات ہمیں اذیت دی مگر تم کہاں تھی؟ ایک الگ گھر ہے تمہارا ایک الگ دنیا ہے تمہاری! اگر تمہیں ذرا فکر ہوتی تو مجھ سے ملنے بار بار آتی۔۔۔ پھر شاید میں تمہیں بتا دیتی کہ میرے ساتھ کیا ہوتا آیا ہے۔ بابا کا کیا فیصلہ بلکل ٹھیک تھا اور اب مجھے اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنی۔" اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔ پہلی بار یوں بہن سے سختی برتنے کے بعد وہ کچھ پر سکون تھی۔ عشنا کے لب سلے گئے۔ اس نے غنایہ کو دیکھا۔۔ اس کے لیے کہنا کتنا آسان تھا لیکن اگر وہ سمجھ لے کہ عشنا کی زندگی اتنی آسان نہیں تو شاید وہ آئندہ یہ نہ کہے۔۔ لمبی خاموشی پھیل گئی۔ وہ کافی دیر تک کچھ نہ

بولی بس ٹکٹکی باندھے کھڑکی کو دیکھتی رہی۔اس کی باتیں عشنا کو ذہنی طور پر مفلوج کر گئیں حالانکہ وہ ہمیشہ غصے کی تیز رہی ہے۔ہاں واقعی اس کے پاس اپنی بہن کے لیے وقت نہیں تھا۔۔

"کیا نام ہے اس کا؟۔"اس بار آواز کچھ مدھم دی۔

"ساویز۔۔"غنایہ کو یوں اسے اتنا کچھ کہنا برا لگا۔

"اسے دیکھا تو ہو گا؟۔ "

"نہیں۔ "

عشنا کی آنکھیں پھٹیں۔۔یعنی ابا نے لڑکے کو اسے دکھانا بھی پسند نہیں کیا۔

"کرتا کیا ہے اور اتنی اچانک شادی پر وہ کیسے آمادہ ہو گیا؟۔ "

"بزنس مین ہے۔۔اور رشتہ ابا نے نہیں۔۔اس نے دیا تھا۔"اس نے عشنا کے علم میں اضافہ کیا۔

"اوہ۔۔"وہ اب ماجرا سمجھی تھی۔

"کافی دن ہو گئے ہیں نکاح کو پھر وہ کیوں نہیں ملنے آیا؟ کیا اسے تم سے ملنے کی چاہ نہیں؟۔"اس کا یہ سوال غنایہ کو کشمکش میں ڈال گیا۔خاموشی کے سوا کوئی اور جواب ہی نہ ملا۔عشنا کے لیے اس کی خاموشی ہی سب کچھ تھی۔وہ محض دانت پیس کر رہ گئی۔وہ ابھی کچھ کہتی کہ نیچے سے چیخنے کی آواز آئی۔غنایہ کی رنگت فق ہوئی۔چیخنے کی آواز باصم کی تھی۔عشنا نے صاف اس کی رنگت سفید ہوتے دیکھی۔یہ وہی شخص تھا جس کی وجہ سے اس کا باپ غنایہ کا نکاح کروانے پر مجبور ہو گیا تھا۔وہ اپنا بیگ وہیں چھوڑ کر نیچے کی جانب بڑھی۔

"تم مت جاؤ خدارا۔" کہیں عشنا کوئی مصیبت نہ کھڑی کر دے۔

"تم اوپر ہی رہو غنایہ! اگر تماشہ دیکھنے کا دل چاہے تو سیڑھیوں پر کھڑے ہو جانا۔" وہ تیزی سے وہاں سے نکلتی نیچے پہنچی۔

"کہاں ہے وہ؟؟ کہا تھا نا ایک ہی محلے میں رہ کر باتیں چھپا نہیں کرتیں! کیسے نکاح پڑھا دیا؟؟۔" تائی اماں اپنی عادت سے مجبور چیخ رہی تھیں۔

"چاچا تجھے کہا بھی تھا نا کہ ایسی کوئی حرکت نہ کرنا۔" اس کے ہاتھ ابرار کے کالر تک پہنچ رہے تھے۔

"جائیداد سے تو تم لوگ ویسے ہی ہاتھ دھو بیٹھے ہو! اپنی لڑکی کا نکاح کروا دیا ہمیں بے وقوفی بنا رہے تھے؟۔" ان کی چیخ سے کمرہ گونج رہا تھا۔

"کیا ہوا اگر نکاح ہو گیا ہے؟ لے کر تو اب بھی جاؤں گا اور ساتھ رکھوں گا۔۔جب تم وہ کمینہ شخص اس کو خود بدچلن سمجھ کر طلاق نہیں دے دیتا۔"

عفت کی آواز حلق میں پھنسی ہوئی تھی اور ابرار اس کا ہاتھ اپنے گریبان سے دور کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ عشنا آخری زینے پر کھڑی اس کی بیہودہ بات پر سرخ ہوتی تیزی سے باصم کی طرف بڑھی۔ تائی اماں نے جب اسے دیکھا تب تک وہ باصم کے رخسار پر اپنے ہاتھ کا نشاں چھوڑ چکی تھی۔ تھپڑ کی آواز سے کمرا گونج اٹھا۔

"میری بات اب غور سے سنو!۔" دونوں ہاتھ مضبوطی سے اس کے گریبان پر تھے۔ "میری بہن تمہاری جاگیر نہیں جس پر تم اپنا حق سمجھو! ابھی ایک تھپڑ مارا ہے اگر یہ بات دوبارہ کی تو دو ماروں گی۔" وہ چیخ رہی تھی جبکہ باصم ششدر کھڑا تھا۔ "عمر میں تو غنایہ کے برابر ہو مگر عقل میں ہمیشہ صفر ہی رہے ہو۔" وہ اپنی بڑے ہونے کا پورا ثبوت دے رہی

تھی۔ "یہ ہاتھ جو میرے باپ کے گریبان تک گئے ہیں اگر دوبارہ گئے تو جو حال میں کروں گی اس کے ذمہ دار تم خود ہو گے کیونکہ تم میرے گھر والوں کو توڈرا سکتے ہو مگر مجھے نہیں۔۔ آوارہ بدکردار آدمی!۔" ایک تھپڑ اور مار کر اس نے باصم کو پیچھے کیا تھا۔ غنایہ نجانے کب سیڑھیوں پر آکھڑی ہوئی۔ ابرار نے اس بار عشنا کو روکا نہیں تھا۔

"میرے لڑکے کو تونے۔۔۔" تائی اماں بھپڑ کر جملہ مکمل کرتیں کہ عشنا نے ان کی زبان روکی۔

"خاموش ہو جائیں محترمہ! آپ اپنے اس دو نمبر بیٹے پر اگر تھوڑی توجہ دے دیتیں تو وہ آج بے غیرت اور بدمعاش نہ نکلتا۔ میں آپ کی صرف اس لیے عزت کرتی ہوں کیونکہ آپ رشتے میں تائی اماں کا مقام رکھتی ہیں حالانکہ آپ کو دیکھ کر محسوس نہیں ہوتا کہ اتنی عزت کی ضرورت ہے آپ کو۔۔" کٹیلے لہجے میں کہتی وہ تائی اماں کا منہ بند کروا گئی۔

"عشنا بیٹا۔" ان کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"کیا ابا؟ یہ لوگ یہی کچھ ڈیزرو کرتے ہیں۔ بدمعاش اور بے حیا لوگ۔۔" اس کا چہرہ اب بھی سرخ تھا۔

غنایہ نے باصم کو ششدر دیوار سے لگ کھڑے دیکھا۔

"بڑی زبان چل رہی ہے تیری!۔" تائی اماں کی زبان پکڑنا بڑا مشکل کام تھا۔۔ مگر عشنا بھی کم نہیں تھی۔

"ابھی صرف چل رہی ہے مگر یہ زبان دوسروں کی زبان کاٹ سکتی ہے۔ اس لیے ذرا ہوشیار رہیے کیونکہ چالاک تو آپ ہیں ہی۔۔ اور باصم تم!۔" اس نے باصم کو انگلی دکھائی۔ "آج گھر پر مارا ہے کل محلے کے سامنے ماروں گی۔ آج عزت گھر میں خراب ہوئی کل محلے والوں کے سامنے خراب ہو گی تو سب سے باری باری مار کھاؤ گے۔ میرے گھر والوں سے آنکھیں دور اور بہن کا تو اب سوال پیدا نہیں ہوتا۔ وہ اب اپنے شوہر کی ہے۔" آخری جملہ اس نے دل جلانے کے لیے کہا تھا۔ باصم کا چہرہ سرخ ہوا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ابھی جارہاہوں مگر تم جانتی نہیں ہو کہ میں کروں گا کیا۔۔سب بھگتوگے !میرا انتظار کرنا۔" غصے میں کہتے ہوئے وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔

"اب آپ جائیں گی یا پہلے اپنے بیٹے کے طرح دو باتیں کہیں گی ؟۔"اس نے تائی اماں کو گھورا۔

"میرا بیٹا ہی بتائے گا کہ وہ اتنا کمزور نہیں۔۔" دانت پیس کر کہتی ہوئیں وہ بھی پیچھے ہی نکل گئیں۔

---★★★---

"یوں اچانک سب کچھ کرنا میری مجبوری تھی۔ نکاح سے ایک دن پہلے ابرار صاحب کی نکاح کے لیے کال آئی تھی۔ اس نے تو مجھے دیکھا بھی نہیں ہے۔ "

"اور تونے ؟۔"بھنویں اب بھی چڑھی ہوئی تھیں مگر لہجے میں اب تھوڑا ٹھہراؤ تھا۔

"میں نے بھی بس اسے دور سے ہی دیکھا ہے۔ ہمارے درمیان اب تک کوئی بات نہیں ہوئی کیونکہ تو جانتا ہے ناکہ میں نے نکاح کیوں کیا ہے؟ آفس اور گھر کے کام مجھے اس سے ملاقات کرنے کا موقع نہیں دے رہے ہیں۔"

"ابرار صاحب کی یہ لڑکی اکیلی اولاد ہے ؟۔"اس نے سرسری پوچھا۔

"نہیں۔۔غنایہ کی ایک بڑی بہن بھی ہے۔ عشنا نام ہے۔۔میں نے اسے دیکھا نہیں ہے۔ انکل نے بتایا کہ وہ ابھی نکاح میں شامل نہیں ہوسکے گی۔"وہ میز کے ساتھ دوسری کرسی پر پاؤں ٹکایا ہوا تھا۔

"شادی شدہ ہے ؟۔"ایک عجیب سا سوال۔۔

"نہیں۔"اس سوال پر ساویز نے اس کے تاثرات نوٹ کیے۔

"اوہ۔۔"لبوں پر شریر سی مسکراہٹ پھیل گئی جبکہ ساویز نے اپنی مسکراہٹ قابو کی۔

"تو کنوارے ہی رہے گا فکر مت کر۔۔۔ آدھی زندگی خود نے 'شادی نہیں کروں گا' کہ ٹیگ کے ساتھ گزار دی اور بقیہ زندگی 'کوئی شادی نہیں کر رہا' کہ ساتھ گزر جائے گی۔"ساویز کا قہقہہ گونجا۔

"تیرے ہینڈسم بھائی کو کوئی کمی نہیں۔۔"اپنی آستین کے کف فولڈ کرتا ہوا وہ گھمبیر لہجے میں بولا۔"جب اپنے مطلب کا ہمسفر ملے گا تو وقت خود ٹھہر جائے گا۔"جھک کر ٹشو سے اب وہ بوٹس رگڑ رہا تھا جو ساویز کے پیچھے دوڑتے ہوئے خراب ہو گئے تھے۔

"فالحال تو میں جلد اس سے ملاقات کا سوچ رہا ہوں۔ نکاح تو کر لیا ہے اور اب رخصتی کے بارے میں بھی سوچنا ہے۔" انہیں یہاں بیٹھے ہوئے اب شام ہو چکی تھی۔

"میں کہنا تو نہیں چاہتا مگر تم نے ایک اچھا کام کیا ہے۔۔اور مجھے اس بارے میں نہ بتا کر سب سے گھٹیا کام کیا ہے۔"وہ اس بات کو اب بھی نہیں بھولا تھا۔

"چلو اس بہانے ایک شام ہم ساتھ گزار رہے ہیں۔"اس کے چہرے پر دل جیت لینے والی مسکراہٹ تھی۔ میرویس اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔

---★★★---

"اس لیے کی تھی شادی کہ وہ ان کی بیٹی کو باصم سے محفوظ رکھے گا۔ پھر کہاں ہے 'ان' کا داماد؟۔"وہ اب اس پر غصہ نکال رہی تھی۔ غنایہ خاموش کونے پر بیٹھی اس کی باتیں سننے لگی۔ عشنا غصہ میں ٹہلتے ہوئے اس کے قریب آئی۔

"اس کا نمبر تمہارے پاس موجود ہے؟۔ "

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"نہیں۔۔ ابا کے پاس ہو گا۔" اس کی تو پہلے ہی آواز کہیں کھو چکی تھی اس لیے عشنا کی بات ماننا ہی مناسب سمجھا۔

"ایسی کوئی حرکت نہیں کرنا عشنا۔۔" وہ گھٹی گھٹی آواز میں بولی۔

"تم فکر مت کرو نہیں ڈانٹوں گی تمہارے شوہر کو۔۔" ابا کا موبائل اٹھا کر ساویز کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔ ساتھ ہی ساتھ وہ نمبر اپنے موبائل پر بھی بھیج دیا گیا۔ بیل جا رہی تھی۔ غنایہ لب بھینچ کر اسے دیکھنے لگی۔۔

"ہیلو؟۔" کال اٹھا لی گئی۔ ساویز کے بولنے سے قبل وہ خود بول پڑی۔

"جی؟۔" گھمبیر آواز ابھری۔ وہ شاید آواز نہ پہچان سکا تھا۔

"مسٹر ساویز بات کر رہے ہیں؟۔ "

"جی میں ہی ساویز ہوں۔" لہجہ الجھا ہوا تھا جیسے وہ کچھ سمجھ نہ پا رہا ہو۔

"میں غنایہ کی بہن بات کر رہی ہوں۔۔ عشنا۔۔ آپ سے ملنا چاہتی ہوں ابھی۔۔ کیا آپ فری ہیں؟۔" اس کا لہجہ ساویز کو چونکا گیا۔ عشنا جس مضبوطی سے بات کر رہی تھی، وہ سمجھ نہ سکا۔

"ہاں ضرور۔۔ کیا کوئی ایمرجنسی ہے؟۔"

"نہیں بس میں ایک ملاقات کرنا چاہتی ہوں۔"

"اوہ ٹھیک ہے میں سمجھ گیا۔ کہاں ملنا ہو گا؟۔ "

"جہاں آپ کہیں۔۔ اپنا نمبر میں آپ کو سینڈ کر رہی ہوں۔ اس پر ایڈرس بھیج دیں۔" کہتے ساتھ ہی کال ہی رکھ دی۔ نمبر بھیج کر اب وہ اپنا بیگ اٹھا رہی تھی۔

"تم اس سے کیوں مل رہی ہو؟۔" غنایہ عجیب سی بے چینی میں بولی۔

"تمہیں خود اندازہ ہو جائے گا۔ میں ملاقات کے بعد گھر چلی جاؤں گی۔ میرا انتظار مت کرنا۔" موبائل پر بپ ہوئی تھی جس کا مطلب تھا کہ ملاقات کا پتہ بھیج دیا گیا ہے۔ ایک نظر اپنے آپ کو آئینے میں دیکھتے ہوئے وہ باہر نکل گئی۔

---★★★---

"تم بس ایک عنایت کرنا۔۔ زبان کو تالا اور لبوں کو سی لینا۔ باقی سب خود ٹھیک ہو جائے گا۔" میر کے سوال پر وہ محض یہی کہہ سکا۔۔ عشنا کی کال کو آدھا گھنٹہ بیت گیا تھا اور اب وہ اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"لو!! میں تو مدد کرنے کی آفر کر رہا تھا۔ ویسے یہ جواب بہت بے تکا ہے۔ میر ویس چوہدری بولتا ہی کہاں ہے؟۔" پتھر کھائی میں پھینکتے ہوئے بے نیازی سے کہا گیا۔ ساویز نے اسے ایک آئبرو اچکا کر دیکھا۔۔ بیچارہ ہر بار بھول جایا کرتا تھا کہ سب سے زیادہ اور سب سے بڑھ کر وہی تو بولتا ہے۔ ہوٹل کی جانب دونوں کی پشت تھی۔ ساویز سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا جبکہ میر ویس مٹھی میں بند چھوٹے کنکروں کو کھائی میں پھینک رہا تھا۔

"اگر ہم گر گئے تو بچنے کی کوئی امید بن سکتی ہے؟۔" ایسے ٹیڑھے سوالات میر ویس ہی کر سکتا تھا۔

"اتنا اوپر سے گرنے کے بعد چوٹ نہیں آئے گی۔ ان شاء اللہ سیدھا جنت میں جائیں گے۔" وہ بھی وقت گزاری کے لیے میر کے سوال کا جواب دینے لگا۔

"اگر کھائی سے۔۔۔" وہ ابھی مزید کچھ کہتا کہ جب وہ اور ساویز لڑکی کی آواز پر مڑے۔

"کیا آپ میں سے کوئی مسٹر ساویز ہے؟۔ عشنا کی اس بات پر وہ دونوں ساتھ ہی اسے مڑ کر دیکھنے لگے۔ میر یکدم ہی ششدر رہوا۔ عشنا نے نگاہ اٹھا کر میر کو دیکھا اور آنکھیں پھیلائیں۔

"تم؟؟؟؟۔" حیرت سے چیخ نکلی۔ وہ لڑکی میر کو ماضی یاد دلا گئی تھی۔۔وہ پھٹی آنکھوں سے اس کا ہونقوں کی طرح دیکھ رہا تھا۔

---★★★---

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟؟؟۔" میر برابر چیخا۔ اسے وہ لڑکی بہت کچھ یاد کرا گئی۔ "تو اس عشنا کی بات کر رہا تھا؟؟۔" اس نے ساویز کو گھورا۔

"کیا تم لوگ ایک دوسرے کو جانتے ہو؟۔" اس کے سوال پر دونوں نے ایک دوسرے کو برا سامنہ بنا کر دیکھا۔

"تمہیں یاد ہو گا یہ وہ ہی لڑکی ہے جو یونیورسٹی میں میری جونئیر تھی؟ پاگل تھا اس وقت جو اس عجیب لڑکی سے محبت کر بیٹھا تھا۔ شکر ہے وقت گزرا اور مجھے اپنی بے وقوفی کا احساس ہو گیا۔" اس کی خونخوار نگاہیں عشنا کو گھور رہی تھیں۔ "تو نے اس کی بہن سے شادی کر کے بہت بڑی غلطی کر ڈالی میرے یار!۔" جنگ چھڑ چکی تھی۔ عشنا نے اسے دانت پیس کر دیکھا۔ دوسری طرف ساویز سب سمجھ چکا تھا کہ وہ کون ہے۔۔

"ہاں وہی عجیب لڑکی جس کو اپنانے کے لیے تم پاگل ہوئے جا رہے تھے اور تو اور اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے لیے میرے ساتھ کیا کیا تھا بھول گئے؟۔" دانت پیس کر وہ اس کو ماضی یاد دلانے لگی۔۔

"کیا کیا تھا سے مطلب؟۔" ساویز نے چونک کر میر کو دیکھتے ہوئے عشنا سے پوچھا۔ میر کی آنکھیں پھٹیں اور گلا خشک ہونے لگا۔ اس نے عشنا کو آنکھیں دکھانی چاہیں کہ وہ اسے کچھ نہ بتائے۔

'اوہ!اس کا مطلب تھا کہ یہ بات ساویز کے علم میں نہیں تھی۔'وہ دل ہی دل میں مسکرائی۔یہی تو وقت تھا سارا بدلہ لینے کا۔۔میر کو اس کے تاثرات راز افشاں کرنے والے لگے تو ہاتھ اشارے اور آنکھوں کے تاثرات سے ہی اسے دھمکانے لگا کہ اگر اس نے ایسا کچھ کیا تو بہت برا ہو گا۔

"اس نے مجھے کڈنیپ کیا اور ایک کمرے میں تالا لگا کر بند کر دیا تھا۔اس کی ضد تھی کہ وہ یہ دروازہ تب ہی کھولے گا جب میں اس سے شادی کے لیے راضی ہو جاؤں گی۔"اس کی آنکھیں میر کو گھور رہی تھیں جبکہ میر ایک طرف شرمندہ ہوتا اور دوسری طرف عشنا کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔"مگر میں بھی عشنا ہوں۔۔اس کے سامنے قسم کھائی تھی کہ جب باہر آؤں گی تو پورے تین تھپڑ ماروں گی۔"آنکھیں میر کی جانب تھیں۔ساویز ششدر ہوتا ہوا بے یقینی سے میر ویس کو دیکھنے لگا جو اس سے آنکھیں پھیر رہا تھا۔

"تم خاموش رہ سکتی تھی؟۔"میر نے الفاظ پیس کر ادا کیے۔

"بلکل نہیں!آج ہی تو موقع ہاتھ آیا تھا۔"وہی دل جلانے مسکراہٹ۔۔۔

"میر؟۔"ساویز نے اسے ناقابلِ یقین لہجے میں دیکھا۔"تم نے کبھی ایسا بھی کیا تھا؟؟اور اس بارے میں مجھے کبھی نہیں بتایا حالانکہ ہم تو یونیورسٹی میں بھی ساتھ تھے۔"میر ویس کو بے جا شرمندگی محسوس ہوئی مگر وہ غصہ نہیں ہوا۔۔مسکرا دیا۔

"کہا تھا نا مت بتانا۔۔اب تم صرف پچھتاؤ گی!۔"گہری مسکراہٹ لبوں پر صاف قائم تھی۔

"اب تو لگتا ہے ہم بار بار ملنے والے ہیں۔میر اتو کافی ادھار بھی رہتا ہے۔۔سارا چکاؤں گی۔"وہ بھی اپنے نام کی تھی۔میر کی مسکراہٹ میں مزید اضافہ کر گئی۔

میر ویس شاطرانہ انداز سے مسکراتا ہوا اسے دیکھتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

"کیسی ہیں آپ؟۔" اس کے جانے بعد ساویز نے بات شروع کرنی چاہیئے۔

"تو آپ ہیں ساویز خانزادہ! میری بہن سے نکاح کیا ہے تو اسے نبھائیں بھی۔۔ جانتے بھی ہیں کہ اس پر کیا گزر رہی ہے؟ مگر نہیں شاید آپ کو اس بات کی پرواہ نہیں۔۔" اس کا لہجہ ساویز کے کان کھڑے کر گیا۔

"کیا ہوا ہے؟ غنایہ ٹھیک ہے؟۔" وہ اسے گھبراہٹ میں مبتلا ہی تو کر گئی۔ عشنا نے اس کے یوں اچانک فکر مند ہونے پر ایک آئبرو اچکا کر اوپر سے نیچے تک دیکھا۔

"آپ واقعی فکر مند ہیں؟۔ "

"وہ اب میری بیوی ہے۔۔۔" وہ بے جا شرمندہ ہوا۔

"یہی بات تو میں آپ کو یاد کروانے آئی ہوں کہ وہ آپ کی بیوی ہے اور جو اس کے ساتھ ہو رہا ہے وہ بلکل ٹھیک نہیں۔۔ وہ لڑکا گھر کے چکر لگا رہا ہے اور اس بار اس کے ارادے پہلے سے زیادہ خطرناک ہیں۔ میں علیحدہ رہتی ہوں اور میرے ماں باپ میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ اس کے آگے جم کر کھڑے ہو سکیں۔" اس نے مضبوط میں لہجے میں آرام سے بات کی تھی۔ ساویز کی بھنویں آپس میں ملیں۔۔

"کیا مطلب وہ گھر آیا تھا؟ مگر کیوں؟! غنایہ کیسی ہیں؟۔" ایک عجیب سی پریشانی دل میں جاگنے لگی۔ دل فکر مند ہو گیا۔ جو بھی تھا وہ اب اس کی بیوی تھی۔۔

"وہ بہت کم ہمت اور بھولی لڑکی ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان ہو جانے والی۔۔ اس کا خیال رکھیں کیونکہ وہ آپ سے نکاح کے بعد خود کو محفوظ سمجھنے لگی ہے۔ اس کا مان مت ٹوٹنے دیں۔" وہ رکی نہیں تھی۔۔ مسکراتے ساتھ پلٹ

گئی تھی۔اسے وہ اتنا برا نہیں لگا تھا جتنا وہ سمجھی تھی۔۔اتنا تو محسوس کر ہی لیا تھا کہ وہ غنایہ کی فکر کرتا ہے۔میر ویس جا چکا تھا اور اب ساویز سن کھڑا تھا۔شام کے سائے لمبے ہو رہے تھے۔عشنا کی باتوں نے اسے ذہنی طور پر مفلوج کر دیا۔۔قدم ٹھہر سے گئے اور اسے لگا جیسے اس سے بہت بڑی کوتاہی ہو گئی ہے۔

---★★★---

اس کے ہاتھ میں ایک بریسلیٹ تھا جسے وہ اپنی انگلی موڑ کر روشنی میں دیکھ رہا تھا۔

"کوئی نئی خبر؟۔"اس کا بھاری آواز گونجی۔

"نہیں باس۔۔"خرم اس کے پیچھے کھڑا تھا۔۔اس کا خاص بندہ۔۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔مجھے کچھ گڑبڑ محسوس ہو رہی ہے۔"سلور بریسلٹ پر گلابی رنگ کی موتیاں جڑی تھیں۔اس مہنگا اور خوبصورت بریسلیٹ کو دیکھتا ہوا وہ ایک طرف سے مسکرایا۔بائیں رخسار کا ڈمپل گہرا ہوا۔

"جانتے ہو اس بریسلیٹ کی قیمت کتنی ہے؟۔"لبوں کے ساتھ آنکھیں بھی مسکرا رہی تھی۔نگاہیں اس بریسلٹ سے ہٹنے پر آمادہ نہیں تھیں۔

"میں جانتا ہوں سر!اس دن ہم دونوں جیولری شاپ گئے تھے اور یہ بریسلٹ آپ کو ان کے لیے بہت پسند آیا تھا۔" خرم دور سے اس بریسلٹ کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

وجاہت نے لمبی گہری سانس اندر کھینچی۔۔۔

"میری کائنہ۔۔"دل سے دھیرے سے الفاظ نکلے۔"اسے یہ تحفہ بہت پسند تھا۔یاد ہے جب اس نے یہ بریسلٹ گھمایا تھاتو کتنا روئی تھی۔۔ نجانے کتنے سال ہوگئے اس بات کو۔۔"آخری جملہ کہتے ہوئے اس نے ہونٹ سکیڑے۔خرم نے لب بھینچ لیے۔میز پر رکھی تصویر پر نظر پڑی تو ہٹنا بھول گئی۔

"میں نے اسے بہت پیار سے رکھا تھا۔۔بے حد لاڈ سے۔۔ممی بابا کے ایکسیڈنٹ سے وفات کے بعد سب کچھ بدل گیا اور کائنہ۔۔کائنہ میرے لیے سب کچھ بن گئی۔سب سے بڑھ کر میرا آخری سہارا۔۔دس سال کی تھی جب ممی بابا کے حادثے کا سنا تھا۔۔اور پندرہ سال کے وجاہت کو یاد رہی تو کائنہ !۔"آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔خرم پیچھے کھڑا اس کی باتیں سن رہا تھا۔میز پر رکھی تصویر کو دیکھتے ہی اس نے آنکھیں چرائی تھیں۔

"اگر وہ مجھ سے میری جان بھی مانگتی تو شاید میں دے دیتا۔"وہ کہتے ہوئے لمحہ بھر کو ٹھہرا۔

"سارا سال گھر میں گارڈز ہوتے ہیں مگر اس کے قتل کے وقت کوئی گارڈ کیسے موجود نہیں تھا۔یہ گھتی میں سلجھا نہیں پا رہا۔"

"باس میں نے آپ کو بتایا تھا نا کہ کائنہ میم نے بہت رات ہونے کی وجہ سے سب کو بھیج دیا تھا۔"خرم تیزی سے بولا۔ وجاہت نے غصے سے میز پر ہاتھ مارا اور پھر خود ہی نڈھال ہو گیا۔

"میری بہن۔۔"تصویر میں مسکراتا چہرہ وجاہت کے آنسو نہ روک سکا۔دوسرے ہی پل وہ آنسو صاف کرتا وحشت زدہ چہرے سے خرم کو دیکھنے لگا۔۔

"ساویز کا پتا کرواؤ!میں یوں آرام سے نہیں بیٹھ سکتا۔"اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے وہ تیزی سے وہاں سے نکل نکلتا چلا گیا۔خرم نے ایک بار پھر لب بھینچ کر جاتے ہوئے وجاہت کو دیکھا اور جیب سے موبائل نکالنے لگا۔

---★★★---

"تمہیں مجھ سے شادی تو کرنی ہی ہو گی۔" کمرے کے دروازے کے باہر کھڑا وہ مسکراتے ہوئے بول رہا تھا۔

"تم سے شادی؟ کبھی نہیں!! میر ویس دروازہ کھولو ابھی فوراً۔" دروازے کے اس پار لڑکی بھپری بیٹھی تھی۔

"پیار سے کہو! میر ویس میں شادی کے لیے تیار ہوں۔" دروازے سے لگ کر کھڑا وہ آگے سے جواب آنے کا انتظار کر رہا تھا۔

"یہ بات میں کبھی غصے میں بھی نہ کہوں! ایک بار دروازہ کھلنے دو! قسم کھا کہتی ہوں کہ پورے تین تھپڑ ماروں گی۔" مسلسل دروازہ بجایا جا رہا تھا۔

"ہاہاہا ایسے تو نہیں کھلنے والا یہ دروازہ۔ محبت کی ہے تم سے اب مجھ سے شادی تو کرنی پڑے گی۔" اسے ذرا دکھ نہیں تھا۔ مسکراتے ہوئے اپنی منوانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"کیا محبت شرط ہے شادی کی؟ اففف!! بس کرو میر ویس۔۔ مجھے گھر بھی جانا ہے اور کل سر کو اسائمنٹ بھی سمبٹ کروانا ہے۔ ہاں میں ایک کام کر سکتی ہوں۔ تمہارے پروفیسر کا اسائمنٹ بنا دوں گی۔"

"تم نکاح نامہ پر دستخط کرنے کو تیار ہو جاؤ پھر اسائمنٹ میں تمہارا بنا دوں گا۔" اب بھلا وہ اپنی محبت ضائع ہوتے تو نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"تم دروازہ کھولو ابھی فورا!۔" وہی غصہ۔۔ میر چڑ کر رہ گیا۔

"شادی کے لیے راضی ہو؟۔" اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ اپنی گھمبیر آواز میں گویا ہوا۔

"بلکل نہیں۔۔"عشنا ترخ کر بولی۔

"پھر اندر ہی بند رہو۔۔میں جارہاہوں۔"جان کر ایسا کہتے ہوئے وہ دروازہ سے دور ہٹ کر کھڑا ہوا۔لبوں پر مسکراہٹ قائم تھی۔وہ جانتا تھا یہ ترکیب کام کر جائے گی۔

"نہیں نہیں میر ویس!مجھے چھوڑ کر مت جاؤ۔"وہ تیزی سے کہتی التجا کرنے لگی۔میر کے چہرے پر مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"تو جانِ جاناں یعنی آپ شادی کے لیے مان گئی ہیں؟۔"

جبکہ اندر بیٹھی عشنا حیرت سے دروازے کو تکتے ہوئے سوچنے لگی کہ اس نے ایسا کب کہا؟۔

"ہاں ٹھیک ہے میں۔۔میں تیار ہوں۔اب دروازہ کھولو مجھے گھر بھی جانا ہے۔"دماغ میں نجانے کیا چل رہا تھا۔میر کے دروازہ کھولتے ہی وہ تیزی سے باہر آئی تھی۔سب سے پہلی گہری گہری سانسیں بھر کر اس نے اپنی حالت بحال کی اور قسم کے مطابق پوری قوت سے ایک تھپڑ میر کے رخسار پر مارا تھا۔وہ بوکھلا کر رہ گیا۔

"قسم تو تین تھپڑوں کی تھی مگر مارا ابھی صرف ایک ہے۔باقی ادھار بعد میں پورا کروں گی۔"اسے گھور کر کہتی وہ اپنا بیگ کندھے پر ڈالتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ہاں تھپڑوں کا وہی ادھار تھا جس کا ذکر وہ آج بھی کر کے گئی تھی۔اس وقت تو میر نے اپنا غصہ اپنے کلاس میٹ سے لڑ لڑ کر اتار لیا تھا مگر آج جب وہ لڑکی آنکھوں کے سامنے آئی تو نادان یادیں تازہ کر واگئی۔بستر پر لیٹا حال کا میر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"کیا دن تھے وہ بھی۔۔۔"اب تو ماضی پر صرف ہنسی ہی آتی تھی۔۔جب وہ عشنا کے لیے دیوانہ پھرا کرتا تھا۔بستر پر لیٹے پرانے دنوں کو سوچتے ہوئے وہ بار بار ہنس رہا تھا۔اسے اچھی طرح یاد تھا کہ جب اس کے اور عشنا کے درمیان یہ

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR LIFE

تکرار ہوئی تھی اس وقت وہ پورے چوبیس سال کا تھا جبکہ عشنا اس سے ایک سال چھوٹی جونیئر تھی جس پر وہ دل ہار بیٹھا تھا۔ تقریباً روز اس کا انتظار کرنا اور صرف اس کے لیے ساویز، اور وجاہت کے ساتھ کیفیٹیریا میں بیٹھنا تاکہ کچھ دور میز پر وہ اسے اپنی دوستوں کے ساتھ بیٹھا دیکھ سکے۔۔ آج وہ ان باتوں کو سوچتا ہے تو ہنس پڑتا ہے۔ کتنا نادان ہوا کرتا تھا جو ایک لڑکی پر دل ہارنے کے بعد اس سے شادی کی خواہش کیا کرتا تھا۔ عشنا مان جاتی اگر اسے شادی سے لگاؤ ہوتا۔۔ مگر وہ شروع سے ہی کسی سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔ تنہا رہ کر خود جاب کرنا اس کی خواہش تھی۔

اس نے موبائل نکال کر تصویر کی گیلری کھولی اور اسکرالنگ کرنے لگا۔ پانچ سال پرانی یہ تصویر دیکھ کر آج وہ کھل کر مسکرایا تھا۔ پیلے رنگ کا جوڑا پہنے مسکراتی وہ لڑکی جس کی تصویر آج بھی موبائل میں محفوظ تھی۔ وہ سوچنے لگا پانچ سال پہلے کے مقابلے میں وہ آج بھی ویسی ہی ہے۔۔ وہی پر کشش رنگت اور معصوم چہرہ۔۔ مگر جب بل ماتھے پر نمودار ہوتے تو وہ کوئی خونخوار لڑکی محسوس ہوتی۔ بالآخر پانچ سال بعد ملاقات ہو ہی گئی۔۔

"اب ملے ہی ہیں تو یہ موقع کیوں گنوائیں۔۔" وہ مسکرادیا۔ اسے عشنا سے بدلہ لینا یاد تھا۔۔ ساویز کے سامنے وہ سب کہنا میر ویس کو ذرا نہ بھایا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"عنقریب وہ یوں راز افشاں کرنے پر پچھتانے والی تھی۔ میر نے ہنستے ہوئے موبائل بند کیا۔

"دوسری ملاقات کے لیے تیار رہو۔"

شیطانی مسکراہٹ بہت کچھ بتلا رہی تھی۔ دماغ میں تیار شدہ منصوبے پر عمل کرنا رہ گیا تھا۔ وہ اوندھا لیٹ کر آنکھیں موند گیا۔

---★★★---

"کل جب تم آفس سے ہاف ڈے کر کے چلی گئی تھی تو مینجر نے پارٹی کی تفصیلات بتائی تھیں۔" وہ دونوں بریک ٹائم میں کیفیٹیریا میں بیٹھے تھے۔ عشنا نے سموسے کا ٹکڑا منہ میں ڈالا۔ ساتھ چائے کا کپ رکھا تھا۔ اسے کافی سے کبھی زیادہ لگاؤ نہیں رہا ورنہ آفس کے آدھے سے زیادہ لوگ کافی کے شوقین تھے۔

"سمجھ نہیں آتا کیا ضرورت ہے اس پارٹی کی! باس بھی تو کمپنی کی پندرھویں سالگرہ منانے کے لیے پارٹی دے ہی رہے ہیں۔ یہ مینجر صرف اپنے عہدے کا فائدہ اٹھا رہا ہے۔" وہ اب تک اس بات کو بھولی نہیں تھی۔

"اُفف ہو بس کرو عشنا! خدا کی قسم میں تو بہت خوش ہوں۔ ایک مہینے میں دو دو پارٹیز۔۔" صوفیہ چہک کر بولی۔۔

"یعنی ایک بار پھر شاپنگ!! کہانی کا دوسرا رخ سمجھنے کی کوشش کرو۔۔" ماتھے پر ہاتھ مار کر وہ کوفت زدہ لہجے میں بولی۔ صوفیہ ہنس پڑی۔

"بات تو درست ہے۔ تمہیں تو ویسے بھی شاپنگ کرنی پڑے گی۔ اب جلد بہن کی رخصتی اور ولیمہ ہو گا۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہو۔۔ باس کو چاہیئے تھا کہ مہینے کے آغاز میں پارٹی رکھیں۔ تاکہ سیلری بھی ہاتھ میں ہو اور ہم شاپنگ کر سکیں۔۔ مجھے تو ابھی سے اکتاہٹ ہو رہی ہے کہ میں یہ سب کیسے سنبھالوں گی۔" اس نے کہتے ساتھ موبائل پر وقت دیکھا۔ "اوہ بریک ختم ہو گیا ہے۔ ہمیں چلنا چاہیئے اس سے پہلے وہ مینجر آ کر ہماری خبر لے۔۔" چائے کا کپ ٹرے میں رکھ کر وہ ہوٹل کے ملازم کو آواز دینے لگی۔

---★★★---

میں نے فیصلہ کیا ہے کہ غنایہ کی رخصتی کر دوں۔ مزید اپنی بیٹی کے لیے کوئی پریشانی نہیں پال سکتا۔" کھانس کر کہتے انہوں نے ساتھ رکھی میز سے پانی سے بھرا گلاس اٹھایا۔

"میں بھی اس بارے میں فکرمندی سے سوچ رہی تھی۔ ہمارے اور غنایہ کے حق میں رخصتی ہی بہتر ہے۔ مگر اتنی جلدی کیا ساویز مان جائے گا؟۔" انہیں ساویز کی جانب سے زیادہ پریشانی تھی۔۔

"آج ہی اس سے بات کروں گا۔ حل صرف نکاح نہیں تھا عفت۔۔ رخصتی معنی رکھتی ہے۔ جب وہ اس کے پاس ہو گی تو اسے احساس ہو گا۔" حلق میں پانی انڈیل کر انہوں کھانسی کو وقفہ دیا تھا۔ "اور دیکھو ذرا اپنی بیٹی کے کارنامے! کیا کہہ کر گیا تھا وہ لڑکا؟ اب وہ اپنی ضد پر آگیا ہے۔۔ ارادے خطرناک ہیں۔۔ "

"غنایہ اس کی شروع سے ضد تھی ابرار۔۔ اور اگر کل آپ کی بیٹی ہی اسے وہ تھپڑ نہ مارتی تو وہ غنایہ تک پہنچ جاتا۔" آج زندگی میں پہلی بار انہیں عشنا کا یوں کرنا برا نہیں لگا تھا۔۔ وہ بات کچھ مختلف تھی کہ باصم اب مزید خطرناک ارادوں سے پلٹے گا۔۔ ابرار سانس اندر کھینچ کر اپنے موبائل پر ساویز کو کال ملانے لگے۔

---★★★---

"تو پھر تم نے کیا سوچا ہے؟۔" میر ویس جمائی روکنے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔ ساویز ایک نظر خود کو بیک مرر میں دیکھتے ہوئے سامنے دیکھنے لگا۔

"تمہارا یا غنایہ کا؟۔" اس کا تیز لہجہ میر کو فون کے دوسری طرف چونکا گیا۔

"میرا کیوں؟۔ "

"تجھے تو میں بعد میں بتاؤں گا۔ وجہ تو جانتے ہی ہو۔" ذو معنی لہجے میں کہتے ہوئے اس نے گاڑی سیدھے طرف موڑی۔ میر اس کی بات سمجھتے ہوئے عشنا کو سوچتے ہوئے دانت پیسنے لگا جس کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے مجھے بعد میں بتانا۔ ابھی غنایہ کا بتادو!۔ "

"میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ آج آفس کے بعد اس سے ملنے جاؤں گا۔ ابرار صاحب سے رخصتی کی بات بھی کروں گا۔ بس اب اور نہیں۔۔ پہلے رخصتی خیال نہیں آیا اور اب میں اسے وہاں مزید ٹھہرنے نہیں دینا چاہتا۔ جو بھی ہے اب وہ میری بیوی ہے۔ کاش ایک دفعہ وہ لڑکا باصم ٹکرا جائے۔" باصم کا ذکر کرتے ہوئے اس کی پیشانی پر بل نمودار ہوئے تھے۔

"اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو یہی کرتا۔ جو بھی ہو جب ایک لڑکی بیوی بن جائے تو اس پر ویسے بھی کوئی بات برداشت ہوتی۔" میر کی باتوں میں دم تھا۔۔ ساویز نے مسکرا تارہ گیا۔

"تجھے بڑا اندازہ ہے کنوارے!۔" میر کو چھیڑنے کا موقع کم ہی نصیب ہوتا تھا کیونکہ آدھے سے زیادہ وقت میر یہ کام کیا کرتا تھا۔

"یہ کنوارہ میں اپنی مرضی سے ہوں۔ شادی کرنی ہوگی تو کر لوں گا۔" دانت پیس کر یاد دہانی کروائی تھی۔

"خیر تم ابھی شادی شدہ دو بچوں کے باپ ہوتے اگر پانچ سال پہلے اس دن عشنامان جاتی۔ مگر ہائے رے تمہاری قسمت! اس بات پر میں تمہاری بعد میں خبر لوں گا کیو۔۔" وہ ابھی مزید کہتا کہ موبائل پر ابرار صاحب کی کال آنے لگی۔ "میر میں بعد میں کرتا ہوں۔ ابرار صاحب کی کال آرہی ہے۔" کال کاٹ کر اس نے ابرار کی کال اٹھائی۔

"اسلام علیکم سر۔۔ "

"وعلیکم سلام بیٹا۔۔ یہ سر کیوں کہہ رہے ہو؟ نکاح ہو گیا ہے اور اب ماشاءاللہ سے تم میرے بیٹے ہو۔۔" ان کی آواز ابھری۔ ساویز جھینپ سا گیا۔

"میں معذرت چاہتا ہوں۔ مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے اور اس کے لیے میں گھر آنا چاہتا ہوں۔" آفس کے آگے گاڑی روک کر وہ گارڈ وہ اپنی طرف آتا دیکھ رہا تھا۔

"کیوں نہیں بیٹا یہ تمہارا ہی گھر ہے۔۔ بلا جھجک آؤ۔ مجھے بھی تم سے ایک اہم بات کرنی ہے۔ اگر تم شام میں آجاؤ تو اچھا رہے گا۔" ان کی آواز سے نڈھال پن کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ میں ان شاء اللہ آپ کے کہے کے مطابق شام میں آجاؤں گا۔" مخصوص بھاری آواز میں کہتے ہوئے اس نے بات ختم کر کے موبائل جیب میں رکھا اور کچھ سوچتے ہوئے گاڑی سے اترنے لگا۔

---★★★---

"مجھے ایک لڑکی کی معلومات چاہیئے۔ کیا یہ ممکن ہے؟۔" اس کے موبائل پر عشنا کی تصویر کھلی تھی۔۔

"ٹھیک ہے مینجر صاحب۔۔ مگر کیسی معلومات چاہیئے؟۔" حاشر کے لیے یہ کام کرنا اتنا مشکل نہیں تھا اس لیے حامی بھر لی۔

عشنا کا نمبر بھی میر کے پاس محفوظ تھا۔۔ سالوں پرانا یہ نمبر اسے شک میں مبتلا کر گیا تھا۔۔ کہ کہیں ان کچھ سالوں میں عشنا یہ نمبر تبدیل تو نہیں کر لیا مگر وہ میر تھا۔۔ میر ویس! جس کے پاس ہر مسلے کا حل موجود ہوتا تھا۔ کسی نہ کسی طرح ساویز کا موبائل قابو میں کر کے وہ عشنا کا نمبر اپنے موبائل پر موجود نمبر سے میچ کر چکا تھا۔

"زیادہ کچھ نہیں بس مجھے اس کے گھر پتا کروانا ہے۔" وہ اس بات سے بھی اچھی طرح واقف تھا کہ وہ اپنے گھر نہیں رہتی۔

"ممکن ہے۔۔میں رات تک کر کوشش کر کے بتادوں گا۔" ایک نظر عشنا کی تصویر دیکھ کر اس نے وہ نمبر رکھ لیا۔میر کے لبوں پر شاطرانہ مسکراہٹ پھیلی۔شیطانی دماغ تو پہلے ہی تھا مگر اب شیطانی منصوبے بھی بنانے لگا تھا۔'دیکھتے ہیں مس عشنا! صحیح معنوں میں پچھتاتا کون ہے' خیالوں میں سوچتے ہوئے وہ آگے بڑھ تھا۔۔

---★★★---

"ابا نے ساویز کو شام میں بلایا ہے۔وہ رخصتی کی بات کرنے والے ہیں۔" اس کا دل عجیب سا گھبرا رہا تھا۔۔کیا ہو گا اگر ساویز نے ابھی فوراً رخصتی سے انکار کر دیا تو۔۔

"یہی بہتر ہے۔اب نکاح کیا ہے تو نبھانا تو پڑے گا۔" عشنا کو اب تک اس نکاح پر ایک عجیب سا غصہ تھا۔" اور اب جو بھی خود بھگتنا۔" اس کی غصے میں آواز ابھری۔یہ لڑکی کبھی جو غصے کے بغیر بات کر لے۔۔

"اچھا مجھ پر مت ہو غصہ۔۔ساویز سے ابا کی گفتگو کے بعد تمہیں صورتحال کال پر سنادوں گی۔" بھوری آنکھوں پریشانی ٹھہری تھی۔۔وہ لب کاٹتی ہوئی ساویز کو سوچنے لگی۔

"میاں صاحب آرہے ہیں اچھے سے تیار ہو جانا۔دیدار کر کے جائیں گے اور پھر ایک ہفتے بعد ہی آئیں گے۔" طنزیہ لہجے میں ساتھ ساتھ مشورہ بھی دیا گیا۔

غنایہ ہنس دی۔

"اماں نے بھی یہی کہا ہے۔خود ہلکا پھلکا میک اپ کا سامان سنگھار میز پر رکھ کر گئی ہیں تا کہ میں انہیں استعمال کروں۔"

"خیال رکھنا کہیں آج ہی نہ رخصت کر دیں۔" بہن کی ہنسی پر وہ مزید غصے میں نہ رہ سکی۔ہلکی مسکراہٹ لبوں پر پھیل گئی۔

"کتنا غلط سوچتی ہو تم ان کے بارے میں۔۔ امی ابا ایسا کچھ نہیں کریں گے۔" پوری آنکھیں کھول کر سمجھایا گیا۔ "اچھا اب میں تم سے بعد میں بات کرتی ہوں۔ شام ہونے لگی ہے اور مجھے تیار بھی ہونا ہے۔" اس کے آخری جملے پر عشنا کلس کر رہ گئی۔ اسے ساویز کے ذکر پر میر ویس یاد آ گیا تھا۔ کال رکھ کر اس نے میر کو سوچنا چاہا۔ وہ جب بھی اسے سوچتی ماضی یاد آنے لگتا۔ وہ نادانیاں اور شرارتیں۔۔ یکدم ہی ہنسی کا فوارا چھوٹا۔۔ نجانے وہ اب اس سے بدلہ لینے کے لیے کیا کرنے والا تھا۔

---★★★---

"اسلام علیکم۔۔" شام کے تقریباً پانچ بج رہے تھے جب وہ ابرار صاحب کے گھر میں کھڑا تھا۔

"وعلیکم سلام بیٹا۔۔ اندر آ جاؤ۔۔" اسے دیکھتے ہی لبوں پر مسکراہٹ پھیل جایا کرتی تھی۔ ہرے بھرے پودوں پر نگاہ ڈالتا وہ ان کے ہمراہ اندر پہنچا۔

"ہم تمہارا ہی انتظار نہ کر رہے تھے۔" عفت کی خوشگوار اس کے کانوں میں پڑی تو وہ بے اختیار مسکرانے لگا۔

"مجھے خوشی ہے۔ "

"آفس سے تھک کر آئے ہو گے۔ میں تمہارے لیے کھانے کے لیے کچھ لاتی ہوں۔" جلدی سے کہتیں وہ جھٹ کچن کی جانب بڑھیں۔ دو چار باتوں کے بعد ابرار اہم بات کی جانب بڑھے۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ وقت اتنا مجبور کر دے گا کہ مجھے تم سے یہ سب کہنا پڑے گا۔" وہ شرمندہ تھے۔ نجانے داماد کیا سوچے گا۔

"نہیں ایسی بات نہیں۔۔ آپ نے ہی مجھے اپنا بیٹا مانا ہے۔ یوں شرمندہ مت کریں۔" ساویز واقعی جھینپ سا گیا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم غنایہ کو رخصت کر کے اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اس کا یہاں رہنا خطرے کے باعث ہے۔ کل بھی باصم آیا تھا اور کچھ پتا نہیں کے آگے بھی آ جائے۔ میں کچھ برا ہونے سے پہلے تمہیں خبر دار کر رہا ہوں۔" آنکھیں ڈھلی ہوئی تھیں۔۔ پریشانیوں اور تکلیفوں نے انہیں ہڈیوں کا ڈھانچہ کر دیا تھا۔ وہ کمزور سیاہ پڑتے چہرے کے ساتھ بیٹھے اسے دیکھ رہے تھے اور ساویز سوچنے لگا کہ وہ یہی تو چاہتا تھا۔

"آپ بلکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ جب سے عشنا نے مجھے باصم کے آنے کا بتایا ہے میں اس بارے میں سختی سے سوچ رہا ہوں۔ مزید انتظار نہیں ممکن۔۔ میں اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔" بات مکمل کر کے وہ ان کا چہرہ دیکھنے لگا جو الجھے دماغ سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"عشنا نے؟ کیا عشنا سے تمہاری کوئی بات ہوئی ہے؟۔ "

"اوہ ہاں۔۔ کل وہ مجھ سے ملنے آئی تھیں اور انہوں نے بھی مجھے باصم کا بتایا جس کے بعد میں غنایہ کے لیے کافی فکر مند ہوں۔" اس کے گمان میں نہیں تھا کہ ابرار صاحب کو عشنا کا علم نہیں ہو گا۔

"اچھا اچھا۔۔" انہیں تھوڑا سکون ہوا۔ "میں چاہتا ہوں تم ابھی غنایہ سے ملو اور دونوں مل کر اس موضوع پر بات کرو۔ پھر جو فیصلہ ہو مجھے بتا دینا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوئے اور عفت کو آواز دینے لگے۔

"غنایہ کو بھیجو۔ "

ساویز کے دل میں عجیب سا احساس پیدا ہوا۔

"تم اگر چاہو تو باہر کھلی ہوا میں چلے جاؤ۔ میں اسے باہر بھیج دیتا ہوں۔" ان کے مشورے پر وہ اثبات میں سر ہلاتا باہر چلا آیا۔ ہرے ہرے پودے ٹھنڈی تیز فضا کے باعث ہلتے ہوئے آواز پیدا کر رہے تھے۔ سورج کی ٹھنڈی شعائیں اس کے چہرے پر پڑ رہی تھیں۔ اس نے ہاتھ میں پہنی گھڑی میں وقت دیکھا۔

لاونج کے دروازے سے غنایہ باہر نکلی تھی۔ ساویز کی اس کی جانب پشت تھی۔۔ دونوں بازو پینٹ کی جیبوں میں تھے اور وہ شاید پھول پودوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنا گلابی ڈوپٹہ درست کیا۔۔ بے حد نفاست سے ڈوپٹہ سر پر ڈالا تھا۔ ہاتھ میں پہنی چوڑیاں آواز کرنے لگیں تو ساویز نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ نگاہیں آپس میں ملیں اور غنایہ کو لگا اس کی سانسیں رک جائیں گی۔ اس نے آنکھیں نیچی کر لیں جبکہ ساویز نگاہ ہٹا ہی نہ پایا۔ اس کے یوں آنکھیں نیچے کرنے پر لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔ گلابی رنگ کے سادے سوٹ میں اس کی سنہری رنگت کھل رہی تھی۔ سیاہ کالے بال کھل کر شانوں پر پھیلے ہوئے تھے۔ نجانے اسے کیوں سب ٹھیک نہیں لگا۔ وہ اسے سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ اب کئی سوال ذہن میں گردش کر رہے تھے۔ بھلا ایک مرد ایک ایسی لڑکی سے کیسے شادی کر سکتا ہے جس کے پیچھے ایک لڑکا ہو۔۔ کیا اس کے دل میں طرح طرح کے خدشے نہیں ہوں گے؟ کیا وہ اسے عزت دے پائے گا؟ وہ جو ہمیشہ باہر کی دنیا سے ڈرتی آئی تھی آج ساویز سے بھی سہم کر کچھ پیچھے ہوئی۔ وہ بھی دنیا والوں کا حصہ تھا۔۔ کہیں وہ بھی باقی مردوں جیسا تو نہیں۔۔ اس نے تھوک نگل کر فرش پر نظریں گرائیں۔

"غنایہ؟۔" وہ بھاری آواز میں گویا ہوا۔ اس کا یوں پیچھے ہٹنا وہ بلکل سمجھ نہیں پایا۔

"جج۔ جی۔" وہ بوکھلائی۔ اسے نظریں اٹھا کر دیکھنا پڑا۔ وہ اس سے قدرے لمبا تھا۔۔ اتنا کہ غنایہ کو سر اٹھا کر بات کرنی پڑی تھی۔

"آپ ٹھیک ہیں؟۔" اس نے ایک قدم آگے بڑھایا تو وہ تیزی سے ایک قدم پیچھے ہٹی۔

"جج۔جی۔" بچپن سے جو خوف اس کے دل ڈالا گیا تھا وہ اب تک وہیں تھا۔۔ساویز بہت کچھ سمجھ چکا تھا۔

"کیا آپ کو میں ٹھیک نہیں لگا؟۔" یہ سوال اس نے جان کر کیا تھا تا کہ بات جاری رکھنے کا موقع مل سکے۔

غنایہ نے جھٹ اس کا چہرہ دیکھا۔ان آنکھوں میں ایک خاص بات تھی۔وہ جتنے وثوق سے کسی کو دیکھا کر تا سارے جذبات آنکھوں پر دیکھائی دینے لگتے۔۔غنایہ بھی جان گئی تھی کہ جتنے وثوق سے وہ اس کو دیکھ رہا ہے اس کی آنکھوں میں دلچسپی صاف نظر آرہی تھی۔ہلکی ہلکی مونچھیں اور بکھری شیو۔۔اس کو تکتی بھوری آنکھیں اور چوڑا سینہ۔۔کیا وہ واقعی اس سے شادی کے لیے بنا کچھ سوچے سمجھے تیار ہو گیا تھا؟ کیا یہ کوئی گیم تو نہیں؟ اور اگر حقیقت ہے۔۔تو اس کے امیدوں سے کتنی برعکس ہے۔

"نہیں ایسا تو نہیں۔۔" اس کا دل ساویز کا یہ سوال سہہ نہ سکا۔وہ ڈرنے لگی کہ اگر یہ دل اس کی آنکھوں میں ڈوب گیا تو کیا ہو گا۔۔اگر وہ بھی دنیا والوں کی طرح نکلا تو اس کے دل کا کیا ہو گا جو دھیرے دھیرے اس کا اسیر ہو رہا تھا۔

"آپ کیسی ہیں؟۔" وہ جو پہلے نظریں جھکا گئی تھی اسے اب ہونقوں کی طرح دیکھ تھی۔۔شاید دونوں کی آنکھیں ہی ایک جیسی بھوری تھیں۔۔مگر اس کا مطلب یہ تو نہیں تھا کہ دل بھی ملتے ہوں۔اس کے دوبارہ سوال پر وہ تیزی سے نگاہیں جھکا گئی۔

"میں ٹھیک ہوں۔آپ کیسے ہیں؟۔" مروتاً اسے بھی پوچھنا پڑا۔کیا یہ شادی ساویز کے لیے بھی تو مجبوری نہیں؟ وہ اب اس کے نزدیک آرہا تھا لیکن اس بار وہ پیچھے نہیں ہٹی تھی۔۔ایسا نہیں تھا کہ قدم جم گئے تھے۔۔وہ پیچھے ہٹنا چاہتی تھی مگر دوبارہ یوں کرنا اسے درست نہ لگا۔

"آپ کو دیکھ لیا ہے تو۔۔شاید اب ٹھیک ہو جاؤں۔" ان ظالم بھوری آنکھوں میں دیکھنا بھی کیا قیامت تھا۔ ہوا کے باعث اس کی زلفیں قابو میں نہیں تھیں۔ غنایہ کا دل زور سے دھڑکا۔

"میں معافی چاہتا ہوں آپ سے پہلے ملنے نہ آسکا۔۔" شرمندگی صاف محسوس کی جاسکتی تھی۔ غنایہ نے لب بھینچ لیے۔

"کوئی بات نہیں۔۔ آپ مصروف تھے۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اس نے لب کھولے۔ وہ کھل کر مسکرایا۔

"کتنا سمجھتی ہیں نا آپ مجھے۔۔" نجانے کیا شرارت سوجھی کہ وہ جان کر بول پڑا۔ غنایہ نے نگاہ اٹھا کر شوہر کو دیکھا۔۔ تاثرات الجھے ہوئے تھے۔ بھلا پہلی ہی ملاقات میں وہ کیسے سمجھ سکتی تھی؟

"جی۔۔" کہنے میں کیا حرج تھا۔

"میں آپ کو اپنے ساتھ رخصت کروانے آیا ہوں۔"

اس کی بات پر وہ جی بھر چونکی۔۔ گھبراہٹ کے آثار نمودار ہوئے۔

"ابھی؟؟۔"

"نہیں ابھی نہیں۔۔" وہ ہنس پڑا۔ اس کی ہنسی کی آواز غنایہ کے کانوں میں رس گھول گئی۔۔

"تو پھر کب؟۔" اگر اس کی رائے جانی جاتی تو وہ بھی اب اس گھر سے باصم کی وجہ سے جانا چاہتی تھی۔ مزید ذہنی اذیت مول کر کوئی نقصان اٹھانے کا ارادہ نہیں تھا۔

"دو دن بعد۔۔۔یعنی پرسوں۔۔" کہتے ہوئے اس کے چہرے کے تاثرات نوٹ کیے گئے۔ غنایہ کی آنکھیں پھٹیں۔

"اتنی جلدی؟۔" حیرت سے پوچھا گیا۔

"ہاں اتنی جلدی۔۔ مزید یہاں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ اگلی ملاقات پرسوں ہو گی۔۔ اپنا کچھ ضروری سامان ساتھ رکھ لے گا۔" وہ جس طرح سنجیدگی سے اسے سمجھا رہا تھا غنایہ جو اس کے لہجے میں بہت کچھ محسوس ہوا۔۔ فکرمندی، اپنائیت اور ہاں۔۔۔ شوہر ہونے کا ثبوت۔۔

"ابا اگر اتنی جلدی نہیں مانے؟۔" وہ دونوں اب ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ کر گفتگو کر رہے تھے۔ وہ یکدم مسکرایا اور ایک قدم بڑھا کر اس کے مزید نزدیک آیا۔

"آپ کا ہاتھ پکڑ سکتا ہوں؟۔" اجازت طلب کی گئی۔ غنایہ کی سانسیں تھمنے لگیں۔ وہ کافی دیر تک کچھ نہ کہہ سکی۔ چہرہ حیا سے سرخ ہونے لگا۔

"جج۔جی۔" نازک انگلیاں آگے کرتے ہوئے اس نے ہاتھ آگے بڑھایا جسے ساویز نے نرمی سے پکڑا تھا۔ اس کا لمس محسوس کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکا جو حیا کے باعث بار بار جھک رہی تھیں۔

"غنایہ ابرار اب غنایہ ساویز ہے۔ ایک خوبصورت زندگی کی شروعات بھی تو کرنی ہے۔ شوہر ہونے کی حیثیت سے میں جلد تمہیں اپنے پاس بلانا چاہتا ہوں۔ صرف نکاح کا ہونا میرے لیے کافی نہیں کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ اب ہمیں نئی زندگی کا آغاز کرنا چاہیئے۔۔" اس کی آنکھیں غنایہ کی آنکھوں میں جھانک رہی تھیں جبکہ غنایہ اس کے لفظوں سے اپنا دل سراب کر رہی تھی۔

"ایک دوسرے کے سنگ؟۔" سوالیہ بے یقین آنکھیں۔۔ تو کیا یہ واقعی حقیقت تھی۔۔ یا دھوکا؟ کیا حقیقت میں ایک شخص اس کا ساتھ مانگ رہا تھا؟ ساویز کے چہرے پر مسکراہٹ گہری ہوئی۔۔ وہ اثبات میں سر ہلاتا آنکھوں ہی آنکھوں

سے اسے یقین دلانے لگا۔ غنایہ نے اسے دیکھتے ہوئے نگاہیں بلکل نیچی کر لیں۔ یہ احساس کتنا زیادہ اچھا تھا۔۔ جو دل کو آہستہ آہستہ سراب کر رہا تھا۔ اس نے یہ سب کبھی کسی کے لیے محسوس نہیں کیا جو آج ساویز کے لئے کر رہی تھی۔ اگر یہ واقعی حقیقیت تھی تو یہ خوبصورت دلکش مرد اس کے نصیب لکھا تھا۔۔

---★★★---

"یہ لیں۔۔ آپ کا کام رات سے پہلے ہی ہو گیا۔" اس کے ہاتھ میں چھوٹی سا کاغذ تھا جس میں عشنا ڈیٹیلز لکھی تھیں۔

"صرف ایک ایڈرس کہا تھا تو نے تو پوری کہانی لکھ ڈالی۔ میرے پاس یہ دوسری معلومات پہلے سے موجود ہیں۔" اس کو بغور دیکھتے ہوئے وہ ایک آئبرو کر بولا۔

"ایک تو بھلائی کرو تو بھی نقص۔۔ بہر حال میں دوبارہ روم میں جا رہا ہوں مینجر صاحب! آپ جاسوسیاں کرتے رہیں۔" پن توڑتے وہ نو دو گیارہ ہو چکا تھا۔۔ میر نے دانت پیس کر جاتے حاشر کو دیکھا اور پھر کاغذ فولڈ کر تا جیب میں رکھنے لگا۔

"اب کھیل کھیلنے میں زیادہ مزہ آئے گا۔" مسکراہٹ لبوں پر پھیل گئی۔

---★★★---

"مگر بیٹا یہ دو دن کچھ جلدی نہیں؟ ہم نے غنایہ کے لیے بہت کچھ جوڑ کر رکھا تھا۔۔ ساری تیاریاں کیسے ہوں گی۔" وہ بوکھلائے بیٹھے تھے۔ صوفے پر بیٹھے ساویز کے پیچھے کھڑی غنایہ کو ایک نظر دیکھتے ہوئے عفت کچھ دور کرسی پر بیٹھیں۔

"نہیں بلکل نہیں انکل۔۔ مجھے وہ کچھ نہیں چاہیئے۔۔ ویسے بھی میرا جو ہے وہ صرف غنایہ کا ہی تو ہے۔" اس نے ایک نظر برابر کھڑی غنایہ کو دیکھا۔ "مجھے آپ لوگوں سے کچھ نہیں چاہیئے۔ ہاں آپ جو غنایہ کو اپنی خوشی سے دینا چاہتے

ہیں وہ غنایہ اور آپ کا معاملہ ہے۔۔ ورنہ مجھے نہیں لگتا کہ کسی چیز کی ضرورت پیش آئے گی۔ رخصتی بے حد سادگی سے ہو سکے گی۔ میں آفس کے بعد غنایہ کو لے جاؤں گا۔۔"

"مگر سب کچھ اتنی سادگی سے۔۔۔"عفت کہتے کہتے ٹھہر سی گئیں۔

"ہاں کیونکہ یہ میری مجبوری ہے مگر آپ لوگ بے فکر رہیں۔ ولیمہ اچھا اور بڑا ہو گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔۔ جس دن میں اسے لینے آؤں گا اس رات آپ ہمارے گھر تشریف لے آئیں۔ اچھا ہے گھر بھی دیکھ لیں گے اور ساتھ ڈنر بھی کر لیں گے۔"لبوں پر ایک طرف سے مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ غنایہ کا چہرہ حیا سے جھک گیا۔ ابرار اور عفت نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ غنایہ لب کاٹنے لگی کہ نجانے امی ابا کا جواب کیا ہوتا ہے۔

"ٹھیک ہے بیٹا جو تمہیں بہتر لگے۔۔ اب تو غنایہ تمہاری ہی ذمہ داری ہے۔"اس سے زیادہ انہیں کیا چاہئیے تھا کہ ان کی بیٹی مطمئن تھی۔ عفت بیٹی کے چہرے کو دیکھنے لگیں جو کافی حد مطمئن تھا۔ ہاں شاید سب بہتر ہو جائے گا۔ ساویز کی پریشانی اور غنایہ کے خوف میں اب کمی آجائے گی۔ ساویز مزید تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد اٹھ کھڑا ہوا۔ علیحدہ سے غنایہ کو خدا حافظ کر کے سامان پیک کرنے کی تاکید کرتے ہوئے باہر نکل گیا تھا۔ اب سب کے دلوں میں اطمینان کا راج تھا۔

---★★★---

یہ دو دن بھی پلک جھپکتے گزر گئے۔ ساویز نے گھر میں ملازمہ کو دعوت کا اہتمام کرنے کا حکم صبح ہی دے دیا تھا۔ گھر کے چند ملازم ساویز کے کمرے کو ہلکا پھلکا سجانے میں لگے تھے۔ آج ابرار اور عفت پہلے بار اس کے گھر آنے والے تھے اور وہ کسی قسم کی کوئی کوتاہی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ معمول سے ہٹ کر وہ آج آفس سے جلدی سے نکل گیا۔

غنایہ کو بھی اپنے آنے کی خبر دی جاچکی تھی۔گھر کے آگے گاڑی روک کر اس نے ہارن بجایا اور غنایہ کو میسج کرنے لگا۔

"میں باہر ہوں۔" یقیناً اب وہ آنے والی تھی۔ تھوڑی دیر میں دروازہ کھلا اور ابرار صاحب سوٹ کیس گھسیٹتے باہر نکلے۔ ان کے پیچھے ایک بیگ کاندھوں پر لٹکاتی غنایہ تھی۔ عفت نم آنکھوں سے بیٹی کی پیشانی چومنے لگیں۔ وہ ماں کو دلاسا دے کر مڑ رہی تھی جب اس نے سامنے والے گھر کی کھڑکی پر مومنہ خالہ کو جھانکتا پایا۔

"تو ایسے بیاہ رہے ہو تم لوگ اپنی بیٹی کو؟۔" طنزیہ لہجہ۔ "یہ وہی لڑکا ہے نا جو اس دن گھر میں موجود تھا جب میں اور سعد ان رشتے لے کر تمہارے گھر آئے تھے؟۔" چڑھی ہوئی بھنویں مزید بڑھ گئیں۔ ساویز کو ان چیزوں کی کبھی عادت نہیں رہی۔۔ اس کے محلے اور غنایہ کے محلے اچھا خاصا فرق تھا۔ وہاں لوگ کسی کے کام میں دخل نہیں دیتے تھے۔ غنایہ کا رنگ سفید اتر گیا۔ مومنہ خالہ کو اپنی بے عزتی کا بدلہ کہیں نہ کہیں تو اتارنا ہی تھا۔۔ تو چلو یوں اتار لیا۔ عفت نے گھبراہٹ کے مارے ساویز کا چہرہ دیکھا۔ وہ جو گاڑی میں بیوی کا سامان رکھ رہا تھا کچھ نہ بولا۔ غنایہ نے ایک نظر اسے دیکھا جس نے اپنی بیوی کے حق میں ایک جملہ بھی نہ کہا تھا۔ جب سارا سامان رکھ کر پیچھے کا دروازہ بند کر دیا تو وہ گھوم کر غنایہ تک آیا۔

Safar ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"گاڑی میں بیٹھ جائیں۔" اس نے غنایہ کی طرف کا دروازہ کھولا۔ اس کے لیے یہ جملہ کسی تکلیف سے کم نہیں تھا۔ پلٹ کر تیزی سے ماں باپ کو دیکھا جو اسے دیکھ رہے تھے۔۔ وہ جو دنیا والوں سے چھپ کر اپنی امی ابا کے ساتھ رہتی تھی آج انہیں بھی چھوڑ کر جا رہی تھی۔ دل عجیب سا بوجھل ہونے لگا۔۔ اس نے تھوک نگل کر ماں کو دیکھا جس کی نم آنکھیں غنایہ کا دل تکلیف میں مبتلا کرنے کے لیے کافی تھیں۔ اب وہ سب کا کیسے سامنا کرے گی؟

"غنایہ۔۔ دیر ہو رہی ہے۔" اسے گھر جا کر انتظامات بھی دیکھنے تھے۔ اسے جب ہوش آیا تو آنکھوں میں نمی کا احساس ہوا۔ ابرار نے اس کی پیشانی چوم کر گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ دیا۔ عفت سے دیکھا نہ گیا تو اندر چلی گئیں۔ وہ اب بھی اس

کے لیے دروازہ کھول کر کھڑا تھا۔ اسے ایک نظر دیکھتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ گئی۔ ساویز نے دروازہ بند کیا اور ابرار صاحب سے ملتا ہوا ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔ دل میں گھبراہٹ کا اضافہ ہونے لگا۔ بار بار خشک ہوتے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے وہ باہر دیکھ رہی تھی۔ گاڑی اسٹارٹ ہو چکی تھی۔ ساویز نے آگے بڑھاتے ہوئے ایک نظر اسے دیکھا تھا جو گردن پھیر کر باہر جھانک رہی تھی تا کہ ساویز سے آنکھیں نہ ملا سکے۔۔ نجانے کیوں مگر وہ مسکرا بھی نہ سکا تھا۔۔

---★★★---

شاپنگ مال اس کے گھر سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اس لیے فیصلے کے مطابق وہ پیدل ہی جا کر اپنے لیے پارٹی کے ڈریسز لے آئی تھی۔ گھر واپس آتے ہوئے ہاتھ میں ڈھیروں شاپرز تھے۔ سفید رنگ کی کرتی جس پر گلابی کام تھا بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔۔ ساتھ ہی ساتھ گلابی ڈوپٹہ جو آدھا سر پر اور آدھا کندھوں سے لٹک رہا تھا۔

"سنبھالو ذرا اپنا آنچل گلابی" کسی گاڑی میں چلنے والے اس گانے نے اسے چونکایا۔ آواز پیچھے سے آ رہی تھی۔ اس نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا تو ایک سیاہ گاڑی پیچھے سے ہوتی اب برابر سے گزر رہی تھی۔ نصرت فتح علی خان کا یہ گانا اسے چونکا ہی تو گیا تھا۔ اس نے اپنے گلابی رنگ کے ڈوپٹے پر نگاہ ڈالی۔ رات کا یہ وقت اور اندھیرہ کافی تھا۔ اسٹریٹ لائیٹس دور دور لگی ہوئی تھیں جن کی ہلکی روشنی ہی یہاں تک پہنچتی تھی۔ گاڑی کی رفتار قدرے آہستہ تھی۔۔ اس نے نگاہ اٹھا کر اوپر دیکھا تب تک وہ گاڑی اس سے چند قدم آگے جا کر رک گئی تھی۔ عشنا کو خطرے کی بو محسوس ہوئی۔

"اٹھاتے ہیں نظریں تو گرتی ہے بجلی

ادا جو بھی نکلی قیامت ہی نکلی"

وہ ٹھہر سی گئی۔یوں ہی گاڑی کا دروازہ کھلا اور اندر سے سیاہ کوٹ پینٹ والا لمبا چوڑا مرد باہر نکلا۔عشنا بوکھلائے اس کے پلٹنے کا انتظار کرنے لگی۔دونوں کے درمیان فاصلہ کم تھا۔وہ اس شخص کی گاڑی کے پچھلے حصے کی طرف کھڑی تھی۔

"جہاں تم نے چہرے سے آنچل ہٹایا

وہی اہل دل کو تماشہ بنایا"

وہ شخص ایک انداز سے پلٹا۔اسے دیکھنا تھا کہ عشنا کی آنکھیں پھیلیں۔

"تم پھر سے ؟؟؟۔"وہ پیچھے کو ہٹی۔۔

"ہیلو لیڈی۔۔"لبوں پر اپنی مخصوص مسکراہٹ سجائے وہ اس کی جانب بڑھا۔اس کا بازو پکڑ کر تیزی سے کھینچتے ہوئے پیچھے والی سیٹ میں ڈالا اور ڈرائیونگ سیٹ پر جلدی سے بیٹھ کر لاک لگا دیا۔وہ جو اس حرکت پر فوراً سنبھلی نہ تھی چیخ پڑی۔

"یہ کیا حرکت ہے میر ویس ؟؟دروازہ کھولو ابھی فوراً۔"ماتھے پر غصے سے لکیریں پھیلیں۔

"پانچ سال پہلے دروازہ کھول کر غلطی کی تھی۔۔اب چاہتی ہو وہی غلطی دوبارہ کروں۔"آنکھوں پر کالا چشمہ چڑھاتے ہوئے اس نے مڑ کر کہا۔لبوں پر دل جلانے والی مسکراہٹ۔۔

"میں بتا رہی ہوں یہ تمہاری زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہو گی!!۔"انگلی اٹھا کر غصے سے کہتے ہوئے وہ اسے خبردار کر رہی تھی۔میر ہنسا اور پھر قہقہہ لگانے لگا۔

"میر ویس چوہدری کہتے ہیں مجھے۔۔اب شاید تمہیں یہ نام یاد رہے گا۔"گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے شاطرانہ انداز سے کہا گیا۔سیاہ شیشے چڑھے ہوئے تھے۔

"اب میں بتاؤں گا پچھتانا کسے کہتے ہیں میری ماضی کی محبوبہ۔۔" وہ گاڑی ڈرائیو کرنے لیے تیار تھا۔ عشنا نے دانت پیس کر اسے دیکھا۔ کاش وہ اپنے ساتھ ایک بڑا پتھر رکھ لیتی تاکہ موقع پا کر اسے ہلاک کر دیتی۔ دل میں ہلکا ہلکا خوف بھی تھا مگر وہ اسے ظاہر کر کے میر ویس کو کوئی موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔ گانے کی آواز مزید تیز ہو گئی تاکہ عشنا کی آواز باہر نہ جا سکے۔ چیختے ہوئے وہ میر ویس پر حاوی ہونے کی کوشش کر رہی تھی اور میر؟ آنکھوں میں کالا چشمہ اور لبوں پر مسکراہٹ۔۔۔ گاڑی اپنی منزل کی طرف بڑھنے لگی۔

---★★★---

ایک ہاتھ اسٹیئرنگ پر تھا اور نظریں شیشے کے پار سامنے جمی تھیں۔ گاڑی میں خاموشی توقع کے برعکس تھی۔ پندرہ منٹ سے وہ سفر میں تھے اور اب اس کی چیخیں بھی تھم چکی تھیں۔ میر ویس نے شیشے کے عکس میں پیچھے اسے دیکھا جس کے چہرے پر الگ سے ایک خوف کا سایہ محسوس ہو رہا تھا۔ جسے وہ چھپانے کی ناممکن کوشش کر رہی تھی۔ میر ویس کا دل بوجھل ہوا۔ اپنے ساتھ کچھ غلط ہو جانے کا خوف اب بھی اس کے چہرے پر واضح تھا۔ میر نے خشک ہوتے لبوں پر زبان پھیرتی ہوئے سامنے دیکھا۔ کیا وہ واقعی اس کو اتنا جاننے کے باوجود بھی خود کو غیر محفوظ محسوس کر رہی تھی۔ اس نے کچھ دیر کے وقفے سے ایک بار پھر بیک مرر میں عشنا کو دیکھا جو اب اسے دیکھ رہی تھی۔

"کہاں لے کر جا رہے ہو؟" عجیب طرح سے پوچھا گیا۔۔ شاید خوف سے الفاظ لڑکھڑا گئے تھے۔ بس اسی وقت میر نے اپنا ارادہ بدلا تھا۔ گاڑی سیدھے ہاتھ پر موڑنے کے بجائے بائیں طرف موڑ لی۔ لبوں پر خاموشی کا راج تھا۔ ہاں وہ بھول ہی تو گیا تھا کہ اب بات پہلی جیسی نہیں رہی تھی۔۔ اگر وہ یہ سب پانچ سال پہلے کرتا تو عشنا یوں خاموش نہ رہتی بلکہ چیخ چیخ کر اپنی منوا چکی ہوتی۔ نجانے میر کو کیا ہوا۔۔ وہ کیوں بھول گیا تھا کہ اب درمیان میں پانچ سال تھے۔۔ اب کچھ بھی پہلے جیسا نہیں تھا۔ اس نے جواب دیے بغیر ایک جگہ گاڑی روکی۔ عشنا کے لیے جگہ کو پہچاننا مشکل تھا۔

تاثرات اب کچھ مختلف تھے۔وہ اب سنجیدہ تھا۔ڈرائیونگ سیٹ سے اتر کر اس نے پیچھے کا دروازہ کھولا۔عشنا نے دروازہ کھلتے ہی ماتھے پر بل چڑھا کر اسے دیکھا۔

"کہاں لائے ہو تم مجھے ؟۔"بیگز اٹھا کر وہ اسے دیکھتی باہر نکلی۔سڑک ویران تھی۔اس نے نگاہ باہر ڈالی تو ٹھٹھک گئی۔میر ویس اسے کہیں اور نہیں بلکہ اس کے اپنے ہی گھر لے آیا تھا۔حیرت سے جھٹ پلٹ کر میر کو دیکھا جو اب بھی پیچھے کا دروازہ کھول کر کھڑا تھا۔

"اب تم سے کیا بدلہ لینا۔"بے تاثر لہجہ۔۔عشنا کی آنکھیں پوری کھلی ہوئی تھیں۔اس کا یوں ہار ماننا ناقابل یقین تھا۔

"خیال رکھنا۔۔"وہ مزید کچھ کہے بغیر گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔عشنا اب تک حیرت زدہ کھڑی اسے سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔خاموش ماحول میں گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز ابھری تھی۔میر ویس ایک نظر اسے دیکھتا ہوا گاڑی آگے بڑھا کر لے گیا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

---★★★---

"صاحب نے کہا ہے آپ تیار ہو جائیں۔آپ کے گھر والے آتے ہی ہوں گے۔"وہ ادھیڑ عمر ایک ملازمہ تھی جس نے اس کے سامنے بستر پر جوڑا بچھایا تھا۔ایک گھنٹے سے صوفے پر بیٹھی غنایہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"صاحب کہاں ہیں؟۔"اس نے تیزی سے پوچھا۔ملازمہ اس کے یوں صاحب بولنے پر چونکی۔۔"مطلب ساویز۔۔ساویز کہاں ہیں؟۔"غلطی محسوس کر کے وہ تصحیح کرنے لگی۔

"وہ ابھی گھر پر نہیں ہیں۔ان کی کال پر یہ جوڑا آپ کے پاس لے آئی۔"غنایہ نے وہ آسمانی رنگ کا جوڑا دیکھا جو بے حد خوبصورت تھا۔اسے گھر آئے نجانے کتنے گھنٹے بیت چکے تھے اور ساویز اسے ملازمہ کے حوالے کر کے گھر سے ہی چلا

گیا تھا۔ ملازمہ جاچکی تھی۔ اس نے وہ جوڑا اٹھایا اور تبدیل کر آئی۔ جانے کیوں دل گھبرانے لگا۔۔ ماحول میں گھٹن کا احساس بڑھ گیا۔ بیگ برش سے نکال کر بالوں میں پھیرا۔ میز پر رکھا وہ چھوٹا سا ڈبہ جو ملازمہ جوڑے کے ساتھ رکھ کر گئی تھی اسے کھول کر کانوں کی بالیاں نکالنے لگی۔ آج اسے احساس ہوا کہ یہ سب بہت جلدی اور اچانک ہو گیا۔ اس نے ڈھیلی سی پونی بنا کر خود کو ایک آخری بار آئینے میں دیکھا۔ یہ سب بہت اچھا تھا مگر یہ کمرہ یہ جوڑا اس کا دل مطمئن نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے ایک بار پھر کمرے پر نگاہ ڈالی۔ کشادہ خوبصورت یہ کمرہ اسے پہلی ہی نظر میں بھایا تھا۔ پورے کمرے میں سیاہ اور سفید کا جوڑ تھا۔ کالے رنگ کا فرنیچر اور سفید رنگ کے خوبصورت پردے۔۔ سیاہ صوفے اسے بے حد پسند آئے تھے۔ گھبراہٹ بڑھنے لگی تو وہ کھڑکی پر آکھڑی ہوئی۔ موسم بدل رہا تھا۔۔ ٹھنڈی تیز ہوا اس کے چہرے کو پرسکون کرتی کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔ ایک عجیب سا خوف تھا جو دل میں اب ٹھہر گیا تھا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"غنایہ؟۔" وہ پیچھے سے کمرے میں داخل ہوا۔ غنایہ اس کی آواز پر سہم کر چونکی۔ ساویز نے غنایہ کی ہڑبڑاہٹ صاف محسوس کی۔ وہ سیاہ پینٹ کوٹ میں ملبوس اندر داخل ہوا۔

"جی۔" اس نے کھڑکی کے ساتھ لگے پردے کو مٹھی میں بھینچا۔ اس کی تمام حرکات ساویز نوٹس کر رہا تھا۔ کمرے میں چھوٹے دو فانوس کی ملگجی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ فوراً کچھ کہے بنا وہ صوفے پر بیٹھ کر جوتے اتارنے لگا۔ غنایہ وہیں کھڑکی کے پاس کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔

"آپ کے ابا کی طبیعت بہتر نہیں اس لیے وہ آج دعوت میں نہیں آسکیں گے۔" وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا انہیں؟۔" اس کا دل گھبرایا۔۔

"کچھ مختلف نہیں۔۔ بس وہی کمزوری اور نقاہت۔ میں نے ملازم بھجوایا ہے ان کی طرف۔۔ میں خود چلا جاتا اگر آپ گھر پر اکیلی نہ ہوتیں۔" جوتوں کو کنارے پر کرتا ہوا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ غنایہ اسے بغور دیکھنے لگی جو اب وارڈروب سے

کپڑے نکال رہا تھا۔ سفید ٹی شرٹ اور جینز کی پینٹ نکال کر اس نے بستر پر کپڑے رکھے اور پلٹ کر اسے دیکھنے لگا جس کی نظریں پہلے سے اس پر تھیں۔

"آپ کو گرمی لگ رہی ہے؟۔ "پندرہ منٹ سے کھڑکی کے پاس کھڑی غنایہ کو دیکھ کر وہ یہی سمجھ سکا تھا۔ "میں ائیر کنڈیشنر کھول دیتا ہوں۔" ریموٹ سے ائیر کنڈیشنر کھول کر وہ اس کی جانب کھڑکی بند کرنے بڑھا۔ غنایہ اسے نزدیک آتا دیکھ کر دور ہٹی۔ بظاہر نظر انداز کرتا ساویز اس کو اچھی طرح نوٹس کر رہا تھا۔

"میں شاور لینے جا رہا ہوں۔" اطلاع دیتے ساتھ وہ کپڑے اٹھاتا واش روم میں گھس گیا۔ غنایہ لب بھینچتے ہوئے سنگھار میز تک آئی اور آئینے میں دیکھنے لگی۔ ہلکی گلابی لپ اسٹک اور کانوں میں بالیاں۔۔ نجانے وہ کیوں تیار ہوئی تھی۔ گہری سانس خارج کرتے ہوئے برابر رکھے صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھی۔ کون جانے بقایہ زندگی کیسے گزرنے والی ہے؟ آنکھیں نیند سے بوجھل تھیں مگر دل کے خوف نے اسے اب تک جگائے رکھا تھا۔۔ یہ گھر اور ساویز اس کا نیا خوف تھے۔ وہ اس کے واش روم سے نکلنے تک یونہی بیٹھی رہی۔ تقریباً دس منٹ بعد واش روم کا دروازہ کھلا تھا اور ساویز سر تولیے سے رگڑتا ہوا باہر نکلا تھا۔ اسے وہی گم بیٹھا دیکھ کر سنگھار میز کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"اتنی خاموشی کی وجہ؟۔" بات کا آغاز کرتے ہوئے اس نے تولیہ بستر پر پھینک کر برش اٹھایا۔

"کوئی وجہ نہیں۔۔ میں ایسی ہی ہوں۔" دھیمی سہمی آواز ابھری۔ ساویز کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی۔

"کوئی ایسا خود سے نہیں ہوتا۔" وہ بھاری آواز میں گویا ہوا۔ 'وقت اور حالات بنا دیتے ہیں۔' آدھا جملہ وہ خود سے دل میں بولا تھا۔ غنایہ اسے بالوں میں برش پھیرتا دیکھنے لگی۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ ساویز خود پر پرفیوم چھڑکتا ہوا اس کی جانب بڑھا۔ پرفیوم کی مہک پورے کمرے میں پھیل رہی تھی۔ وہ اسے اپنے نزدیک بڑھتا دیکھ کر تھوک نگلتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"امی ابا نہیں آرہے تو کیا میں کپڑے تبدیل کرلوں؟۔" یہ اس کا دیا ہوا جوڑا تھا۔۔اجازت طلب کرنی ضروری تھی۔ اس کے بے حد نزدیک پہنچ کر ایک نظر اس کی آنکھوں دیکھتا وہ غنایہ کو آنکھیں جھکانے پر مجبور کر گیا۔وہ گھبرانے لگی جب اسے سوئچ بٹن کھلنے کی آواز آئی۔اس نے چونک کر آنکھیں اٹھائیں۔کمرہ سفید لائٹ سے روشن ہو گیا تھا۔نگاہیں اب بھی اس پر تھیں اور دایاں ہاتھ غنایہ کے پیچھے کی دیوار پر لگا سوئچ بٹن پر۔۔وہ مسکرا کر تھوڑا فاصلہ رکھتے ہوئے اسے بغور دیکھنے لگا۔ہلکے آسمانی رنگ میں وہ اسے بلا کی پرکشش معلوم ہوئی۔۔نازک سی بالیاں بلکل اس لڑکی کی طرح۔۔وہ بمشکل نظریں ہٹاتے ہوئے اس کی بھوری آنکھوں کو دیکھنے لگا جو الجھی ہوئی تھیں۔

"اگر کمرے کی بڑی لائٹ ابھی کھلی نہ ہوتی تو شاید میں اس سوال کا جواب ہاں میں دے دیتا۔۔مگر اب نہیں۔۔" مبہم سی شریر مسکراہٹ۔۔غنایہ کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہوئیں۔"یہ رنگ آپ پر بے انتہا اچھا لگ رہا ہے۔" ٹھوڑی سے اس کا چہرہ اٹھاتے ہوئے بے حد پیار بھرے انداز میں کہا گیا۔یہی وہ وقت تھا جب غنایہ بدک کر دور ہٹی۔۔پیچھے کھڑکی پر لگے پردے کو مٹھی میں بھینچ کر پکڑا۔اس کی سانسیں بکھری ہوئی تھیں۔آنکھوں میں ایک خوف نمایاں تھا اور وہیں ساویز ششدر ہوا۔۔وہ اسے ایسے دیکھ رہی تھی جیسے وہ کوئی غیر مرد ہو۔اس کی پھٹی آنکھیں غنایہ کے چہرے پر تھیں اور وہ ساکت کھڑا تھا۔

"ایسا نہ کریں۔" الجھا لہجہ، نم آنکھیں۔۔ساویز کے لیے اس کا یوں کہنا تکلیف کے باعث بنا۔اسے معلوم نہیں کہ وہ کب تک اسے یوں دیکھتا رہا اور غنایہ کب تک نم آنکھوں سے سسکتی رہی۔تھوڑی دیر بعد ہی وہ چونک کر پیچھے ہٹا۔

"ڈنر ساتھ کرتے ہیں۔" ابھی ہوئے واقعے کو سرے سے بھلا کر وہ اسے کھانے کی میز پر چلنے کو کہنے لگا۔

"میرا دل نہیں چاہ رہا کچھ بھی کھانے کا۔۔یہاں بہت زیادہ گھٹن محسوس ہو رہی ہے۔" ائیر کنڈیشنر کی وجہ سے ٹھنڈا ہوتا کمرہ بھی اس کے اندر کی گھٹن کم نہ کر سکا۔وہ تیزی سے دہلیز عبور کرتی ٹیرس میں چلی گئی۔

ساویز وہیں ٹھہر گیا۔ چہرہ بے تاثر تھا۔ اس کا یوں بدک کر پیچھے ہٹنا اور ساویز کے ہاتھ کو خود سے چھڑانا اسے ششدر ہی تو کر گیا تھا۔ میز سے گاڑی کی چابی اٹھاتا وہ نیچے اتر گیا۔ مزید یہاں ٹھہرنا بہتر محسوس نہ ہوا۔ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس نے ایک نظر اوپر ٹیرس میں کھڑی غنایہ کو دیکھا جو سہمی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ فالحال یہاں نہیں ٹھہرنا چاہتا تھا۔ گاڑی اسٹارٹ کرتے ساتھ آگے بڑھالی گئی۔

---★★★---

اس کی آنکھوں میں ہلکا ہلکا خوف نجانے اس سے کیوں نہ دیکھا گیا۔ بظاہر بڑا فیصلہ اس نے یکدم ہی بدل ڈالا۔ اگر وہ یہی سب پانچ سال پہلے کرتا تو عشنا کی آنکھوں میں یہ خوف نہ ہوتا۔ وہ اسے جانتی تھی۔۔ میر ویس کچھ بھی کر سکتا تھا مگر غلط ارادے نہیں رکھ سکتا۔۔ مگر پھر یہ کیا ہوا تھا؟ اس کی آنکھوں میں کچھ غلط ہو جانے کا خوف نمودار ہونا میر ویس کو ساکت ہی تو کر گیا تھا۔ ہاں وہ پانچ سال۔۔۔ ان پانچ سالوں میں شاید سب بدل گیا تھا۔ اس نے گہری سانس اندر کھینچتے ہوئے چپل میں پیر ڈالے اور ٹیرس پر آکھڑا ہوا۔ اس کی آنکھوں کے پاس وہ گہرا تل میر ویس کو پانچ سال پہلے بھی اچھا لگتا تھا۔۔ سیاہ آنکھیں جب اس کی آنکھوں میں دیکھتی تو کشمکش میں پڑ جاتیں۔ جانے اس کی آنکھوں کا رنگ کیا تھا۔۔۔ یا وہ پہچان نہیں پاتا تھا۔۔ کبھی بھوری معلوم ہوتیں کبھی سیاہ۔۔ کاش کہ وہ جان پاتا۔۔ پانچ سال پہلے اور اب میں کافی باتیں ملتی تھیں۔۔۔ کہ وہ آج بھی اس کی آنکھوں کا رنگ ہی سوچتا رہ گیا تھا۔۔ ٹھنڈی تیز ہوا موسم بدلنے کی علامت تھی۔ آج آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔ بھرے بھرے بازو ریلنگ پر ٹکاتا ہوا وہ باہر کی دنیا دیکھنے لگا۔۔ کاش کہ ان چہروں میں کوئی شناسائی مل جائے۔

---★★★---

ائیر کنڈیشنر کی ٹھنڈک اور سیگریٹ کے دھوئیں سے بھرے اس کمرے میں خاموشی کا عالم تھا۔ بستر پر ایک وجود تھا جس کے ہاتھ کے نیچے نرم تکیہ دبا تھا۔ گہری نیند میں سوتے وجود کی آنکھ موبائل کے بجنے سے یکدم کھلی۔ چادر خود پر سے اٹھاتے ہوئے اس نے پیر زمین پر رکھے۔

"ہیلو؟۔" کانوں سے فون لگا تھا۔ نیند سے بوجھل آنکھیں اور ماتھے پر ہلکے ہلکے بل۔۔ دوسری طرف سے خرم کے خبر دینے پر وہ چونکا۔

"کیا؟؟؟ کب؟؟۔" وہ چیخا۔ اس کی آنکھیں اس خبر پر پوری کھل سی گئیں۔ خرم اب بھی کچھ بول رہا تھا جسے وجاہت بہت غور سے سننے لگا۔

"اس نے شادی کر لی۔۔" الجھا ذہن۔۔۔ بھلا اتنی جلدی مگر یہ کیسے ممکن تھا؟۔ "ٹھیک ہے اس کی معلومات کل صبح تک اکھٹی کر کے دو۔ میں انتظار کروں گا۔" مزید بولنے کا موقع دیے بغیر اس نے کال رکھ کر موبائل بستر پر پھینکا۔

"کسی کام کے نہیں یہ!۔" مٹھیاں بھینچ کر کہتے ہوئے وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی جب لبوں پر مسکراہٹ پھیلی۔

"شادی کر لی اور دوست کو بھی نہیں بلایا؟۔" دماغ کھیل سوچنے لگا۔ "لگتا ہے اب زیادہ مزہ آنے والا ہے۔" ڈمپل مزید گہرا ہوا اور وہ اپنا لائٹر بستر پر اچھالتا آگے بڑھ گیا۔

---★★★---

سورج کی روشنی ٹیرس کے کھلے دروازے سے اندر آتی کمرے کو روشن کر رہی تھی۔ رات اس کے گھر سے جانے کے بعد وہ ائیر کنڈیشنر بند کر چکی تھی۔ روشنی آنکھوں میں چبھنے لگی تو وہ اٹھ بیٹھی۔ یکدم ہی نئی جگہ کا احساس ہوا۔ اس نے

جلدی سے گھڑی دیکھی جو گیارہ بجا رہی تھی۔ بستر کے بائیں طرف بیٹھی غنایہ نے ارد گرد نظریں دوڑائیں تو اسے صوفے پر آڑا ترچھا لیٹا ساویز نظر آیا۔ بے آرامی سے سوتے ہوئے وہ بار بار کروٹیں بدل رہا تھا۔ یکدم ہی اسے دکھ ہوا۔ کاش کہ وہ صوفے پر سو جاتی تو ساویز کو اپنا بستر نہ چھوڑنا پڑتا۔ ہلکی سی چادر اس کا بدن ڈھانپی ہوئی تھی۔ بنا آواز پیدا کیے وہ فرش پر پیر رکھتی کھڑی ہوئی۔ ڈوپٹہ سختی سے درست کرتے ہوئے اس نے پیروں میں چپل پہنی اور چلتے ہوئے ساویز کے برابر سے گزرنے لگی جب اس کے سوتے وجود نے اسے ٹھہرنے پر مجبور کیا۔ بکھری سی شیو اور بال جو اس کی آنکھوں تک آ رہے تھے۔ ٹی شرٹ کی آستینوں سے جھانکتے بھرے بھرے بازوؤں پر نگاہ ڈالتی وہ واش روم سے فریش ہو آئی۔ بستر کے ارد گرد پھولوں کے گلدستے رکھے تھے جس کی وجہ کمرے میں خوشگوار سی مہک پھیلی تھی۔ دوسری طرف کنارے پر اس کا سوٹ کیس رکھا تھا جسے دیکھتے ہی غنایہ اس کی جانب بڑھی۔ سوٹ کیس بستر پر رکھ کر کھولا گیا۔ اندر موجود کپڑوں میں سے وہ کوئی اچھا سادہ سا سوٹ نکالنے لگی۔ صوفے پر لیٹے ساویز کو ہلچل محسوس ہوئی تو ادھ کھلی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔ چھ فٹ کا مرد ایسے صوفے پر لیٹا تھا جس میں اس کے پاؤں بھی پورے نہیں آتے تھے۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں بستر پر سو جاؤں؟۔" اسے دیکھتے ہوئے نیند میں پوچھا گیا۔ آواز قدرے بھاری تھی۔ غنایہ نے چونک کر اسے دیکھا جو اپنے بستر کے لیے اس سے اجازت طلب کر رہا تھا۔

"جی۔۔۔" اس کی آواز مزید دھیمی ہو گئی۔ "میں اب ویسے بھی اٹھ گئی ہوں۔" وہ نیند سے بھری آنکھیں غنایہ کو دیکھ رہی تھیں۔ ساویز چادر پکڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنا موبائل صوفے پر ہی چھوڑ کر تکیہ اٹھائے بستر کی دوسری طرف گھوم کر آیا اور غنایہ کی جگہ پر لیٹ گیا۔۔ جبکہ غنایہ بستر کے دائیں طرف اوپر کھلے سوٹ کیس سے کپڑے اور ضروری سامان نکالنے لگی۔ آنکھیں موند کر لیٹے ساویز نے پلکیں ذرا سا اٹھا کر اسے دیکھا۔ آسمانی رنگ روشنی میں مزید کھل رہا تھا۔ بال کھل کر شانے پر بکھرے ہوئے تھے اور وہ سختی سے اپنے ارد گرد ڈوپٹہ لپیٹے کپڑے دیکھ رہی تھی۔ مخروطی

انگلیاں بار بار مڑوڑی جا رہی تھیں۔ اسے اب تک اندازہ ہو چکا تھا کہ یوں انگلیوں پر تشدد صرف تب ہی ہوتا تھا جب وہ پریشان یا گھبرائی ہوئی ہوتی تھی۔ غنایہ کے علم میں بھی نہیں تھا کہ ساویز ادھ کھلی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا ہو گا۔ اس گھر میں گویا کسی کا اضافہ ہو چکا تھا۔ سورج کی شعائیں غنایہ کے آدھے چہرے پر پڑ رہی تھی اور ساویز کی نظریں تھیں کہ اس پر سے ہٹنا ہی نہیں چاہتی تھیں۔ وہ آنکھیں جھکاتی تو اس کی لمبی گھنی پلکیں ساویز واضح دیکھ پاتا۔ کل رات کا واقعہ یاد آیا تو گہری سانس اندر کھینچتا وہ دوسری طرف کروٹ لے کر لیٹ گیا۔

---★★★---

"کل رات کس کی خیر نہیں تھی پھر؟۔" حسام کا چھیڑتا لہجہ میر کا دل جلا گیا۔ وہ جو فائل دیکھ رہا تھا اس کی آواز پر فائلز بند کرتا سی پی یو پر کہنی ٹکا کر کھڑا ہوا۔

"کس کی خیر نہیں تھی؟ مجھے بھی بتاؤ۔" غصہ آنکھوں پر ٹھہرا تھا۔

"اس کی ہی جس کی معلومات نکلوائی تھی۔ کوئی تو چکر ضرور ہے! کیا ہوا تھا اور کون لڑکی تھی وہ؟؟۔" ہر کام سے فارغ وہ مستقل اسے تنگ کر رہا تھا۔ چہرے پر شریر مسکراہٹ تھی۔ میر نے لب بھینچ کر اس کا چہرہ دیکھا اور سانس باہر کھینچی۔

"معاویہ! نائٹ ڈیوٹی میں حسام اختر کا نام لکھو۔" کوٹ کا بٹن لگاتے ہوئے وہ آگے بڑھ گیا۔ لال رنگ کی فائل رابعہ کی میز پر رکھتے ہوئے وہ آفس کے ٹیلیفون سے کال ملانے لگا۔ حسام اس کی بات پر منہ لٹکاتا خود کو کوستا ہوا سیٹ پر بیٹھا۔ ڈیزائن پر کام کرتا معاویہ ہنسا۔ شاید وہ بھول گیا تھا کہ میر ویس مینجر ہے۔۔۔ اور اس سے پنگا لینا بھاری پڑ سکتا ہے۔

"نائٹ ڈیوٹیز کے میمبرز مکمل ہیں سر۔۔"لسٹ میں سب کے نام دیکھتے ہوئے معاویہ نے اطلاع دی۔حسام جہاں خوش ہوتا وہیں میر ویس نے اس کا چہرہ دیکھا۔

"آخری نام کس کا ہے؟۔"وہ دور کیبن سے بولا۔

"مدحت اکبر! یہ اس پوری لسٹ میں پہلی لڑکی ہے۔"دستخط کرتے ہوئے پھر بتایا گیا۔

"اگر اسی لسٹ میں ارسلان کا نام ہے تو مس مدحت اکبر کا نام ہٹا دو! مگر اس کی جگہ ہمارے پیارے ورکر کا نام لکھنا مت بھولنا۔"نگاہیں حسام پر تھیں۔"ہم ارسلان کو پہلے بھی وارن کر چکے ہیں۔۔یہ اسے دی گئی آخری وارننگ ہے لیکن اگر اس نے پھر کچھ کیا تو شاید ہم اسے ابھی فوراً نکالنا افورڈ نہیں کر سکتے۔وہ اس کمپنی کا بہترین ڈیزائیز ہے اور ہمیں فالحال اس کی ضرورت ہے۔"اس کے کلون کی خوشبو ارد گرد پھیل رہی تھی۔رابعہ اپنے کیبن میں داخل ہوتے ہی کرسی پر بیٹھی۔

"مگر سر یہ نائٹ ڈیوٹیز وقتی ہیں۔اگلے ہفتے پھر سب نارمل ہو جائے گا اور مسٹر ارسلان کی ڈیوٹی بھی بحال ہو جائے گی۔"معاویہ کا یوں کہنا اس کے چہرے پر دل جلانے والی مسکراہٹ لے آیا۔

"تم سب کے لیے میر ویس کافی ہے۔کمپنی کا مینجر اور وہ بھی میر ویس! خطرے کی گھنٹی معلوم نہیں ہوتی؟۔"ہلکی مسکراہٹ۔"وہ کچھ نہیں کرے گا۔۔کم از کم جب تک میں اس کمپنی کا حصہ ہوں تب تک تو بلکل بھی نہیں۔۔"اپنے روم کی چابی اچھال کر پکڑتے ہوئے اس نے باری باری سب کو دیکھا اور رابعہ کو روم میں آنے کا اشارہ دے کر آگے بڑھ گیا۔معاویہ اور حسام ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے تھے۔اس بات سے بھلا کون انکاری تھا کہ اس کام کے لیے میر ویس ہی کافی ہے۔۔

---★★★---

اس کی آنکھ جانے کب کھلی تھی اور وہ کتنی دیر تک سویا تھا۔۔اٹھ کر یاد رہی تو صرف غنایہ۔۔اردگرد نگاہ دوڑا کر اس نے خالی کمرے کو دیکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔پیروں میں چپل اڑستے ہوئے وہ اسے ہر جگہ دیکھتے ہوئے باہر نکلا۔ملازمہ رات کو ہی جا چکی تھی اور چوکیدار ابھی تک آیا نہیں تھا۔

"غنایہ ؟۔" اس نے عام سے لہجے میں پکار کر جواب سننا چاہا۔اوپر منزل میں اچھی طرح دیکھنے کے بعد وہ زینے اترتا نیچے آ رہا تھا۔غنایہ کو گھر میں موجود کمروں اور رستوں کا زیادہ علم نہیں تھا اور بھلا وہ ڈری سہمی کمرے سے باہر کہاں جا سکتی تھی ؟ ذہن مختلف سوچوں سے الجھ رہا تھا۔دل میں طرح طرح کے خدشے پھیل رہے تھے۔وہ زینے اترتا نیچے بڑھ رہا تھا جب ذہن میں جھماکا ہوا۔وجاہت ؟ یہ سوچتے ساتھ ذہن مفلوج ہونے لگا۔رنگت فق ہونے لگی۔۔وہ تیزی سے نیچے اترتا اسے ہر جگہ دیکھنے لگا۔لاؤنج، کچن، ڈرائیونگ روم حتی کہ گیسٹ روم میں بھی۔۔خدشے یقین میں بدلنے لگے۔

Safar e ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"غنایہ ؟؟؟۔" اس بار بلند آواز میں پکارا گیا۔دل ڈوب رہا تھا۔۔

"جی۔۔" گھبرائی سہمی سی آواز کانوں میں پڑی تو سانس میں سانس آئی۔وہ آواز کا تعاقب کرتے ہوئے لاونج سے باہر نکلا۔غنایہ اس کی آواز پر اندر ہی آ رہی تھی جب اسے دیکھ کر ٹھہری۔پیشانی پر خوف کے تاثرات تھے۔اس کے یوں چیخ کر پکارنے پر وہ گھبرا گئی تھی۔ساویز نے اسے دیکھتے ہوئے آنکھیں موند کر گہری سانس اندر بھری۔۔یہ لڑکی کیسے اس کے چھکے چھڑا گئی تھی۔

"نہیں، بس میں آپ کو دیکھ رہا تھا۔کہیں نہیں ملیں تو دل میں عجیب خدشے پیدا ہونے لگے۔" وہ شاید لان میں تازہ ہوا کے لیے بیٹھی تھی۔غنایہ نے تھوک نگل کر نگاہ موڑلی۔ساویز کی موجودگی میں وہ خود کو بے آرام محسوس کرنے

لگی۔ساویز اپنے بھرے بازو پر ہاتھ رکھتا ہوا اسے بغور دیکھنے لگا۔ ہلکے گلابی رنگ کے سوٹ میں بھی وہ کتنی پیاری لگ رہی تھی اگر وہ جانے تو۔۔یا شاید وہ ساویز کے لبوں سے جاننا ہی نہیں چاہتی تھی۔کل رات کے بعد وہ بہت کچھ سمجھ چکا تھا۔یہ بھی جانتا تھا کہ اس سب میں غنایہ کا کوئی قصور نہیں۔۔جس ماحول میں وہ بڑی ہوئی تھی اس کا یوں ہر کسی سے گھبرانا بڑی بات نہیں تھی۔باصم کا چہرہ اب بھی اسے ڈراتا تھا۔اب اسے ہر مرد کے چہرے پر باصم کی پرچھائیاں نظر آتی تھیں۔یہ سب اس کا ذہن ختم کر رہے تھے۔

"غنایہ۔"وہ کہتے ساتھ آگے بڑھنے لگا جب وہ تیزی سے دور ہٹی۔۔

"جی۔۔"وہی مخصوص ہکا بکا لہجہ۔۔جیسے وہ اسے اپنے نزدیک نہ آنے دینا چاہتی ہو۔ساویز ایک بار پھر ٹھہر گیا۔گہری سانس خارج کرتے ہوئے اس نے لب بھینچ لیے۔۔۔

"کچھ نہیں۔۔"دل بوجھل ہو گیا۔آسمان پر سیاہ بادلوں کا راج تھا۔دور ہلکی بجلی چمک رہی تھی۔جلد بارش ہو جانے کے امکان تھے۔

"بارش ہونے والی ہے۔آپ کمرے میں آجائیں۔"مزید رک کر غنایہ کو بے آرام کرنے کا ارادہ نہیں تھا اس لیے مڑ گیا۔

"مگر کیوں؟۔"وہ تیزی سے بولی۔اندر بڑھتا ساویز رکا اور پھر پلٹ کر اسے دیکھنے لگا۔کیا وہ اسے سفاک مرد سمجھتی تھی؟

"میں آپ کو اپنے لئے نہیں بلا رہا غنایہ۔۔مگر اپنے اطمینان کے لیے ضرور کہہ رہا ہوں کہ اندر آجائیں۔موسم خراب ہے اور چونکہ میں کمرے میں جا رہا ہوں تو آپ کی فکر رہے گی۔بجلی چمک رہی ہے اور یہ اچھا نہیں۔۔"اسے تاکید

کرتے ہوئے وہ اوپر چلا گیا جبکہ غنایہ اس کی پشت تکتی رہ گئی۔ہاتھوں کی انگلیاں بار بار مڑوڑنے پر تکلیف کر رہی تھی۔ یکدم ہی زوردار بجلی کی آواز وجود کو کپکپا گئی تو وہ تیزی سے لاونج میں بڑھی۔

---★★★---

"بجلی کے ساتھ تیز بارش برس رہی ہے۔کاش میں ابھی گھر پر ہوتی۔"گلاس وال سے باہر وہ حسرت سے دیکھ رہی تھی۔

"تمہیں بارش میں نہانا پسند ہے؟۔"صوفیہ مسکرادی۔

"بہت زیادہ!مجھے بارش میں نہانا ہمیشہ سے پسند ہے، مگر جب سے علیحدہ رہنے لگی ہوں اپنی اس خواہش کی تکمیل نہیں کر سکی کیونکہ میں جانتی ہوں کہ اگر میں بارش میں بھیگی تو شاید بیمار پڑ جاؤں۔میرا خیال رکھنے والا کوئی نہیں ہے۔اب مجھے اپنی دیکھ بھال خود کرنی پڑتی ہے۔"دونوں ہتھیلیاں گلاس وال پر تھیں اور نگاہیں حسرت سے باہر دیکھ رہی تھیں۔

"لیکن میں ساون کو بہت انجوائے کرتی ہوں۔خوب سارے پکوڑے بنا کر سراقہ کے آگے رکھتی ہوں اور خوب بارش میں نہاتی ہوں۔"اسے اپنا شوہر یاد آیا۔

"پھر تم بارش میں بھیگتے ہوئے بے فکر ہوتی ہو گی۔تمہاری فکر کرنے والا تمہارے ساتھ موجود ہوتا ہے۔"لبوں پر مسکراہٹ تھی۔

"تمہارے ساتھ بھی کوئی موجود ہو سکتا ہے۔۔اگر تم کسی کو موقع دو تو۔"لہجہ ذو معنی تھا۔اس کی بات پر عشنا نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"تم کس کی بات کر رہی ہو؟۔"ایک آئبرو اچکا کر پہلے پوچھنا مناسب سمجھا۔

"جس کا ذکر تم کرنے لگی ہو۔"لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ تھی۔عشنا کے ماتھے پر بل پھیلے۔

"تم رافع کی طرف اشارہ کر بھی کیسے سکتی ہو صوفیہ ؟کیا واقعی تم ایسا سوچتی ہو؟۔"اسے برا لگا تھا جبکہ صوفیہ گڑبڑا گئی تھی۔

"رافع ؟رافع کہاں سے درمیان میں آگیا؟میں میر ویس کی بات کر رہی ہوں۔وہی لڑکا جس کا تم نے مجھے بتایا تھا۔" جلدی سے بات کی تصحیح کی گئی۔عشنا نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔نجانے وہ آج کل رافع کی حرکتوں کی وجہ سے اسے زیادہ ڈسکس کیوں کرنے لگی تھی۔

"میر ویس ؟اس نے مجھے کل رات کڈنیپ کیا!۔"برہم ہوتے ہوئے یاد دلا گیا۔

"مگر اس نے تمہیں کہیں لے کر جانے کے بجائے گھر ہی چھوڑ دیا تھا۔"صوفیہ نے بھی اپنے حصے کا یاد دلایا۔عشنا لاجواب ہوئی۔

"اس کا کیا ذکر یہاں ؟۔"وہ مر ویس پر بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔کل رات کے بعد سے ذہن ایک کشمکش میں دوچار تھا۔

"مجھے لگتا ہے وہ تمہیں اب بھی پسند کرتا ہے۔تم نے خود ہی بتایا تھا کہ جب تم دونوں یونیورسٹی میں پڑھا کرتے تھے تو وہ تم سے شادی کی خواہش بھی کیا کرتا تھا۔"

"یہ سب باتیں پانچ سال پرانی ہیں صوفیہ۔۔اور کل اس نے جو کیا وہ مجھ سے بدلہ لینے کے لیے تھا۔"وہ مزید نہیں سوچنا چاہتی تھی۔

"بدلہ لینے کے لیے تمہیں تمہارے گھر ہی چھوڑ دیا؟ یہ کون سا بدلہ ہوا بھلا؟ کوئی اور معاملہ ہے۔ خیر تم زیادہ بہتر جانتی ہو گی اسے۔۔ میں تو بس اتنا کہہ رہی تھی کہ تمہیں اگر کسی کے ساتھ کی ضرورت ہے تو تمہیں کسی کو یہ موقع دینا ہو گا۔ تم کہتی ہو تمہاری بہن اپنے باپ کے سوا سب مردوں سے ڈرتی ہے صرف باصم کی وجہ سے۔۔ اگر وہ ڈرتی ہے تو تم بھی مقابلہ نہیں کر پاتی عشنا۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"میں خود مختار اور ایک مضبوط لڑکی ہوں۔" وہ تیزی سے بولی۔ ماتھے پر بل گھرے ہوئے۔

"خود مختار جسے کسی کا ساتھ چاہئیے اور مضبوط جو رافع کے آگے ایک لفظ بول کر اسے ڈانٹ نہیں سکتی۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ "میں مینیجر کی روم سے آتی ہوں۔" کچھ ڈاکومنٹس اٹھاتے ہوئے وہ باہر نکل گئی جبکہ عشنا اس کے جملے پر ہی ٹھہر گئی تھی۔ اس نے گردن پھیر کر ایک بار پھر باہر دیکھا جہاں سے دنیا نظر آتی تھی۔ میر ویس کا خیال خود بخود دماغ پر چھانے لگا۔

---★★★---

وہ شاور لے کر واش روم سے باہر نکلا تھا۔ غنایہ کمرے میں کہیں بھی نہیں تھی۔ اچانک کان پھاڑ دینے والی بجلی چمکی۔ وہ تیزی سے کھڑکی کی جانب بڑھتا ہوا نیچے جھانکنے لگا۔ لان خالی تھا۔ ماتھے پر الجھن کے آثار پھیلے۔ اس کی تاکید کے باوجود وہ کمرے میں نہیں آئی تھی۔ موبائل وہیں رکھتے ہوئے وہ نیچے بڑھا۔ ماتھے پر پریشانی کی شکنیں نمودار ہوئیں۔ زینے اتر کر نیچے ہی آ رہا تھا جب اسے لاونج کے صوفے پر سمٹ کر بیٹھی غنایہ نظر ائی۔ تاثرات مخصوص بوکھلائے ہوئے تھے۔ آدھی سیڑھیوں کے درمیان کھڑا ساویز اسے تکتا رہ گیا۔ تو وہ لاونج میں بیٹھی تھی۔۔ حالانکہ وہ اس کے بلانے پر اوپر بھی تو آ سکتی تھی؟ اپنی سوچوں کو جھٹکتا ساویز ریلنگ سے ٹیک لگاتے ہوئے اسے دیکھنے لگا جس کی اس کی جانب پشت تھی۔ دماغ میں ابھرے ان سوالوں کا جواب اسے ڈھونڈنا نہ پڑا۔۔ وہ جان گیا تھا کہ غنایہ یہ سب اس سے

دور رہنے کے لئے رہی ہے۔ وہ اوپر بھی ساویز کی وجہ سے نہیں آئی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس کا ساویز سے سامنا ضرور ہو گا۔ اسے کوئی موقع دیے بغیر وہ اس سے الگ اور تنہا لاونج میں ہی ٹھہر گئی تھی۔ ساویز نے لب بھینچ کر تھکے تھکے سے انداز میں اسے دیکھا۔ اس کی ذہنیت سمجھتے ہوئے بھی وہ خاموش تھا کیونکہ اس کے پاس غنایہ کی پریشانیوں کا حل نہیں تھا۔ اس کا دل برا ہونے لگا۔

"اوپر نہیں آئیں گی؟۔" ساویز نے نرمی سے پوچھا۔ اس کی آواز پر وہ چونکتے ہوئے اسے پلٹ کر دیکھنے لگی۔

"اوپر کیوں؟۔" وہ الٹا اس سے سوال کرنے لگی جبکہ ساویز اس کے سوال پر ہی حیران تھا۔

"کیونکہ وہ آپ کا کمرہ ہے غنایہ!۔ "

"مم۔ مجھے اوپر نہیں جانا۔" ہچکچا کر کہتی ہوئی وہ مزید سمٹی۔ ساویز حیرانی سے اس کے چہرے کو پڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔

Safar-e- ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اس کا کیا مطلب ہوا؟۔" وہ زینے اترتا ہوا نیچے آیا۔

"آپ کمرے میں ہیں؟۔" پھر سوال کیا گیا۔

"ناشتے کے بعد کمرے میں جاؤں گا۔ آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟۔" اسے سمجھنا بہت مشکل ہو رہا تھا۔

"پھر میں نہیں جانا چاہتی۔" اس نے ایک بار بھی ساویز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات نہیں کی تھی۔ اس بات پر وہ بھونچکا رہ گیا۔ تو کیا وہ اس کے ساتھ کمرے میں رہنے پر بھی آمادہ نہیں تھی۔ لمحے گزر گئے مگر وہ یوں ہی بے یقینی سے کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ بمشکل دل کو قابو کرتے ہوئے وہ ملازم کو ناشتے کا کہنے باہر نکل گیا۔

---★★★---

"مہینہ ختم ہونے والا ہے۔ ہفتے کو کلائنٹ کے ساتھ میٹنگ کنفرم کر دی ہے۔" دیوار کے ساتھ لگی فائلز کو اکھٹی کرتے ہوئے رابعہ کے آگے رکھا۔

"ہفتے کو؟ یعنی چار دن بعد! تم مجھے اب بتا رہے ہو؟۔" وہ حیرانی سے اس کے ہاتھ سے فائلز لیتی میز پر رکھنے لگی۔

"میرا ارادہ اب بھی بتانے کا نہیں تھا مگر خیر۔۔ تم ان فائلز پر توجہ دو کیونکہ ان کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔" وہ کرسی پر بیٹھا۔

"ریسٹورینٹ ؟۔ "

"ٹیبل کی بکنگ کا حسام سے کہہ دو۔ وہ کروادے گا۔ "

"بارش تیز ہو رہی ہے۔ اگر اس دن بھی ایسے ہی بارش ہو گئی تو؟۔" چہرے سے پریشانی چھلک رہی تھی۔ میر ویس اس کی بات پر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"میں جانتا ہوں تم میٹنگ سے کترا رہی ہو۔ یہ فائلز اتنی مشکل نہیں رابعہ! تم انہیں پہلے بھی پڑھ چکی ہو اور ویسے بھی تمہارے کافی پر تبصرے ہر کلائنٹ کو پسند آتے ہیں۔۔ تو گویا اس بار بھی ہمارا کام بننے والا ہے۔" کافی کا کپ لبوں سے لگاتے ہوئے اس نے آخری بار رابعہ کو دیکھا۔ وہ اٹھ کر ایک نظر اس کو گھورتی ہوئی میز سے فائلز اٹھانے لگی۔

"وہ تبصرے نہیں بلکہ حقیقت ہوتی ہے!۔" چبا کر کہا گیا۔ "آپ کے لیے چار چھ اور کافی کے کپ لے آؤں؟۔" اس کے میز پر رکھے مزید تین کافی کے خالی مگ دیکھ کر طنز کیا گیا۔ وہ ہنس پڑا۔

"ہاں پلیز! مگر خدارا ان میں سے کوئی چائے کا نہ ہو! میں چائے کا شوقین نہیں۔۔ "

رابعہ نے بیچارگی سے نفی میں سر ہلایا۔

"ذرا ٹھہرو!۔" وہ مڑ رہی تھی جب میر ویس کی گھمبیر آواز نے اسے روکا۔

"ہاں؟۔ "

"اس دن فریال تم سے کیا کہہ رہی تھی؟۔" اسے یکدم ہی آیا تھا۔

"باس کی سیکرٹری؟ تمہارے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ "

"میرے بارے میں؟ کام کے متعلق بات تھی؟۔ "

"نہیں۔۔اسے تمہارے بارے میں بات کرنا اچھا لگتا ہے۔" وہ کھلکھلا کر آگے نکل گئی جبکہ میر ویس ہنس کر رہ گیا۔

---★★★---

"مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آرہا! کیا یہ واقعی ہمیں پارٹی دے رہا ہے؟۔" وہ اب تک بے یقین تھی۔

"دو بجے کا وقت دیا ہے۔ پانچ بجے تک پارٹی ختم ہو جائے گی۔ سراقہ نے کہا ہے وہ مجھے شاپنگ کروائے گا! کتنا مزہ آنے والا ہے۔" اس کے چہرے سے خوشی چھلک رہی تھی۔

"مجھے اپنی بہن سے ملنے بھی جانا ہے مگر یہ مینجر موقع نہیں دے رہا! اچھا خاصا پارٹی والے دن ہفتے کو چھٹی کر سکتی ہوں مگر صوفیہ تمہاری ضد! اُفف!!۔" کوریڈور سے نکلتے ہوئے وہ لفٹ کا انتظار کر رہے تھے۔

"رخصتی ہوئی ہے تو ولیمہ بھی ہو گا۔ تم اس سے ولیمے کے دن مل لینا۔ پلیز عشنا یہ ایک پارٹی مس مت کرو! میرے لیے آجاؤ۔۔ تم جانتی ہو تم سے زیادہ اچھا میرا یہاں کوئی دوست نہیں! اور میں اس پارٹی کو انجوائے کرنا چاہتی ہوں۔" اس کے اصرار پر وہ خاموش ہو گئی تھی۔

"میں آؤں گی یار! تم فکر مت کرو۔" لمبی خاموشی کے بعد دوستانہ انداز میں کہتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ پھیلا دیا۔

---★★★---

اس کا لہجہ اور انداز وہ ان دو دنوں میں اچھی طرح سمجھ گیا تھا۔ اس سے کٹ کر کترائے پھرنا۔۔ قریب آنے پر جھٹکے سے دور ہو جانا۔۔ سہا لہجہ اور نم انکھیں۔۔ اس کی باتوں کے جواب میں اکثر خاموش اور سمٹ کر رہنا۔ ساویز کمرے میں جاتا تو وہ باہر نکل جاتی تھی۔ یہاں تک کے سونے کے لیے بھی تب ہی آتی جب ساویز صوفے پر سو چکا ہوتا۔ صبح جلدی اٹھ جاتی اور جب ساویز اسے ڈھونڈتا تو لان میں بیٹھی تازہ ہوا لے رہی ہوتی۔ وہ کوئی ایسا حل ڈھونڈنے لگا جس سے یہ سب بہتر ہو سکے۔ پہلے یہ سوچا گیا کہ اسے اس کے حال میں ہی چھوڑ دینا چاہیئے مگر وہ ایسا نہیں چاہتا تھا۔

آج ولیمہ تھا۔۔ جس کا علم تقریبا سب کو ہی تھا سوائے غنایہ کے۔۔ وہ اسے کل ہی بتا دینا چاہتا تھا مگر وہ اس کا سامنا ہی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ دو بج رہے تھے جب وہ گھر میں داخل ہوا۔ ڈھیروں شاپنگ بیگز بستر پر رکھ کر اس نے کمرے سے باہر جاتی غنایہ کو روکا۔

"آج ولیمہ ہے اس لیے چاہتا ہوں یہ شاپنگ بیگز دیکھ لیں۔ سارا سامان لے آیا ہوں اور اگر اب بھی کچھ رہتا ہے تو۔۔" وہ کچھ دیر کو ٹھہر کر اس کو دیکھنے لگا۔ "مجھے بتا دے گا۔" یہ جانتے ہوئے بھی کہ کچھ کمی ہونے کے باوجود بھی وہ اسے نہیں بتائے گی پھر بھی کہہ بیٹھا۔ جبکہ غنایہ کے الجھے تاثرات کچھ اور ہی کہہ رہے تھے۔

"ولیمہ؟۔" اسے حیرانی ہوئی۔

"جی۔۔میں کل ہی بتادیتا مگر آپ نے موقع نہیں دیا۔" اس نے گولڈن لہنگا نکال کر اس کے آگے رکھا۔ ولیمہ کے لیے لہنگا وہ جان کر لایا تھا کیونکہ شادی بے حد سادگی سے ہوئی تھی اور غنایہ ایسا کوئی جوڑا اپنی پسند سے پہن نہیں سکی تھی۔

"بیوٹیشن بھی آجائے گی اور میک اپ بھی لے آیا ہوں۔ کچھ جیولری ہے جو عشنا ہی بہتر پسند کر سکتی ہے۔" آستین کے کف فولڈ کرتا ہوا وہ ایک نگاہ جوڑے پر ڈال کر بولا۔

"عشنا آرہی ہے؟۔" دھیمی تجسس بھری آواز۔۔ ساویز نے اپنی شیو پر ہاتھ پھیر کر اس کی بھوری آنکھوں میں دیکھا۔

"ہاں۔ میں نے اس سے کہا ہے۔" تین گھنٹے اس کام پر خرچ کرنے کے بعد وہ بستر پر دھپ سے گرا اور آنکھیں موند کر تھکن اتارنے لگا۔ غنایہ اس لمبے چوڑے وجود کو دیکھنے لگی جس کے چہرے پر تھکاوٹ کے تاثرات تھے۔ بال چہرے پر گرے تھے۔۔ بازو پر ابھری لکیریں غنایہ کی توجہ کھینچنے لگی تو وہ خود کو مصروف کرنے کے لیے شاپنگ بیگز کی طرف بڑھ گئی۔

---★★★---

"یہ تجھ پر واقعی اچھا لگے گا!۔" ہینگر میں لٹکا وہ خوبصورت مہنگا سوٹ اسے ہر طرف سے دکھا رہا تھا۔ لاونج کے دروازے پر ایک ہاتھ ٹکائے کھڑا ساویز پندرہ منٹ سے میر کی ہر بات پر ہاں میں سر ہلا رہا تھا۔

"اور یہ سرخ ٹائی بھی تم پر بہت اچھی لگے گی۔" دوست کے ولیمے پر وہ آج ہمیشہ سے زیادہ خوش تھا۔

"ولیمہ ہے۔۔۔ جاب کا انٹریو نہیں۔" اس کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے یاددہانی کروائی گئی۔ میر ویس نے ایک آئبرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"یہ اتنامہنگا سوٹ ولیمہ کا ہی ہو سکتا ہے ساویز!۔" انداز ڈپٹنے والا تھا۔ ساویز نے اس کے مسکراتے چہرے کو سنجیدگی میں بدلتے دیکھا تو فوراً سے ہاں میں سر ہلا دیا۔

"بلکل بلکل!! ٹھیک کہہ رہے ہو۔"

دور گھر کا دروازہ کھلا تھا اور عشنا داخل ہوئی تھی۔ وہ دونوں ہی اس سے بے خبر تھے۔ دائیں ہاتھ میں دو شاپنگ بیگز اور بائیں ہاتھ میں گاڑی کی چابی۔۔ اس نے اندر آتے ہی دوران دونوں کو لاونج کے دروازے پر کھڑا پایا تھا۔ ساویز کا ایک ہاتھ لاونج کے دروازے پر جبکہ دوسرے ہاتھ میں سوٹ کی ٹائی تھی۔ عشنا کی طرف پشت کیے کھڑا امیر ساویز کو سوٹ دیکھا رہا تھا۔ وہ اسے دور سے ہی پہچان گئی تھی۔ اب یقینا ایک بار پھر اس سے بحث ہونے والی تھی۔ قدم بڑھاتے ہوئے گیراج سے نکلتی اندر بڑھنے لگی۔ ساویز کی اس پر نگاہ پڑی تو لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ اس کے گھر پہلی بار آئی تھی۔

"دیکھو کون آیا ہے!۔" وہ میر کو متوجہ کرواتا ہوا سیدھا ہو کر کھڑا ہوا۔

"اسلام علیکم۔" وہ خوش دلی سے سلام کرتے ہوئے ان کے قریب آکر کھڑی ہوئی۔ میر ویس نے اسے بغور دیکھا۔

"وعلیکم سلام۔۔ ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔" شیو پر ہاتھ پھیر کر کہتے ہوئے وہ اسے اندر آنے کا راستہ دینے لگا۔

"ہم نہیں۔۔۔ صرف تم! مجھے اس کے آنے کی خبر بھی نہیں تھی!۔" ترچھی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے اس نے ساویز سے کہا۔ ساویز نے ایک ہاتھ سینے پر رکھ کر دوسرا ٹھوڑی پر رکھا۔ گویا اب تماشہ شروع ہونے والا تھا۔

"اگر خبر ہوتی تو کیا کر لیتے؟؟۔" وہ بھڑک اٹھی۔

"تو یہاں نہ آتا!۔" تڑخ کر کہا گیا۔ عشنا کا چہرہ لال بھبھوکا ہوا جبکہ ساویز میر اور عشنا دیکھ کر سوچنے لگا کہ دونوں ہی لڑنے کا موقع ڈھونڈتے ہیں۔

"تو جاؤ! ٹھہرنے کی ضرورت بھی نہیں۔۔" اس نے منہ پھیر کر بولا۔ ساویز کا دل چاہا زور سے ہنس پڑے۔

"یہ بھی ولیمے میں آئے گی؟۔ "

"کیوں نہیں آؤں گی! میری بہن کا ولیمہ ہے۔" جواب عشنا کے سرخ ہوتے چہرے کی جانب سے آیا۔ "یہ سوال مجھے کرنا چاہیئے تھا!۔"

"اوہو!! یہ سوال کرنے کی ضرورت بھی پیش کیسے آتی؟ تمہارے بہنوئی کا یار ہوں!۔" بھاری آواز میں یاد دہانی کروائی گئی۔

"مجھے اس سے اور نہیں جھگڑنا۔ آپ بتائیں ساویز! غنایہ کہاں ہے؟۔" وہ اسے ارد گرد کہیں نظر نہ آئی۔

"غنایہ اوپر ہے۔۔ زینے چڑھ کر اوپر جاؤ گی تو سامنے ہی کمرہ نظر آجائے گا۔" اسے جگہ دیتے ہوئے اس نے سارا راستہ سمجھایا۔ عشنا اثبات میں سر ہلاتی بیگز لیے اوپر بڑھ گئی۔ اس کے بڑھتے ہی ساویز نے میر ویس کو دیکھا۔

"تمہیں وہ اب بھی پسند ہے۔ یہ سچ ہے؟۔" وہ اسے بتا رہا تھا یا پوچھ رہا تھا۔۔ میر ویس نے آئبرو اچکائی۔

"پسند؟ اور وہ؟ یعنی عشنا ابرار؟ مذاق بہت ہوا ساویز!۔" وہ بولتے بولتے ہنس پڑا۔ "اس سے محبت کرنا میرے ماضی کی بے وقوفی تھی۔ شکر ہے اس نے شادی کے لیے ہاں نہیں کی تھی ورنہ باخدا ابھی پچھتا رہا ہوتا۔۔ اور یہ بھی اچھا ہوا کہ ان پانچ سالوں میں بڑھتی عمر کے ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھ آگیا کہ اسے پسند کرنا میری کم عقلی تھی۔" اس کا ہلکا پھلکا لہجہ ساویز کو قہقہہ لگانے پر مجبور کر گیا۔

"میں نہیں مانتا!۔ "

میر محض مسکرادیا۔

"تم بھابھی سے کب ملوا رہے ہو؟۔"اس نے اب تک غنایہ کو نہیں دیکھا تھا۔

"اب ولیمے میں ہی ملاقات ہوسکتی ہے۔بیوٹیشن آنے والی ہے تو وہ ابھی کمرے میں ہی ہے۔ "

"کیسی چل رہی ہے شادی کے بعد کی زندگی؟۔"اس نے ساویز کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا۔ساویز کے مسکراتے لب خود ہی سمٹ گئے۔

"ہاں اچھی چل رہی ہے۔"چاہ کر بھی دوبارہ مسکراہٹ نہ ابھر سکی۔میر نے اس کے تاثرات جانچنے چاہے۔

"سب ٹھیک ہے نا ساویز؟۔"حالانکہ اسے کچھ بھی ٹھیک نہیں لگا تھا۔

"ہاں ایسی کوئی بات نہیں۔۔"وہ جبراً مسکرایا۔

"بھابھی ٹھیک ہیں؟۔"اس نے پھر پوچھا۔

"ہاں بس۔۔۔"کہتے کہتے رک سا گیا۔

"میں سن رہا ہوں۔ "

"بس مجھے لگتا ہے جیسے میں نے فیصلہ کرنے میں بہت جلدی کر دی۔۔"گویا دل کا بوجھ اتارا گیا۔وہ اپنی پیشانی کھجا رہا تھا۔میر ویس ٹھہر سا گیا۔اسے سمجھ ہی نہ آیا کہ کیا کہے۔

"کیا تم پچھتا رہے ہو؟۔" ذہن میں سوال ابھرا۔ دوست کی یہ اداسی برداشت نہ ہو سکی۔

"میں پچھتا نہیں رہا میر۔۔" تھکا تھکا سا لہجہ۔۔ "بس مجھے لگتا ہے کہ ہم دونوں ہی اس اچانک شادی کے لیے تیار نہیں تھے۔۔ کیونکہ یہ شادی محض ایک مجبوری تھی تو ہمیں کرنی پڑی۔" اور جیسے میر ویس کو مزید جاننے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔ وہ پل بھر میں سب کچھ سمجھ گیا۔ ساویز یہ سب غنایہ کے لیے کہہ رہا تھا مگر جان کر جملے میں 'ہم' کا لفظ استعمال کر رہا تھا تاکہ وہ سمجھ نہ سکے۔۔ مگر وہ تو میر تھا۔۔ میر ویس چوہدری!

"تمہیں حالات کو خود قابو کرنے ہوں گے ساویز! میرا یقین کرو پھر سب بہتر ہو جائے گا۔" وہ ذو معنی لہجے میں بولتے ہوئے کوٹ صوفے پر رکھنے بڑھا۔

"امید ہے۔۔۔" ساویز گہری سانس بھر کر اس کے پیچھے مڑ گیا۔

---★★★---

"آج اس کا ولیمہ ہے۔" خرم تقریباً بھاگتے ہوئے آیا تھا اور اب پھولتی سانسوں کے درمیان اسے اطلاع دے رہا تھا۔

وجاہت تیزی سے مڑا۔

"ولیمہ؟۔"

"ہاں باس! فراز نے اسے خود مال میں میر ویس سے کال پر بات کرتے سنا۔"

وجاہت کے بائیں گال ڈمپل گہرا ہوا۔

"سوچنے والی بات ہے دوست کو دعوت بھی نہیں دی!۔"

"یہ اچھا موقع ہے۔ ہم ساویز کے ولیمہ کا فائدہ اٹھا کر کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ یقیناً یہ سب لڑکی کے گھر والوں کے علم میں نہیں ہو گا۔ "

"ہم کیوں کچھ کریں گے خرم؟ ہم ولیمہ اٹینڈ کریں گے۔ آخر کار دوست ہی دوست کی خوشی میں شامل ہوتا ہے۔۔" اس مسکراہٹ کے پیچھے بہت کچھ چھپا تھا۔

خرم اس کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے مسکرایا۔

"تیاری پوری رکھو! تاخیر نہیں ہونی چاہئیے کیونکہ۔۔۔" وہ لمحے بھر کو ٹھہرا۔ "میرے دوست کا ولیمہ ہے۔" ذو معنی لہجہ۔۔ چہرے پر مسکراہٹ پھیلی تھی۔ خرم ہنستا ہوا باہر نکل گیا۔

---★★★---

"یہ رہی تمہاری ساری جیولری اور بیوٹیشن بھی پہنچ گئی ہے۔ مجھے جلدی سے گھر جا کر اپنی تیاری بھی مکمل کرنی ہے کیونکہ اب وقت زیادہ نہیں ہے۔" وہ جلدی میں تھی۔ تمام جیولری آگے رکھ کر اپنا موبائل دیکھتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ "اللہ جانتا ہے کہ آج آفس کی چھٹی کیسے کی ہے۔ یہ مینجر ذرا دیر کو جو جان چھوڑے!۔" دروازہ بجنے پر وہ پلٹ کر آنے والے کو دیکھنے لگی۔ غنایہ وہیں بستر پر بیٹھی خاموشی سے اس کی لائی ہوئی جیولری دیکھ رہی تھی۔ دستک پر اس نے سر اٹھا کر بیوٹیشن کو دیکھا جسے شاید ساویز نے اوپر بھیجا تھا۔ وہ عشنا کو دیکھ کر سوچنے لگی کہ کاش وہ تھوڑی دیر اور رک سکتی۔

"بیوٹیشن بھی آگئی!۔" خوشگوار لہجے میں کہتے ہوئے اس نے غنایہ کا جوڑا اٹھا کر کرسی پر رکھا۔ غنایہ بے دلی سے اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ عشنا نے اس کے تاثرات نوٹ کیے تھے مگر ابھی کچھ پوچھنا یا کہنا مناسب نہیں تھا۔ بیوٹیشن کو معلومات

دے کر وہ اسے تیار کرنے کی تاکید کرتے ہوئے وہاں سے چلی آئی تھی۔ یہ گھر اس کی سوچ سے بھی زیادہ بڑا اور وسیع تھا۔ اسے اتنا تو اندازہ ہو چکا تھا کہ ساویز اپنی باتوں کا سچا ہے۔

سیڑھیاں تیزی سے اترتے ہوئے وہ نیچے آرہی تھی جب اس نے میر ویس کو صوفے پر بیٹھ کر ساویز کے نئے جوتے ٹشو سے صاف کرتے دیکھا۔ ساویز ارد گرد کہیں نہیں تھا۔ موقع اچھا تھا۔۔ وہ پاس سے گزرنے لگی۔

"ایسے کام کرتے رہے تو حالیہ جاب کی تنخواہ سے زیادہ کماؤ گے۔" کہتے ساتھ وہ تیزی سے باہر نکل گئی جبکہ میر ویس بھنویں چڑھا کر رہ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔ وہ لڑکی کیا لڑکی تھی۔۔ پل بھر میں غصہ دلا دینے والی۔۔۔ پل بھر میں ہنسا دینے والی۔۔

---★★★---

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

مغرب ہونے کو تھی اور وہ سر صوفے کی پشت سے ٹکائے نیند میں ڈوبا لاونج میں بیٹھا تھا۔ بیوٹیشن کے غنایہ کے پاس ہونے کی وجہ سے وہ اب تک اوپر نہیں جا سکا تھا۔

دس منٹ بعد ہی بیوٹیشن کی آواز پر اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ ملازمہ بیوٹیشن کو رخصت کر رہی تھی۔ ساویز نے اطمینان کی گہری سانس لی۔ چپل پیر میں پہنتا ہوا وہ اوپر کمرے میں بڑھ گیا۔ نیند اتنی کے آنکھیں بار بار بند ہو رہی تھیں۔ انگلی سے ہاتھ مسلتے ہوئے وہ اندر میں داخل ہوا۔ کمرا اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ ساویز کو قدرے حیرانی ہوئی۔ سوئچ بٹن کھول کر جلدی سے کمرا روشن کیا۔ وہ ارد گرد کہیں بھی نہیں تھی۔ زیادہ غور کرنے پر اسے ٹیرس کے ادھ کھلے دروازے سے باہر کسی کا گمان ہوا۔ اس نے اطمینان بھری نظروں سے اس کی موجودگی پر نگاہ ڈالتے ہوئے شاور لینے کے لیے واش روم کا رخ کیا۔ عجیب بات تھی۔۔ بھلا تیار ہو کر وہ ٹیرس میں کیوں کھڑی تھی۔

ٹھنڈے پانی کے نیچے خود کو پر سکون کرتے ہوئے وہ اب بہتر محسوس کر رہا تھا۔ نیند جو سر پر سوار تھی وہ کہیں غائب ہی ہوگئی تھی۔ وہ غنایہ کی تیاری دیکھنا چاہتا تھا مگر وہ یہ بھی جانتا تھا کہ غنایہ ایسا نہیں چاہتی۔ شاور لے کر وہ تولیے سے بال رگڑتا باہر نکلا۔ کمرا اب بھی غنایہ کی موجودگی سے خالی تھا۔ سفید کالر والی شرٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے اس نے آنکھوں پر آتے گیلے بالوں کو پیچھے کیا۔ آئینے کے عکس میں اسے اپنا کوٹ نظر آیا۔ موبائل پر آتی ڈھیروں کالز کو وہ نظر انداز کر چکا تھا۔ ولیمے کے وجہ سے مہمانوں کے فون مسلسل آرہے تھے۔ جوتے پہن کر دوبارہ سنگھار میز کے آگے کھڑے ہو کر اس نے برش اٹھایا۔ ولیمے کی تیاری مکمل تھی۔ پھول جیسی دیگر چیزیں میر ویس دیکھ رہا تھا۔ ماحول میں قدرے خاموشی تھی۔ اسے شادی سے پہلی کی زندگی شادی کے بعد کی زندگی سے کچھ مختلف نظر نہ آئی۔ وہی خاموش ماحول اور تنہائی۔۔ وہ کلائی میں گھڑی باندھ رہا تھا جب اسے اپنے پیچھے کوئی محسوس ہوا۔ اس نے نگاہ اٹھا کر آئینے میں دیکھا۔ نظریں ٹھہر سی گئی۔۔ گویا وقت تھم گیا ہو۔۔ گھڑی باندھتے باندھتے ہاتھ رک سا گیا۔ پیچھے کھڑی غنایہ خود کو آئینے میں دیکھتے ہوئے جھمکا ٹھیک کر رہی تھی۔ ساویز نے خود کو اس کے ساتھ آئینے میں دیکھا۔۔ اسے محسوس ہوا جیسے وہ مکمل ہے۔۔ اس کی زندگی میں مزید اور کوئی خواہش نہیں۔ بھوری آنکھیں آئینے کے عکس میں ایک دوسرے سے ٹکرائیں تو غنایہ کی دھڑکنیں تیز ہوئیں۔ اس نے نگاہ جھکا کر بستر کی جانب رخ کر لیا۔۔ ٹھہر تو ساویز گیا تھا۔ وہیں کھڑا اس کی خوشبو محسوس کر رہا تھا۔ بھوری آنکھوں کا کاجل اسے وہ دن یاد کروا گیا جب اس نے غنایہ کو پہلی بار دیکھا تھا۔۔ روتی کاجل زدہ آنکھیں۔۔ اور اب بے تاثر لہجہ۔۔ سرخ لپ اسٹک اور آگے کی دو لٹیں کرل ہوتے ہوئیں چہرے پر آرہی تھیں۔ کاش کہ وہ اس کا ہاتھ تھام کر بے حد قریب سے اسے دیکھ سکتا۔ دل نے ایک خواہش کی۔۔۔ کہیں یہ خواہش کمی بن کر نہ دل میں ٹھہر جائے۔۔ کاش غنایہ اسے اتنی اجازت دے سکے کہ ساویز اس کا ہاتھوں کا لمس محسوس کر سکے۔۔۔ پھر شاید وہ اسے ساری رات تکتا بھی رہے گا تو جی نہیں بھرے گا۔

موبائل پر آتی کال نے اسے ہوش دلایا۔ وہ چونک کر خود پر پرفیوم چھڑکتا موبائل اٹھانے بڑھا۔

---★★★---

خوبصورت لائٹس سے جگمگاتے ہال میں لوگوں کی چہل پہل جاری تھی۔ ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں جبکہ دائیں ہاتھ سے وہ اپنے کولیگ سے ہاتھ ملاتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ دور میر ویس پھولوں کا بکے تھام کر میز پر رکھتا اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"شادی مبارک دوست !!۔" کندھے پر اس کا ہاتھ رکھ خوش دلی سے کہا۔ ساویز نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ تھاما۔

"خیال آگیا بالآخر تمہیں !۔ "

میر کا قہقہہ چھوٹا۔

"اچھا اس سے ملو! یہ بھی نکاح میں شامل تھے۔" وہ اس کے آفس میں کام کرنے والا لڑکا تھا۔ میر کی مسکراہٹ سمٹی۔

"گواہ؟ اوہ اچھا اچھا۔" اسے ساویز کا نکاح چھپانا یاد آگیا۔ اس لڑکے کو گھورتے ہوئے وہ دوست کے پیچھے مڑا۔

"بھابھی کہاں ہیں ؟۔" اسٹیج خالی تھا۔

"برائڈل روم میں ہے۔ اس کے گھر والے اندر ہی ہیں۔" وہ میر ویس کو غنایہ سے ملوانا چاہتا تھا مگر غنایہ کی فیملی اندر ہی تھی۔ میر کی نگاہیں کسی کو ڈھونڈنے لگی۔ وہ دونوں ساتھ کھڑے باتیں کر رہے تھے جب برائڈل روم سے عشنا باہر نکلی۔ سفید رنگ کی میکسی پر گولڈن رنگ کے کام نے میر کی توجہ کھینچی۔ بالوں میں ڈھیلا جوڑا اور ہاتھ میں سفید پھولوں کے کنگن۔۔ نگاہیں بمشکل اس پر سے ہٹا کر دوسری طرف مرکوز کی۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں اس کے لیے پھولوں کے کنگن لینے جارہی ہوں۔" وہ ساویز کو مسکرا کر بتاتی آگے بڑھ گئی۔ میر اس کی آواز پر ہی ٹھہر گیا۔ یعنی وہ لڑکی آج اس کی تمام تر توجہ کا مرکز بننے والی تھی۔ ساویز کے اشارے پر وہ اس کے پیچھے برائڈل روم میں بڑھا۔

---★★★---

"اسلام علیکم بھابھی۔" گھمبیر آواز میں گویا ہوتے ہوئے وہ مسکرایا۔ غنایہ نے نگاہ اٹھا کر میر کو دیکھا۔ ساویز نے نگاہیں چرائیں۔ وہ جانتا تھا اگر اس نے غنایہ کو دیکھا تو نگاہیں ہٹانا مشکل ہو جائے گا۔

"وعلیکم سلام۔" اسے یہ چہرہ کچھ جانا پہچانا سا لگا۔

"یہ میر ویس ہے! میرا یار۔۔۔"

"کیسی ہیں آپ؟۔ "

"میں ٹھیک ہوں میر ویس بھائی۔۔ آپ کیسے ہیں؟۔" اسے مروتاً پوچھنا پڑا۔

"ٹھیک ہی ہو گا۔" عشنا پیچھے سے داخل ہوئی۔ ہاتھوں میں دو تین پھولوں کے کنگن تھے۔ میر نے آنکھیں پھیر سنجیدگی سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"یہ میر ویس ہے۔۔ تمہیں یاد ہو گا۔ میں اس کا ذکر کتنا کیا کرتی تھی۔" وہ زمین پر جھک کر اس کی سینڈل ٹھیک کر رہی تھی۔ غنایہ کو یکدم ہی یاد آیا۔ مبہم سی مسکراہٹ لبوں پر پھیل گئی۔

"اوہ تو میرا ذکر بھی ہوتا تھا۔" بے ساختہ کہتے ہوئے وہ زور سے ہنسا۔

"ہاں مگر اچھے الفاظوں میں نہیں۔۔" اس کا کہنا ہی تھا کہ ساویز کا قہقہہ چھوٹ گیا۔۔میر نے پیچھے کھڑے ساویز کو سخت نگاہوں سے دیکھا۔

"ذکر تو ذکر ہوتا ہے۔۔بہر حال میں باہر جارہا ہوں! کھانے کا انتظام بھی دیکھنا ہے۔" وہ عشنا کے چہرے پر آتی زلفوں کو دیکھتے ہوئے باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد عشنا نے دو کنگن ساویز کے ہاتھوں میں تھمائے۔

"یہ کنگن آپ کو پہنانے چاہئیں۔" وہ اس موقع پر بے انتہا خوشی تھی۔غنایہ اس کی بات پر گھبرائی جبکہ ساویز بوکھلا گیا۔اس نے تیزی سے غنایہ کے تاثرات دیکھے۔کنگن تھام کر محض مسکراتا ہوا وہ غنایہ کے پاس آیا۔یہی اچھا موقع تھا کہ وہ اس کا لمس محسوس کر کے اسے دیکھ پاتا۔کنگن کھول کر اسے دیکھا تا کہ وہ اس کی جانب اپنا ہاتھ بڑھائے۔غنایہ اڑے رنگ کے ساتھ کنگنوں کو تکتی رہی۔ساویز نے اس کی کلائی بے حد نرمی سے تھام کر آگے کی۔اس نے تھوک نگل کر پھٹی آنکھوں سے شوہر کو دیکھا۔وہ اب اسے کنگن پہنا رہا تھا۔

"دونوں ہی بہت اچھے لگ رہے ہیں۔۔" خوشی سے آواز ابھری۔۔اس کی آواز پر ساویز اور غنایہ دونوں نے ہی اسے دیکھا تھا۔ساویز بے اختیار مسکرایا۔وہ ابھی پھولوں کا کنگن باندھ ہی رہا تھا جب وہ اس کا ہاتھ اپنی جلد سے لگنے پر جھٹکے سے ساویز سے دور ہٹی۔یہ سب اتنا اچانک ہوا کہ عشنا کو کچھ سمجھنے کا موقع نہیں ملا۔کنگن کلائی سے پھسلتا زمین پر گر گیا۔ساویز کا ہاتھ جہاں تھا وہیں ٹھہر گیا۔۔وہ ساکت کھڑا ششدر نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا جس کا چہرہ خوفزدہ تھا۔گہری گہری سانسیں بھرتے ہوئے وہ پھٹی آنکھوں سے ساویز کو دیکھ رہی تھی۔

"پپ۔۔پلیز ز۔۔۔"لرزتے ہونٹوں سے الفاظ ادا ہوئے۔عشنا نے بے یقینی سے بہن کو دیکھا۔ساویز اب بھی ویسا ہی کھڑا تھا۔۔ششدر لہجہ اور آنکھوں میں بے یقینی کے تاثرات۔۔اتنے کم وقت میں وہ یہ تو سمجھ گئی تھی کہ دونوں کے درمیان کے حالات ٹھیک نہیں۔۔

ایک آخری نگاہ غنایہ پر ڈالتا سپاٹ لہجے اختیار کرتے ہوئے وہاں سے مڑ گیا۔کنگن جوتے کے نیچے آکر مسل گئے تھے۔ وہ یہاں مزید ٹھہرا نہیں تھا۔اپنے پیچھے برائڈل روم کا دروازہ بند کرتے ہوئے وہ باہر چلا گیا۔البتہ غنایہ وہیں سہمی کھڑی تھی۔عشنا اس کے جانب بڑھنے لگی ہی تھی کہ روم کا دروازہ کھلا اور امی اندر داخل ہوئیں۔اس نے جھٹ غنایہ کو دیکھا جو خود کو نارمل کر رہی تھی۔بات کرنے مناسب وقت نہیں تھا اس لیے وہ خاموش ہی رہی۔

---★★★---

"لگتا ہے یہ خوبصورت لوگوں کی محفل ہے۔"ہاتھ میں جوس کا گلاس تھا جب برابر کھڑی لڑکی نے ایک آبرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"ان خوبصورت لوگوں میں خود کو شامل تو نہیں کر رہے نا؟۔"بھلا وہ اور اطمینان سے بیٹھے؟ناممکن!

"میں خود کو شامل نہ بھی کروں تو بھی گنا جاؤں گا۔"مسکراہٹ گہری ہوئی۔"اس لڑکی کو دیکھ رہی ہو؟۔"اس نے آنکھوں کے اشارے اس لڑکی کی جانب اشارہ کیا جو کچھ دور چیئر پر بیٹھی میر ویس کو دیکھ رہی تھی۔عشنا نے اس کے تعاقب میں نارنجی سوٹ پہنی لڑکی کو دیکھا۔"وہ مجھے تب سے دیکھ رہی ہے جب سے میں ہال میں داخل ہوا ہوں۔" اس کی نظریں عشنا کے چہرے پر تھیں جبکہ وہ اس لڑکی کو دیکھ رہی تھی جو بڑے انہماک سے میر ویس کو تک رہی تھی۔

"یہ تو واقعی تمہیں دیکھ رہی ہے۔" عشنا حیران ہوئی جبکہ میر اس کی آنکھوں کے پاس موجود سیاہ تل دیکھ کر مسکرایا۔

"میری بات تمہیں جھوٹ لگ رہی تھی؟۔" گھمبیر آواز میں مسکراتے ہوئے پوچھا گیا۔

"تمہیں اس کا یوں دیکھنا اچھا لگ رہا ہے؟۔" اس کا سوال نظر انداز کرتے اس نے سوال کیا۔ جبکہ پانچ منٹ پہلے بھی میر ویسے عشنا کو دیکھ رہا تھا اور پانچ منٹ بعد بھی نگاہیں عشنا پر ہی تھیں۔ اس کی مسکارا لگی پلکیں اور آنکھوں کے ساتھ تل ہی تو توجہ کھینچ رہا تھا۔

"اتنے پیار سے دیکھ رہی ہے۔۔" وہ اس کے تاثرات نوٹ کرنے لگا۔ عشنا نے آئبرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"حالانکہ اتنے پیارے تم لگ تو نہیں رہے۔" سفید کام والا ڈوپٹہ سلیقے سے کندھے پر ٹکایا ہوا تھا۔ بھورے رنگ کی گہری لپ اسٹک اس پر اچھی لگ رہی تھی۔ اس نے میر کو دیکھا جو سیاہ کالر والی شرٹ کے اوپر کالا کوٹ پہنا ہوا تھا۔ سیاہ آنکھیں خود پر تھیں اور بال سلیقے سے بنے تھے۔ اس کے حلق کی گلٹی نمودار ہو کر غائب ہوئی تو عشنا نے بمشکل نظریں ہٹائیں۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تمہارا یوں آنکھیں چرانا تو بتا رہا ہے کہ میر ویسے سے بڑھ کر کوئی اس محفل میں پیارا نہیں۔۔" بھاری آواز میں کہتے ہوئے وہ زور سے ہنس پڑا۔

"ہاں میں نے آنکھیں چرا لیں! ورنہ نظر لگ جاتی نا تمہیں۔۔" طنز کرنے کا موقع چھوڑا نہیں گیا تھا۔

"تمہارے ابا کہاں ہیں؟ مجھے ان سے بچ کر رہنا چاہیئے۔" وہ اب جیب میں کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔

"ہاں واقعی تمہیں ان سے بچنا چاہیئے! غنایہ کے پاس ہیں۔ ان کی نفرت بھری نگاہیں تمہاری منتظر ہیں۔ جاؤ سلام دعا کر آؤ! پانچ سال پہلے کی وہ یادیں جو دھندلی ہو چکی ہیں ابا صاف کر دیں گے۔" اس نے کمر سے گھما کر اپنا آنچل پکڑا۔

میر ویس کا قہقہہ گونجا۔

"اب تو میں ڈرنے لگا ہوں۔"

"تمہیں ڈرنا بھی چاہیئے میر ویس۔" وہ دونوں ہال کے جس طرف کھڑے تھے وہاں ایک بڑی میز تھی جس پر میر ویس اپنی کہنی ٹکایا ہوا تھا۔ عشنا اسے دیکھنے بجائے سامنے لوگوں کو دیکھتے ہوئے اس کے ہر سوال کا جواب دے رہی تھی۔

میر ویس نے جیب سے سگریٹ نکال کر لائٹر جلایا۔

"میر ویس یہاں نہیں! رکھو اسے جیب میں!۔" عشنا نے سختی سے ڈانٹا۔ میر ویس نے چونک کر اسے دیکھا۔

"تمہاری پسند ناپسند کا خیال میں پانچ سال پہلے رکھتا تھا۔ اب نہیں رکھتا۔" اسے یاددہانی کرواتے ہوئے وہ سگریٹ سلگا ہی رہا تھا جب عشنا نے اسے گھورا۔

"ٹھیک ہے تم کھڑے رہو میں جا رہی ہوں۔" چڑ کر کہتے ہوئے وہ مڑنے لگی تھی۔

"اچھا ٹھہرو! میں رکھ دیتا ہوں۔" تو بالآخر اس نے ہار مان ہی لی تھی۔ سگریٹ دوبارہ جیب میں رکھ کر وہ لائٹر سے کھیلنے لگا۔

وہ ابھی مزید کوئی سوال کرتا کہ ہال میں داخل ہونے والا شخص اس کا رنگ اڑا گیا۔ وجاہت سب کی توجہ اپنی جانب کھینچتا اندر داخل ہوا تھا۔ لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ سب بتا دے رہی تھی۔ جس میز کے ساتھ کرسی لگا کر وہ بیٹھا تھا،

میر ویس اور عشنا کی جانب اس کی پشت تھی۔ہال میں گویا ایک ہلچل مچ گئی۔لڑکیوں کی آپس میں چہ میگوئیاں عشنا کے کانوں میں پڑنے لگی۔

"یہ کون ہے؟۔"عشنا نے اسے دور سے دیکھا تھا اور اس کے باوجود بھی وہ اسے بے حد اچھا لگا تھا۔"دیکھ رہے ہو لڑکیاں کیا کہہ رہی ہیں؟؟۔"عشنا نے کچھ لڑکیوں کو باتیں کرتے سنا تو جھٹ اس سے کہا۔

"کیا کہہ رہی ہیں؟۔"وہ چونکا تھا۔

"اس شخص کے بارے میں بات کر رہی ہیں کہ اس کی آنکھوں کا رنگ ہرا ہے۔کیا واقعی؟۔"وہ اب بے حد تجسس سے بتا رہی تھی۔میر ویس سٹپٹایا۔

"ہاں تو کیا ہوا۔۔"

"کتنا ہینڈسم معلوم ہو رہا ہے۔مجھے اسے قریب سے دیکھنا چاہیے۔"وہ بات مکمل کرتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی جب میر ویس نے تیزی سے اسے روکا۔وہ وجاہت کے ساتھ کھڑے خرم اور فراز کو دیکھ چکا تھا۔

"کوشش بھی مت کرنا اور یہیں کھڑے رہو!۔"وہ اسے کیسے بتاتا کہ وجاہت کے پاس اس کا جانا ٹھیک نہیں۔۔اسے یقین تھا کہ وہ ضرور اپنے ساتھ ہتھیار رکھ لایا ہو گا۔

"کیوں؟۔"اسے جی بھر کر حیرانی ہوئی۔

"لگتا ہے تمہیں اپنی جان عزیز نہیں ہے۔"وہ قدرے سنجیدگی سے بولا۔"ہم دوبارہ اس لڑکی کی جانب آتے ہیں جو مجھے دیکھ رہی تھی۔"اسے دل ہی دل میں وجاہت کے یہاں آنے پر کچھ ہو جانے کا خوف محسوس ہو رہا تھا مگر وہ ظاہر نہ

کرتا ہوا عشنا کو باتوں میں مشغول کرنے لگا۔ عشنا نے اس کے کہنے پر دوبارہ اس لڑکی کو دیکھا جواب بھی میر کو ہی دیکھ رہی ہے۔۔

"اللہ اللہ! کتنی ڈھیٹ لڑکی ہے! اتنے ہینڈ سم لڑکے کو دیکھنے کے بجائے اب بھی تمہیں ہی دیکھ رہی ہے۔" میر ویس کو سمجھ نہ آیا مسکرائے یا دانت کچکچائے۔

"میرے آگے وہ شخص کچھ بھی نہیں! تم کبھی نہیں مانو گی کیونکہ ہم دونوں ہی ایک دوسرے کو ذرا پسند نہیں کرتے۔" وہ بھی اپنی جگہ ڈھیٹ تھا۔

"مجھے لگتا ہے تمہیں اسے پھولوں کا کنگن پہنا دینا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے تمہاری بات بن جائے! پھر اس ولیمے میں تمہارا نکاح بھی ہو جائے گا۔" وہ اپنے دائیں ہاتھ سے بھاری پھولوں کا کنگن اتارنے لگی۔ میر ویس اس کے یوں کنگن اترنے پر حیرانی اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہ کیا کر رہی ہو؟۔" وجاہت کو ایک نظر دیکھتے ہوئے اس نے عشنا کو دیکھا جواب کنگن اس کی جانب بڑھا رہی تھی۔

"تمہیں کنگن دے رہی ہوں تاکہ تم اس لڑکی کو پہنا سکو۔۔" اس نے کندھے اچکائے۔

میر ویس نے وہ کنگن تھام کر اس کی خوشبو سونگھی۔

"تمہارے ہاتھ کا کنگن میں کسی اور کو کیسے پہنا دوں؟۔" الفاظ کا چناؤ بہت سمجھ کر کیا گیا تھا۔

"ہاں ٹھیک ہے کہ میں یہ کنگن پچھلے ایک گھنٹے سے پہنی ہوئی ہوں اور کتنے ہی پھول جھڑ چکے ہیں۔۔ مگر اس سے اب بھی کام چلا جا سکتا ہے۔ ساویز کے لائے پھولوں سے بہت مہنگا اور بھاری کنگن میں نے ہی اٹھایا تھا۔" قدرے فخر سے بتایا گیا۔ "اب جاؤ اسے جلدی سے جا کر پہنا دو!۔"

اس کی آخری بات پر میر ویس کے ماتھے پر بل نمودار ہوئے۔

"تمہیں لگتا ہے میں کسی بھی لڑکی کو کنگن پہنا دوں گا؟ پہنو اپنا کنگن دوبارہ!۔" سختی سے کہتے ہوئے اس نے عشنا کی ہتھیلی پر کنگن رکھا۔ عشنا اسے حیرانی سے دیکھنے لگی۔ مزید ٹھہرے بنا ایک نظر اسے دیکھتے ہوئے وہ وجاہت کی جانب بڑھ گیا۔

---★★★---

واش روم کے آئینے میں ایک نظر خود پر ڈالتے ہوئے اس نے نگاہ جھکائی۔ وہ اس مسلے کا حل نکال چکا تھا۔ میر ویس ٹھیک کہتا تھا۔۔ اسے خود یہ حالات قابو کرنے تھے۔ غنایہ کا یوں سہم کر دور ہٹنا، گھبرانا، بدکنا نارمل نہیں تھا۔۔ وہ اس کو اس کے حال پر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ ہاں وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔۔ یوں خاموش رہ کر ہر موقع پر اس کی بات ماننا ٹھیک نہیں تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ غنایہ کا ڈر ختم کرنے میں اسے کافی وقت لگے گا مگر وہ اسے اب مزید اس کے حال پر نہیں رہنے دے گا۔ اس نے موبائل اٹھا کر جیب میں ڈال اور باہر کی جانب بڑھ گیا۔

---★★★---

میز کے ساتھ لگی کرسی پر بیٹھا وہ ارد گرد ساویز کو ڈھونڈ رہا تھا جب میر ویس مقابل آ کھڑا ہوا۔

"تم کیوں آئے ہو؟۔" لہجہ قدرے سنجیدہ تھا۔ وجاہت کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی۔ بائیں رخسار کا ڈمپل گہرا ہوا۔ عشنا کی جانب اب بھی اس کی پشت تھی اور وہ انہیں دیکھ رہی تھی۔

وجاہت اٹھ کھڑا ہوا۔

"دوست کا ولیمہ کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟۔" وہیں دل جلانے والی مسکراہٹ۔ "گلے نہیں لگو گے؟۔" اس نے بانہیں پھیلائیں۔ میر ویس نے سانس باہر کھینچی۔

"بس کرو یہ ناٹک وجاہت! میں تمہیں وارن کر رہا ہوں۔" اس نے آنکھیں گڑائیں۔۔

"مسٹر خانزادہ نے شادی بھی کر لی اور بھنک بھی نہیں پڑنے دی!۔" وہ قہقہہ لگاتا ہوا ہنس پڑا۔ "مگر میں بھی وجاہت سلطان ہوں۔۔ اور پیچھے کھڑے یہ دو آدمی وجاہت کے بندے ہیں۔ کوئی کام چھپا نہیں رہ سکتا۔" آخری میں وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔ "لگتا ہے میرے دوست کے سسرالی کچھ باتوں سے بے خبر ہیں۔ اگر میں انہیں بتا دوں تو کتنا فائدہ ہو جائے گا نا مجھے؟۔" اس کی ہری آنکھوں میں چمک ابھری۔ میر ویس نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ پیچھے دھکیلا۔

"میں جانتا ہوں تمہارے آدمیوں کے پاس پستول ہے۔۔ تم چلے جاؤ وجاہت! پلیز۔۔" وہ آخری میں سنجیدگی سے التجا کرنے لگا۔ وجاہت مسکرایا پھر ہنس دیا۔ ارد گرد نگاہ ڈال کر کچھ مڑتے ہوئے اس نے کچھ دور پیچھے کھڑی عشنا کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"یہ لڑکی کون ہے؟۔" وہ تھوڑی دیر پہلے میر کو اس لڑکی سے بات کرتے دیکھ چکا تھا۔ میر ویس کے دل میں خوف ابھرا۔ وجاہت کی نگاہیں عشنا پر تھیں اور میر عشنا کو کسی مصیبت میں ڈالنا نہیں چاہتا تھا۔

"کوئی نہیں!۔" یہ کہنا بھی مناسب نہیں تھا کہ وہ لڑکی کی بہن ہے۔۔ پھر شاید وہ اس رشتے کا فائدہ اٹھاتا۔ "عام سی مہمان لڑکی ہے۔ "

وجاہت نے کچھ سوچتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ ابھی مزید کچھ کہتا کہ ساویز نے اس کے شانے پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"تمہیں یہاں نہیں ہونا چاہئیے تھا۔" اس کی سخت بھاری آواز ابھری۔

وجاہت کے لبوں پر صحیح معنوں میں مسکراہٹ ابھری تھی۔

"کسی کی زندگی برباد کر کے اپنا گھر سنوار رہے ہو!۔"بظاہر مسکراتے ہوئے وہ بے حد طنزیہ کاٹ دار لہجے میں گویا ہوا تھا۔

"کس کی زندگی اور کیوں؟ تمہارے غلط فہمیوں کا جواب میں ابھی نہیں دوں گا۔۔میری بیوی اسٹیج پر آنے والی ہے اور اب میں مزید تمہیں یہاں برداشت نہیں کر سکتا۔"ارد گرد کچھ لوگ ان تینوں کو دیکھنے لگے۔

"کسی کی محبت کا فائدہ اٹھا کر اسے مار دینا بھی قتل ہے۔"ذو معنی لہجہ۔۔۔وہ اس ایک جملے میں وہ بہت کچھ کہہ چکا تھا۔۔"پھر تمہیں لگتا ہے کہ تم ہنسی خوشی زندگی بسا سکو گے ؟۔ "

"شٹ اپ وجاہت!!تمہارے غلط فہمیوں میں دن بہ دن اضافہ ہوتا جارہا ہے۔۔"اس بار ساویز کے بولنے سے پہلے میر بولا تھا۔

"بھابھی سے نہیں ملواؤ گے ؟ اہم کردار وہی تو ہیں۔"ہری آنکھیں ساویز پر جمی تھیں اور وہ بمشکل ضبط کر رہا تھا۔

"میری بیوی سے نظریں دور رکھنا وجاہت!جو بات ہے وہ میرے اور تمہارے درمیان ہے۔۔کوئی تیسرا نہیں!۔" ساویز سے برداشت نہ ہوسکا تو وہ دانت پیس کر بولا۔

"واہ کیا محبت ہے۔۔امتحان لینا پڑے گا۔۔"اس کا کہنا تھا کہ ساویز کا چہرہ سرخ ہوا۔وہ ابھی کچھ کرتا ہی کہ میر ویس درمیان میں آگیا۔

"پلیز وجاہت!یہاں سے جاؤ۔۔تم نے جو کرنا تھا کر لیا۔اب میری بات مان لو۔۔ "

"میرا کام تو پورا ہوتے نظر آرہا ہے۔" ارد گرد تمام لوگ انہیں دیکھ رہے تھے۔ دور ابرار صاحب کی پیشانی بل نمودار تھے۔ ایسے میں وجاہت کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔۔ یہاں آنے کا کچھ مقصد تو پورا ہوا۔

وجاہت کوٹ کا بٹن لگانے لگا۔ نگاہ ساویز سے اٹھ کر میر ویس تک گئی تھی جو گزارش کر رہا تھا۔ وہ کبھی جگہ نہ چھوڑتا اگر میر ویس التجا نہ کرتا۔۔ وہی میر ویس جسے وجاہت اب بھی اپنا دوست مانتا تھا۔ خرم کو اشارہ دیتے ہوئے وہ تیزی سے ہال سے نکل گیا۔

"ساویز تب تک ساویز تھا جب تک اس کی شادی نہیں ہوئی تھی۔۔۔ اگر کوئی بات میری بیوی تک آئی تو یہی ساویز بتائے گا کہ دشمن کیا ہوتے ہیں۔" سختی سے باور کرواتے ہوئے وہ پلٹ گیا تھا جب کہ میر ویس اب بھی عشنا کو دیکھ رہا تھا جو اب ان سب کو مشکوک نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ گہری سانس بھرتے ہوئے وہ موبائل جیب سے نکالنے لگا۔

---★★★---

گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے وہ گھر پہنچا۔ سارے راستے غنایہ خاموش رہی اور وہ بھی کچھ نہ بولا۔ ماتھے پر سنجیدگی کے بل نمودار تھے۔ کمرے میں آکر غنایہ نے جلدی سے کپڑے تبدیل کیے تھے۔ وہ اپنی ٹائی اتار کر صوفے پر پھینک رہا تھا جب وہ کپڑے تبدیل کر کے باہر نکلی تھی۔ ایک نظر اسے دیکھتے ہوئے کوٹ اتارنے لگا۔ جیولری میز کے ایک طرف رکھی تھی۔ وہ اس کے پیچھے سے گزرتی باہر نکل رہی تھی جب ساویز نے اسے روکا۔

"کہاں جا رہی ہو؟۔" وہ 'آپ' سے سیدھا تم پر آیا تھا۔ غنایہ نے اس کے لہجہ کو صاف محسوس کرتے ہوئے آئینے کے عکس میں اسے کا چہرہ دیکھا۔ ماتھے پر ہلکے ہلکے بل اور سنجیدگی کا ڈیرا تھا۔

"نیچے۔۔۔" اس نے مختصر جواب دیا۔ بالوں کا ڈھیلا جوڑا بنا ہوا تھا۔ چہرہ اب میک اپ سے پاک تھا۔

"کیوں؟۔" آستین کے کف فولڈ ہو کر کہنیوں تک چڑھے ہوئے تھے۔

"تازہ ہوا کے لیے۔۔" اس نے ہچکچا کر بتایا۔ وہ انگلیاں مروڑنے لگی۔

"کمرے کا ٹیرس کافی بڑا ہے۔ آپ وہاں چلی جائیں۔" ساویز پہلے ہی جانتا تھا کہ وہ نیچے کیوں جانا چاہتی ہے۔۔ تازہ ہوا تو صرف بہانہ تھا۔۔

"مگر مجھے نیچے جانا ہے۔" انگلیاں مروڑنے میں سختی آئی۔ ساویز نے مڑ کر اسے دیکھا اور چلتا ہوا اس کے نزدیک آیا۔ وہ پیچھے ہٹنے لگی تھی کہ ساویز نے اس کا ہاتھ تھام کر انگلیاں چھڑوائیں۔

"آج کے بعد جو میں کہوں گا تم میری بات سنو گی!۔" آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات مکمل کی گئی۔ وہ پیچھے ہٹنا چاہتی تھی مگر دونوں ہاتھ ساویز کے ہاتھوں میں تھے۔

"جی؟۔" وہ گھبرا گئی۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"رات کے گیارہ بجنے کے بعد نیچے نہیں جاؤ گی۔ تازہ ہوا کے لیے ٹیرس کا رخ کر سکتی ہو۔" اس کا ہاتھ چھوڑ کر وہ دوبارہ آئینے کی جانب بڑھا اور گھڑی کلائی سے اتارنے لگا۔ غنایہ کا الفاظ حلق میں ہی پھنس گئے۔

ساویز کپڑے تبدیل کر آیا تھا مگر وہ اب بھی وہیں کھڑی تھی۔

"ٹھیک ہو؟۔" اسے غنایہ کا یوں اب تک کھڑا رہنا ٹھیک نہ لگا جبکہ غنایہ اس کے بدلتے لہجہ کے زیر اثر تھی۔

"جی ٹھیک ہوں۔" وہ ہوش میں آئی۔۔

"تم نے ہال میں صحیح سے کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔ بھوک لگی ہو گی۔۔ میں کھانا منگوا دوں؟۔" اسے یاد تھا۔ غنایہ نے تیزی سے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں مجھے بھوک نہیں۔۔" اس کی سہمی بھوری آنکھوں سے ساویز نے بمشکل نظر ہٹائی تھی۔ کچھ کہے بنا وہ چلتا ہوا اس کے پاس آ کر کھڑا ہوا۔

"میرا ہاتھ پکڑو!۔" نرمی سے کہتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ آگے کیا۔ غنایہ نے پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"مگر۔۔۔" کہتے کہتے ٹھہر سی گئی۔

"مگر کیا؟۔" ساویز نے دونوں بھنویں ساتھ اٹھائیں۔ وہ اسے بے حد وثوق سے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے ڈر لگتا ہے۔" بلآخر اس نے ہمت کر کے بول ہی دیا۔ ساویز چونکا پھر ہلکا مسکرا دیا۔

"میں جانتا ہوں تمہیں ڈر لگتا ہے۔۔ مگر ڈر کا تو مقابلہ کیا جاتا ہے۔" ہاتھ اب بھی غنایہ کی جانب تھا۔ غنایہ نے ایک نظر اپنی طرف بڑھے اس کے ہاتھ کو دیکھا اور پھر ساویز کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ لب بھینچتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ دھیرے سے اس کے ہاتھ پر رکھا اور ساویز کو لگا جیسے وہ کامیاب ہو گیا ہو۔۔ اس مسئلے کا یہی حل تھا کہ غنایہ کو نرمی سے ٹریٹ کیا جائے۔۔

اس کے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط رکھتے ہوئے وہ اسے ٹیرس پر لے آیا۔ کھلی فضا جب چہرے پر لگی تو سکون رگوں میں دوڑنے لگا۔ غنایہ کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ اس کے ساتھ کھڑی باہر دیکھ رہی تھی۔ ہاتھ ساویز کے ہاتھوں میں تھا اور گرفت قدرے مضبوط تھی۔

"سب کچھ کتنا بدل گیا۔۔اب اس کمرے میں ساویز اکیلا نہیں رہتا۔"لبوں پر ہلکی مسکراہٹ تھی۔اس کی آواز پر وہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں قید دیکھنے لگی۔اسے خوف محسوس ہو رہا تھا۔دل چاہا کہ اپنا ہاتھ کھینچ لے مگر جیسے وہ ہاتھ بے جان ہو گیا۔۔ڈھیلا پڑنے لگا۔

"تم یہاں کبھی بھی آسکتی ہو۔۔میری آنکھوں کے سامنے رہو گی تو مجھے تسلی رہے گی۔"اس کا ہاتھ دھیرے سے چھوڑ کر وہ اب اسے دیکھ رہا تھا۔"میں جان گیا ہوں کہ تمہیں تنہائی پسند ہے اور اس میں کچھ غلط نہیں۔۔یہاں جب تک چاہو ٹھہرو پھر اندر آجانا۔کل میرا آفس ہے اور مجھے نیند پوری کرنی ہے۔"گھمبیر لہجے میں کہتے ہوئے وہ اندر مڑ گیا۔ غنایہ وہیں ٹھہر گئی۔۔اس کے لہجے میں کھوئی ٹکٹکی باندھے آسمان کو تکنے لگی۔۔کب وہ ہوش میں آئی اور کب اس نے پلٹ کر کمرے میں دیکھا۔۔ساویز صوفے پر لیٹا ایک ہلکی چادر اوڑھے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔غنایہ نے تھوک نگل کر تیزی سے نگاہیں آسمان کی جانب کر لیں۔نجانے کیوں اس کی دھڑکنیں ساویز کو سامنے پا کر بڑھ جاتی تھیں۔وہ غنایہ کو بنا پلک جھپکے دیکھ رہا تھا اور غنایہ چاند کو تک رہی تھی۔۔جانے کیا کمی تھی جو پوری نہیں ہو پا رہی تھی۔ساویز کے لیے وہ الجھی ڈور کی مانند تھی جسے سلجھانے کا طریقہ وہ جان گیا تھا۔۔

جوڑا کھل چکا تھا اور پونی نیچے گر گئی تھی۔۔وہ بال اب ہوا کے زیر اثر لہرا رہے تھے۔اس نے چاند سے اپنا موازنہ کرنا چاہا۔۔آدھا چاند اور غنایہ۔۔دونوں ہی ادھورے تھے۔

---★★★---

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم کسی سے چاہت کے بدلے چاہت مانگنے لگتے ہیں۔۔امیدیں بڑھا لیتے ہیں اور جب کچھ مرضی کے خلاف ہونے لگتا ہے تو تب محسوس ہوتا کہ وہ امیدیں ہی غلط تھیں۔۔ہر بار چاہت کے بدلے چاہت نہیں ملا کرتی۔دو دن مزید بیت گئے۔۔وہ تقریباً ایک گھنٹے سے آنکھیں کھولے چھت کو تک رہا تھا۔بازو سر کے نیچے تھا اور بے

تاثر آنکھیں پوری کھلی ہوئی تھیں۔ماحول میں قدرے خاموشی تھی۔سورج کی کرنیں ٹیرس کے دروازے سے ہوتے ہوئے کمرے کو روشن کر گئیں۔آنکھ کھلنے کے بعد اس نے ایک بار گردن پھیر کر غنایہ کو دیکھا تھا جو بستر پر لیٹی گہری نیند کے زیر اثر سو رہی تھی۔۔اس کے بعد آنکھیں پھیر کر چھت کو نگاہوں کا مرکز بنالیا تھا۔کچھ بھی ویسا نہیں ہوا تھا جیسا ساویز سوچتا تھا۔۔مگر ہاں اب ایک احساس تھا۔کسی کے پاس ہونے کا۔۔ایک فکر تھی۔کسی کے ساتھ ہونے کی۔۔اور خیال تھا۔۔اس نے ایک بار پھر گردن پھیر کر غنایہ کو دیکھا جس کے چہرے پر ڈوپٹہ تھا۔وہ اپنا چہرہ ڈوپٹے سے ڈھانپ کر سویا کرتی تھی۔۔یہ عادت شاید اس کی پرانی تھی۔اس پردے کے باوجود بھی وہ اس کی بھوری آنکھیں محسوس کر سکتا تھا۔ٹی شرٹ سے نکلتے اس کے بازوؤں پر لکیریں واضح ہو رہی تھیں۔سینے پر رکھا موبائل اٹھا کر وقت دیکھتا وہ اٹھ کھڑا ہو گیا۔آج آفس لازمی جانا تھا۔۔وہ مزید کوئی چھٹی افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔اس نے ملازم کو کال کر کے اپنا کوٹ لانے کو کہا اور واش روم کی جانب بڑھ گیا۔واش روم سے باہر نکلا ہی تھا کہ دروازے پر ہلکی دستک ہوئی۔پانی سے تر چہرے کو تولیے سے صاف کرتے ہوئے وہ دروازہ کھولنے بڑھا۔ملازم نے کوٹ اس کی جانب بڑھایا جسے وہ تھام کر اندر مڑ گیا۔ماحول میں بے حد خاموشی تھی۔پندرہ منٹ اپنی تیاری پر لگا کر اس نے ایک آخری نگاہ آئینے پر ڈالی۔پرفیوم کی خوشبو سے کمرا مہک اٹھا۔لیپ ٹاپ بیگ میں ڈال کر وہ صوفے پر رکھتا ہوا گھوم کر اس کی جانب آیا۔ڈوپٹہ اب بھی چہرے پر تھا۔جارجٹ کا ڈوپٹہ پکڑ کر نرمی سے ہٹاتے ہوئے وہ اسے بغور دیکھنے لگا۔سوتے ہوئے وہ اسے کوئی چھوٹی لڑکی معلوم ہوئی۔گھنی لمبی پلکیں اب وہ بغور دیکھ سکتا تھا۔اگر وہ اٹھ جاتی تو نجانے کتنا گھبرا جاتی۔ساویز کے لبوں پر یہ سوچ کر مبہم سی مسکراہٹ پھیلی۔دھیرے سے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر اس کا ہاتھ پکڑا ہی تھا کہ چہرے کے تاثرات تبدیل ہوئے۔ہاتھ چھوڑ کر پیشانی پر ہاتھ لگایا گیا۔۔وہ یکدم ہی پریشان ہو گیا۔تیز بخار میں تپتی غنایہ اس کی فکرمندی میں اضافہ کر گئی۔ماتھے پر بل نمودار ہوئے۔وہ اسے ایک نظر دیکھتے ہوئے دراز سے تھرمامیٹر نکال کر اس کی جانب بڑھا۔

"غنایہ ؟۔"اس نے سوتی غنایہ کو آواز دی۔

ساویز کی آواز پر جھٹکے سے آنکھیں کھول کر وہ اسے دیکھنے لگی۔ ہر حالت سے بے خبر آنکھوں میں حیرانی اور کچھ پریشانی تھی۔

"جی ؟۔"لہجہ نڈھال تھا۔۔اپنا دوپٹہ ٹھیک کرتی وہ اٹھ کر بیٹھی۔

"یہ تھرمامیٹر لگاؤ، بخار چیک کرنا ہے۔"اس نے موبائل پر اسٹاپ واچ کھولی اور اس کے برابر بیٹھ گیا۔سیاہ پینٹ کوٹ میں وہ آفس جانے کے لیے تیار تھا مگر اب یوں غنایہ کو اس حالت میں چھوڑ کر جانے کا رسک وہ کسی طور نہیں لے سکتا تھا۔

---★★★---

الارم کی آواز پر اس کی آنکھ کھلی تھی۔اوندھا منہ لیٹا میر الارم بند کرنے کے لیے اٹھ کر بیٹھا۔وہ آواز اس کی آنکھیں مکمل طور پر کھول چکی تھی۔ پیر زمین پر رکھتے ہوئے اس نے موبائل فرش سے اٹھایا۔۔ہمیشہ کی طرح وہ جو چیزیں رات بستر پر رکھ کر سویا تھا، صبح انہیں فرش سے اٹھا رہا تھا۔تولیہ،والٹ، گاڑی کی چابی اور اپنا لائٹر۔۔باری باری اٹھا کر اس نے دوبارہ بستر پر اچھالا تھا۔۔وہ بستر کی طرف سے گزر رہا تھا جب اسے کنارے پر اپنا تکیہ فرش پر نظر آیا۔

"یا اللہ میر !۔"خود سے حیرت کا اظہار کرتا تکیہ اٹھانے بڑھا۔اسے اپنے بارے میں بھی زیادہ معلوم نہیں تھا۔۔یہی سوچتا رہتا کہ آخر وہ کیسے سوتا ہے کہ یہ سب چیزیں اسے اگلے دن یوں فرش سے اٹھانی پڑتی ہیں۔موبائل پر آئی رابعہ کی مس کالز دیکھتے ہوئے وہ گہری سانس خارج کرتا واش روم کی جانب بڑھ گیا۔

---★★★---

"مگر مجھے تو کچھ نہیں ہوا ہے۔" بخار کی وجہ سے آواز گھٹی گھٹی سی تھی۔ وہ اس پر ایک نگاہ ڈالتا ہوا تھرمامیٹر کو دیکھنے لگا جو غنایہ کے ہاتھ میں تھا۔

"تمہیں تیز بخار ہے غنایہ۔۔ تھرمامیٹر لگاؤ تا کہ بخار دیکھ سکوں۔" اس کو مزید کچھ کہنا نہیں پڑا۔ اس نے بنا آگے سے کچھ کہے تھرمامیٹر لگالیا اور انتظار کرنے لگی۔ اسٹاپ واچ پر وقت ختم ہونے پر ساویز نے بخار چیک کیا۔

"ایک سو دو!۔" گہری سانس خارج کرتے ہوئے پریشانی سے بتایا۔ غنایہ خاموش رہی۔

"تم پوری رات ٹیرس پر تھی؟۔" وہ اب اس بخار کی وجہ پوچھ رہا تھا۔ ویسے کی رات کے بعد سے وہ اب بھی کافی رات ٹیرس پر گزارا کرتی تھی۔

"جی۔" بخار سے تپتا چہرہ ہلکا سرخ ہو رہا تھا۔ ساویز نے خشک لبوں پر زبان پھیری۔

"اتنی ٹھنڈک کے باوجود اندر کیوں نہیں آئی؟۔" اسے گزری رات چلتی ٹھنڈی ہوائیں یاد آئیں۔ اسے لگا تھا کہ وہ محض ایک گھنٹہ ہی ٹیرس پر ٹھہر سکے گی۔ پوری رات کا بتا کر وہ اس کے چھکے چھڑا گئی تھی۔

"چاند کو تکتے ہوئے وقت کا اندازہ نہ ہو سکا۔۔" اس کی آنکھوں میں دیکھے بغیر وہ گھبرائی گھبرائی بول رہی تھی۔

"پوری رات کھڑی رہی؟۔" ساویز کو اب بھی یقین نہیں آیا۔۔

"نہیں۔ جھولے پر بیٹھی تھی۔۔۔ کب آنکھ لگی اندازہ ہی نہ ہوا اور جب آنکھ کھلی تو فجر ہو رہی تھی۔" وہ اس کو فکرمند ہوتا دیکھ رہی تھی۔ سمٹ کر پیچھے ہوتے ہوئے اس نے مسہری سے ٹیک لگالیا۔ ساویز کی نگاہیں تھرمامیٹر پر تھیں۔ موبائل نکال کر ملازمہ کو کال ملائی اور پرہیزی کھانا لانے کا کہا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔"وہ جلدی سے بولی ہی تھی کہ گلے کی تکلیف سے کراہ کر رہ گئی۔ساویز نے موبائل کان سے ہٹاتے ہوئے اسے دیکھا۔

"تو پھر بیمار کون ہے؟۔"یکدم ہی لبوں پر مسکراہٹ پھیلی۔غنایہ نے کچھ جھجھکتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔
"چاند پسند ہے؟۔"بھوری آنکھوں نے بھوری آنکھوں کو دیکھا۔وہ پریشان تھا مگر اسے ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔جان کر کہتے ہوئے وہ اسے باتوں میں مشغول کرنے لگا تاکہ وہ بیماری کو زیادہ محسوس نہ کرے۔

"بہت۔۔"ایک 'چاند' پر ہی تو وہ ڈھیروں باتیں کر سکتی تھی۔

"کیوں؟۔"تھوڑا پیچھے ہو کر بستر پر ایک کہنی ٹکاتے ہوئے وہ لیٹنے کے انداز میں بیٹھا۔"مجھے چاند دیکھنے میں کبھی دلچسپی نہیں رہی اس لیے تم سے پوچھ رہا ہوں۔"

غنایہ کے لبوں پر ہلکی مسکراہٹ پھیلی۔ساویز نے ان مسکراتے لبوں کو دیکھا۔۔شاید پہلی بار تھا کہ غنایہ اس کے ساتھ گفتگو کے درمیان مسکرائی تھی۔آج پہلی بار ساویز کو احساس ہوا کہ اس کی مسکراہٹ میں خوبصورتی ہے۔۔کرنی سادہ اور دلکش مسکراہٹ تھی۔

"جب آپ کا لوگوں میں کوئی نہیں ہوتا تو آپ کا چاند ہوتا ہے۔مجھے وہ پسند ہے کیونکہ وہ مجھ سے مماثلت رکھتا ہے۔۔اکثر ادھورا نکلتا ہے اور۔۔میں بھی تو ادھوری ہوں۔"اس کا یوں کہنا ساویز کو تھوک نگلنے پر مجبور کر گیا۔

"تمہیں کس نے کہا تم ادھوری ہو؟۔"دھیما رازدار لہجہ۔۔

"میرے اندر کافی کچھ ادھورا ہے۔میری دوست کہتی ہے کہ اتنا کوئی عام لڑکی بھی نہیں ڈرتی جتنا میں لوگوں سے ڈرتی ہوں۔۔تب مجھے احساس ہوا کہ میرے اندر کچھ خالی پن سا ہے۔میں ادھوری ہوں۔۔"تھوڑی دیر کے لیے وہ بھول

گئی تھی کہ یہ وہی ساویز ہے جس سے وہ گھبراتی اور سہمتی ہے۔ساویز اس کی آنکھوں میں خود کو کھوتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔

"کیا تمہیں لگتا ہے یہ ادھوراپن کوئی شخص مکمل کر سکتا ہے؟۔"ذو معنی لہجہ۔

"نہیں۔۔میں ایسی ہوں۔"وہ پھیکا سا مسکرا کر نگاہیں جھکا گئی۔

"ایسی ہی رہنا چاہتی ہو؟۔"اس کے خیالات جاننا ضروری تھے۔وہ ٹھہر سی گئی۔

"پتا نہیں۔۔شاید۔۔"وہی پھیکی سی مسکراہٹ۔چہرے پر آتے بالوں کو اس نے کانوں کے پیچھے کیا۔ساویز کو اپنا دل کچھ ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔

"مجھ سے پوچھو تو یہ ادھوراپن نہیں ہے۔"اس نے کھڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے گہری سانس خارج کی۔

"یہ ادھوراپن ہے۔۔یا پھر۔۔۔پتا نہیں۔۔"وہ الجھنے لگی۔"پریشانی میں رونے لگتی ہوں، گھبراہٹ میں ہر کام غلط کرتی ہوں، ڈرنے لگتی ہوں انگلیاں مڑوڑنے لگتی ہوں۔میری دوست کہتی ہے یہ سب نارمل نہیں۔۔۔"جانے کیوں وہ اسے اپنی باتیں بتا رہی تھی اور ساویز دل میں مسکراتا یہ سوچ رہا تھا کہ یہ لڑکی تو امید سے زیادہ بھی معصوم ہے۔اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"وہ ابنارمل ہے۔"کہتے ساتھ ہی اس نے سر بستر پر رکھا۔غنایہ نے کسی غم سے بھنویں اٹھا کر لیٹے ساویز کو دیکھا۔

"ایسا نہیں ہے۔وہ کانفیڈنٹ ہے!۔"ساویز کا یوں کہنا اسے ذرا نہیں بھایا۔

"کانفیڈنٹ کا مطلب آپ کی ڈکشنری میں غلط درج ہے۔دراصل یہ سب نارمل ہے۔"وہ اطمینان سے اس کی ہر بات کا جواب دے رہا تھا۔

"چھوٹی بات کو خود پر حاوی کر کے کون روتا ہے بھلا؟۔"

"جب میں انیس سال کا تھا تو صرف اس وجہ سے ایک دن رو گیا تھا کہ بابا آسٹریلیا مجھے بغیر بتائے چلے گئے تھے۔ حالانکہ انیس سال بھی کوئی چھوٹی عمر نہیں ہوتی غنایہ۔۔"وہ جس اطمینان سے اسے بتا رہا تھا غنایہ حیران تھی۔

"آپ کے بابا؟۔"

"میں ان کے ساتھ جانا چاہتا تھا مگر وہ خود چلے گئے۔ مجھے لگا تھا انہیں میری پرواہ ہے مگر اس دن خوب رو لینے کے بعد یہ بات خود کو باور کروالی کہ مجھے اپنی پرواہ خود کرنی ہے۔"ہاتھ میں موجود موبائل وہ کچھ اچھال کر پکڑ رہا تھا۔ غنایہ کو حیرانی ہوئی مگر وہ خاموش رہی۔

"اس کے بعد ہر دو مہینے بعد آنا جانا کرتے رہے۔۔ بزنس اس وقت سنبھالنے کے قابل تو نہیں تھا مگر جلد یہ بھی سیکھ لیا۔ پھر یوں ہوا کہ ان کا آنا کم ہو گیا اور مجھے فرق پڑنا۔۔"غنایہ کے تاثرات دیکھ کر وہ جان گیا تھا کہ وہ مزید اس بارے میں جاننا چاہتی ہے مگر کسی خوف سے نہیں پوچھ پا رہی۔"آخری بار وہ دو سال پہلے آئے تھے صرف یہ خوشخبری سنانے کہ اب وہ سنگاپور میں شفٹ ہو رہے ہیں۔ اس بات کو بھی دو سال گزر گئے۔ "

"یاد آتے ہیں؟۔"اس نے آہستگی سے پوچھا۔

"نہیں۔ میں نے کبھی کسی انسان سے امیدیں نہیں لگائیں۔۔ نہ کسی سے محبت کی نہ بدلے میں محبت مانگی۔۔"اس نے آخری جملہ غنایہ کو دیکھ کر ادا کیا۔ اسے دیکھتے ہوئے وہ سوچنے لگا کہ غنایہ کو کیسے بتائے کہ اس کی زندگی میں شامل ہونے کے بعد ساویز اپنے اصولوں کو آہستہ آہستہ توڑ رہا ہے۔ اس نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے غنایہ کا ہاتھ پکڑنا چاہا۔ وہ ہاتھ

سہم کر چھڑاتی دور ہٹی۔ وہی خوف، وہی گھبراہٹ۔۔ جیسے ابھی دونوں کے درمیان کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔۔ ساویز جہاں ٹھہرا تھا وہیں ٹھہرا ہی رہ گیا۔ یکدم ہی ملازمہ نے دروازہ بجایا۔

"تو بلآخر ناشتہ آ گیا۔" ابھی ہوئے واقعے کو جھٹ سے بھلا تا وہ خوش دلی سے کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"آدھے گھنٹے میں سوپ لے آئے گا۔" ملازمہ ٹرے رکھ کر پلٹ رہی تھیں جب ساویز نے روک کر کہا۔ وہ اثبات میں سر ہلاتی باہر نکل گئیں۔ ایک نگاہ غنایہ پر ڈالتے ہوئے وہ اپنا لیپ ٹاپ لے کر صوفے پر ہی بیٹھ گیا۔ آج اسے گھر سے کام کرنا پڑ رہا تھا۔

---★★★---

"میں نے گہرے رنگ کی گلابی میکسی پہنی ہے۔ کیا یہ پارٹی کے لیے مناسب رہے گی؟۔" وہ خود کو آئینے میں گھوم گھوم کر دیکھ رہی تھی۔ کان پر لگے فون کے دوسری طرف صوفیہ جھنجھلائی۔

"پچھلے آدھے گھنٹے سے یہی پوچھ رہی ہو اور میں بارھویں دفعہ بتا چکی ہوں کہ میکسی پارٹی کے لیے ٹھیک رہے گی۔ "

گہرے رنگ کی گلابی یہ میکسی بے حد سادہ تھی۔۔ کسی طرح کا نہ کام تھا اور نہ پرنٹ۔۔ خوبصورت رنگ کی یہ میکسی اس نے خاص طور پر آج پارٹی کے لیے خریدی تھی۔ گلے میں گولڈن چین پہن کر وہ تیار تھی۔ ہاتھ خالی تھے جبکہ کانوں میں بھی اس نے کچھ نہیں ڈالا تھا۔ بالوں کو کرل کر کے خوبصورت انداز میں بٹھایا گیا تھا۔

"تمہیں یقین ہے نا کہ رافع نہیں آئے گا؟۔" وہ اپنا دل برا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ عشنا نہیں آئے گی! اب بھلا وہ کیوں آئے گا؟۔" صوفیہ کے ہنسنے کی آواز پر وہ مسکرا دی۔

"سراقہ سے کہو تمہیں ریسٹورینٹ چھوڑ دے۔ میں بھی گھر سے نکل رہی ہوں۔۔ کہیں ہم لیٹ نہ ہو جائیں۔" وہ اپنا پرس نکال رہی تھی۔

"تم بے فکر رہو ہم وقت پر پہنچیں گے۔ سراقہ اپنے شوروم سے گھر آنے کے لیے نکل چکا ہے۔ آتا ہی ہو گا۔" وہ مسکراتی ہوئی اسے بتا کر کال رکھنے لگی۔ عشنا جس کے جانے کا پہلے دل نہیں تھا، وہ اب اپنی تیاری سے خوش ہو کر جلد از جلد وہاں جانا چاہتی تھی۔ گاڑی کی چابی اٹھاتے ہوئے وہ اپنا سامان سمیٹنے لگی۔

---★★★---

گانوں کی آواز اور پارٹی کا شور بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ لوگوں کے ہاتھ میں جوس کے گلاس تھے اور وہ ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے تھے۔ دور خوبصورت سی میز کے ساتھ بیٹھے رابعہ اور میر عجیب طرح سے چلتی پارٹی کو دیکھ رہے تھے۔

"اب کیا ہو گا میر ویس!۔" وہ گھبرائی گھبرائی بولی۔

"خدا کی قسم مجھے ذرا اندازہ ہوتا تو میں یہاں کبھی میٹنگ نہیں رکھواتا۔ کلائنٹ آتے ہی ہوں گے اور یہ شور و غل!!!۔" وہ بیچارگی سے درد کرتے سر کو تھامتا ہوا بولا۔

"مینجمنٹ کو ہمیں پہلے آگاہ کرنا چاہیئے تھا۔ یہ میز خاص طور پر کلائنٹ سے میٹنگ کے لیے بک کی گئی تھی اور مینجمنٹ جانتی تھی۔ پھر ہمیں کیوں نہیں بتایا گیا؟۔" وہ منہ کھولے حیرت کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

"مسٹر حسام کو معلومات لینی چاہیئے تھی۔ بہر حال وقت کم ہے اور اب ہم لوکیشن تبدیل نہیں کر سکتے۔ کسی طرح مینج کرنے کی کوشش کرنا۔" کرسی کی پشت سے ٹیک لگایا ہوا تھا۔۔ ٹانگ پر ٹانگ جمی ہوئی تھی آنکھوں پر سیاہ چشمہ تھا۔ کلائی پر بندھی گھڑی کو ایک نظر دیکھتا ہوا وہ اپنا پاؤں ہلانے لگا جو دوسرے پاؤں کے اوپر جما تھا۔ رابعہ فائلز دیکھنے لگی۔

"اسلام علیکم !فاری کمپنی ؟۔" پیچھے سے آنے والی آواز نے دونوں کو چونکایا۔ان کا چہرہ پہچان کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

---★★★---

مسہری سے ٹیک لگائے بیٹھی وہ کھلی کھڑکی سے باہر آسمان دیکھ رہی تھی۔ تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ سوپ کا آدھا بھرا پیالہ برابر میں رکھا تھا۔اس نے نگاہیں گھما کر سامنے صوفے پر ڈالی۔

سر صوفے کی پشت سے ٹکائے وہ آنکھیں موند کر کب سویا ساویز کو خود علم نہیں تھا۔ گود میں رکھا لیپ ٹاپ کھلا ہوا تھا۔ایک ہاتھ صوفے کی پشت پر تھا جب دوسرا لیپ ٹاپ پر۔۔اسے دو گھنٹے پہلے کی ساویز کے ساتھ گفتگو یاد آئی۔ آج سے پہلے اس نے کبھی کسی غیر مرد سے یوں گفتگو نہیں کی تھی۔۔اگلے ہی پل اس کے لبوں پر بہت ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔۔'مگر یہ غیر تھوڑی تھا'اسے ساویز کی ہلکی ہلکی شیو پر کشش لگی۔۔کوٹ چینج کیے بغیر وہ صوفے پر ہی بیٹھے گہری نیند میں جا چکا تھا۔موبائل پر آتی مینجر کی کال پر اس کی آنکھ کھلی۔غنایہ نے نگاہوں کا مرکز کھڑکی کو بنا لیا۔ساویز آنکھ کو مسلتے ہوئے ایک نظر اس پر ڈال کر موبائل اٹھانے لگا۔

"کینسل ہے آج کی میٹنگ۔۔"خود کو زبردستی بیدار کرتے ہوئے وہ بمشکل کہہ رہا تھا۔

"نہیں ابھی نہیں !میں آفس نہیں آسکتا۔ "

"اچھا میں کوشش کرتا ہوں۔" نظریں غنایہ پر تھیں۔موبائل صوفے پر رکھ کر اس نے گود سے لیپ ٹاپ اٹھا کر برابر میں رکھا۔

"سوپ نہیں پیا؟۔ "

"بھوک نہیں ہے۔" مخصوص دھیمی آواز۔۔

"سوپ کا بھوک سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔۔" وہ گھومتا ہوا اس کی جانب بڑھا۔ غنایہ نے نظریں جھکا لیں۔ ساویز اس کے نزدیک آتا پیشانی پر بخار چیک کرنے لگا۔ غنایہ نے پیچھے ہٹنا چاہا مگر مسہری سے ٹیک لگانے کی وجہ سے وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکی۔

"مجھے اچانک آفس جانے پڑ رہا ہے۔ بخار کافی بہتر ہے مگر مکمل طور پر ابھی اترا نہیں۔۔ تم اب کیسا محسوس کر رہی ہو؟۔" بالوں میں برش پھیرتے ہوئے وہ اپنا لیپ ٹاپ بیگ میں ڈال رہا تھا۔

"ٹھیک ہوں۔" وہ فوراً سے بولی۔ ساویز اس کے اچانک جواب پر مڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیا میں رک جاؤں؟۔ "

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔ آپ آفس چلے جائیں۔" غنایہ نے بغیر کسی وقفے سے کہا۔ ساویز اس کا مطلب سمجھتے ہوئے کسی عجیب احساس سے سر جھٹکتے ہوئے مسکرا دیا۔

"ملازمہ کو کمرے میں بجھوا رہا ہوں۔ دوائی وقت پر کھا لینا اور ہاں۔۔" وہ ٹھہر کر پلٹا۔ "اب باہر لان میں نہیں جانا۔" سنجیدگی سے کہتے ساویز باہر نکل گیا۔ غنایہ نے تھوک نگل کر اس کی چوڑی پشت دیکھی اور نگاہیں پھیر دوسری جانب کر لیں۔ اس کا دل ہر احساس و جذبات سے خالی تھا۔ وہ کسی احساس کو محسوس نہیں کرنا چاہتی تھی۔ محبت کیا ہے اور اس میں مبتلا ہونے کے بعد کیا حاصل ہو گا۔۔۔ وہ ان سب باتوں سے دور تھی۔ باصم کے خوف سے شادی کرنا اس کے لیے محض ایک مجبوری رہی۔ اسے لگتا تھا سب ٹھیک ہو جائے گا مگر یہ نہیں معلوم تھا کہ سب کچھ یوں ہوتا چلا جائے گا۔ ساویز کو دیکھ کر ہمیشہ دماغ میں ایک خیال آتا تھا۔۔ کیا وہ اسے کبھی قبول کر پائے گی؟

---★★★---

"بہت خوبصورت!۔" اس کے الفاظ اور نگاہیں عشنا کو عجیب گھبراہٹ مبتلا کر گئے۔

"تھینک یو سر۔۔" صوفیہ کا ہاتھ سختی سے بھینچتی ہوئی وہ تیزی سے اس جگہ سے نکل کر دوسری طرف آ کھڑی ہوئی۔ ڈوپٹہ اچھے سے پھیلایا ہوا تھا۔ تیز گانوں کی آواز جہاں لوگوں کو خوش کر رہی تھی وہیں عشنا کے سر کے درد میں اضافہ کرنے لگی۔

"میں نے پہلی بار مینجر کو یوں کہتے سنا۔" صوفیہ اب تک حیران تھی۔ عشنا نے ہونٹ کاٹے۔

"میں نے بھی۔۔ کیسے عجیب طرح سے دیکھ رہا تھا۔" اسے محسوس ہوا جیسے اس پارٹی میں آنا اس کی سب سے بڑی غلطی تھی۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کم از کم رافع نہیں ہے۔۔" صوفیہ نے جان چھڑانی چاہی۔ وہ ابھی مزید کچھ کہتی کہ اندر داخل ہونے والے شخص کو دیکھ کر بوکھلائی۔ "یہ کیسے آگیا۔" ششدر لہجہ۔۔

"کون آگیا؟۔" عشنا نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں پیچھے دیکھا تو رنگت فق ہوگئی۔ گہرے بھورے رنگ کے کوٹ میں رافع اندر داخل ہوا تھا۔ سب سے گلے ملتے ہوئے نگاہ عشنا کی جانب ڈالی تھی۔ چہرے پر یکدم مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہ یہاں کیسے آگیا؟۔" اس نے صوفیہ کو پکڑ کر جھنجھوڑا۔

"مم۔ مجھے نہیں معلوم عشنا۔۔ جب میں نے اسے تمہارے نہ آنے کا بتایا تھا تو مجھے لگا کہ وہ اب پارٹی میں نہیں آئے گا مگر۔۔۔" وہ گھبرائی گھبرائی بولی۔

"یا اللہ! اب وہ جان کر میری طرف آئے گا۔ داخلے کی طرف کھڑے ہونے کے بجائے ہمیں چاہئیے کہ اندر کی جانب چلے جائیں۔ کم از کم یہ ہمیں ڈھونڈھ تو نہیں پائے گا۔" یہ ریسٹورینٹ کافی بڑا تھا۔ صوفیہ کے ہمراہ وہ اپنا پرس اٹھاتے ہوئے وہاں سے آگے بڑھ گئی۔

---★★★---

کلائنٹ سے گفتگو کرتے ہوئے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر فائل دیکھتے میر ویس کے کانوں میں رابعہ سرگوشی کرنے لگی۔

"اس شور کا کچھ کرو میر ویس!۔ "

"میں کیا کر سکتا ہوں۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"یہ ریسٹورینٹ بک کرنے کا تمہارا آئیڈیا تھا اور جانتے ہو نا کہ یہ سب بھی کتنا معنی رکھتا ہے؟ کیا سوچ رہے ہوں گے وہ لوگ؟ ایک ڈھنگ کا ریسٹورینٹ بھی ملاقات کے لیے طے نہ کر پائے۔" وہ دو لوگ تھے جو ان کے مقابل بیٹھے میر ویس کی پیش کی گئی ڈیل پر غور کر رہے تھے۔ میر ویس نے بیزاریت سے گہری سانس خارج کی۔

"معاف کیجیے گا۔۔" وہ ان دونوں کو متوجہ کرواتا اٹھ کھڑا ہوا۔ "مجھے دو منٹ کی اجازت دیجیۓ۔" یہ شور و غل اس کا دماغ خراب کر رہی تھی۔ رابعہ کو آنکھوں سے اشارہ کرتا وہ اس ایریا کی جانب بڑھنے لگا جہاں پارٹی چل رہی تھی۔

---★★★---

"اس کی بیوی کا نام غنایہ ہے۔۔دو بہنیں ہیں۔۔کل جس لڑکی کا آپ میر ویس سے پوچھ رہے تھے میں نے اس کے بارے میں معلوم کروایا ہے۔وہ غنایہ کی بہن ہے۔نام عشنا!۔"خرم دروازے کی طرف کھڑا اسے معلومات دے رہا تھا۔اس کی طرف پشت کیے کھڑا وجاہت گلاس وال کے باہر دیکھ رہا تھا۔لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"غنایہ۔۔نائس نیم!۔"کسی تیسرے کی موجودگی سے بے خبر وہ دونوں گفتگو کر رہے تھے۔"بھابھی سے ملنا پڑے گا۔"اس کے ہنسنے کی آواز گونجی۔

"ساویز صبح آفس جاتا ہے اور گھر میں سوائے دو ملازموں کے کوئی نہیں ہے۔ایک بوڑھی ملازمہ ہے جو عام طور پر کھانا بنا کر جلدی ہی چلی جاتی ہے مگر ملازم جس کی عمر زیادہ نہیں وہ سارا دن ٹھہر کر رات کو رخصت ہوتا ہے۔دروازے پر ایک بوڑھا چوکیدار ہے جو اس ملازمہ کا شوہر بھی ہے۔"یہ ساری معلومات اکھٹی کرنے میں اسے کافی وقت لگا تھا۔اس بات سے بے خبر کہ گلاس ڈور سے کوئی داخل ہوا ہے،وہ اپنی کہے جا رہا تھا۔یکدم ہی اس کی نظر اندر داخل ہونے والے شخص پر نظر پڑی جو نجانے کب سے دروازے پر کھڑا تھا،تو الفاظ حلق میں ہی پھنس گئے۔پریزے نے خرم کو خاموش رہنے کا اشارہ دیا اور وجاہت کا جواب سننے لگی۔

"کیا فرق پڑتا ہے ملازم دو ہوں یا آٹھ!وجاہت کسی سے نہیں ڈرتا۔"وجاہت کی بات خرم کے پسینے چھوٹ گئے۔کاش وہ اسے بتا سکتا کہ پریزے پیچھے ہی کھڑی ہے۔

"اسے لگتا ہے وہ شادی کر کے بچ جائے گا؟حالانکہ اس کی شادی سے ہمیں مزید آسانی ہو گئی ہے۔"وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔"ابھی تو صرف وہ وجاہت کو برداشت رہا ہے۔۔اس کی بیوی سے ایک ملاقات تو کرنی ہی پڑے گی!!!۔"کہتے ساتھ وہ کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھتا ہوا مڑا۔نگاہ کلائی سے اٹھائی تو ساکت ہو گئیں۔پریزے کے تاثرات

Safar e ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

نارمل نہیں تھے۔۔بے یقینی سے چہرہ پھیلا ہوا تھا۔وجاہت کو کچھ بہت برا ہو جانے کا احساس ہوا۔اس نے خرم کو دیکھا جو آنکھیں پوری کھولے پریشانی میں کھڑا تھا۔

"تم اب اس کے گھر کی عورت کو اپنے منصوبے میں شامل کرو گے ؟۔"اسے حیرت تھی یا بے یقینی۔۔وہ پہچان نہیں پایا۔ہونٹ سل گئے اور وہ کچھ چاہنے کے باوجود بھی نہ کہہ پایا۔"مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی وجاہت۔"دل بوجھل ہو گیا۔قدم پیچھے بڑھنے لگے۔۔وجاہت جہاں کا تہاں رہ گیا۔دل بھاری ہونے گیا۔قدم جم گئے۔۔وہ بے یقینی سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے نکل گئی اور وجاہت صفائی میں کچھ کہہ بھی نہ سکا۔

"ایسا نہیں ہے۔۔"حلق سے گھٹ کر آواز نکلی۔خرم کو ایک نظر دیکھتا ہوا وہ کوٹ کی جیب سے ہاتھ باہر نکال کر پریزے کے پیچھے بھاگتا ہوا باہر بڑھا تھا۔خرم نے پریشانی سے گہری سانس اندر کھینچی۔اس کی بیوی کو بھی ابھی آنا تھا۔

---★★★---

"تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔۔گلابی رنگ اور یہ گلابی لپ اسٹک تم پر کھل رہی ہے۔"اسے اکیلا پا کر وہ ہمیشہ کی طرح اس پر جملے کس رہا تھا۔

"مجھے یہاں سے جانا ہے۔۔راستہ دیں مسٹر رافع!۔"بظاہر سپاٹ لہجے میں کہتی عشنا کا دل خوف کھا رہا تھا۔اس نے برابر سے نکلنا چاہا مگر رافع نے اس جگہ اپنا ہاتھ ٹکا لیا۔وہ ششدر اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہ گئی۔۔آج اس نے حد ہی پار کر دی تھی۔

"کیا کر رہے ہیں آپ یہ ؟اپنا ہاتھ ہٹائیں۔"اردگرد کچھ فاصلے سے لوگ کھڑے تھے۔ماحول میں بہت زیادہ شور ہونے کی وجہ سے کسی کی بھی توجہ اس طرف نہ تھی۔

"جب صوفیہ نے مجھ سے یہ کہا کہ تم پارٹی میں نہیں آنے والی ہو تو میرا دل بہت اداس ہو گیا تھا۔ تمہارے بغیر میں بہت افسردہ ہو جاتا ہوں عشنا۔" نگاہیں اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ عشنا نے ارد گرد صوفیہ کو تلاشنا چاہا جو واش روم گئی تھی مگر اب تک نہیں لوٹی تھی۔ رافع کا ہاتھ اب بھی ویسے ہی دیوار پر ٹکا تھا تاکہ عشنا نہ جا سکے۔

"یہ ٹھیک نہیں کر رہے ہو تم! تمہیں جلد اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا رافع۔۔" ہلکا غصہ اور ہلکا خوف۔۔ ایک عجیب تاثر بنا رہے تھے۔ رافع کا قہقہہ چھوٹا۔

"ابھی تو میں نے کچھ کہا ہی نہیں۔۔" اسے سر تا پیر دیکھتے ہوئے اس کی خوفزدہ پھٹی آنکھوں کو دیکھا۔ عشنا نے اپنا دوپٹہ مٹھی میں بھینچ کر سختی سے پکڑ لیا۔

"اگر سرخ لپ اسٹک لگاتی تو بھی اتنی ہی خوبصورت لگتی۔" وہ اس سے کم فاصلے پر کھڑا اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ اس نے کچھ کہنا چاہا کہ نظر سامنے سے گزرتے میر ویس پر پڑی۔ آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگیں۔ رافع کی اس کی جانب پشت تھی۔ اس نے میر ویس کو گزرتے ہوئے ساؤنڈ سسٹم کے طرف بیٹھے لوگوں کی جانب دیکھا۔ رافع اب بھی اس کو کچھ کہہ رہا تھا مگر اس کی ساری توجہ میر ویس نے کھینچ لی تھی جسے عشنا کی موجودگی کا علم بھی نہیں تھا۔ سر کچھ اٹھاتے ہوئے اس نے دور اپنے کولیگز سے میر ویس کو گفتگو کرتے پایا۔ وہ قدرے سنجیدہ معلوم ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ گفتگو مکمل کرتا ہوا واپس عشنا کے پاس سے گزرتا ہوا باہر نکل رہا تھا جب اس کی نگاہ بے دھیانی میں عشنا پر پڑی۔ وہ چونکے بنا نہ رہ سکا۔ رافع اب اس کے بے حد قریب کھڑا تھا۔ دیوار پر اب بھی بازو ٹکا ہوا تھا۔ اس شخص کا یوں عشنا کے اس قدر نزدیک ہونا میر ویس کا چہرہ سرخ کر گیا۔ اس نے عشنا کی آنکھوں میں دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔ خوفزدہ آنکھیں الجھی ہوئی تھیں۔ اس کے تاثرات کچھ سہمے ہوئے تھے اور وہ کسی امید سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

میر ویس جس کا دماغ اس شور سے پہلے ہی پھٹ رہا تھا اس شخص نے مزید گھما دیا۔ گانے کی آواز اس کی ریکوسٹ پر آہستہ کر دی گئی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں ؟۔" وہ پوری قوت سے دھاڑا۔ آس پاس سب لوگوں میں خاموشی چھاگئی۔ رافع ہڑبڑا کر عشنا سے دور ہٹا۔ اس کی دھاڑ پر گانا مکمل بند ہو گیا اور سب تماشائیوں کی طرح انہیں دیکھنے لگے۔ میر ویس کی کڑی نفرت بھری نگاہ رافع کے چہرے پر تھی۔ اس کے دماغ کی نسیں پھٹ رہی تھیں اور وہ غصے کی آخری حدوں میں معلوم ہو تا تھا۔

"کک۔ کیا؟۔" رافع بمشکل بولا۔

"کون ہے یہ ؟۔" اس نے عشنا سے پوچھا۔

"کک۔ کولیگ ہے۔" اس کے یوں دھاڑنے پر عشنا کی بھی سٹی گم ہو گئی تھی۔

"اتنا بے غیرت اور بے شرم آدمی تمہارا کولیگ ہے ؟۔" دانت پیس کر اس نے رافع کو دیکھا جو اس بات پر بھڑک اٹھا اذ تھا۔

"تو یار لگتا ہے اس کا جو مجھے کوس رہا ہے ؟۔" اس پر حاوی ہونے کے لیے وہ برابر چیخا۔ میر ویس نے لال انگارہ ہوتی آنکھوں کے ساتھ ہاتھ میں پکڑے گلاس پر اس قدر گرفت مضبوط کی کہ وہ چھن کی آواز سے ٹوٹ کر بکھر گیا۔ چھوٹی چھوٹی کانچ اس کی ہتھیلی میں چبھ گئی تھیں مگر وہ کسی تکلیف کی پرواہ کیے بغیر اسے دیکھ رہا تھا۔ مقابل کھڑا شخص اس کی جانب بڑھا تھا جب میر ویس نے پوری قوت سے مکا بنا کر اس کی ناک مارا۔

"ایڈیٹ !۔" ہاتھ جھٹکتے ہوئے وہ خطرناک تاثرات سے دور ہٹا۔

"کیا ہوا ہے؟۔" مینجر تقریباً بھاگتا ہوئے آیا تھا۔ میر ویس نے مڑ کر اس کو اپنا چہرہ دکھایا۔ کچھ دور صوفیہ ششدر کھڑی یہ سب ہوتا دیکھ رہی تھی۔

"مینجر میر ویس؟۔" اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹیں۔ "یہ میر ویس ہیں! فاری کمپنی کا مینجر۔۔ اگلے مہینے ان کے ساتھ ایک کانٹریکٹ سائن ہونے والا ہے۔" وہ معاملے کو سنبھالتا ہوا بات کسی اور طرف موڑنے لگا۔ رافع کی ناک سے خون بہہ رہا تھا اور وہ دیوار سے ٹیک لگائے بے سدھ بیٹھا تھا۔

"ہاں دیکھا ہے میں نے آپ کی کمپنی کے امپلائیز کو۔۔" جملے میں واضح طنز تھا۔ اس نے پل بھر میں عشنا کے مینجر کو شرمندہ کر دیا۔

"اب بھی یہیں ٹھہرو گی؟۔" رافع سے منہ پھیر کر عشنا سے پوچھا۔ اسے میر ویس کا لہجہ سرد محسوس ہوا۔ وہ تیزی سے وہاں سے نکلتی اس کی جانب آئی۔ ایک نظر مینجر کو دیکھ کر وہ باہر نکل گیا تھا۔

دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی۔ وہ کلائنٹ کی میز کے قریب جانے سے پہلے رکا۔

"میں اس میز پر ہوں۔ میٹنگ اختتام کی طرف ہے۔ تم یہی کسی میز پر ٹھہر جاؤ۔ بس تھوڑی دیر میں آتا ہوں تمہاری طرف۔۔" اس کے لیے کلائنٹ کی میز کے سامنے والی میز کی کرسی دھکیل کر بیٹھنے کا اشارہ دیتے ہوئے وہ مڑنے لگا۔

"میں گھر چلی جاتی ہوں۔" عشنا تیزی سے بولی۔ یکدم دوسرے ایریا سے رافع باہر نکلا تھا۔ انہیں کھا جانے والی نگاہوں سے تکتے ہوئے وہ وہاں سے گزر گیا۔

"میں یہیں ٹھہر جاتی ہوں۔" پل بھر میں سٹی گم ہوئی تھی اور وہ اس کی باہر نکالی گئی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ میر ویس اس کے یوں اچانک کہنے پر دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ انک بلو کوٹ میں ملبوس وہ ہمیشہ کی طرح اچھا لگ رہا تھا۔ لمبا قد اور

چوڑے کندھے ہمیشہ سے عشنا کی توجہ کھینچتے تھے۔وہ نظریں چراتی ادھر ادھر دیکھنے لگی۔رابعہ کی آواز پر وہ متوجہ ہوتا اپنی میز کی جانب بڑھا۔عشنا وہیں میز پر اپنے ناخن سے کھروچ لگاتی ابھی تک ہڑبڑاہٹ میں بیٹھی تھی۔اس نے سامنے والی میز پر میر کو دیکھا جو اسے بار بار دیکھ رہا تھا۔نجانے کیوں عشنا کو اس سے ڈھیروں شرمندہ محسوس ہو رہی تھی۔وہ اس کے لیے آج کتنا پریشان ہوا تھا۔۔عشنا کو آج پہلی بار معلوم ہوا تھا کہ میر ویس فاری نام کی جانی مانی کمپنی کا مینجر ہے حالانکہ اس کے غیر سنجیدہ لہجے سے وہ کبھی یہ بات نہ جان سکی تھی۔ائیر کنڈیشنر کی تیز ہوا اس کی انگلیاں سرد کرنے لگیں۔کلائنٹ سے گفتگو کرتا میر اسے پہلی بار یوں سنجیدہ معلوم ہوا۔ماتھے پر ہلکے ہلکے بل اور آئبرو کسی وجہ سے الجھی ہوئی تھی۔یکدم وہ چاروں ساتھ کھڑے ہوئے اور آپس میں ہاتھ ملانے لگے۔ان کے درمیان سے میر نے ایک بار پھر عشنا کو دیکھا تھا جو اس کے دیکھنے پر جھجھکتے ہوئے نگاہ میز کی جانب کر چکی تھی۔رابعہ کو ان کے پیچھے بھیج کر وہ اپنا لیپ ٹاپ بند کرتا ہوا اس کی جانب بڑھنے لگا۔عشنا کو گھبراہٹ کا احساس ہوا۔۔ایسا پہلی بار تھا کہ وہ میر ویس سے گھبرا رہی تھی۔خود کو اس کے سامنے مضبوط پیش کرتے کرتے اتنے سال گزر گئے اور آج وہ یہاں بے بس ہو چکی تھی۔۔۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

---★★★---

"میں ٹھیک ہوں پلیز میری فکر مت کریں۔" ملازمہ اسے دیکھنے بار بار کمرے میں آ رہی تھی۔غنایہ کا دل مزید یہاں نہ لگا تو وہ ڈوپٹہ پہن کر اٹھ کھڑی ہوئی۔کمرے میں روشنی اور ہوا کے باوجود اسے گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔

"بیٹا سوپ لے آوں؟۔" لہجہ فکر مند تھا۔

"نہیں میں مزید سوپ نہیں پینا چاہتی۔تھوڑی تازہ ہوا کے لیے لان میں جا رہی ہوں۔" انہیں تسلی دیتی وہ نیچے چلی آئی۔رنگت بیماری کی وجہ سے اتری ہوئی تھی۔ڈھیلی سی پونی بنا کر اس نے چہرے پر آتے بالوں کو کان کے پیچھے کیا ہوا

تھا۔لان میں بھی ٹیرس کی طرح جھولا لگا تھا مگر وہ ٹیرس کے جھولے کی مناسبت کچھ اور کشادہ تھا۔ ہری بھری گھانس اور کنارے پر دیوار کے ساتھ رکھے گملے اسے بہت اچھے لگتے تھے۔ وہ جھولے پر آ بیٹھی۔ کھلی فضا اس کی طبیعت کو جہاں پر سکون کرنے لگی وہیں اسے ٹھنڈک کا احساس ہوا۔

"میں نوفل کے ہاتھ فریش جوس بھیج دیتی ہوں۔" وہ بوڑھی عورت لاونج سے اسے دیکھتے ہوئے بولنے لگی۔ غنایہ نے کچھ نہیں کہا۔ جانے یہ نوفل کون تھا اور جوس اس کے ہاتھ کیوں بھجوانے کا کہا تھا۔ وہ پاؤں کو گھانس پر ٹکاتی ہوئی کچھ زور لگاتے ہوئے ہلکا جھولا جھلانے لگی۔ ساویز کے منع کرنے کے باوجود بھی یہاں بیٹھی تھی۔

"یہ آپ کے جوس کا گلاس!۔" کسی لڑکے کی آواز پر اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں۔ وہ کوئی تیرہ، چودہ سال کا ایک لڑکا تھا جس کے لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ تھی۔

"ہاں۔۔" وہ جیسے ہوش میں آئی۔ گلاس اس کے ہاتھوں سے تھام کر پکڑا۔ "تھینک یو۔" قد میں بظاہر لمبا اور دبلا پتلا تھا۔ چہرے پر مسکراہٹ چپکی ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہوئے مسکراتا وہ اندر چلا گیا۔ غنایہ اب تک لاونج کے دروازے کو دیکھ رہی تھی جہاں سے وہ لڑکا اندر گیا تھا۔ کیا یہ لڑکا وہی ملازم تھا جس کا ذکر ساویز نے کیا تھا؟ چہرے سے کتنا معصوم اور بھولا معلوم ہو رہا تھا۔ سوچ جھٹکتے ہوئے اس نے جوس کا گلاس اٹھایا۔

---★★★---

"تو یہ ہے تمہاری کھٹارا۔" لبوں پر شریر مسکراہٹ تھی۔ دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں تھے اور وہ کسی وثوق سے اس کی گاڑی کو دیکھ رہا تھا۔ عشنا نے لب کاٹے۔

"اسے ایسا مت کہو!۔" جو کچھ ابھی ہوا تھا اس کے بعد عشنا غصہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"کسے؟۔ "

"میری ڈارلا کو۔۔" وہ اب بھی ہونٹ کاٹ رہی تھی۔ماتھے پر ہلکے ہلکے بل تھے اور آواز دھیمی تھی۔میر ویس نے حیرت سے بھنویں اچکائی۔وہ آسمانی رنگ کی تھوڑی چھوٹی گاڑی تھی۔

"تو یہ گاڑی ہے جسے تم ڈارلا کہتی ہو؟۔" وہ چونکا تھا۔

"ہاں۔" اس نے مختصر جواب دیا۔میر مسکرا کر رہ گیا۔

"ڈارلا کہو یا ڈارلنگ۔۔ہے تو کھٹارا۔" کہتے ہوئے وہ اس کا دل جلا گیا۔

"میں نے تم سے کہا نا کہ ایسا مت کہو۔ "

"کیوں؟۔ "

"بس مجھے اچھا نہیں لگتا۔" ماتھے پر ہلکے ہلکے بل تھے۔وہ اس کو دیکھنے لگا جس کی ناک پر ہلکا ہلکا غصہ بیٹھا تھا۔

"غصہ آتا ہے؟۔ "

"کس پر؟۔" وہ الجھی۔

"جب کوئی تمہاری ڈارلا کو برا کہتا ہے تو تمہیں غصہ آتا ہے؟۔ "

"ہاں!۔ "

"غصے میں کیا دل چاہتا ہے؟۔"

"دل چاہتا ہے اس شخص کا سر پھاڑ دوں۔" اس کا چہرہ بگڑا۔

"تو جب کوئی چھیڑ رہا ہوتا ہے تب غصہ نہیں آتا؟۔" سرد آواز اس کے کانوں پر پڑی تو عشنا نے مڑ کر اسے دیکھا۔ چہرہ سپاٹ تھا۔ عشنا کی رنگت فق ہوئی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟۔ "

"اگر یہی غصہ تم اس وقت کرتی تو شاید اسے کوئی موقع نہیں مل پاتا۔" چہرے پر گہرے بل تھے۔

"میں نے اس سے کہا تھا۔۔" آواز حلق میں پھنسنے لگی۔

"ہونہہ! کیا کہا تھا؟ بلکہ کیا ہی کہا ہوگا تم نے! کہ ہٹ جاؤ؟ یا دور ہٹو؟ تمہیں لگا تھا وہ تمہاری بات مان کر دور ہٹ جائے گا؟ یا یہ کہے گا کہ سوری مجھ سے غلطی ہوگئی؟۔" وہ عشنا کا دل ڈوبتے ہوئے محسوس کر سکتا تھا۔ اسے حیرانی تھی کہ وہ لڑکی ایک اکیلے گھر میں کیسے رہتی ہوگی جب وہ اپنے ساتھ کچھ غلط ہوتا دیکھ کر آواز نہیں اٹھا پاتی تھی۔

"مجھے نہیں پتا تھا کہ پارٹی میں میرے ساتھ یہ سب بھی ہو سکتا ہے۔" ہونٹ تھر تھرانے لگے۔ گزرے وقت کو کچھ سوچنا محال تھا۔ میر نے نگاہ پھیر لی۔۔ سوچتے ہوئے بھی اسے اذیت ہونے لگی کہ اگر وہ وہاں نہ جاتا تو وہ کمینہ شخص مزید کیا کر جاتا۔

"اپنا خیال رکھا کرو۔۔" یہ اس کی بات کا جواب نہیں تھا مگر وہ پھر بھی یہی کہہ رہا تھا۔ آنکھیں اس کی آنکھوں کے رنگ میں الجھی تھی۔ دل میں عجیب ہلچل سی مچ گئی۔

"آئم سوری۔۔"اسے آج شرمندگی محسوس ہونے لگی۔وہ شخص جو اس کے مقابل کھڑا تھا، نگاہوں میں اس کے لیے عزت بڑھ گئی تھی۔ایک طرف ایک ایسا مرد تھا جس کے غلط ارادوں سے وہ اتنے ہجوم میں بھی بچ نہیں پا رہی تھی اور ایک یہ مرد تھا جو اس تنہا جگہ پر بھی اس کو نصیحت کر رہا تھا۔

عشنا کو اپنا آپ چھوٹا محسوس ہونے لگا۔

"مجھ سے نہیں۔۔۔خود سے معافی مانگو کہ آئیندہ تم کبھی خاموش نہیں رہو گی۔اگر عورت کو اپنی طاقت کا اندازہ ہو جائے تو دنیا بھر کے مرد اس ڈر سے کوئی غلط ارادے نہ رکھیں۔"وہ اسے آخری حد تک سنجیدہ معلوم ہو رہا تھا۔

"خدا حافظ۔"ایک نظر اس دیکھتا ہوا وہ اس کی گاڑی کے پیچھے پارک ہوئی اپنی گاڑی کی طرف چلا بڑھ۔اس کے الفاظوں میں گم عشنا مزید شرمندہ ہوگئی۔دو منٹ بھی نہیں گزرے تھے جب گاڑی کے ہارن کی آواز سنائی دی۔اس نے میر کو دیکھا جو اسے توجہ دلا رہا تھا کہ اب اسے بھی جانا چاہئیے۔

جب تک وہ گاڑی میں بیٹھ کر آگے نہ بڑھ گئی میر وہیں اس کا انتظار کرتا رہا۔بیک مرر سے اس نے کافی آگے تک بھی میر کو اپنے پیچھے آتا دیکھا۔عشنا جانتی تھی وہ یہ اس کی حفاظت کے لیے کر رہا ہے۔۔پھر وہ راستہ بھی آیا جہاں دونوں اپنی اپنی منزلوں کی جانب بڑھ گئے۔۔سرمئی شام ڈھلنے لگی اور آسمان رنگ بدلنے لگا۔۔

---★★★---

"میرے پاس کوئی اور راستہ نہیں۔۔"

"اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم اس کی بیوی کا استعمال کرو۔"وہ منہ پھیرے کھڑکی کی طرف بیٹھی تھی۔

"میں اس کا استعمال نہیں کر رہا پریزے۔۔"تھکا تھکا سا انداز۔۔

"مگر ان کی زندگی تو برباد کر رہے ہو نا وجاہت۔" نگاہوں میں التجا تھی۔ "اس سے کائنہ کی کمی ازالہ نہیں ہو گا۔ "

"سات مہینوں سے کوشش کر رہا ہوں مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ وہ نہیں مانتا پریزے۔۔ وہ کچھ نہیں مانتا۔۔" چہرہ سرخ ہونے لگا۔

"سات مہینے کسی کو جرم قبول کروانے کے لیے کافی ہوتے ہیں۔" وہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔ سمٹ کر بیٹھی کھلی کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ اس کی بات پر وہ ہوشیار ہوا۔

"اس بات کا کیا مطلب ہے؟۔" اس کے نزدیک پہنچ کر قریب سے دیکھا۔ ہری آنکھوں میں سورج کی روشنی پڑی تو وہ اپنا رنگ بدلنے لگیں۔

"وہی مطلب جو تم سمجھنا نہیں چاہتے۔۔" اس کی آواز دھیمی تھی۔۔ وہ جتنی غصے میں ہو اس کی آواز کبھی بھی بلند نہیں ہوتی تھی۔ زمین پر پاؤں رکھ کر اس نے اپنا دوپٹہ درست کیا اور وہاں سے نکلنے لگی۔ وجاہت نے اس کا بازو پکڑ کر اپنی جانب اسے کھینچا۔ وہ نازک سی لڑکی جھٹکے سے اس کے قریب آئی۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیا تم یہ کہہ رہی ہو کہ ساویز قاتل نہیں؟۔" لال آنکھیں اس کی آنکھوں کو دیکھ رہی تھی۔ پریزے کو اس کا یہ انداز خوف دلانے لگا۔

"ہاں یہی کہہ رہی ہوں۔ اگر وہ ساویز ہوتا تو تم اور تمہارے بندے اسے ڈھونڈ نکالتے مگر نہیں۔۔۔ ساویز نہیں مان رہا کیونکہ اب مجھے بھی یہی لگتا ہے کہ وہ مجرم نہیں! تمہارے لوگوں نے تمہاری ذہن سازی کر رکھی ہے وجاہت! تمہارے اپنے ہی تمہیں دھوکا دے رہے ہیں۔ اگر ساویز سے نگاہ ہٹا کر دو منٹ سوچو گے کہ وہ تمہاری بہن کا قاتل نہیں تو شاید تم اصل مجرم کو ڈھونڈ سکو۔" اس نے اپنا آپ وجاہت کی قید سے نہیں چھڑایا تھا۔

"تت۔ تمہیں بھی لگتا ہے کہ۔۔۔" وہ لمحہ بھر کو ٹھہرا۔۔ نگاہیں اس کے چہرہ پر ساکت تھیں۔" ساویز قاتل نہیں۔؟"

"ہاں۔ اگر ہوتا تو حالات اب بدل چکے ہوتے۔ تم سات ماہ پہلے بھی ساویز کے منہ سے اقرار سننا چاہتے تھے اور سات ماہ بعد بھی یہی چاہ رہے ہو۔ کچھ تبدیل نہیں ہوا سب کچھ ویسا ہی ہے۔۔ "

وہ جھٹکے سے دور ہٹا۔ مٹھیاں بھینچی ہوئی تھیں۔۔ تو وہ بھی یہی سمجھتی تھی کہ ساویز بے گناہ ہے۔ اس کے ہونٹ لرزنے لگے اور وہ اس کی جانب پشت کیے کھڑا ہو گیا۔

"اگر تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو۔۔" پیشانی پر ہاتھ رگڑتے ہوئے وہ کسی اذیت میں خود ہی جملا ادھورا چھوڑ گیا۔

"تو تم اسے شوٹ کر دیتے؟ تم اب بھی یہ کام کر سکتے ہو۔۔ مجھے 'کوئی' اور سمجھ کر۔۔" اس کا یوں کہنا پریزے کا دل چیر گیا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وجاہت نے کبھی کسی کا قتل نہیں کیا وہ بول پڑی۔

"پلیز یہاں سے جاؤ۔۔ ڈرائیور تمہیں گھر چھوڑ دے گا مگر ابھی نہیں۔۔ میرے پاس ٹھہرنا ابھی ٹھیک نہیں۔۔" وہ بے قابو ہو رہا تھا۔ قریب تھا کہ کسی چیز کا نقصان کرتا، خود ہی کہہ پڑا۔

"تم ٹھیک ہو؟۔" اس کی حالت کو دیکھتے ہوئے وہ کچھ پریشان ہوئی۔

"میں کوئی نقصان نہیں چاہتا پریزے۔" اس کا یوں بے قابو ہونا خود اس کے قابو میں نہیں تھا۔ وجاہت کو ڈر تھا کہ کہیں وہ اپنے جنون میں پریزے کو نقصان نہ پہنچا دے۔

"جا رہی ہوں۔" لہجہ یکدم سرد ہوا۔ وہ دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکل گئی۔ اس کے جاتے ہی وجاہت نے پوری قوت سے مکا دیوار پر مارا تھا۔ تکلیف کا احساس ہوا تو کراہ کر رہ گیا۔

---★★★---

اس نے جوس کا خالی گلاس برابر رکھا اور ہلکا جھولا جھولنے لگی۔ بے تاثر لہجہ اور خالی آنکھیں۔

کبھی کبھی انسان اتنا مجبور کر دیا جاتا ہے کہ اسے بلآخر وہ قدم اٹھانا پڑ جاتا ہے جس کا وہ خواہشمند بھی نہیں ہوتا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کا یوں ساویز سے دور رہنا یا کترانا اچھا نہیں مگر اپنے خوف کے خاطر وہ مجبور تھی۔ ساویز کی نگاہوں میں ایک آس تھی۔۔ کہ شاید ایک دن وہ اس کی جانب مڑ جائے گی۔۔ سب بہتر ہو جانے گا مگر وہ اسے کیسے بتائے کہ کچھ بہتر نہیں ہو گا۔ کوئی شخص اپنی زندگی کے سنہرے پل کسی کو اپنے قابل بنانے کے لیے نہیں ضائع کرتا۔ وہ بھی تھک جائے گا اور جلد اسے اپنی زندگی سے باہر کر دے گا۔ غنایہ کے نزدیک کچھ بہتر نہیں ہونے والا تھا۔ باصم سے خوف زندگی بھر کے لیے بھی تھا کہ اگر وہ اپنی عمر کے کسی حصے میں بھی باصم کو سوچے تو اس وقت بھی روح کپکپا جائے گی۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ ساویز اس سے جلد تنگ ہو جائے گا اور جب اپنی کوششوں کو رائیگاں جاتا محسوس کرے گا تو دور ہٹ جائے گا۔۔ طلاق دے گا اور گھر سے نکال دے گا۔ زندگی ایک بار پھر پہلی جیسی ہو جائے گی۔ یہ سوچ کر اس کا چہرہ مزید مرجھا گیا۔ کیا یہ اس کا پاگل پن تھا؟ وہ جانتی تھی اس کا یوں ڈرنا، کترانا، لوگوں کا سامنا نہ کرنا ایک ذہنی مسلہ تھا۔

کسی ہلچل سے اس نے رخ موڑ کر پودوں کی طرف والی دیوار کو دیکھا۔ اس دیوار کے پار سڑک تھی۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے اپنی سوچ کو جھٹک دوبارہ جھولا جھلانا چاہا۔

ساویز کا چہرہ ذہن میں گھومنے لگا۔ وہ کتنا خوبصورت اور ہینڈسم معلوم ہوتا تھا۔۔ ہلکی شیو اور تروتازہ چہرہ۔۔ زندگی سے بھرپور انیتس سال کا مرد جو آج کل صرف اس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس نے گھر پر نگاہ ڈالی۔۔ بڑا اور عالیشان گھر تھا، دولت تھی، خوبصورتی تھی۔۔ بھلا پھر ساویز کے قدم غنایہ کے پاس ہی کیوں ٹھہر گئے۔۔ وہ چاہتا تو آگے بڑھ

سکتا تھا کہ غنایہ کے پاس تو نہ دولت تھی نہ دینے کو محبت۔۔وہ یہ بات جہاں سوچنے پر مجبور ہوئی اگلے پل لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ابھی نہیں تو وہ جلد اس کی طرف سے منہ موڑ لے گا۔اس کا دل چاہا آنسوؤں سے رو دے۔

طبیعت بھاری ہونے لگی۔۔وہ گہری اندر کھینچتی کہ اسے ایک بار پھر دیوار کی طرف ہلچل محسوس ہوئی۔اس نے سرعت سے نگاہ دیوار پر ڈالی۔۔جیسے کوئی زور لگا کر اندر آنا چاہتا ہو۔یکدم ہی دو بیگ کسی نے باہر سے لان میں پھینکے۔ اس کی چیخ نکلی۔نگاہ ابھی پڑی ہی تھی کہ رنگت فق ہوئی۔اسے دو ہاتھ دیوار پر نظر آئے۔وہ جو کوئی بھی تھا دیوار پھلانگنے کی کوششوں میں تھا۔غنایہ اٹھ کر تیزی سے کھڑی ہوئی۔بھلا کسی کو کیا ضرورت تھی کہ دیوار پھلانگ کر آتا۔اسے خطرے کی گھنٹی محسوس ہونے لگی۔تھوڑی ہی دیر میں اسے اس شخص کا چہرہ نظر آیا جو اچک کر اب لان میں دیکھ رہا تھا۔پیشانی پر ایک کالا کپڑا بندھا ہوا تھا اور وہ اس کی صرف آنکھیں ہی دیکھ سکی تھی۔

"باصم؟۔"پہلا خیال دماغ میں یہی آیا تھا۔اس کی رنگت سفید لٹھے کی مانند ہو چکی تھی۔خوف سے دل پھٹنے لگا۔اس کا پورا چہرہ دیکھے بغیر ہی وہ چیخ کر تیزی سے اندر کی طرف بھاگی اور کمرے میں جا کر خود کو بند کر دیا۔

وہ جو کوئی بھی تھا غنایہ کو لاؤنج میں اندر بھاگتا دیکھ کر لان میں کودا تھا۔گھانس پر کھڑے ہوتے ہوئے اس نے اپنے کندھے کی جانب سے شرٹ جھاڑی۔نظریں اب بھی اس بھاگنے والی لڑکی کو تلاش کر رہی تھیں جو لاونج میں جا کر غائب ہو گئی تھی۔۔کیا عجیب سماں تھا۔۔

---★★★---

"مجھے تم سے بے پناہ محبت ہے۔"وہ یونیورسٹی کے گارڈن میں بیٹھی اپنا اسائمنٹ بنا رہی تھی جب اس کی آواز ماتھے پر بل لے آئی۔

"میں اپنا کام کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔" اس سے اجازت طلب کیے بغیر ہی وہ بلکل اس کے سامنے گھانس پر آبیٹھا۔

"ٹھیک ہے۔۔ تم کام کرو اور میں تمہیں دیکھتا رہتا ہوں۔" لبوں پر ہمیشہ کی طرح مسکراہٹ تھی۔ عشنا کا دل نے چاہا ہنس دے مگر وہ اسے کوئی موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔

"تمہیں نہیں لگتا کہ تمہیں اپنے کیریئر پر فوکس کرنا چاہئیے۔۔ عشق، محبت میں پڑو گے تو کچھ حاصل نہیں ہو گا۔" ایک مہینے پہلے کی ہی تو بات تھی جب میرویس نے اسے اغوا کرنے کی کوشش کی تھی اور شرط شادی تھی۔۔

میرویس کا قہقہہ جاندار تھا۔

"مجھے کیریئر کی پرواہ نہیں۔۔" وہ خود ہی کہہ کر گڑبڑایا۔ "مطلب پرواہ ہے! مگر تمہاری بھی پرواہ ہے۔ اگر تم مل گئی تو سب کچھ خود ہوتا چلا جائے گا یقین کرو!۔" دونوں کندھوں کے سہارے بیگ لٹکایا ہوا تھا۔ سیاہ آنکھوں میں بلا کی شرارت تھی۔

"تم سب جانتے ہو کہ میں کسی سے شادی کرنے کی خواہش نہیں رکھتی۔ مجھے بس اپنا کیریئر بنانا ہے اس لیے یہ کوششیں بیکار ہیں میرویس!۔" فائلز پر چلتا قلم رکا۔ اس نے ٹھہر کر میرویس کی آنکھوں میں جھانکا جنہیں ذرا فرق نہیں پڑا تھا۔

"یہ سب فضول باتیں ہیں۔ تم دیکھنا میری محبت کے جال سے نکلنا تمہارے لیے کتنا مشکل جائے گا جاناں۔" وہ ہنستا ہوا اٹھ کر وہاں سے نکل گیا جبکہ عشنا نے بیچارگی سے نفی میں سر ہلایا تھا۔ وہ کتنا عجیب شخص تھا۔ ہر حال میں مسکراتا تھا۔ کوئی غم، غم نہ تھا۔۔ اس کی آنکھوں میں جو یقین کا احساس تھا وہ جلد ماند پڑ جائے گا عشنا کو یقین تھا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

پرانی باتوں کو سوچتے ہوئے حال میں بیٹھی عشنا کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی تھی۔

"میری مانو! مجھے یقین ہے کہ اسے تم سے اب بھی محبت ہے۔" صوفیہ کی آواز نے سوچوں کا تسلسل توڑا۔ وہ چونک اٹھی۔

"ہاں شاید۔۔" اس بات سے وہ کب انکاری تھی۔

"اور تمہیں؟۔ "

"مجھے محبت نہیں ہے۔" دھیمی آواز میں بتایا۔ صوفیہ چونکی۔

"اب بھی نہیں؟۔"

"نہیں۔۔ بس وہ مجھے اچھا لگتا ہے کیونکہ وہ ایک اچھا مرد ہے۔ اگر چاہتا تو اتنے سال بعد میری بے رخی جان کر وہ مجھ سے بدلہ لے سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔۔ مجھے محبت نہیں ہے مگر وہ ایک اچھا مرد ہے۔" ہر تاثرات سے عاری چہرہ۔۔

"تو پھر کس سے محبت ہے تمہیں؟۔" شاید پیچھے کوئی وجہ ہو۔

"کسی سے نہیں۔۔ مگر جانتی ہو کیا؟ مجھے اس کی عادت ہوتی جا رہی ہے۔۔ پہلے میں زندگی سے اکتائی پھرتی تھی مگر جب سے اس سے دوبارہ ملاقات ہوئی ہے مجھے لگتا ہے کہ میری پرانی زندگی لوٹ آئی ہے۔۔ ہم جب جب ملتے ہیں، خوب لڑا کرتے ہیں۔ بلکل پہلے کی طرح۔۔" وہ آخری میں مسکرا دی۔

"کیا ہو اگر وہ تمہیں پروپوز کر دے؟۔ "

اس کی بات پر عشنا کی کھلکھلاہٹ گونجی۔

"وہ خودکشی کر سکتا ہے مگر مجھے دوبارہ پرپوز نہیں کر سکتا۔۔ خوددار مرد ہے۔پہلے میں اس کی کمزوری تھی اس لیے وہ مجبور تھا مگر اب نہیں ہوں۔اب اگر اسے مجھ سے محبت ہوئی تو وہ اپنی حد پار نہیں کرے گا۔ "

"اور کیا ہو اگر تمہیں اس سے محبت ہو جائے ؟۔" یہ سوال اس کا دل چیر گیا۔

"خدانہ کرے ایسا ہو۔۔" اس کا دل ڈوب کر ابھرا۔وقت دیکھتے ہوئے وہ کچن کی جانب بڑھ گئی۔

---★★★---

اس کی کال پر وہ بیس منٹ کا سفر دس منٹ میں طے کر کے گھر پہنچا تھا۔بنا کسی سے بات کیے وہ اوپر کمرے میں بڑھا۔ دروازے کا ہینڈل گھماتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ دروازہ اندر سے لاک ہے۔

"غنایہ میں آگیا ہوں۔دروازہ کھولو۔" ماتھے پر ہلکے ہلکے بل نمودار تھے۔لاک کھلنے کی آواز آئی اور ساتھ ہی دروازہ بھی کھول دیا گیا۔نگاہ اس کے چہرے پر پڑی تو ساکت ہو گئیں۔آنسوؤں سے تر چہرہ سہما ہوا تھا۔

"تم اب بھی رو رہی ہو۔۔" اس کے نزدیک پہنچ کر ہاتھ تھامتا ہوا وہ فکرمندی سے بولا۔غنایہ اس قدر ڈری ہوئی تھی کہ ساویز کے کوٹ کو مٹھیوں سے جکڑ لیا تھا۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔وہ یہاں بھی آگیا اور۔۔" تیزی سے کہتی ہوئی غنایہ کو ساویز نے روکا۔

"وہ نہیں آیا۔۔ کیسے آسکتا ہے؟ چوکیدار سے معلومات لی ہے اور ان کے مطابق گھر میں کوئی داخل نہیں ہوا غنایہ! تم نے کافی باتوں کو خود پر حاوی کر رکھا ہے۔" اس کے بالوں میں دھیرے سے پھیرتے ہوئے وہ اسے اطمینان دلانے لگا۔

"دروازے سے نہیں ساویز۔۔"کپکپاتی آواز منہ سے نکلی۔"میں لان میں بیٹھی تھی جب دیوار کے سہارے کوئی اندر آنے کی کوشش کر رہا تھا۔اس کی آنکھیں اور پیشانی پر بندھا کالا کپڑا میں نے خود دیکھا تھا۔۔"ہچکیاں اسے مزید بولنے سے روک رہی تھیں۔اس کی بات پر غور کرتے ہوئے ساویز کے دماغ میں جھماکا ہوا۔

"لان کی دیوار سے؟؟۔"ایک بار پھر کنفرم کرنا چاہا۔جیسے وہ کچھ کچھ سمجھ رہا ہو۔۔غنایہ نے بھیگی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔مسکراہٹ پھیلنے لگی تو اس نے لب بھینچ لیے۔

"اچھا تم رومت!۔"اسے کو خود سے قریب کرتے ہوئے وہ تسلی دینے لگا۔"تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں غنایہ۔۔وہ باصم نہیں تھا۔چلو آؤ تمہیں ملواتا ہوں۔"اس کی ہتھیلی تھام کر وہ نیچے بڑھنے لگا۔

"مم۔مجھے نہیں جانا۔۔"وہ کترانے لگی۔

"مجھ پر بھروسہ ہے؟۔"اس کی آنکھوں دیکھتے ہوئے ساویز نے جواب جاننا چاہا۔وہ خاموش رہی۔۔نگاہیں فرش کو تکنے لگیں۔"مجھے پتا ہے کہ تمہیں مجھے پر بھروسہ ہے۔۔اگر نہ ہوتا تو میرے ساتھ ایک چھت کے نیچے نہ رہ رہی ہوتی۔"مسکراہٹ گہری ہوئی۔کیا یقین تھا۔۔الفاظ حلق میں ہی اٹک گئے۔وہ چاہ کر بھی کچھ نہ کہہ سکی۔ہاں شاید اسے واقعی ساویز پر اعتماد تھا۔اگر نہ ہوتا تو یہ دن گزارنے مشکل ہو جاتے۔اس کے پیچھے چلتے ہوئے لاونج میں داخل ہوئی۔جتنی گرفت ساویز نے اس کے ہاتھوں میں جمائی تھی،اس سے زیادہ سخت غنایہ کی گرفت تھی۔۔کہ جیسے ہاتھ چھوٹا تو وہ پھر بھٹک جائے گی۔

"خالہ نسیم!کیا باریال آیا ہے؟۔"اس سوال کے پیچھے اسے یقین تھا۔۔

"ہاں وہ اپنے کمرے میں ہے۔ آدھے گھنٹے پہلے ہی پہنچا ہے۔" ان کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی۔ جبکہ غنایہ اس نئے نام پر چونکی تھی۔

"اسے بلا سکتی ہیں؟۔ "

"میں بلا کر لاتی ہوں۔" وہ دائیں طرف کمروں کی جانب بڑھ گئی تھیں۔ ساویز نے اپنی کلائی پر غنایہ کی گرفت مضبوط ہوتے ہوئے محسوس کی۔۔ وہ اس کے پیچھے چھپنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔ جانے کیوں مگر ساویز کو یہ سب اچھا لگنے لگا۔

"اسلام علیکم۔" ایک لڑکا لاونج میں داخل ہوا تھا جس کے چہرے پر خوشی کے تاثرات نمایاں تھے۔ ساویز مسکرایا۔ اسے سلام کرنے کے لیے اس نے دایاں ہاتھ آگے بڑھانا چاہا جو غنایہ کی گرفت میں تھا۔۔ مگر غنایہ نے ہاتھ مزید سختی سے پکڑ لیا کہ ساویز ہاتھ نہ چھڑا پایا۔ وہ لڑکا یہ بھی دیکھ چکا تھا۔ کچھ نہ سمجھنے والا تاثرات سے اس چھپی لڑکی کو دیکھتے ہوئے ساویز کو دیکھا۔

"بائیں ہاتھ سے کام چلا لو۔۔" ہنس کر کہتے ہوئے اس نے بایاں ہاتھ آگے کیا جسے اس لڑکے خوش اسلوبی سے تھاما۔

"تم اندر کیسے آئے؟۔" اس کا سب سے پہلا سوال یہی تھا۔ ابھی وہ لڑکا جواب ہی دیتا کہ ساویز پھر بول پڑا۔

"دروازے والا آپشن میرے جملے میں موجود نہیں۔۔ "

وہ لڑکا زور ہنس پڑا۔ پیشانی پر کالا کپڑا اب بھی بندھا ہوا تھا۔ عمر میں کوئی اکیس، بائیس سال کا معلوم ہوتا تھا۔

"لان کی دیوار سے۔۔" اس نے پیشانی کھجائی۔

"تم نہیں سمجھو گے! حالانکہ کتنی ہی بار کہا ہے کہ دروازے سے آیا کرو گھر میں موجود افراد تمہاری اس حرکت سے پہلے بھی کئی بار ڈر چکے ہیں!۔" ڈپٹ کر سمجھایا۔

"آپ جانتے ہی ہیں ساویز بھائی! پرانی عادت ہے۔" وہ کبھی جو اس کی بات سمجھ لے۔۔ "ویسے جب میں آیا تو ایک لڑکی مجھے دیکھ کر لان سے بھاگی تھی۔ کون تھی وہ؟۔" نگاہ پیچھے کھڑی غنایہ کو تک رہی تھی۔ ساویز قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"یہ غنایہ ہے۔ میری بیوی!۔" اسے ساتھ کھڑا کرتے ہوئے ساویز نے تعارف کروایا۔ باریال چونکا۔

"بیوی؟۔" اسے حیرانی ہوئی۔ "آپ نے شادی کر لی؟۔ "

"ہاں! سب کچھ تھوڑی جلد بازی میں ہوا اس لیے کوئی بڑا اہتمام نہیں کر سکے۔ "

"بہت بہت مبارک ہو بھائی! مجھے بے حد خوشی ہے۔" حیرانی سے مسکراتے ہوئے وہ بے حد خوش نظر آ رہا تھا۔

"یہ باریال ہے! ہمارے پرانے چوکیدار کا بڑا بیٹا۔۔ ویسے تو گاؤں میں رہتا ہے لیکن امتحانوں کے وقت شہر آ جاتا ہے۔ میں نے ہمیشہ اسے اپنا چھوٹا بھائی مانا ہے۔" اس کے گلے سے لگتا ہوا وہ اپنی خوشی کا اظہار کرنے لگا۔

"یہ تو آپ کی محبت ہے ساویز بھائی۔۔" وہ جھینپ کر پیچھے ہٹا۔

"اور ساتھ ساتھ ایک اچھا شیف بھی ہے۔ "

"اسلام علیکم۔" شروعات میں غنایہ کو اس پر غصہ آیا تھا کہ بھلا یہ کیا طریقہ تھا کسی کو ڈرانے کا۔۔ لیکن اب اس کا چہرہ کسی بھی تاثر سے عاری تھا۔

"وعلیکم سلام!خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔۔" اسے وہ لڑکی بھابھی کے روپ میں اچھی لگی۔" معافی چاہتا ہوں اگر میری وہ حرکت آپ کو بری لگی ہو۔میں آپ کو ڈرانا نہیں چاہتا تھا۔ "

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔۔" نرمی سے کہا گیا۔

"سفر سے تھک گئے ہوگے۔۔ کھانا کھالو۔" کندھے پر ہاتھ رکھ کر وہ تاکید کرنے لگا۔ باریال نے اثبات میں سر ہلایا اور مسکراتا ہوا مڑ گیا۔اس کے جانے کے بعد ساویز نے غنایہ کو دیکھا۔

"میں کہہ رہا تھا نا کہ مجھ پر بھروسہ رکھو!وہ تمہاری عمر کا ایک اچھا لڑکا ہے۔بے حد تمیز دار اور سلیقے مند!۔" صوفے پر بیٹھتے ہوئے اس نے غنایہ کو سمجھایا۔

"میں بس ڈر گئی تھی۔۔" وہی ایک جملہ۔۔

"میں جانتا ہوں۔۔اس لیے ہی دوڑا چلا آیا۔آؤ میرے برابر بیٹھو۔۔تمہاری طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی۔" اس کا ہاتھ زبردستی پکڑتے ہوئے ساویز نے اسے برابر بٹھایا۔بخار اب سرے سے ختم ہو چکا تھا اور وہ چاق وچوبند بیٹھی تھی۔ چلو اس بہانے ساویز اسے احساس تو دلا سکا کہ وہ اس کے ساتھ ہے۔

---★★★---

"پرسو میرا اسپورٹس ڈے ہے۔سب کے والدین آئیں گے اور تم تو جانتے ہو اماں کی گھٹنے کی تکلیف۔۔وہ نہیں آسکیں گی۔تم آؤ گے نا؟۔" اس کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھی وہ بہت معصومیت سے کہہ رہی تھی۔میرویس دھیرے سے مسکرایا۔

"ہاں میں آؤں گا۔" نجانے کتنے دنوں بعد وہ آج اس سے مل رہا تھا۔کام کی مصروفیت نے اس کی بہن کی امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا۔

"تم نے کہا تھا کہ ہفتے اتوار کے علاوہ بھی آنے کی کوشش کرو گے مگر تم تو ہفتہ اتوار بھی نہ آئے میرو۔" اس کا لہجہ آج کچھ عجیب سا تھا۔ آنکھیں نم نہ ہونے کے باوجود بھی میر کو گیلی محسوس ہوئیں۔ آواز میں دکھ شامل تھا۔ وہ پھیکا سا مسکرا کر اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ پھیرنے لگی۔ میر نے لب بھینچ لیے۔ "کاش کہ تم میرے پاس ہی ٹھہر جاؤ اور میں تم سے باتیں کرتی رہوں۔" چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میر ویس کچھ کہہ بھی نہ سکا۔ وہ اب کس منہ سے کہے کہ ایک بار پھر تم سے ملنے کی وہ کوشش کرے گا۔۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ کوششیں صرف کوششیں ہی رہ جاتی ہیں۔ ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔۔ وقت نے اسے اتنا مصروف کر دیا تھا کہ بہن سے ملنے کے لیے بھی اب کئی بار سوچنا پڑ جاتا تھا۔

"تم ایک بہت اچھی اور پیاری بہن ہو روما۔" اس کے بالوں کو چھوتے ہوئے وہ بے حد جذب سے بولا۔

"مگر تم بلکل اچھے نہیں میرو۔۔ ہاں مگر پیارے ضرور ہو! اگر تم میرے بھائی نہ ہوتے تو میں کبھی تم سے نہ کہتی کہ مجھ سے آملو۔" اس کی انگلیوں کو چھو کر لمس محسوس کرتی ہوئی وہ بار بار مسکرا رہی تھی۔

"میرے بس میں ہوتا تو تم سے روز ملنے آتا۔ یہ بھی صرف میں جانتا ہوں کہ تمہارے بنا یہ ویک اینڈز میں نے کیسے گزارے۔۔"

اونچی چھوٹی پونی اور کلائیوں میں بینڈز پہنے وہ اسے بلکل شرارتی بچوں کی طرح معلوم ہوئی۔

"تم اسپورٹس ڈے میں آکر اس غلطی کا ازالہ کر دو۔ "

میر ویس مسکرایا۔ حالانکہ پیر کا دن باقی دنوں سے زیادہ مصروف ہوتا ہے، یہ جان کر بھی وہ کچھ نہ بولا۔

"ٹھیک ہے میں آؤں گا! اب کیا اپنے ہاتھ کی کڑوی چائے بھی نہیں پلاؤ گی؟۔" ہنس کر چھیڑتے ہوئے وہ اس کا موڈ ٹھیک کرنے لگا۔

"اب سارا دن کافی پیو گے تو بہن کی چائے بری تو لگے گی۔" زبان چڑا کر کہتی وہ کچن کی جانب بڑھی۔ میر ویس قہقہہ لگاتا ہوا وہیں اپنے کمرے کے بستر پر لیٹ گیا۔ نیند سے آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں مگر اسے یقین تھا کہ روما اسے آج سونے نہیں دے گی۔

---★★★---

وہ تقریباً گیارہ بجے کے بعد گھر میں داخل ہوا تھا جب میں لان کے جھولے میں بیٹھی غنایہ کو دیکھ کر رکا۔ حیرت سے کلائی میں بندھی گھڑی میں وقت دیکھ کر غنایہ کو دیکھا۔ ماتھے پر بل پھیلے۔۔ اس کی بات کا پاس نہ رکھ کر وہ ہر بار اس کا دل دکھایا کرتی تھی۔ سنجیدگی سے اس کی جانب بڑھ کر وہ ساتھ کھڑا ہوا۔

"میں نے کہا تھا نا کہ گیارہ بجے کے بعد تم یہاں نہیں بیٹھو گی۔" آواز میں کچھ سختی تھی کہ وہ سہم کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں بس تھوڑی دیر چاند دیکھنے بیٹھی تھی۔ "

"اور میں نے کہا تھا کہ چاند تم ٹیرس سے بھی دیکھ سکتی ہو!۔" بھاری گھمبیر لہجہ۔۔ غنایہ نے کچھ بے یقین ہوتے ہوئے اسے دیکھا۔ تو کیا اسے غنایہ کا یوں کرنا اس قدر برا لگا تھا؟۔

"تھوڑی دیر مزید۔۔۔" وہ ابھی جملہ مکمل کرتی کہ چہرے کے زاویے بگاڑتا ساویز اس کا بازو پکڑتے ہوئے اوپر کی جانب بڑھ گیا۔ وہ پیچھے کھینچتی چلی آ رہی تھی۔ لاونج کا دروازہ لاک کرتے ہوئے وہ زینے چڑھتا ہوا اوپر کمرے میں

پہنچا۔ کمرا روشن کرتے ہوئے اس نے ہاتھ چھوڑ کر غنایہ پر ایک گہری نگاہ ڈالی تھی۔ غنایہ آج پہلی بار ڈری نہیں تھی۔۔وہ مکمل حیران ہوتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

کلائی سے گھڑی اتارتے ہوئے وہ خود کو ریلیکس کرنے لگا۔ فون پر آتی کال اس نے نام پڑھ کر اٹھائی۔

"اسلام علیکم!۔" میر ویس کی آواز ابھری۔

"وعلیکم سلام۔" مسکراہٹ خود ہی لبوں پر پھیل گئی تھی۔

"میں سوچ رہا تھا کافی دن ہو گئے ہیں ہمیں ملنا چاہیئے! ابھی زیادہ بات نہیں کر سکتا روما پاس بیٹھی ہے۔ "

"کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں! کل میرے گھر آجانا اور کیونکہ چھٹی بھی ہے تو ساتھ وقت گزار سکیں گے۔" اسے یکدم ہی روما یاد آئی تھی۔

"دعوت کھلا رہا ہے؟۔" اس کی شرارت بھری آواز ابھری۔

"جو سمجھو! اس بہانے عشنا کو بھی بلا لیتا ہوں۔ اس کے ساتھ بھی غنایہ اور میرا علیحدہ سے کوئی ڈنر نہیں ہوا۔" میر کی بات پر اس کی ہنسی نکلی۔ دور بیٹھی غنایہ اس کی باتیں سمجھ رہی تھی۔ میر عشنا کی آمد کا سن کر مبہم سا مسکرا دیا۔

"پھر کل ملاقات ہو گی! خدا حافظ۔۔ "

کال رکھ کر ساویز نے موبائل سنگھار میز پر رکھ دیا۔ اس کے خاموش چہرے کو ایک نظر دیکھتا ہوا وہ لیپ ٹاپ اٹھا کر اس کے بلکل برابر صوفے پر آبیٹھا۔ غنایہ نے خالی صوفے پر نگاہ دوڑائی جہاں اور بھی جگہ تھی بیٹھنے کے لیے مگر وہ اس کے برابر آبیٹھا تھا۔ اتنے نزدیک کئی بار دونوں کے ہاتھ آپس میں ملے تھے۔ دونوں ٹانگیں میز پر ٹکاتے ہوئے اس نے لیپ ٹاپ گود میں رکھ کر کھولا۔ وہ اس بار ساویز کا لمس محسوس ہونے پر دور نہیں ہٹی تھی۔۔

"یہاں سے بھی نظر آسکتا تھا چاند!۔"اس نے انگلی سے کھلی کھڑکی کے باہر اشارہ کیا جہاں چاند اپنی جگہ پر موجود تھا۔ غنایہ نے ایک نظر اس کے تعاقب میں چاند کو دیکھا اور نم ہوتی آنکھیں ساویز کی جانب سے پھیر لیں۔اس کا یوں منہ پھیر لینا ساویز کی نظروں سے چھپا نہیں تھا۔

"ناراض ہو؟۔"ان کے رشتے کے درمیان یہ ایک بے تکا سا سوال تھا۔بات مزید بڑھانے کے لیے وہ بول پڑا۔

"آپ میرے کوئی نہیں ہیں کہ میں آپ سے ناراض ہوں۔"بے رخی سے منہ موڑے ہی کہا گیا۔وہ مسکرا دیا۔نگاہیں لیپ ٹاپ کی روشن اسکرین پر تھیں۔

"مانو نہ مانو مگر اب میں ہی ہوں جو تمہارا سب کچھ ہے!۔"شریر لہجہ۔۔اسے ایسا موقع کم ہی ملتا تھا۔

"میرے ماں باپ حیات ہیں ابھی!۔"وہ جھٹ سے بولی۔

"مگر اب تم شوہر والی ہوگئی ہو۔۔"ایسے کہنے پر وہ خود ہی ہنس پڑا۔غنایہ نے پہلی بار اپنا دل جلتا ہوا محسوس کیا۔

"شوہر ہو یا نہ ہو!کیا فرق پڑتا ہے۔"اس نے ایک بار بھی اس کی جانب نہیں دیکھا تھا۔

"میں بھی کل یہی سوچ رہا تھا۔بیوی ہو یا نہ ہو!کیا فرق تھا۔"اس کی طرف نظریں کرتے ہوئے ساویز نے ٹھوڑی سے پکڑ کر چہرہ اپنی جانب کیا۔"مجھے دیکھ کر ذرا نہیں مسکراتی۔"اس کی بھوری شہد رنگ آنکھوں کو دیکھ کر وہ مبہم سا مسکرایا تھا۔۔غنایہ کی سانسیں تھمنے لگیں۔آج پہلی بار اسے ساویز سے محبت کا احساس ہوا۔شرم سے رخسار سرخ ہوگئے۔زبردستی چہرہ چھڑاتی وہ دوسری طرف رخ کر کے بیٹھ گئی۔ساویز ایک جانب سے مسکراتا دوبارہ لیپ ٹاپ پر مصروف ہوگیا۔

"آپ کو میرا لان میں بیٹھ کر چاند دیکھنا اتنا برا لگا تھا؟۔"نم آواز ساویز کے کانوں میں پڑی تھی وہ چونک اٹھا۔

"مجھے برا نہیں لگا تھا مگر میرا دل دکھا تھا غنایہ۔ تم نے میری بات پھر سے نہیں مانی تھی۔" وہ عام سے لہجے میں بتانے لگا۔

"میں تھوڑی دیر میں اٹھ کر کمرے میں آنے والی تھی۔" دیکھتے ہی دیکھتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ جس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ ساویز کا اس کے ساتھ سختی سے پیش آنا غنایہ کو بہت برا لگا تھا۔ اس کی ہچکیاں سن کر ساویز نے لیپ ٹاپ بند کیا۔

"بات تھوڑی دیر کی نہیں تھی غنایہ۔۔ بات میرے کہے کے مان کی تھی۔" اس کا ہاتھ پکڑ کا اپنے دوسرے ہاتھ سے اس کا چہرہ اپنی جانب گھمانے لگا۔ وہ اپنے آنسوؤں سے تر چہرہ ساویز کو نہیں دکھانا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا جو شوہر کے ہاتھ میں تھا مگر ساویز کی گرفت مضبوط تھی۔ "پہلی بات تمہاری طبیعت پہلے ہی خراب ہے تو میں کیسے لان میں بیٹھنے کی اجازت دے سکتا تھا؟ سردیوں کی آمد آمد ہے۔ دوسرا یہ کہ ہمارا لان محفوظ نہیں ہے۔ کوئی بھی دیوار پھلانگ کر آسکتا ہے اس لیے گیارہ بجے کے بعد میں لاونج کا دروازہ لاک کر دیتا ہوں تا کہ کوئی اندر گھر میں نہ داخل ہو سکے۔" اسے اصل وجہ بتاتے ہوئے اس نے ہاتھ سہلایا۔ ہچکیوں سے بھرا لہجہ اس کو اذیت دے رہا تھا۔
آخری جملے پر وہ معاملہ سمجھتی اسے دیکھنے لگی۔

"یہ بات پہلے بھی کہہ سکتے تھے۔" معصوم ناراض چہرہ۔۔

وہ مسکرائے بنا نہ رہ سکا۔

"چاند دیکھنے کے لیے تم اپنی نیند بھی خراب کر سکتی ہو؟۔" ساویز اب بے حد انہماک سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"ایسے کیوں کہہ رہے ہیں؟۔" اسے ساویز کا یوں کہنا طنز محسوس ہوا حالانکہ ایسا نہیں تھا۔

"کیونکہ میں نہیں کر سکتا۔۔ نیند پر کوئی سمجھوتہ نہیں!۔" وہ سب جانتی تھی کہ کیوں ساویز اس سے بات کا سلسلہ بڑھا رہا ہے۔

"کبھی کبھی چاند دیکھتے ہوئے بھی نیند آجاتی ہے۔" لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ چمکی۔

"چلو اس بہانے تو تم ذرا مسکرائی۔۔" اسے اب اطمینان ہوا تھا۔ غنایہ کو روتے دیکھ کر جتنی اسے تکلیف ہوئی تھی اب وہ اتنا ہی مطمئن تھا۔ "ایک بات پوچھوں؟۔ "

"میں منع کروں گی تو بھی آپ پوچھ لیں گے۔" اس کا معصوم لہجہ ساویز کو ہنسا گیا۔

"تم تو مجھے مجھ سے زیادہ جاننے لگی ہو۔" اس نے گود سے لیپ ٹاپ ہٹا کر میز پر رکھا۔ "تمہارے پیپرز ہونے والے ہیں۔ یونیورسٹی کب تک جوائن کرنا چاہو گی؟۔" اس کا یہ سوال غنایہ کی آنکھوں میں آنسو لے آیا۔۔

"پیپرز بے حد قریب ہیں اور میری تیاری نہیں۔۔ میں نہیں جوائن کرنا چاہتی۔ مجھے فیل ہونے سے ڈر لگتا ہے اور اگر میں نے بغیر پڑھے امتحان دیے تو لازمی فیل ہو جاؤں گی۔" اسے رونا آنے لگا۔ وہ پڑھنے کی شوقین حالات کی مجبور لڑکی تھی۔ ساویز نے انگلیوں کے پوروں سے اس کے آنسو صاف کیے۔

"کیا ہوا اگر فیل ہو جاؤ گی؟ ابھی بھی وقت ہے تم تیاری کر سکتی ہو۔۔ اور میں جانتا ہوں کہ یقیناً تمہاری کچھ تیاری پہلے ہی سے ہو گی۔" اس کو محبت سے ڈیل کرتے ہوئے تسلی دی۔

"جو یاد تھا ان دنوں میں سب بھول گئی! لیبز بھی اٹینڈ نہیں کر سکی! پروفیسر بہت ڈانٹیں گے۔۔ مجھے ڈانٹ سے بہت ڈر لگتا ہے۔۔ مستقبل برباد ہو گیا اب میرا! میں اب کبھی آگے نہیں بڑھ سکوں گی!۔" آنسوؤں سے روتے ہوئے ہچکیوں کے درمیان بولی۔۔ جیسے ساویز نے اس کی دکھتی رگ پر پیر رکھ دیا ہو۔ وہ ہڑبڑا کر سیدھا ہو کر بیٹھا تھا۔

"تم رومت! سب ٹھیک ہو جائے گا۔" بوکھلاہٹ کے مارے درست جملہ بھی نہیں نکل رہا تھا۔

"کچھ ٹھیک نہیں ہو گا۔۔ اب اگر میں نے پیپر دیے تو فیل ہو جاؤں گی۔ میری کی گئی محنت رائیگاں چلی جائے گی۔" ساویز کو علم نہیں تھا کہ یہ ایک بے حد نازک موضوع ہو گا۔۔

"میری بات سنو!!۔" جب حالات قابو میں نہ رہے تو وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے سختی سے بولا۔ غنایہ یکم ہی ٹھہر سی گئی۔ "مجھ پر یقین رکھو! کچھ نہیں ہو گا۔۔ کیوں نہ مزید وقت ضائع کیے بغیر پیر سے ہی یونیورسٹی کا آغاز کیا جائے؟ کل وقت ملتے ہی تمہارے ابا کے گھر چلیں گے اور ساری کتابیں، ضروری سامان ساتھ لے آئیں گے۔ تمہیں یہاں کوئی ڈسٹرب نہیں کرے گا۔۔ حتی کے میں بھی نہیں!۔" وہ اس کی باتوں کو بڑے انہماک سے سن رہی تھی۔

"آپ بھی نہیں؟۔" بھلا ایسا کیسے ممکن تھا۔ وہ چونک اٹھی۔

"میرا وعدہ ہے۔ میں بھی تنگ نہیں کروں گا۔ میں جان گیا ہوں کہ کچھ معاملے تمہارے لیے حساس ہیں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم اپنا مستقبل برباد ہوتا نہیں دیکھ سکتی۔ کوئی نہیں دیکھ سکتا غنایہ!۔" اسے ریلیکس کرتے ہوئے وہ بے حد نرمی سے کہہ رہا تھا۔ "تم کہہ دینا کہ شادی کی وجہ سے تم کچھ مصروف تھی۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" اس کے ہاتھ کو سہلاتے ہوئے وہ اسے اطمینان دلانے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔۔

اس کی کوششوں کا ہی اثر تھا کہ اب وہ سکون سے بیٹھی اسے تک رہی تھی۔ یکدم ہی ہوش آنے پر اس نے اپنا ہاتھ ساویز کے ہاتھوں میں دیکھا جو اسے سہلا رہا تھا۔ تھوک نگل کر حیا کے مارے اس نے اپنے ہاتھ کھینچے۔

"میں سونے جا رہی ہوں۔" وہ تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور بستر کی طرف بڑھ گئی۔ آج بھی پہلے سے زیادہ باتیں ان کے درمیان ہوئی تھیں۔۔ مگر اس بار وہ ڈری، سہمی نہیں تھی۔ ساویز کا یوں اس سے باتیں کرنا اسے بھانے لگا تھا۔ تو کیا یہ ان کے رشتے کے لیے اچھی علامت تھی؟

وہ بستر پر لیٹ چکی تھی اور ساویز مبہم سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے اسے دیکھ رہا تھا۔ شاید یہ آغازِ محبت اچھا تھا۔۔

---★★★---

"آج آپ کا وجاہت بھائی کے ساتھ لنچ نہیں ہے باجی؟۔" اس کی چھوٹی بہن نے حیران ہوتے ہوئے یاد دلایا۔ دوپہر کے دو بجنے آئے تھے مگر وہ اب بھی کھڑکی کے پاس بیٹھی باہر دیکھ رہی تھی۔ کھڑکی کے پاس بیٹھنے کی ایک جگہ تھی جو کہ کھڑکی کا ہی حصہ تھی۔

"مجھے نہیں جانا اس کے ساتھ کسی لنچ پر۔۔" پیشانی پر ہلکے ہلکے بل نمودار تھے۔

"کیوں ضد کر رہی ہیں۔ وہ کبھی آپ کو آپ کے اس فیصلے پر کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ کل سے مسلسل کال کر رہے ہیں آپ کو۔۔" وہ اپنی کتابیں شیلف پر رکھتے ہوئے ساتھ اسے وجاہت سے بات کرنے کی تاکید بھی کر رہی تھی۔ پریزے کو وجاہت کی کالز یاد آئیں تو وہ موبائل میں کال لاگز چیک کرنے لگی۔ رات سے ابھی تک وہ باسٹھ بار کال کر چکا تھا۔ اس نے نگاہ پھیر کر نظریں باہر کی جانب مرکوز کر لیں۔ ابھی مزید کچھ سوچتی کہ موبائل بج اٹھا۔ وجاہت کا نام پڑھ کر اس نے تھوک نگلتے موبائل بجنے کے لیے چھوڑ دیا۔

"مجھے تو لگتا ہے محبت صرف انہوں نے کی ہے!۔" موبائل مستقل بجتا دیکھ کر وہ چڑتے ہوئے بولی۔

"ایسا نہ کہو پریشے۔۔" پریزے تڑپ اٹھی۔ "محبت میں نے بھی کی ہے۔۔" اپنی کی گئی محبت پر وہ ایک لفظ نہ سن سکی۔

"تو پھر ایک نظر کال کرنے والے شخص پر بھی ڈال دیں۔" طنزیہ کہا گیا۔ پریزے گہری سانس بھرتے ہوئے موبائل اٹھانے لگی۔

"ہیلو۔۔" خفا خفا سا لہجہ۔۔وہ آگے سے کچھ کہہ رہا تھا جسے سن کر پریزے کچھ الجھ گئی تھی۔

"کیا مطلب اس بات کا؟۔" ماتھے پر بل نمودار ہوئے۔ اس نے کہتے ساتھ کھڑکی سے باہر دیکھا۔ نگاہ ٹھہر سی گئی۔

وہ اپنی گاڑی کے بونٹ پر بیٹھا اسے کھڑکی پر دیکھ رہا تھا۔ لبوں پر مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"مجھے تم سے نہیں ملنا وجاہت! یہاں سے جاؤ۔۔ پلیز!۔" دل اس کی جانب سے برا ہو گیا تھا۔ وہ بمشکل نگاہیں پھیر کر بولی۔ وجاہت اس کی بات کا جواب دیے بغیر اسے دیکھتا گھر میں اندر کی جانب بڑھ گیا۔ پریزے کی سانسیں رکنے لگیں۔ اس نے تیزی سے اٹھتے ہوئے پریشے کو کمرے سے نکال کر دروازہ لاک کرنا چاہا۔ ابھی وہ لاک کر رہی تھی کہ وجاہت نے ہاتھ دروازے میں اٹکا کر اس کی کوشش کو ناکام بنایا۔

"تمہیں لگتا ہے تمہارا وجاہت تم سے ملے بنا یہاں سے چلا جائے گا؟۔" ہری مسکراتی آنکھیں۔۔ وہ دروازہ پورا کھول کر اندر داخل ہوا اور ایک نظر اسے دیکھتے ہوئے پیچھے دروازے کو لاک کر دیا۔ پریزے نے اسے دیکھ کر نگاہیں پھیر لیں۔

"مجھ سے بات بھی نہیں کرو گی؟۔" گہری سانس بھر کر باہر خارج کی۔ اس کی بے رخی وہ کسی صورت نہیں سہہ سکتا تھا۔ پریزے اسے دیکھے بنا بستر پر آ بیٹھی۔

"درمیان میں کچھ نہیں رہا وجاہت! مجھے نہیں ہے ابھی تمہاری ضرورت۔۔" جو منہ میں آیا وہ بولتی چلی گئی۔ وجاہت کو لگا وہ سانس نہیں لے سکے گا۔

"ایسامت کہو۔۔"وہ تڑپ کر تیزی سے بولا۔پریزے ششدر رہ گئی جب وہ چھ فٹ کا مرد اس کے قدموں میں بیٹھا۔

"میں یہ نہیں سہہ سکتا پریزے۔۔"ہری آنکھوں میں خوف ابھرنے لگا۔وہ تھوک نگل کر اس کی بات کو نظر انداز کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

"تم کیا چاہتے ہو؟میں تمہیں وہ سب کرنے دوں جو کہ دراصل غلط ہے۔کیسا لگے گا تمہیں اگر ساویز تمہاری بیوی کو اپنے منصوبے میں استعمال کرے گا؟۔"اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

"بہن میری مری ہے پریزے۔۔دل میرا ٹوٹا ہے۔۔کوئی نہیں سمجھ سکتا میری حالت یار!۔"آنکھیں شدت ضبط سے سرخ ہونے لگیں۔"میں پل پل مرتا ہوں پریزے!میں نے کسی اپنے کو کھو دیا ہے۔"آواز مزید بھاری ہو گئی۔

پریزے کا دل چیر گیا۔"کبھی تم نے سوچا میں کتنا تھک گیا ہوں؟یہ سات ماہ مجھے کتنا توڑ گئے ہیں؟زندگی کا دوسرا رخ بہت خطرناک ثابت ہوا ہے پریزے۔۔میرا دل روتا ہے مگر آنکھیں خشک رہ جاتی ہیں۔کیا مجھے یہ حق بھی نہیں کہ اس کے قاتل کو سزا دے سکوں؟۔"وہ اس کے سامنے ٹوٹ کر بکھر گیا تھا۔بازوؤں کی رگیں ابھر گئی تھیں۔

"تمہیں حق ہے وجاہت مگر۔۔"اس نے نم آنکھوں سے خود ہی جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"خدارا یہ مت کہنا کہ تم بھی ساویز کو بے قصور سمجھتی ہو!۔"وہ تیزی سے بولا۔"کسی کے منہ سے بھی سن سکتا ہوں مگر تم سے نہیں پریزے۔۔تمہارا کہنا وجاہت کو مزید توڑ دے گا۔سات ماہ کی کوششیں تمہارے اس جملے سے رائیگاں چلی جائیں گی۔۔"وہ ایک مضبوط شخص اپنی بیوی کے آگے ایک بار پھر بکھر گیا تھا۔

"سات ماہ بہت ہوتے ہیں۔"وہ اس کا درد محسوس کرتے ہوئے بولی۔

"کیا ہو گا اگر میں تمہارے کہنے سے ساویز کا تعاقب چھوڑ دوں گا؟ کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں پھر خوش بھی رہ سکوں گا؟ لمحے لمحے میری کائنہ نظر آتی ہے مجھے۔۔۔اس کے ہاتھوں میں میری بہن کا خون نظر آتا ہے۔وہ رات میرے ذہن میں اپنا نقش چھوڑ گئی ہے۔اس کا کمرہ دیکھتا ہوں تو دل میں ہول اٹھنے لگتا ہے۔بہن کو سوچ کر بار بار شرمندہ رہوں گا کہ میں اس کے قتل کا بدلہ بھی نہ لے سکا۔۔"ہونٹ بھینچنے کے باعث ڈمپل گہرا ہوا تھا۔"میں اس کی حفاظت بھی نہ کر سکا۔۔اس کا بھائی ہو کر بھی کچھ نہ کر سکا۔مجھے محسوس ہوتا ہے جیسے ممی اور ڈیڈی مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہیں۔۔اس اذیت کا بدلہ کون اتارے گا پریزے؟۔"اس کی آنکھیں گیلی ہونے لگیں۔بمشکل تھوک نگل کر اس نے بیوی کو دیکھا۔

"صرف ایک بار وجاہت!صرف ایک بار تم اپنی کوشش آزماؤ گے اور اگر پھر بھی ساویز مجرم نہ ثابت ہو سکا تو تم کبھی دوبارہ اس کی بیوی کو اپنے منصوبے میں شامل نہیں کرو گے!۔"اس کا ہاتھ دھیرے سے پکڑتی ہوئی وہ نم آنکھوں سے التجا کر رہی تھی۔

"تم جو کہو گی میں صرف وہی کروں گا۔۔صرف ایک بار مجھے غنایہ سے ملاقات کرنے دو۔اس کے بعد کبھی اس کی بیوی کو درمیان میں نہیں لاؤں گا۔"اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ بہت دل سے بول رہا تھا۔آج اس نے پریزے سے وعدہ کیا تھا جس کے بعد وہ کچھ پر سکون ہو گئی تھی۔"مگر آئندہ کبھی یوں نہ کہنا کہ تمہیں اب وجاہت کی ضرورت نہیں رہی۔۔" اذیت بھرا لہجہ۔۔پریزے کا دل ڈوب کر ابھرا۔"وجاہت مر جائے گا پریزے۔۔ایسا مت کہنا کبھی۔۔"آنکھیں لال انگارہ ہو رہی تھیں۔"میری کمزوری ہو تم۔۔"اس کا ہاتھ کا لمس محسوس کرتے ہوئے اس نے آنکھوں رکھا۔

"کبھی نہیں کروں گی۔"پریزے محض اتنا ہی کہہ سکی۔

"کبھی مت کرنا۔۔"وہ بے حد دھیمی آواز میں تھکا تھکا سا بولا تھا۔

"تم اس لڑکی کے ساتھ کیا کرنے والے ہو؟۔" وہ وجاہت سے سب کچھ جاننا چاہتی تھی۔اس کی بات پر وجاہت نے جھکا چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ہری آنکھوں کا مرکز پریزے تھی۔۔وہ جانتا تھا اسے کیا کرنا ہے۔کسی بھی منصوبے پر وہ سوچے بغیر عمل نہیں کیا کرتا تھا۔ذہن میں بہت سے خیالات گھوم رہے تھے۔ملاقات بہت جلد طے پانے والی تھی۔۔

---★★★---

دوپہر کے دو بج رہے تھے جب وہ کرسی لگا کر اس کے سرہانے بیٹھی ساویز کا چہرہ تک رہی تھی۔

"ساویز۔۔"اس کی آواز اتنی دھیمی تھی کہ ساویز کو ذرا فرق نہ پڑا۔وہ اوندھا منہ لیٹا اب بھی گہری نیند میں تھا۔ساری رات کا جاگا ساویز، آفس کا کام مکمل کر کے صبح دس بجے ہی سویا تھا۔غنایہ آدھے گھنٹے سے اسے یوں ہی وقفے وقفے سے پکار رہی تھی۔دس منٹ بعد اس نے کروٹ لینے کے غرض سے ذرا دیر کو آنکھیں کھولی تھیں جب اسے غنایہ کا چہرہ نظر آیا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیا ہوا؟۔"اسے یوں اچانک اپنے سامنے پا کر وہ فکر مند ہوا۔

"آپ نے کہا تھا جانا ہے۔"انگلیاں مڑوڑی جارہی تھیں۔ساویز نیند سے چندھیائی آنکھیں اس کی انگلیوں پر ڈالتا اس کا ہاتھ پکڑ کر ٹھہرنے کو کہا۔

"ایسا مت کرو غنایہ۔"

"تو پھر؟۔"

"کہاں جانا تھا۔"وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"امی کے گھر۔۔ آپ نے کہا تھا کہ آج کتابیں لینے جائیں گے۔ پھر رات میں مہمان بھی آجائیں گے تو وقت نہیں ملے گا۔" پیشانی پر پریشانی کے بل نمودار تھے۔ ساویز کو خود پر حیرانی ہوئی۔ کیا وہ اتنی دیر تک سو کر اٹھا تھا کہ غنایہ خود اسے اٹھانے آگئی تھی؟۔

"اچھا وقت کیا ہو رہا ہے؟۔" پیروں میں چپل ڈالتا ہوا وہ اٹھ کر کھڑا ہوا۔

"دو بج رہے ہیں۔" اس کا کہنا تھا کہ ساویز کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔

"دو؟ دو بج رہے ہیں؟۔" لہجہ حیران و پریشاں تھا۔

"ہاں۔۔ آدھے گھنٹے سے اٹھا رہی ہوں آپ کو ساویز۔۔" کسی دکھ سے بتا کر وہ اس کا چہرہ دیکھنے لگی جبکہ ساویز کو لگا اسے سننے میں ایک بار پھر غلطی ہو گئی ہے۔

یہ سب جانتے ہوئے بھی کہ وہ دس بجے ہی سویا تھا، غنایہ نے اسے اتنی جلدی اٹھا دیا تھا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں تیار ہو رہی ہوں۔" مختصر جواب دے کر سنگھار میز کی جانب بڑھی۔ ساویز نے اس کے حلیے پر غور کیا۔ لان کا نیا سوٹ پہنے وہ ایک دم فریش تھی۔ بال نہانے کی وجہ سے گیلے ہو رہے تھے۔

اس کو اپنا آپ وجدان سا لگنے لگا جو اپنی بیوی کے کہنے پر صبح چھ بجے بھی اٹھ جایا کرتا تھا۔ چاہے صبح کے چھ بجے ہوں یا دوپہر کے دو۔۔ دونوں ہی صورت میں نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔ ایک دم خیال کو جھٹکتے ہوئے وہ نیند میں واش روم کی جانب بڑھا۔

---★★★---

"میرو؟۔" اس کی دی گئی ایک ہی آواز پر میرویس کی آنکھ کھلی تھی۔

"ہاں۔" دیوار پر لگی گھڑی سے وقت دیکھتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

"تم آدھی رات کو لاونج میں کیوں آئے تھے؟۔" تفتیشی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ بستر پر بیٹھی۔

"میں؟۔" اس کی آنکھیں حیرانی سے پوری کھلیں۔ "میں کب آیا؟۔"

"کل رات تم فریج کے پاس کھڑے تھے۔ مجھے لگا پانی پی رہے ہوگے مگر فریج کا دروازہ بند تھا۔ کیوں آئے تھے رات میں باہر؟۔" لبوں پر شریر مسکراہٹ قائم تھی۔ میرویس کو اچانک ہی یاد آیا۔

"میں پانی پینے ہی آیا تھا مگر گلاس نہ پا کر مڑ گیا۔ تم کیوں جاگ رہی تھی اتنی رات کو؟۔" وہ موضوع جان کر تبدیل کرتے ہوئے ڈپٹنے والے انداز میں اس سے پوچھنے لگا۔

"بات کو کسی اور رخ پر نہ موڑو۔۔ تم نیند میں چل رہے تھے نا رات میں؟؟۔" وہ زور سے ہنسی۔ "پھر میں نے تمہیں جھنجھوڑ کر ہوش دلایا تو تم نیند سے اٹھ کر چونکے اور کمرے میں چلے گئے۔ تم اب بھی نیند میں چلتے ہو۔" وہ کھکھلا کر ہنس پڑی اور میرویس شرمندگی سے کچھ کہہ بھی نہ پایا۔

"اچھا بس کرو!۔" گہری سانس خارج کرتے ہوئے وہ اٹھ کر بیٹھ گیا کیونکہ اب دوبارہ نیند آنی ہی نہیں تھی!۔ "میرا موبائل اٹھا کر دو۔" اس نے اپنے لاوارث موبائل کو دیکھا جو بیچارہ اتنی تشدد کے بعد بھی اچھا چل جاتا تھا۔

"اور یہ سامان بھی روز کی طرح نیچے پڑا ہے۔" رومانے باری باری سب کچھ اس کی جانب اچھالا۔ "میں چائے بنا رہی ہوں۔ باہر آجاؤ!۔" ایک نگاہ اس پر ڈالتی وہ باہر نکل گئی۔ میرویس شرمندگی سے تکیے پر مکا مارتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہوا۔ موبائل کھول کر موصول ہوئے میسجز کو چیک کرتے ہوئے وہ سنگھار میز کی جانب بڑھ رہا تھا جب ایک نوٹیفکیشن پر وہ ٹھٹکا۔ عشنا کا نام اسکرین پر جگمگا رہا تھا۔

"ساویز نے بتایا کہ آج ڈنر میں تم بھی شامل ہو۔ کل جو ہوا اس کے بارے میں غنایہ کو مت بتانا پلیز۔۔ یہ میری ریکویسٹ سمجھو!۔" میسج پڑھ کر وہ مبہم سا مسکرا دیا۔

"میرے اور تمہارے درمیان کی بات ہمیشہ میں نے محفوظ ہی رکھی ہے۔ چاہے وہ پانچ سال پرانی ہوں یا ابھی کی۔۔ ساویز کو تب ہی پتا چلا جب تم نے اس سے ملاقات میں خود بتایا۔۔ ورنہ یہ راز، راز ہی رہ جاتا۔" میسج ٹائپ کر کے اس نے سینڈ کیا اور مسکراتا ہوا واش روم کی جانب بڑھ گیا۔

---★★★---

"کیا ابھی آنا ضروری تھا بیٹا؟۔" امی حیرانی تھیں۔ غنایہ اپنی کتابیں جمع کرتے ہوئے ایک نظر انہیں دیکھنے مڑی۔

"انہوں نے کہا تھا آج چلیں گے۔ رات میں عشنا اور میر ویس بھائی کا ہمارے ساتھ ڈنر ہے اس لیے پھر انہیں شاید وقت نہ ملے۔" وہ بے دھیانی میں بول پڑی۔

"میر ویس کون؟۔" عفت چونکی۔ "یہ وہی لڑکا ہے نا جو عشنا کی یونیورسٹی میں پڑھتا تھا؟۔" انہوں نے میر ویس کو شادی میں ہی دیکھا تھا جس کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ وہ ساویز کا دوست ہے۔

"ہاں امی۔" وہ مختصراً بولی۔

"تمہارے بابا کو وہ عشنا کی وجہ سے نہیں پسند! یاد نہیں کیسے عشنا اس کی پہلے باتیں کیا کرتی تھی؟۔" عام سے لہجے میں کہتی ہوئیں وہ وہیں بستر پر بیٹھ گئیں۔

"میں ان سے ولیمے کے روز ملی ہوں۔ یقین ہی نہیں آیا کہ یہ وہی میر ویس ہیں جنہیں عشنا کوسا کرتی تھی۔ اتنے گڈ لکنگ اور نرم مزاج شخص ہیں!۔"

"اچھا بہر حال اپنے ابا کو مت بتانا کہ آج میر ویس کے ساتھ عشنا بھی ڈنر میں شامل ہے۔" وہ اسے تاکید کرتیں مسکرا کر بولیں۔

"ساویز ڈرائنگ روم میں ہیں ؟۔" ان کو یہاں آئے آدھا گھنٹہ بیت چکا تھا۔

"ہاں اور نیند میں صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں موند کر بیٹھا ہے۔۔ جب ہی میں تم سے سوال کرنے آگئی کہ ابھی آنا ضروری تھا۔ کیا اس کی نیند پوری نہیں ہوئی ؟۔" وہ اسے گھور کر دیکھتے ہوئے مبہم سا مسکرا رہی تھی۔

"وہ سو گئے ؟۔" غنایہ احساسِ شرمندگی کے مارے بولی۔ "ساویز آج کافی دیر سے سوئے تھے۔ میں انہیں کبھی نہ اٹھاتی اگر کتابوں کا مسلہ نہ ہوتا۔"

"اچھا خیر تم جاؤ اور اس سے چائے کا پوچھو۔۔ ورنہ کہو کہ تمہارے کمرے میں آکر لیٹ جائے۔ سامان سمیٹنے میں تمہیں کافی وقت لگے گا اور اس کا یوں صوفے پر سونا جسم میں تکلیف پیدا کرے گا۔" ان کے یوں کہنے پر وہ کچھ بول نہ سکی۔ کیا ہی انہیں بتاتی کہ اس کی وجہ سے وہ صوفے پر ہی سوتے ہیں۔ ماں کا حکم مانتے ہوئے وہ اپنے بستر کی چادر صاف کرتی ڈرائنگ روم کا رخ کرنے باہر بڑھ گئی۔

---★★★---

"مجھے علم نہیں تھا کہ تمہارے لیے یہ راز اہم ہو گا۔ میں معذرت چاہتی ہوں اگر میرا ساویز کو یوں بتانا تمہیں ناگوار گزرا ہو۔۔" ایک نیا میسج۔۔

"میر ویس ابھی بے حس نہیں ہوا کہ وہ تم سے معافی کا طلب گار بنے۔۔ اگر تم یوں کہو گی تو مجھے دکھ ہو گا۔" جھینپ کر کہا گیا تھا۔

"میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ یوں تم سے معافی مانگوں گی۔" بات بڑھ رہی تھی۔

"اب تم سے کیا معذرت کہلوانا۔۔" ان چند لفظوں میں جذبات چھپے تھے۔ وہ کسی خوبصورت انداز میں پڑھ کر مسکرا دی۔

"تم ذرا نہیں بدلے میر ویس۔۔" اس نے کھکھلاتے ہوئے ٹیکسٹ کیا۔

"وقت آگے بڑھ گیا مگر تم وہیں پر ٹھہری ہو۔"

"تمہیں لگتا ہے تم بدل گئے ہو؟ ذرا نہیں بدلے۔۔ ہاں دیکھنے میں زیادہ اچھے ہو چکے ہو مگر عادتیں اور باتیں تو پہلی سی ہیں۔"

"اگر یہی سب تم مجھے پانچ سال پہلے کہتی تو میں تمہارے لیے شاید دیوانہ ہو جاتا۔" قہقہہ لگاتے ہوئے اس نے کچھ سوچ کر میسج سینڈ کیا۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مگر اب ہم بڑے ہو گئے ہیں۔"

"ہم اس وقت بھی بڑے تھے عاشی! مگر اس وقت یہ پانچ سال درمیان میں نہیں تھے جو اب آ کھڑے ہوئے ہیں۔"

اس کے یوں عاشی لکھنے پر عشنا جی بھر کو چونکی تھی۔ اسے یاد تھا یہ نام میر ویس نے ہی رکھا تھا اور اس کے بعد سے ہی سب اسے عاشی کے نام سے پکارنے لگے تھے۔

"تمہیں اب بھی وہ نام یاد ہے؟۔" حیرانی سے پوچھا گیا۔

"میں بھولا ہی کب تھا۔۔"

"تمہارا شکریہ۔۔"

"تمہارا نام یاد رکھنے پر؟۔" کچھ چونک کر پوچھا۔

"نہیں میر ویس! کل میری مدد کرنے پر۔۔"

"اس کی ضرورت نہیں۔۔"

"اس بارے میں غنایہ کو کچھ نہیں بتانا۔ میری التجا ہے۔" وہ یہ بات غلطی سے بھی غنایہ کو نہیں پتا چلنے دینا چاہتی تھی۔ اس لیے دوبارہ لکھ پڑی۔

"ان پانچ سالوں میں یہ بھی بھول گئی ہو کہ میر ویس تمہاری باتیں آگے نہیں کرتا؟۔" وہ ہنس کر بولا تھا اور عشنا اس میسج سے مکمل مطمئن ہو چکی تھی۔

---★★★---

"ساویز۔۔" اس کی پہلی ہی آواز میں وہ چونک کر اٹھا تھا۔

"ہاں۔" آنکھیں رگڑتے ہوئے وہ سیدھا ہوا۔

"آپ کمرے میں آجائیں۔" اس نے دھیمی آواز میں التجا کی۔

"کیوں خیریت؟۔" وہ اپنے یوں سو جانے پر پہلے ہی شرمندہ ہو رہا تھا۔

"میرے بستر پر لیٹ جائیں۔"

"نہیں مجھے نیند ہے۔۔ بس آنکھ لگ گئی تھی۔ تمہارا کام ہو گیا؟۔"

"ہاں ہو گیا۔۔" اس نے جھوٹ کہا۔ نجانے کیوں وہ سچ کہہ کر اسے مزید اس صوفے پر سونے کی تکلیف نہیں دے سکی۔

"کتابوں کا بیگ لے آؤ۔ میں اٹھالوں گا۔" وہ اٹھ کر کھڑا ہوا۔ غنایہ ایک نظر اسے دیکھتی کمرے میں چلی آئی۔ ضروری کتابیں اور اسائمنٹس اٹھا کر تیزی سے بیگ میں ڈالے اور باہر نکلنے لگی۔

"امی میں باقی چیزیں بعد میں لے جاؤں گی۔" آہستگی سے عفت کو اطلاع دیتے ہوئے وہ ساویز کو بیگ دینے بڑھی۔ نیند سے سرخ آنکھوں کو دیکھ کر غنایہ نے لب بھینچے۔ دل پھر کسی احساسِ شرمندگی سے بھاری ہونے لگا۔ وہ خاموش کھڑا اس کی بات پر اثبات میں سر ہلاتا ہوا، اس کی جانب بڑھا۔

---★★★---

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کہاں جا رہے ہو؟۔" اسے دل جمعی سے تیار ہوتا دیکھ کر وہ حیرانی سے بولی۔ سیاہ کالر والی شرٹ کے بٹن لگاتے ہوئے میر ویس نے روما کو دیکھا تھا۔

"ساویز کے گھر۔۔" بالوں کو سلیقے سے بناتے ہوئے کلائی میں گھڑی باندھی اور پرفیوم چھڑکنے لگا۔

"ملنے جا رہے ہو؟۔" سوالوں کی بوچھاڑ شروع ہو چکی تھی۔

"ڈنر رکھا ہے۔" وہ زیادہ بات کرنے کے موڈ میں نہیں تھا اس لیے مختصر بتانے لگا۔

"ساویز بھائی نے؟۔" وہ اب حیرانی سے اس کے پیچھے پیچھے جا رہی تھی جو باہر نکل رہا تھا۔

"ہاں یار! اتنے سوالات کیوں پوچھ رہی ہو؟۔" گھر کے دروازے پر پہنچ کر اس نے مڑ دیکھا۔

"ساویز بھائی نے بلایا ہے تو مجھے بھی جانا چاہیئے۔ان کی دلہن کو دیکھوں گی۔" تیزی سے بھاگتے ہوئے وہ اندر سے ضروری سامان باہر لے کر آئی اور اپنی سینڈل پہننے لگی۔

"مگر اس نے تمہیں نہیں بلایا۔" وہ ششدر رہوا۔

"کبھی ان سے پوچھ کر گھر گئی ہوں جو اب جاؤں گی؟۔" ذراسی دیر میں وہ تیار تھی۔

"روما مگر یہ بہت غلط بات ہے! میں تمہیں یوں نہیں لے کر جا سکتا۔" عشنا کی وجہ سے وہ اسے لے کر نہیں جانا چاہتا تھا۔ روما کو یقیناً عشنا کی تصویر یاد ہو گی جو میر ویس کے موبائل میں قید ہے۔ نجانے وہ کیا سوچے۔۔

"بہت دیر ہو گئی ہے۔اب ہمیں چلنا چاہیئے۔" دروازہ کھول کر وہ باہر نکل گئی تھی جبکہ میر اسے گہری سانس خارج کرتا بے بسی سے تکتا رہ گیا تھا۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

---★★★---

"مجھے علم نہیں تھا کہ یہ رنگ تم پر اتنا اچھا لگتا ہو گا۔" اس کے بستر پر بیٹھتے ہوئے وہ اپنے پاؤں کا درد دور کرتے ہوئے بولی۔

"چند دنوں پہلے ساویز لائے تھے۔انہوں نے آج کہا کہ مجھے یہ پہننا چاہیئے۔" بہن کی آمد پر خوش ہوتی وہ سنگھار میز کی کرسی پر بیٹھی۔ساویز کے ذکر پر عشنا کو کچھ یاد آیا۔اسے ولیمے کے روز غنایہ کا یوں ساویز سے ہاتھ چھڑانا اور دور ہٹ جانا کافی عجیب محسوس ہوا تھا۔اس نے سوچا تھا کہ وہ غنایہ سے ضرور بات کرے گی مگر پھر نہ وقت ملا اور نہ موقع۔۔ یوں اچانک بات کرنا مناسب نہیں تھا اس لیے وہ موقع ڈھونڈنے لگی۔

"میر ویس بھائی آ گئے؟۔" غنایہ کی آواز پر وہ چونکی۔

"نہیں مجھے علم نہیں۔۔میں سیدھا تمہارے کمرے میں آئی ہوں۔ کیا ابا کو معلوم تھا کہ میر ویس بھی آج میرے ساتھ اس ڈنر پر انوائیٹڈ ہے؟۔"

"امی کو بتایا تھا تو انہوں نے کہا کہ مجھے ابا کو اس بارے میں نہیں بتانا چاہئیے ورنہ وہ میر ویس کی موجودگی پر غصہ ہوں گے۔"اس کے کانوں میں خوبصورت چھوٹی جھمکیاں تھیں۔ ہاتھوں میں پستا رنگ کی کانچ کی چوڑیاں جو ہلنے پر کھنکھنانے لگتیں اور لبوں پر ہلکی سرخ لپ اسٹک۔۔وہ کبھی یہ سب نہ کرتی اگر ساویز اس کی دراز سے خود میک اپ کا سامان نکال کر میز پر نہ رکھتا۔ اس کا یہ اشارہ ہی غنایہ کے لیے کافی تھا۔

"میر ویس اتنا بھی برا نہیں کہ ابا غصہ کریں۔"اسے ابا کا رویہ بلکل اچھا نہیں لگا تھا۔

"یہ تم کہہ رہی ہو؟۔"غنایہ نے حیرانی سے بھنویں اچکائیں۔"ماضی میں تم نے میر ویس بھائی کی برائیاں کر کے سب کا دل برا کیا ہے حالانکہ میر ویس بھائی مجھے کہیں سے برے محسوس نہ ہوئے۔۔اچھے خاصے ہینڈسم اور خوش اخلاق ہیں۔ اب چاہتی ہو ابا پھر وہی کریں جو تم کہو گی؟۔"

"میں برائیاں نہیں کرتی تھی غنایہ بلکہ جو غصہ مجھے اس پر تھا وہ گھر آ کر اسے کوستے ہوئے اتارا کرتی تھی۔ مجھے کیا پتا تھا کہ ابا اس حد سنجیدہ لے لیں گے کہ پانچ سال بعد بھی انہیں میر ویس یاد رہے گا۔"پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی۔

"اس بارے میں بات کرنا بیکار ہے۔"وہ دھیما سا مسکرا دی۔ عشنا نے گہری سانس لی اور اس کے نزدیک آ کر بیٹھ گئی۔ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور ساویز شاید نیچے تھا۔

"مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔"سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس نے غنایہ کے تاثرات دیکھنے چاہے۔

"ہاں میں سن رہی ہوں۔" پیشانی پر جستجو کے ہلکے بل نمودار ہوئے۔

"مگر وعدہ کرو تم سچ کہو گی! بہن سے کوئی غلط بیانی نہیں کرو گی۔" سات سال بڑی بہن ہونے کے ناطے اس کا لہجہ کچھ حکمیہ تھا۔ غنایہ الجھ سی گئی۔

"ہاں ٹھیک ہے۔۔ تم جانتی ہو میں جھوٹ کا سہارا نہیں لیتی۔"

"جن حالات میں تمہاری ساویز سے شادی ہوئی، میں کچھ نہ کر سکی۔ مگر کئی بار مجھے ایسا محسوس ہوا کہ تم دونوں کے درمیان کچھ ٹھیک نہیں۔۔ ویسے والے دن تمہارا وہ رویہ بہت مختلف تھا غنایہ۔۔ یوں ہاتھ جھٹک کر پیچھے ہٹ جانا اور سہمنا۔۔۔ ساویز نے بھی کچھ نہیں کہا اور باہر چلا گیا تھا۔ میں جان گئی ہوں کہ تمہارا اس سے رشتہ عام بیویوں والا نہیں ہے۔ مجھے بتاؤ کیا معاملہ ہے؟ کیا تم ساویز کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی؟۔" چہرے پر پریشانی کے آثار نمودار ہوئے۔ غنایہ کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گیا تھا۔ اس نے تیزی سے پہلو بدلا۔۔ اس کے لیے یہ موضوع اس قدر حساس تھا کہ آنکھیں نم ہونے میں وقت نہیں لگا۔ نگاہ اٹھا کر بہن کو دیکھا تو عشنا کو اپنا دل چیرتا ہوا محسوس ہوا۔ اس کی آنکھوں کے آنسو مزید اذیت دینے لگے۔

---★★★---

گاڑی گیراج میں پارک کرتے ہوئے وہ دروازہ کھول کر باہر نکلنے رہا تھا۔

"ارے دیکھو ذرا کون آیا ہے!۔" ساویز کسی کی موجودگی محسوس کرتا ہوا لاؤنج سے باہر نکلا تھا۔

"میں آئی ہوں!!۔" روما خوشی سے چہکتی ہوئی گاڑی سے آئی۔

"یہ تو واقعی ایک اچھا سرپرائز ہے!۔" خوشگوار لہجے میں کہتے ہوئے وہ ایک نظر میر کو دیکھتا ہوا بولا جو گاڑی لاک کر کے باہر نکل رہا تھا۔

"حالانکہ میری دعوت بھی نہیں تھی۔۔" وہ ہنس پڑی۔ ساویز نے میر ویس کو دیکھا جو گاڑی کی چھت پر دونوں بازو رکھ کر اب اسے کندھے اچکائے دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں دعوت کی ضرورت نہیں روما! تم جب چاہو آسکتی ہو۔۔" پیار سے کہتے ہوئے وہ روما کو اچھا لگا۔

"مگر آپ نے تو مجھے شادی پر بھی نہیں بلایا ساویز بھائی!۔" یکدم ہی اسے یاد آیا تو وہ خفا خفا سے لہجے میں بولی۔ ساویز چونکا۔ اس نے یوں ہی میر ویس کو آئبرو آچکا کر دیکھا جو اب اسے آنکھیں دکھا رہا تھا کہ ایسا کچھ نہ کہنا کہ وہ میر و پر برس پڑے۔

روما نے دونوں کو باری باری دیکھا۔ ساویز نے بے چارگی سے میر کو دیکھ کر نفی میں سر ہلایا۔

"ایسا ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں نہ بلاؤں؟ میں نے کہا بھی تھا میر سے مگر وہ تمہیں نہیں لے کر آیا۔" میر کو ڈانٹنے والے انداز میں گھورتے ہوئے قدرے بے بسی سے بولا۔

"کیا؟۔" روما کا ششدر ہونا میر ویس کے چھکے چھڑا گیا۔ "اس نے مجھ سے کہا تھا کہ ساویز بھائی نے تمہیں شادی پر نہیں بلایا۔" وہ تقریباً دانت پیس کر کہتی بھائی کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"مجھے علم نہیں تھا ورنہ میں تمہیں علیحدہ سے کال کر لیتا!۔ بہر حال جو ہوا سو ہوا۔ اندر آجاؤ اور ذرا اپنی بھابھی سے اب ملاقات ہی کر لو۔۔" ان دونوں کے ہمراہ وہ لاونج کی جانب بڑھ گیا۔ میر ویس آہستگی سے ان سے دور آگے بڑھ رہا تھا۔ ہاتھ میں گاڑی کی چابی اور قدرے بیزار لہجہ۔۔

"غنایہ بھابھی کہاں ہیں؟۔"لاونج خالی تھا البتہ اس کا چہرہ چمک رہا تھا۔

"لگتا ہے میں پہلے آ گیا۔"پیشانی مسلتے ہوئے وہ دھپ سے صوفے پر بیٹھا۔ساویز نے میر کی آنکھوں میں دیکھا۔

"خاص مہمان بھی آ چکے ہیں۔"اس کا ذو معنی لہجہ،میر ویس کے چہرے پر مسکراہٹ لے آیا۔"میں غنایہ اور عشنا کو بلا کر لاتا ہوں۔"انہیں وہیں چھوڑ کر وہ اوپر بڑھ رہا تھا،جب اسے کچھ یاد آیا۔لاونج میں رکھی میز سے گجروں کی تھیلی نکال کر مسکراتا ہوا وہ اوپر بڑھا۔ولیمے کے بعد سے اب تک کافی کچھ بدل گیا تھا۔۔اسے امید تھی کہ اس بار غنایہ اس سے نہیں کترائے گی۔زینے چڑھتا ہوا وہ ابھی کھلے کمرے میں داخل ہوتا ہی کہ غنایہ کی نم آواز پر ساکت ہوا۔

"مجھے اب بھی ڈر لگتا ہے عشنا۔۔یہ شادی ایک مجبوری تھی جو مجھے کرنی تھی۔مجھے لگتا تھا کہ بس ایک بار باصم سے جان چھوٹ جائے گی تو زندگی آسان ہو جائے گی مگر ایسا نہیں ہوا۔۔میں غلط تھی۔۔اب بھی اگر وہ میرا ہاتھ پکڑتے ہیں تو مجھے بہت عجیب محسوس ہوتا ہے۔ہم عام میاں بیوی کی طرح نہیں ہیں۔۔میں جانتی میرا یوں کترانا،گھبرانا اور ان سے سہمنا ٹھیک نہیں ہے مگر میں کیا کروں عشنا۔۔ساویز بہت اچھے ہیں مگر مجھے ان سے محبت نہیں ہے۔۔"اس کی آواز آخری میں لرزی تھی اور ساویز کو محسوس ہوا تھا کہ وہ سانس نہیں لے پائے گا۔

"میں محبت نہیں کرنا چاہتی عشنا۔مجھے اپنوں کے علاوہ سب سے خوف محسوس ہوتا ہے اور ساویز سے مجھے اپنائیت بھی محسوس نہیں ہوتی۔"اس بات پر وہ مزید سسکی تھی۔ساویز کا چہرہ یکدم سپاٹ ہوا۔دل ڈوب رہا تھا اور سانسیں رکنے لگی تھیں۔"وہ بہت اچھے ہیں کہ کبھی کبھی مجھے محسوس ہوتا کہ شاید میں ہی ان کے قابل نہیں ہوں۔۔وہ جب سوتے ہیں،کب جاگتے ہیں،ان کے اصول،پابندی کسی سے واقف نہیں ہوں۔۔مجھے کوئی جذبہ محسوس نہیں ہوتا۔نہ ان سے نفرت محسوس ہوتی ہے نہ محبت۔۔میں بس زندگی گزار رہی ہوں اور یہ بھی جانتی ہوں کہ وقت ایک سا نہیں

رہتا۔ایک دن ساویز بھی اکتا جائیں گے۔ پھر یا تو وہ دوسری شادی کر لیں گے یا مجھے چھوڑ دیں گے۔" آنکھیں بہہ رہی تھیں اور عشنا کو اسے سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔

"کیا انہیں تم سے محبت ہے؟۔" نجانے کیوں اس نے یہ پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔۔میں نے کبھی محبت نہیں کی اور نہ مجھے نصیب ہوئی۔ان کی پیار بھری نظریں مجھے پل پل شرمندہ کرتی ہیں کہ میں انہیں بدلے میں محبت نہیں دے پا رہی ہوں۔مجھے نہیں ہے محبت۔۔میں کیوں ان کے ساتھ رہ رہی ہوں مجھے نہیں علم۔۔مگر میں ان کی احسان مند ہوں۔انہوں نے مجھ سے شادی کر کے پناہ دی۔میرا خیال رکھا اور محفوظ محسوس کروایا۔یہ احسان میں کبھی نہیں اتار سکتی۔مستقبل روشن نہیں ہے عشنا! آگے سب کچھ تاریک ہے۔۔یوں ہی زندگی کے سفر میں منزل پر پہنچنے سے پہلے ہمارا ہاتھ چھوٹ جائے گا۔"

ایک نظر ہاتھ میں رکھے گجروں کی تھیلی دیکھتے ہوئے اس نے لب بھینچ لیے۔وہ ایک مضبوط مرد خود کو سب سے ہارا ہوا مرد سمجھنے لگا۔سانسیں لینا کافی دشوار محسوس ہو رہا تھا۔دوسرے ہی لمحے اس نے وہ تھیلی جیب میں رکھ دی۔۔یہ دل بھی کتنا پاگل تھا۔۔یا بے وقوف! جو سمجھ رہا تھا کہ اب شاید بات پہلی جیسی نہیں رہے گی! مگر اب بھی سب پہلے ہی جیسا تھا۔وہ دوریاں، وہ اجنبیت اب بھی وہیں کھڑی تھی۔

"ایسا نہیں ہو گا۔۔تم ایک بہت اچھی بیٹی اور بہن ہو غنایہ! جلد ایک اچھی بیوی بھی بن جاؤ گی اور ساویز کو تمہاری فکر ہے! وہ جانتے ہیں کہ تم حالات سے کتنا ڈسٹرب لڑکی ہو۔" وہ ابھی مزید کچھ کہتی کہ ساویز نے ہمت کرتے ہوئے آگے بڑھ کر دروازہ بجایا اور داخل ہوا۔

"لڑکیوں کی باتیں ختم کروانا مشکل کام ہے مگر میں بتانے آیا ہوں کہ میر ویس بھی آ گیا۔" بمشکل مسکراتے ہوئے وہ عشنا کو دیکھتے ہوئے بولا۔ نجانے کیوں غنایہ کو دیکھنے کی بھی ہمت نہ ہوئی۔

"وقت کا پتا ہی نہیں چلا۔۔شاید اس لیے کہ کافی دنوں بعد ہماری ملاقات ہوئی ہے۔" وہ ہنستے ہوئے غنایہ کے آگے کھڑی ہوئی تا کہ وہ آپنے آنسو صاف کر سکے۔ساویز نے محسوس کرتے ہوئے عشنا کو دیکھا۔

"تم آتے رہا کرو عشنا۔غنایہ کا دل بہلا رہے گا۔"

عشنا نے اس کے لہجے میں غنایہ کے لیے فکر مندی محسوس کی تھی۔

"مگر میں ہی کیوں؟ آپ کبھی غنایہ کو میرے گھر بھی لے کر آئیے گا۔" مبہم سی مسکراہٹ لبوں پر پھیل گئی۔اگر غنایہ کی جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو وہ ساویز جیسے مرد کی بیوی ہونے پر خدا کی شکر گزار ہوتی۔۔

"ضرور کیوں نہیں۔۔"جواباً وہ بھی مسکرا دیا۔

"میں نیچے جا رہی ہوں۔آپ لوگ بھی آ جائیں۔"یوں مزید کمرے میں ٹھہرنا درست نہ لگا تو وہ نیچے کی جانب بڑھ گئی۔ساویز نے مڑ کر اسے زینے اترتے دیکھا اور کمرے کا دروازہ دھیرے سے بند کرتا ہوا اس کی جانب بڑھا۔وہ آنسو صاف کرنے میں کامیاب ہو چکی تھی اور اب کھڑے ہو کر اسے دیکھ رہی تھی۔وہ چلتا ہوا اس کے بلکل آگے کھڑا ہوا۔

"پہچانی نہ جاؤ اس لیے آنسو تو چھپا لیے مگر ان کی سرخی کیسے چھپاؤ گی غنایہ؟۔"اس کی دل آزاری ہوئی تھی۔غنایہ نے ساکت ہو کر اسے دیکھا۔دل میں خوف جاگنے لگا کہ کہیں اس نے گفتگو تو نہیں سن لی۔

"کیا مطلب؟۔"وہ گھٹی گھٹی آواز میں بولی۔ساویز ہنس پڑا۔

"بلآخر تم نے مجھے احساس دلا ہی دیا کہ جو میں محبت میں کرتا آ رہا تھا وہ دراصل احسان تھے۔۔کتنا بے وقوف ہے ساویز! احسان کے لیے غنایہ سے شادی کر لی اور محبت۔۔محبت تو کہیں بہت پیچھے رہ گئی۔یہ سب احسان تھا۔۔"دل بھاری ہونے لگا۔غنایہ کو اپنی دھڑکنیں رکتی ہوئی محسوس ہوئیں۔چہرہ ششدر اور کچھ غلط ہو جانے کی خوف سے سفید پڑ گیا۔

"آئندہ دل کی بات کسی سے کرتے ہوئے دروازہ بند کر دے گا۔۔ کہ کہیں پھر سے آپ ساویز کی دل آزاری کی وجہ نہ بن سکیں۔۔" اس سے قبل کہ آنکھیں مزید سرخ ہو جاتیں وہ پلٹ گیا مگر غنایہ وہیں ٹھہر گئی۔ ساکت نظریں ساویز کی پشت کو تک رہی تھیں جو باہر نکل رہا تھا۔ یہ کیا ہو گیا تھا۔۔ وہ اب کیسے اس کا سامنا کرے گی۔ ایک اذیت، خوف اس کے دل میں بیٹھنے لگی۔۔ یکدم ہی موبائل میز پر رکھتے ہوئے وہ اٹھی اور تیزی سے باہر نکلتے آنسو پوچھنے لگی۔ شادی کے اتنے دنوں بعد اس میں اتنی تو ہمت آ ہی گئی تھی کہ وہ ساویز کو مخاطب کر سکے۔ دروازہ اپنے پیچھے بند کرتے ہوئے وہ باہر نکلی۔

---★★★---

میر ویس کو موبائل پر ٹیکسٹ کرتے دیکھ کر وہ اس کے موبائل میں جھانک رہی تھی، جب کسی کے زینے سے اترنے کی آواز پر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ سیاہ کرتی میں ملبوس ایک لڑکی زینے اترتے ہوئے نیچے آ رہی تھی۔ اس کا چہرہ دیکھتے ہی روما کو دھچکا لگا تھا۔

Safar-e ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یہ تو وہی لڑکی ہے!!!۔" حیرانی سے منہ کھلا۔ میر اس کی آواز پر نگاہوں کے تعاقب میں دیکھنے لگا۔

"ہششش!! اس کے سامنے مت کہنا۔" اسی وقت سے تو وہ گھبراتا آ رہا تھا۔ عشنا انہیں باتیں کرتا دیکھ چکی تھی۔

"اسلام علیکم۔" اس چھوٹی لڑکی کو دیکھ کر اس نے میر ویس کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔" مردانہ بھاری آواز عشنا کے کانوں پر پڑی۔

"یہ چھوٹی لڑکی کون ہے؟۔" لبوں پر مسکراہٹ سی پھیل گئی۔

"آپ تو وہیں تصویر والی لڑکی ہیں!!۔" میرو کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ جھٹ سے بولی۔ عشنا الجھی جبکہ میرویس کا دل چاہا اپنا آپ کہیں گم کر دے۔

"کون سی تصویر والی لڑکی؟۔" پیشانی پر کچھ نہ سمجھنے کی تاثرات نمودار ہوئے۔

"خاموش رہو روما!!۔" میرویس موبائل برابر میں پھینکتا ہوا برہم ہوتے ہوئے بولا۔

"وہی جو میرو کے موبائل میں تصویر ہے! مجھے یقین ہے وہ پیلے جوڑے والی تصویر آپ کی ہے!!۔" وہ تجسس کے مارے عشنا کا جواب سننے لگی جبکہ عشنا ششدر کھڑی تھی۔

"تم میرو کی کون ہو؟۔" وہ اس پیاری سی لڑکی کو دیکھ کر یکدم بولی۔

"یہ میرو کی بہن ہے۔۔" اس بار میرویس بولا تھا۔

"اور میرو کون ہے؟۔" اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ روما اور میرویس بہن بھائی ہیں۔۔

"میں ہوں۔۔" شرمندگی کے مارے وہ اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھتا صوفے کی پشت پر سر ٹکاتے ہوئے کسی مجرم کی طرح بولا۔ عشنا کی آنکھیں پھیلیں۔ میرویس کے موبائل میں اس کی تصویر؟؟ اور یہ چھوٹی لڑکی اس کی بہن؟؟

"کیا کہا؟۔" وہ حیرت و بے یقینی سے تقریباً چیخی تھی۔ میرویس نے کان میں انگلی گھمائی۔

"اس میں چیخنے والی کوئی بات نہیں تھی عشنا۔" لاحول پڑھتے ہوئے وہ کچھ گھور کر بولا۔

"تم اس چھوٹی سی لڑکی کے بھائی کیسے ہوسکتے ہو؟۔" یہ سمجھنا کتنا مشکل تھا۔۔ وہ لڑکی بمشکل تیرہ چودہ سال کی تھی اور میرویس خود انیتس! اسے آج تک لگتا رہا کہ میرویس اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد ہے۔

"میں روما ہوں۔۔ روما چوہدری !۔" مسکراہٹ لبوں پر پھیلی۔ اس نے اٹھ کر عشنا کی جانب ہاتھ بڑھایا۔ بے یقین کھڑی عشنا نے چونک کر اس کا ہاتھ پکڑا اور اثبات میں سر ہلانے لگی۔

"میں نے ناممکن، ممکن کر دکھایا۔۔ اور دیکھ لو۔۔ پندرہ سال چھوٹی بہن بھی ہے۔ "لبوں پر شرارت سی پھیل گئی۔ "اور ہاں! میں جانتا ہوں یہ ایک کافی بڑا گیپ ہے مگر اس میں کوئی قباحت نہیں !۔"

"جتنی تمہاری عمر ہے اگر تم اسے اپنی بیٹی بھی کہتے تو بھی میں یقین کر لیتی۔۔ "اس نے بھی بدلے میں شرارت سے کہا مگر یہ بات میر ویس کا دل جلا گئی۔

"یہ ناممکن ہے! اس کے لیے مجھے چودہ سال کی عمر میں شادی کرنی پڑتی۔ "وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"یہ کون ہیں تمہاری میرو؟ میں نے جب تصویر دیکھ کر پوچھا تھا تو تم نے موضوع بدل دیا تھا۔ اب مجھے بھی بتاؤ کہ یہ کون ہے۔" اسے وہ لڑکی تصویر میں جتنی بری لگی تھی سامنے سے اتنی ہی خوبصورت اور نرم مزاج معلوم ہوئی تھی۔ تصویر کے دوبارہ ذکر کر عشنا نے چونک کر میر کو دیکھا جو ذو معنی لہجے میں اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"میری تصویر؟۔" لہجہ اب کچھ دھیما تھا۔ وہ اب بھی میر ویس کو دیکھ رہی جبکہ میر ویس اس کے سوال پر چہرے کا رخ تبدیل کر چکا تھا۔

"ہاں آپ کی تصویر۔۔ مگر اس تصویر میں آپ کے بال کندھوں تک آتے تھے۔ "روما نے اس کے بال دیکھے جو کافی لمبے تھے۔ عشنا پل بھر میں سمجھ گئی کہ تصویر پرانی ہے۔

"مجھے علم نہیں تھا۔ "وہ مروتاً مسکرائی۔

"میں آپ کو ڈھونڈ کر دکھاتی ہوں۔" میر ویس کے ہاتھ سے وہ موبائل لیتی ہی کہ میر ویس نے ہاتھ اونچا کر کے اس کی کوشش کو ناکامیاب بنایا۔

"بس روما! بہت ہوا۔" آئبرو آچکا کر سمجھاتے ہوئے اس نے موبائل جیب میں رکھ دیا۔ عشنا اس کی ہر حرکت کو نوٹ کر رہی تھی۔ اس تصویر کے ذکر پر خاموش رہنا ہی بہتر تھا۔ زینے اترتا ساویز اور اس کے پیچھے غنایہ کو دیکھ کر وہ ان کی جانب مسکراتے ہوئے بڑھنے لگے۔

---★★★---

"میری دوست چاہتی ہے کہ تم اس سے بات کرو۔" خوبصورت نازک آواز اس کے کانوں پر پڑی تو وہ مسکرا دیا۔

"اس سے کہو کہ وجاہت کے لیے پریزے ہی کافی ہے۔" چائے کا مگ لبوں سے لگاتے ہوئے وجاہت ایک انداز سے بولا۔

"تم اس سے بھی خوبصورت لڑکی ڈیزرو کرتے ہو۔"

"تم پریزے سے خوبصورت کوئی بتلاؤ تو بات ہو!۔" اسے یقین تھا اس لیے بے فکر مسکرا رہا تھا۔

"اگر حسین لفظ کا کوئی مطلب ہے تو فبیہا ہے۔ وہ میری بہت خوبصورت دوستوں میں سے ایک ہے۔" کہتے ساتھ اس نے دور سے ہی وجاہت کو تصویر دکھائی۔ وہ ہنسا اور پھر قہقہہ لگانے لگا۔

"تمہارے نزدیک ظاہری خوبصورتی اہم ہو گی مگر میرا دل اس کے اندر کی خوبصورتی پسند کرتا ہے۔ دیکھنے میں تو پریزے بھی کم نہیں۔۔ ایک خوبصورت، نازک مزاج اور حسین لڑکی ہے جس کے سوچ کا محور صرف اور صرف تمہارا بھائی ہے۔" اس کی مسکراتی پریزے۔۔

"تمہیں وہ کتنی پسند ہے وجاہت؟۔"کائنہ کی آواز پر وہ چونکا اور پھر زیر لب مسکرا دیا۔

"اس دنیا میں مجھے چند لوگوں سے ہی تو محبت ہے۔" اور وہ "چند لوگ" کائنہ اچھے سے جانتی تھی۔

"تو کیا ان دو یاروں میں ایک ساویز بھی ہے؟۔" نجانے کیوں وہ اس نام پر مسکرائی تھی۔

"اور میرویس بھی ہے!۔" وہ دوبارہ موبائل پر مصروف ہو گیا تھا جبکہ کائنہ کے رخسار سرخ ہونے لگے۔ وہ چہرے کے سامنے میگزین ڈال کر چہرہ چھپانے لگی۔

"تمہیں کیا ہوا؟۔" وہ اس کی حرکت نوٹ کر چکا تھا۔

"نہیں کچھ نہیں۔۔" وہ بنا چہرہ دکھائے گڑبڑا کر بولی۔ اس کے یوں کہنے پر وہ ہنس کر چلتے ہوئے اس کے پاس آیا۔

"میں آفس جا رہا ہوں۔" میگزین ہٹاتے ہوئے اس کا رخسار کھینچتے ساتھ بولا۔

"مجھے آج پارٹی میں جانا ہے۔" ہری آنکھیں اٹھا کر اس نے بھائی کو دیکھا۔

"گارڈز باہر ہی کھڑے ہیں۔" وہ باہر نکلنے لگا۔

"مگر مجھے گارڈز کے ساتھ نہیں جانا وجاہت!۔" ماتھے پر بل نمودار ہوئے۔

"کیوں؟ تم جانتی ہو نا کہ یہ گارڈز میں نے صرف اور صرف تمہارے لیے رکھے ہیں؟ تا کہ تم جہاں بھی ہو، مجھے تسلی رہے۔" اسے یاد تھا کہ کائنہ کتنے دنوں سے بغیر گارڈز کے آنا جانا کر رہی تھی۔

"میں اپنی دوست کی پارٹی میں گارڈز لے کر نہیں جاؤں گی! ایسا لگتا ہے جیسے تم مجھے کنٹرول کرنے کی کوشش کرتے ہو وجاہت!۔" اس کی سفید رنگت غصے سے سرخ ہونے لگی۔

"میں تمہیں کنٹرول کرتا ہوں؟۔" وہ ششدر ہی تو رہ گیا۔ "میں نے تمہیں کبھی کہیں جانے سے نہیں روکا کائنہ۔۔ تم لیٹ نائٹ پارٹیز میں جاتی ہو، گھومتی پھرتی ہو کبھی میں نے تمہیں روکا؟ بس کہتا ہوں کہ گارڈز ساتھ رکھا کرو تاکہ مجھے تسلی رہے۔ تم جانتی ہو آج کل کتنا زیادہ کام ہے؟ آفس میں وقت کا اندازہ بھی نہیں ہوتا ایسے میں اگر میں تمہارے لیے پریشان رہوں تو کیا یہ زیادتی نہیں؟ صرف تمہاری حفاظت چاہتا ہوں یار۔۔" اس مہینے میں وہ تیسری بار اس موضوع پر بات کر رہا تھا۔

"میری دوستوں کو لگتا ہے کہ وجاہت کو اپنی بہن پر بھروسہ نہیں اس لئے یہ گارڈز ساتھ بھیجتا ہے۔ کوئی پارٹی ہو یا ایونٹ! ہر جگہ یہ میرے ساتھ ساتھ گھومتے ہیں اور اب مجھے تھوڑے وقت کے کھلی فضا میں سانس لینی ہے! مجھے نہیں چاہئیے یہ تحافظ!۔" وہ غصے میں بولی۔

"کون کہہ رہا تھا کہ وجاہت کو کائنہ پر بھروسہ نہیں؟۔" وجاہت نے ایک آبرو اچکائی۔

"اس سے فرق نہیں پڑتا وجاہت۔ اور ہاں! خرم 'تمہارا' خاص بندہ ہے۔ میرا نہیں! اس لیے اسے اپنے ساتھ رکھا کرو نہ کہ ان دوسرے گارڈز کے ساتھ شامل کر کے میرے پیچھے کرو۔" وہ پیلے رنگ کے ٹاپ پر نیچے بلو جینز پہنی ہوئی تھی۔ سنہرے بال کھل کر شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ خوبصورت سنہری رنگت پر لمبی گھنی پلکیں اس کی خوبصورت کو مزید بڑھا رہی تھی۔

"میری بات مان لو کائنہ۔۔" وہ گہری سانس خارج کرتا ہوا بے بسی سے بولا۔ یہ محبت ہی تھی کہ وہ اس کی ضد کے آگے کچھ کہہ ہی نہ پاتا تھا۔

"آج نہیں وجاہت!۔" کائنہ منہ پھیر کر صوفے پر بیٹھی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم پہلے بھی تین بار ضد کر کے بغیر گارڈز کے چلی گئی تھی۔ میں مزید یہ اور کیسے برداشت کر سکتا ہوں۔ اس فکر مندی پر میں کام پر توجہ بھی نہیں دے پاتا کہ اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو؟۔" اپنی بات مکمل کرتے ہوئے وہ جواب کا انتظار کرنے لگا۔ کائنہ دوسری طرف چہرہ کیے بیٹھی رہی جیسے اس سوال کا جواب وہ نہیں دینا چاہتی ہو۔ کافی دیر تک جواب کا انتظار کرنے کے بعد اس نے گہری سانس اندر کھینچی۔ "اچھا یوں ناراض مت ہو! چلی جانا۔ مگر مجھے کال ضرور کر دینا۔" بہن کو محبت سے دیکھتے ہوئے بے حد پیار سے بولا۔ یہی وہ وقت جب کائنہ مسکرائی تھی۔

"میں میسج بھی کر دوں گی۔" آنکھوں میں معصومیت پھیلی۔ بہن کو مسکراتا دیکھ کر وہ قدرے مطمئن ہو گیا تھا۔

"مسکراتی رہا کرو۔ میرا دل مطمئن رہتا ہے۔" لہجے میں محبت تھی۔ کائنہ کا مسکراتے رہنا ہی اس کا دل مطمئن کرنے کے لیے کافی تھا۔

---★★★---

"کھانا لگا دوں؟۔" وہ جان کر میر ویس اور عشنا کے ساتھ کھڑے ساویز کے پاس آئی تھی۔ جوس پیتے ہوئے اس نے خالی نظر غنایہ پر ڈالی۔

"ملازمہ کر لے گی۔ تمہیں اس کی ضرورت نہیں۔۔" اسے دیکھے بغیر روکھے لہجے میں کہا۔ آواز دھیمی تھی کہ غنایہ کی علاوہ کوئی اور نہ سن سکے۔ وہ اسے بے یقینی سے تکتی رہ گئی۔ ساویز اس کی نگاہیں خود پر محسوس کرتا ہوا وہاں سے لاونج میں چلا آیا۔

"میں برتن نکال دیتی ہوں۔" غنایہ اس سے کہتی کچن میں جانے لگی جب ساویز نے اس کا بازو پکڑ کر اپنی جانب کیا۔

"میں نے کہا ہے کہ تمہیں اس کی ضرورت نہیں غنایہ۔" بنا کسی تاثر کے اسے دیکھتے ہوئے وہ عام سے لہجے میں بولا۔ نرمی سے کہا گیا یہ جملہ بھی غنایہ کو سخت محسوس ہوا۔ اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔۔ احساسِ شرمندگی اسے اندر سے مار رہی تھی۔ یہ پہلی اور آخری کوشش تھی جو اس نے ساویز کی ناراضگی دور کرنے کے لیے کی تھی۔ اس ناکامی کے بعد وہ دوبارہ کچھ نہ بولی۔ ساویز ملازمہ کو ہدایات دیتا رہا اور وہ روما کے ساتھ صوفے پر بیٹھی دل کی تکلیف دور کرنے کے لیے اس سے باتیں کرنے لگی۔

"آپ بہت اچھی ہیں بھابھی!۔" اس کو پیار سے دیکھتے ہوئے وہ دل سے بولی۔

"تم مجھے باجی بھی کہہ سکتی ہو۔۔" غنایہ نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"آپ دونوں بہنیں ہیں نا؟۔" اس کا اشارہ عشنا کی جانب تھا جو میر کے ساتھ کھڑی تھی۔

"ہاں۔۔ وہ میری بڑی بہن ہے۔" لبوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ دور کھڑے ساویز نے مڑ کر اس کا چہرہ دیکھا تھا جو روما سے بات کرتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ دل کی تکلیف کے باوجود وہ ٹھہر کر دیکھنے لگا۔۔ یکدم ہی اسے وہ الفاظ دوبارہ یاد آئے تو سانس خارج کرتا اندر چلا گیا۔

"تو کیا وہ بھی آپ کو میرو کی طرح تنگ کرتی ہیں؟۔" دونوں کے اپنے بہن بھائیوں کی عمروں میں خاصا فرق تھا، جس سے روما کو لگا کہ غنایہ اور اس کی باتیں کافی ملتی ہوں گی۔

وہ ہنس دی۔

"میرویس بھائی تمہیں تنگ کرتے ہیں؟۔"

"وہ اب مجھ سے ملنے نہیں آتا۔اس کی جاب اسے تھکا دیتی ہے غنایہ باجی۔۔اور جب میں اسے کہتی ہوں کہ تم مجھ سے اتنی دنوں بعد ملنے کیوں آئے ہو تو میرو کہتا ہے کہ اگلی بار وہ جلدی آئے گا۔۔یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ نہیں آئے گا میں یقین کر لیتی ہوں۔"وہ اسے اپنے دکھ سنا رہی تھی۔

"عشنا بھی یہی کرتی ہے۔"غنایہ نے اس کے گال پر اپنی انگلی پھیری۔"وہ بھی کہتی ہے کہ اگلی بار جلد ملاقات کرے گی مگر جاب کی تھکاوٹ کی وجہ سے بھول جاتی ہے۔۔مگر ہم ان کا احساس نہیں کریں گے تو کون کرے گا؟۔"اس موقع پر سمجھانا زیادہ بہتر تھا۔

"پھر آپ کیا کرتی ہیں؟۔"روما کو تجسس ہوا۔

"میں اسے کال کرتی ہوں اور پھر ڈھیر ساری باتیں کر کے اپنا دل بہلا لیتی ہوں۔ملاقاتیں ضروری تو نہیں۔۔اپنوں کی آواز ہی آپ کا دل سراب کر دیتی ہیں۔"

Safar e ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مگر میرو کو وقت نہیں ملتا۔۔"چہرہ اداس ہو گیا۔

"اچھا چلو تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں اپنے بھائی سے کتنی محبت ہے؟۔"بات کا موضوع تبدیل کرتے ہوئے وہ کسی تجسس سے بولی۔روما سوچ میں پڑ گئی۔

"میں بتا نہیں سکتی غنایہ باجی۔۔اگر میں نے بتانا شروع کیا تو میرو کے بارے میں ہی بولتی رہوں گی۔بس میں جب بھی اپنے بابا کو سوچنے کی کوشش کرتی ہوں مجھے میرا امیرو یاد آ جاتا ہے۔میں بس چاہتی ہوں کہ اسے روز روز دیکھوں۔۔اس سے باتیں کروں۔وہ جب گھر آتا ہے تو میں سوچنے لگتی ہوں کہ ایک دن بعد وہ پھر سے چلا جائے گا۔۔پھر ایک لمبا سا انتظار کروں گی۔دل بہت اداس ہو جاتا ہے۔وہ کہتا ہے مجھے دوست بنانے چاہئیں مگر وہ میرا دوست ہے باجی!پتا

ہے جس دن اس نے اپارٹمنٹ خریدا تھا اس دن میں بہت روئی تھی کہ اب میرو چلا جائے گا۔ مزید نہ رکنے کا ارادہ ترک کر کے وہ مزید دو دن میرے پاس ہی ٹھہر گیا تھا۔ بہت سارا سمجھایا اور پھر چلا گیا۔ اس وقت میں روز رات میں رویا کرتی تھی اور میرو سے رات رات بھر کال پر بات کیا کرتی تھی۔" اس نے دور کھڑے بھائی کی پشت دیکھی جو لان میں کھڑا تھا۔

"تمہیں بہت زیادہ محبت ہے!۔" غنایہ حیرانی سے مسکرائی۔ روما نے جواباً اس کا ہاتھ تھام لیا۔

---★★★---

"مجھے اس تصویر کا علم نہیں تھا۔" عشنا نے جان کر یہ ذکر نکالا۔ دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈال کر کھڑے میر ویس کا دل چاہا اپنا سر شرمندگی کے مارے کسی دیوار پر دے مارے۔

"اور مجھے علم نہیں تھا کہ روما یوں ہی کہہ دے گی۔" اس نے افسوس سے سانس خارج کی۔

"کم از کم وہ میرے علم میں اضافہ تو کر گئی۔" عشنا نے گردن پھیر کر لاونج میں بیٹھی روما کو دیکھا جو غنایہ کے ساتھ مصروف تھی۔

"وہ تصویر پانچ سال پرانی ہے۔ مجھے اب یاد بھی نہیں کہ میں نے یہ کب اپنے موبائل میں محفوظ کی تھی۔۔" آستین کے کف فولڈ کرتے ہوئے اس نے کندھے اچکا کر بتایا۔

"مگر اس تصویر کا تمہارے موبائل میں ہونا پوچھنے کے لائق ہے۔"

میر مسکرا دیا۔

"تم تو سب جانتی ہو۔۔" کہتے ہوئے نگاہ اس کی جانب اٹھی۔ لہجہ ذو معنی تھا۔ "پانچ سال پرانی باتیں اب اتنی بھی پرانی نہیں عشنا۔۔ کچھ وقت پہلے روما نے میرے موبائل سے یہ تصویر ڈھونڈ نکالی اور سچ کہوں تو اس سے زیادہ حیران میں ہوا تھا۔۔ اتنے سالوں سے یہ تصویر میرے موبائل میں تھی اور میں بھول چکا تھا۔ تصویر نظر آئی تو پانچ سال پہلے کا پرانا وقت یاد آیا اور پھر۔۔" وہ تیزی سے جملہ مکمل ہی کرتا کہ ٹھہر سا گیا۔ احساس ہوا کہ وہ کچھ زیادہ ہی بولنے لگا تھا۔ عشنا اس کے یوں ٹھہرنے پر فوراً چونکی۔

"پھر؟؟۔" پوچھے بنا وہ نہ رہ سکی۔

"پھر میں نے تم سے ملاقات کی خواہش کی۔۔" وہ یہ کیوں کہہ رہا تھا اسے خود نہیں پتا تھا۔ نگاہ اس کے چہرے کے بجائے نیچے گھانس پر تھی۔ عشنا نے اس کے چہرے سے نظر ہٹائی۔ ساکت کھلی آنکھیں لاجواب تھیں۔

"اور ہم آج ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہیں۔" عشنا نے جملہ مکمل کیا۔ میر ویس چاہ کر بھی کچھ نہ کہہ سکا۔۔ کاش کہ وہ بتا سکتا کہ اس کا دل اس بارے میں کیا سوچتا ہے۔

"تم ذرا نہیں بدلی۔۔ جیسے سوچتا تھا، ویسی ہی ہو۔" کافی دیر کے وقفے کے بعد وہ بے خودی سے بولا۔ عشنا نے نچلا لب کاٹا۔

"کیسا سوچتے تھے؟۔"

"یہی کہ تم جو کہتی تھی اپنی باتوں پر پورا اترو گی۔۔ ایک الگ زندگی، جاب، بہادری۔۔ جیسا سوچا تھا بلکل ویسی ہو۔" مبہم سی مسکراہٹ لبوں پر قائم تھی۔ عشنا یک دم شرمندہ ہوئی۔

"تم تو جانتے ہو۔۔ پھر بھی بہادر کہہ رہے ہو؟۔"

وہ مسکرایا اور پھر ہنس دیا۔ اس کا اشارہ اس دن ہوئے رافع والے واقعے کی جانب تھا۔

"میرا مذاق اڑا رہے ہو؟۔" عشنا اس کے یوں ہنسنے پر چونکی۔ میر کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"تم ڈراما کرتی ہو یا واقعی مجھے نہیں جانتی؟۔" ایک آئبرو اچکا کر سوال کیا۔

"میں کچھ سمجھی نہیں۔۔۔" وہ گڑبڑائی تھی۔ میر نے گہری سانس بھر کر اسے دیکھا۔

"میر ویس نے کبھی تمہارا مذاق نہیں اڑایا عشنا۔" کیا اسے یاد نہیں تھا کہ میر نے اس کے ساتھ کبھی ایسا نہیں کیا۔۔

"اب تو وقت بدل گیا ہے نا۔۔" دھیمی آواز میں کہتے ہوئے اس نے نگاہ جھکا لی۔

"وقت بدلا ہے یا میر ویس؟۔" یہ سوال اچانک تھا۔ وہ ہڑبڑی میں اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"وقت۔۔"

"تو میر ویس کیسے بدلا؟ میں نے کبھی تمہارے بارے میں برا نہیں سوچا۔۔ مذاق نہیں اڑایا۔۔ تم تو سب جانتی ہو عاشی۔۔" ان کے درمیان یہ جملہ ہی سب کچھ تھا۔۔

'تم سب جانتی ہو۔۔' جو ان کی ایک دوسرے سے واقفیت کو بتاتا ہے۔

"تم نے شادی کیوں نہیں کی؟۔" یہ سوال یکدم تھا۔ میر نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"کیونکہ میر ویس اپنی پسند تبدیل نہیں کرتا۔" ذومعنی لہجے میں کہتے ہوئے میر کی بات عشنا کے سیدھا دل پر لگی تھی۔ کتنے واضح طور پر اس نے چھپی ہوئی بات کہی تھی اور آگے بڑھ گیا تھا۔۔ ہاں وہ وہیں ٹھہر گئی تھی۔۔ ساکت اور اس

کے جملے پر غور کرتے ہوئے۔ تو کیا وہ اتنے سالوں بعد بھی اسے ہی سوچا کرتا تھا؟ کیا شخص تھا جو اتنے مواقعوں کے باوجود بھی یہیں ٹھہرا تھا۔

---★★★---

پوری محفل میں ایک بار بھی ساویز نے غنایہ کو خود سے نہیں پکارا تھا۔ نہ بلاضرورت اس کو اپنی آنکھوں کا مرکز بنایا۔ یہی بات غنایہ کو تکلیف دے رہی تھی۔ عجیب بات تھی۔۔ پہلے جب وہ یوں پکارا اور دیکھا کرتا تھا تو غنایہ کو کچھ محسوس نہیں ہوتا تھا مگر اب وہ ایک ایک بات محسوس کر رہی تھی۔ کھانے کا دور ختم ہو چکا تھا۔ ملازمہ برتن سمیٹ رہی تھی اور عشنا غنایہ سے گفتگو کر رہی تھی جب روما نے غنایہ کی جانب انگھوٹی بڑھائی۔

"ساویز بھائی نے بھیجی ہے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ آپ اپنی انگھوٹی لان میں ہی بھول آئیں۔" کہتے ہوئے وہ پلٹتی ہی کہ عشنا نے اسے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ دیا۔ غنایہ نے اس انگھوٹی کو بغور دیکھا تھا۔ وہ خود بھی تو دے سکتا تھا۔۔

"میں بیٹھ جاؤں؟۔" اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں روما کیوں نہیں۔۔ تم بھی بیٹھ سکتی ہو۔" میز کی کرسی کھینچ کر اس نے بیٹھنے کا اشارہ دیا۔ وہ مسکرائی اور پھر کرسی پر بیٹھ گئی۔

"آپ میرو کی یونیورسٹی میں پڑھتی تھیں؟۔" روما نے جب سے اسے دیکھا تھا، اس کے بارے میں جاننے کی چاہ بڑھ گئی تھی۔۔ کہ آخر یہ میرو کی کون ہے اور وہ اس کے بھائی کو کیسے جانتی ہے۔

"ہاں میں اس کی جونیئر تھی۔ ہم دونوں اچھے دوست تھے۔" لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"پھر آپ اس کی منگنی پر کیوں نہیں آئی تھیں؟۔" اسے عجیب لگا۔۔ بھلا دوست بھی تھی اور میر و کے بڑے دن پر بھی نہیں آئی تھی۔ روما کا کہنا تھا کہ اس کی آنکھیں پھیلیں۔ اسے لگا سننے میں غلطی ہو گئی۔

"منگنی؟۔" لہجہ الجھا ہوا تھا۔

"ہاں! میر و کے تو سب دوست آئے تھے۔ میں نے آپ کو نہیں دیکھا تھا۔"

اس نے آنکھیں اس بار تقریباً پھاڑی تھیں۔ تو وہ منگنی شدہ تھا۔ مڑ کر ایک نظر میر ویس کو دیکھا جو باہر لان میں ساویز کے ساتھ بیٹھا تھا۔ یعنی غلط بیانی کی گئی تھی! عشنا کو میر کے الفاظ یاد آئے۔

'میر ویس اپنی پسند تبدیل نہیں کرتا۔' اس کے کانوں سے دھواں نکلنے لگا۔ کتنی صفائی سے جھوٹ کہا گیا تھا۔ گھڑی میں گیارہ بجتے دیکھا تو اپنا پرس اٹھاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ روما کے رخسار پر پیار کرتے ہوئے وہ لمحے بھر کو مسکرائی تھی۔

"میں چلتی ہوں غنایہ۔۔ پھر کل آفس بھی جانا ہے۔" گلے لگتے ہوئے اس نے ڈھیروں دعائیں دی تھیں۔

"ٹھیک ہے۔ میں باہر تک چھوڑ دیتی ہوں۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔۔ تمہیں بھی کل یونیورسٹی جانا ہے تو اب تم بھی آرام کرو۔" روما کے منہ سے یہ بات جاننے کے بعد وہ مزید ٹھہرنا نہیں چاہتی تھی۔ لاونج سے ابھی نکل ہی رہی تھی جب ساویز اندر داخل ہوا۔

"اس دعوت کا شکریہ ساویز۔۔!۔" وہ ٹھہری۔۔

"ان شاء اللہ جلد دوبارہ ملاقات ہوگی۔" ساویز کی آواز پر وہ مروتاً مسکرائی۔

"ان شاءاللہ۔۔" خداحافظ کہتے ہوئے وہ باہر نکلی جہاں لان میں میز کے ساتھ کرسی لگائے بیٹھا میر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ نجانے وہ یہ کیوں سوچ رہا تھا کہ اس سے بات کرنے کے لیے بھی عشنا ٹھہرے گی۔۔ مگر عشنا نے اسے دیکھنا بھی گوارا نہیں سمجھا تھا۔ وہ ابھی لان پار کر رہی تھی جب میر ویس کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

"تم مجھے بھی خداحافظ کہہ سکتی ہو۔" کہتے ساتھ دونوں پاؤں اس نے میز پر رکھے۔ ہاتھ میں موجود لائٹر جل بجھا رہا تھا۔

"کیوں کہوں میں تم سے کچھ؟۔" سپاٹ سنجیدہ لہجہ۔۔ وہ بوکھلایا تھا۔ ایک آئبرو آچکا کر اس نے عشنا کو دیکھا۔

"کیا ہوا ہے؟۔"

"مجھ سے پوچھ رہے ہو کیا ہوا ہے؟ میں نہیں بدلی مگر تم بہت بدل گئے میر ویس! اب جھوٹ بھی کہنے لگے ہو۔" تڑخ کر کہتے ہوئے وہ تیزی سے باہر نکل گئی جبکہ وہ بھونچکارہ گیا۔ ایک نظر آئبرو اچکاتے ہوئے اس جگہ کو دیکھا جہاں سے گیراج کی جانب بڑھی تھی۔ ابھی کچھ سوچتا ہی کہ روما کی آواز پر چونکا۔

"ہم گھر کب جائیں گے میرو؟ بہت رات ہوگئی ہے اور کل میرا اسپورٹس ڈے بھی ہے۔ تمہیں یاد ہے ناکہ کل تمہیں آنا ہے؟۔" وہ اس کے نزدیک آتے ہوئے بولی۔۔

"تم نے عشنا سے کچھ کہا ہے؟۔" یہ روما ہی ہو سکتی تھی جو بنا سوچے سمجھے بول دیا کرتی تھی۔

"میں نے ان سے زیادہ کچھ نہیں کہا۔۔ کیا ہوا ہے؟۔" وہ ناسمجھی میں بولی۔

"کچھ نہیں ہوا بس سرسری پوچھ رہا ہوں۔۔ کیا بات ہوئی ہے؟۔" لان میں وہ دونوں اکیلے تھے۔

"انہوں نے کہا کہ وہ تمہاری دوست ہیں۔۔ اس لیے میں نے پوچھ لیا کہ وہ پھر تمہاری منگنی میں کیوں نہیں آئی تھیں۔" اس کا کہنا تھا کہ میر ویس نے لب بھینچ لیے۔

"اس نے کیا جواب دیا؟۔" یہ جاننا زیادہ ضروری تھا۔

"کچھ بھی نہیں۔۔ بلکہ مجھے پیار کر کے جانے کے لیے اٹھ گئیں۔" اس نے کندھے اچکائے جبکہ میر ویس بات کی تہہ تک پہنچ چکا تھا۔

"میں کیا ہی کروں تمہارا روما!۔" اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے وہ بیچارگی سے نفی میں سر ہلانے لگا۔ "ہر بات ہر کسی کے آگے نہیں بولا کرتے!۔" اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتا ہوا وہ محبت سے سمجھا رہا تھا۔

"کیا مجھ سے غلطی ہو گئی؟۔" اسے احساس ہوا۔۔

"کوئی بات نہیں!۔" رخسار پر چومتے ہوئے وہ اس کی ٹھوڑی پکڑتا ہوا بولا۔ "تم پر سب معاف ہے۔" میر کی مسکراہٹ ابھری تھی اور روما کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔

---★★★---

وہ بستر پر سونے کے لیے بیٹھی ساویز کا کمرے میں انتظار کر رہی تھی۔ اس کا عشنا سے کہے وہ جملے دل چیر رہے تھے۔ صوفے پر ساویز کا تکیہ رکھا تھا اور ایک چادر جو غنایہ نے الماری سے نکال کر رکھ دی تھی۔ دل عجیب سا بوجھل ہو رہا تھا۔ شرمندگی اندر سے مار رہی تھی۔ اس نے بستر کی دوسری طرف خالی جگہ دیکھی۔ ایک کامیاب مضبوط مرد صرف ایک عورت کی محبت میں اپنا آرام و سکون بھی بھول گیا تھا۔ دل رو رہا تھا۔۔ کاش کہ وہ یہ سب پہلے سمجھ لیتی۔۔ مگر ایک ٹھوکر ہی انسان کو سب سمجھا دیتی ہے۔ اس کے سخت الفاظ ساویز نے کس دل سے سنے ہوں گے۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے ساویز کو اندر داخل ہوتے دیکھا۔ وہ ایک نظر اسے دیکھتے ہوئے دروازہ بند کرنے لگا۔ اسے حیرانی تھی کہ غنایہ اب تک سوئی نہیں تھی۔ بنا کچھ کہے وہ وارڈروب سے کپڑے نکال کر تبدیل کر آیا۔ غنایہ اب بھی اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں صوفے پر سو جاؤں؟۔" اس نے جان کر پہل کی۔ اس کی بات پر وہ چونکا اور آئینے کے عکس میں اسے دیکھنے لگا۔

"تاکہ میں زمین پر سو جاؤں؟۔" ایک آئبرو آچکا کر کہا گیا۔

"نہیں۔۔" نجانے وہ کیا سمجھ رہا تھا۔ "بستر پر سو جائیں۔" کاش وہ اس کی بات مان لے۔۔ کاش کہ وہ پہلے جیسا ہو جائے۔ اپنا لیپ ٹاپ میز سے اٹھا کر وہ اسے دیکھتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گیا۔ غنایہ کو اس کی نظریں مزید پچھتاوے میں گھیر گئیں۔ اس کی بات کا جواب دیے بغیر وہ لیپ ٹاپ پر مصروف ہو چکا تھا۔

آنکھیں نم ہونے لگیں تو وہ سسکتی ہوئی جھٹکے سے تکیے پر سر رکھتی آنکھیں موند گئی۔ سردی کا احساس ماحول میں آج پچھلے دن سے بڑھ کر تھا۔ ہاتھ پاؤں برف پڑنے لگے مگر اس نے چادر اوڑھنا ضروری نہ سمجھا۔ ساویز نے لیپ ٹاپ سے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ سسکنے کی آواز وہ پہلے ہی سن چکا تھا۔ پندرہ منٹ بعد جب تک وہ سو نہ گئی، لیپ ٹاپ برابر رکھتے ہوئے وہ اٹھ کر اس کی جانب بڑھا۔ چادر اسے اوڑھاتے ہوئے وہ اس کی جانب جھکا تھا۔ آنکھیں بند تھیں جس کی وجہ سے اس کی پلکیں واضح نظر آ رہی تھیں۔ رخسار پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے نمی کا احساس ہوا تو وہ بھاری ہوتے دل سے سانس خارج کر گیا۔ دراز سے گجرے نکالتے ہوئے وہ اس کی جانب کچھ جھک کر پاؤں کے بل بیٹھا اور اسے دیکھنے لگا۔

"تم کہتی ہو تمہیں محبت کا علم نہیں۔۔ پھر مجھے کیسے ہونے لگی ہے تم سے محبت؟ پہلی محبت۔۔" دھیمی بھاری آواز میں کہتے ہوئے وہ اس کی پلکوں کو دیکھ رہا تھا۔ کھڑکی سے آتی ہوا میں خاصا زور تھا۔۔ اس کے چہرے کو چھوتی ہوئی وہ اس

کے بالوں کو بار بار چہرے پر لانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ساویز نے ہاتھ میں موجود مہکتے گجرے دیکھے جو اب بھی تازہ تھے۔ انہیں کھولتے ہوئے اس نے دھیرے سے غنایہ کی دونوں کلائیوں میں پہنائے اور گلاب کی خوشبو کو سونگھنے لگا۔ ہاں وہ الفاظ ساویز کے لیے بے حد تکلیف دہ تھے مگر وہ اپنی تکلیف میں اس کا خیال نہیں بھولا تھا۔

"مجھے تم پسند ہو غنایہ۔۔" پیشانی سے اس کے بال پیچھے کرتا ہوا وہ اسے بے حد انہماک سے دیکھ رہا تھا۔ "تم سے شادی کا صحیح فیصلہ تھا یا غلط۔۔ مگر میں اب تمہارے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا ہوں! اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔" کلائی تھام کر اسے چومتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ سانسیں تھم سی رہی تھیں مگر اب وہ اسے زندگی بھر کے لیے چاہئیے تھی۔ چنبیلی اور گلاب کی مہک ماحول کو اپنا اسیر بنانے لگی۔ اسے جو کہنا تھا، وہ کہہ چکا تھا۔ ہاں جذبات اظہار مانگتے ہیں مگر غنایہ زندگی کے جس موڑ پر کھڑی تھی، وہ شاید ان جذبات کا احترام نہ کر سکے۔ حلق کی گلٹی نمودار ہو کر غائب ہوئی تھی اور وہ اسے دیکھتے ہوئے مڑ گیا تھا۔

---★★★---

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس کے موبائل پر الارم بجا ہی تھا کہ وہ اس کی تیز آواز سے آنکھیں کھول کر الارم بند کرنے لگی۔ ابھی وہ لیٹے ہی موبائل میں وقت دیکھ کر اسکرین بند ہی کر رہی تھی جب اپنی کلائی پر نگاہ پڑی۔ اس کے الارم پر سنگھار میز کے آگے تیار ہوتے ساویز نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ بھلا اسے کیا ضرورت پڑی تھی الارم لگا کر جلدی اٹھ جائے۔

اپنی دونوں کلائیوں پر نگاہ ڈالتے ہوئے وہ تقریباً حیرانی سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے اٹھ کر بیٹھی تھی۔ بوکھلائی، الجھی الجھی۔۔ ساویز ایک نظر آئینے کے عکس میں اسے دیکھتا ہوا اپنی تیاری میں مصروف ہو گیا۔

"یہ گجرے۔۔؟" بے حد الجھا ہوا معصوم لہجہ۔

"کون سے ؟۔" اس نے بظاہر چونکنے کی اداکاری کی۔ غنایہ نے دونوں کلائیاں اس کے آگے پھیلائیں۔ ساویز دیکھتا ہوا لب بھینچ کر آئینے کی طرف مڑ گیا۔

"احسان صاحب آئے ہوں گے باہر سے۔۔ پہنا کر چلے گئے۔" کیا میٹھا طنز تھا۔ غنایہ کے چہرے کی رنگت سفید پڑی۔ کون احسان صاحب ؟.

"احسان صاحب ؟۔" کچھ سہم کر پوچھا۔

"وہی جنہوں نے تم پر احسان کیا اور تم سے شادی کی۔۔" اس نے بات جس طرح گھوم پھر کر مکمل کی تھی، غنایہ کو سمجھنے میں وقت لگا تھا۔ جیسے ہی ذہن پر زور دیا تو اس کی بات کا مطلب سمجھ آیا۔ وہ اب پہلے سے زیادہ حیران ہوئی تھی۔

"آپ نے پہنائے ہیں ؟؟۔" دل میں ایک عجیب سی ہلچل مچی۔۔ آج کا دن کل سے کچھ مختلف تھا۔

"مجھے اپنا نام 'احسان' رکھ لینا چاہیئے۔۔ اچھا ہے تاکہ جب جب تم پکارو مجھے یاد رہے کہ میں نے تم پر احسان کیا ہے۔" آج تو وہ کچھ بدلا ہوا ہی نظر آتا تھا۔۔ طنز کے بعد طنز۔۔ وہ بوکھلا سی گئی مگر اب کی بار اس کی باتیں غنایہ کا دل بوجھل نہیں کر گئی تھیں۔ اسے اچھا لگا ساویز کا یوں سب کہنا۔۔ نگاہ دوبارہ ان گجروں پر اٹک گئیں۔ پھول سوکھ کر روکھے ہو گئے تھے مگر ان کی خوشبو وہ اب بھی محسوس کر سکتی تھی۔ یہ گجرے ساویز نے اسے رات میں پہنائے ہوں گے۔۔ یہ سوچ کر ہی لبوں پر مسکراہٹ پھیلنے لگی۔ نجانے کیوں مگر اس بار وہ بلکل نہیں گھبرائی تھی۔ یہ سب یکدم ہی اچھا لگنے لگا۔۔ وہ رات ایسی کیا تبدیلی لائی تھی کہ آج وہ اس پھول اور پھول پہنانے والے کو بہت شوق سے دیکھ رہی تھی۔

"تھینک یو۔" مسکراہٹ چھپاتے ہوئے اس نے ساویز کو دیکھا۔

"تمہیں ایک اور جملے کا اضافہ کرنا چاہئیے۔" وہ جانے کے لیے تیار تھا۔

"جی؟ کون سا؟۔" غنایہ سوچ میں پڑ گئی۔

"میں ساویز کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔" عام سے لہجے میں ایک اور میٹھا طنز۔۔اس نے لب بھینچ لیے۔

"کل والی بات پر آپ بہت زیادہ خفا ہیں۔" پوچھا جا رہا تھا یا بتایا جا رہا تھا۔ ساویز نے چاہ کر بھی کچھ نہ کہا۔ گاڑی کی چابی اٹھا کر ایک نظر اس کی جانب دیکھا۔

"میں جا رہا ہوں۔" وہ رکے بغیر باہر نکل گیا اور غنایہ لب کاٹتے ہوئے رہ گئی۔ ساویز کے جانے کے بعد اسے یونیورسٹی جانے کا ہوش آیا۔ پیشانی پر ہاتھ مار کر اس نے کھڑکی سے باہر جھانکا۔ ساویز گاڑی سڑک پر نکال چکا تھا۔۔وہ اس سے باتوں کے درمیان کیسے بھول سکتی تھی کہ ساویز ہی تو اسے یونیورسٹی چھوڑنے والا تھا۔ خود پر افسوس کرتے ہوئے وہ واش روم کی جانب بڑھ گئی۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

---★★★---

روما اسکول میں تھی اور اب گیارہ بجے وہ وعدے کے مطابق ڈرائیو کرتے ہوئے اس کے اسکول جا رہا تھا۔ سڑکوں پر ٹریفک معمول سے زیادہ تھا جبکہ دھوپ آج نہ ہونے کے برابر تھی۔ عشنا کا گھر روما کے اسکول کے راستے میں پڑتا تھا۔ سامنے سے گزرتے ہوئے اس نے ایک نگاہ عشنا کے گھر پر ماری تھی۔ مسکرا کر سر جھٹکتے ہوئے اس نے اپنی گاڑی کی رفتار دھیرے کی۔۔وہ اس کے گھر سے پانچ منٹ آگے نکل چکا تھا جب اس نے سڑک کنارے کچھ ہلکے آسمانی رنگ کی وہ گاڑی دیکھی جس کی چھت پر دونوں بازو ٹکائے عشنا منہ لٹکائے کھڑی تھی۔ میرویس کو قدرے حیرانی ہوئی۔ اس کے قریب پہنچ کر اس نے بریک لگائے۔

"لگتا ہے تمہاری ڈارلا کو زکام ہو گیا ہے۔" لبوں پر شریر سی مسکراہٹ تھی۔۔وہی مسکراہٹ جو عشنا کو دیکھ کر لبوں پر آجاتی تھی۔ عشنا نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا۔ وہ اپنی سیاہ گاڑی درمیان سڑک میں روکے اس سے بات کر رہا تھا۔۔یکدم عشنا کو خوشی محسوس ہوئی مگر اگلے پل اسے رات ہوا واقعی یاد آ گیا۔ "میں کیسے مدد کر سکتا ہوں؟۔" آنکھوں سے سیاہ چشمے ہٹا کر اس کے تاثرات کا معائنہ کیا۔

"میری ڈارلا۔۔۔" دل دکھی ہو گیا۔

"انتقال؟۔" افسوس بھرا لہجہ۔۔

"نہیں میر ویس۔۔مجھے لگتا ہے اس کا انجن گڑبڑ کر گیا ہے۔ دھواں اٹھ رہا تھا۔" اب وہ آفس کیسے جائے گی؟ یہ سوچ سوچ کر اسے مزید رونا آنے لگا۔۔وہ کھڑوس مینجر یقیناً اب اسے نوکری سے نکلوا دے گا۔ "کیا تم آگے سے مکینک میری طرف بھیج سکتے ہو؟۔"

"اس کا مکینک لینے مجھے انیسویں صدی جانا ہو گا۔ کیا ہے کہ اب اس کھٹارا کو ٹھیک کرنے والے پیدا نہیں ہوتے۔"

عشنا نے اس کی جانب سے منہ پھیر لیا۔

"تم سے بات کرنا بیکار ہے! اب میں آفس کیسے جاؤں گی۔۔" اس کا چہرہ رونے والا ہو گیا۔ میر ویس نے معائنہ کیا۔

"کانفیڈنٹ لڑکی رو رہی ہے؟۔" لہجہ مزید شریر ہو گیا۔

"تم میرا مذاق اڑا رہے ہو؟۔"

"نہیں میں کہہ رہا کہہ رہا ہوں کہ میں گاڑی میں آجاؤ۔ میں چھوڑ دیتا ہوں۔"

وہ چونکی۔

"مگر ڈارلا؟۔"

"انجن کا مسلہ ہے اور اتنی جلدی نہیں سلجھے گا۔ آجاؤ۔" اس نے آفر دی۔ عشنا کو کل رات والی بات بھولی نہیں تھی مگر اس کا آفس جانا بھی ضروری تھا۔

"ٹھیک ہے۔" اپنا پرس اور فائلز گاڑی سے سمیٹتے ہوئے وہ میر ویس کی سیاہ گاڑی کی جانب بڑھی۔ فائلز میر ویس نے کھڑکی سے ہی لے کر پیچھے سیٹ رکھ دی تھیں۔ وہ گھوم کر دوسری طرف آبیٹھی۔ خود سے وعدہ کیا ہے کہ پورے راستے میر ویس سے کوئی بات نہیں کرے گی۔ گاڑی ایک بار پھر سے آگے بڑھنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد گاڑی ایک بڑے اسکول روکی گئی جسے دیکھ کر اس نے میر کے سامنے, بھنویں اچکائیں۔

"میرا آفس؟۔" اسے میر ویس کے ارادوں کا علم نہیں تھا۔

"ہاں وہاں بھی جائیں گے مگر ایک گھنٹے بعد۔۔" گاڑی کا لاک کھولتے ہوئے وہ باہر نکلا۔ عشنا ششدر رہوئی۔

"کیا مطلب تمہاری بات کا؟۔"

"روما کا اسپورٹس ڈے ہے۔ ایک گھنٹے میں ہم لوٹ آئیں گے۔" وہ گھوم کر اس کی جانب آیا اور دروازہ کھول کر باہر آنے کا اشارہ کرنے لگا۔

"مگر میں کیوں؟۔" وہ اب تک حیران تھی۔

"کیونکہ تم میرے ساتھ ہو۔۔"

کیا شخص تھا! عشنا کا دل چاہا اس کی گردن مڑوڑ دے۔

"کاش میں تمہاری گاڑی میں بیٹھتی ہی نہیں!!۔" دانت کچکچا کر کہتی ہوئی وہ پرس جھٹکتے ہوئے باہر نکلی۔

گاڑی لاک کرتے ہوئے اس نے ایک نظر عشنا کو دیکھا تھا۔ یہ شہر کا نامور بڑا اسکول تھا۔ دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے وہ دونوں ٹیچرز کے سمجھانے پر بلآخر اس جگہ پہنچ ہی گئے جہاں اسپورٹس کا انتظام کیا گیا تھا۔ پیرنٹس اور بچوں کے گھر والوں کے لیے ایک اچھا بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ کئی بار ایسا ہوا کہ لوگوں کے ہجوم میں کھو جانے کے ڈر سے اسے میر ویس کے بازو کی طرف سے اس کا کوٹ پکڑنا پڑا۔

پندرہ منٹ میں کھیل کا آغاز کیا جانے والا تھا۔ وہ دونوں اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھ چکے تھے۔ صوفیہ کی کال آنے پر عشنا نے اسے اپنے لیٹ آنے کا بتایا۔ اب وہ پہلے سے مطمئن تھی۔

"کل رات تم نے ایسا کیوں کہا کہ میں جھوٹ کہنے لگا ہوں؟۔" عشنا کو اس کا یہ سوال یکدم محسوس ہوا۔

"تم منگنی شدہ ہو! حالانکہ کل تمہاری باتیں کسی اور طرف اشارہ کر رہی تھیں۔" سپاٹ لہجہ۔۔

"اور یہ بات تمہیں کس نے بتائی؟۔"

"میں تمہیں کیوں بتاؤں؟ اگر میں نے بتایا تو یقیناً اسے بہت ڈانٹو گے اور میں یہی نہیں چاہتی!۔"

"پہلی بات میں کسی کے لیے اپنی بہن کو ڈانٹتا نہیں۔۔ حتی کہ اپنے لیے بھی نہیں!۔" اس کی بات کی تصحیح کرتے ہوئے وہ بھنویں آچکا کر بولا۔

عشنا کو حیرانی ہوئی۔ وہ جانتا تھا کہ روما نے اسے بتایا تھا۔

"بہر حال مجھے تم سے اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرنی۔" اس نے نگاہیں سامنے کر لیں۔

"مگر میری بات ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔"

عشنا نے گہری سانس بھری۔

"کہو تمہیں کیا کہنا ہے؟۔"

"اگر یہ سب اس سے سنا ہی تھا تو یہ بھی سن لیتی کہ منگنی ٹوٹ چکی تھی۔ شاید دس دن میں ہی۔۔"

یہ بات جہاں عشنا کو حیران کر گئی تھی وہیں دوسری طرف وہ کچھ مطمئن ہو گئی۔

"میں تم سے یہ نہیں کہوں گی کہ تم نے مجھ سے کیوں چھپایا کیونکہ ہم کچھ بھی نہیں ہیں۔۔ اور یوں پوچھنا بھی عجیب ہے۔" حالانکہ عشنا کے دماغ میں ایک اور سوال گھوم رہا تھا۔ 'منگنی ٹوٹنے کی وجہ؟۔'

"میرے لیے وہ ایک اہم موضوع نہیں جس کا ذکر میں سب سے کروں۔ اب بھی اسی جملے پر قائم ہوں کہ میر ویس اپنی پسند بدلا نہیں کرتا۔" ایک گہری سپاٹ نگاہ اس پر ڈال کر وہ سامنے دیکھتے ہوئے بیٹھ گیا۔ عشنا نے کچھ کہنا درست نہ سمجھا تو خاموش رہی۔ پندرہ منٹ میں کھیل کا آغاز ہو چکا تھا۔ اسٹوڈنٹس قطار بناتے ہوئے باہر آنے لگے تو عشنا ان میں روما کو ڈھونڈنے لگی۔۔

---★★★---

وہ زینے اترتے ہوئے نیچے لاونج میں پہنچی تھی جب اسے ملازمہ خالہ سبزی کاٹتے ہوئے نظر آئیں۔

"کیسی ہیں آپ؟۔" ان گجروں کی خوشبو اس کا موڈ بحال کر گئی تھی۔ خالہ نے کافی حیرانی سے اس کا چہرہ دیکھا۔ آج سے قبل اس نے کبھی یوں نہیں پوچھا تھا۔

"میں ٹھیک ہو بیٹا۔" خوشگواری سے جواب دیا۔

"آپ کیا بنا رہی ہیں؟۔" وہ شاید بھنڈی کاٹ رہی تھیں۔

"باریال کا بھنڈی کھانے کا دل کر رہا ہے۔ اس کے لیے بھنڈی کاٹ رہی ہوں۔" لبوں پر میٹھی سی مسکراہٹ عیاں ہوئی جبکہ غنایہ نے سانس بھر کر انہیں دیکھا۔

"آپ نے کل دوپہر بھی اس کی فرمائش پر پھلی بنائی تھی۔ کیا اس گھر میں دوپہر کے وقت اس کے پسند کے ہی کھانے بنتے ہیں؟۔" عام سے لہجے میں کہتے ہوئے اداسی سے بیٹھ گئی۔

"میں سن رہا ہوں۔" کچن سے مردانہ آواز پر وہ جی بھر کر چونکی۔ یعنی کہ وہ کچن میں تھا۔

"یہ اس گھر سے اب کب جائے گا؟۔" اس بار آواز دھیمی تھی۔ وہ ایک سنجیدہ سوال ملازمہ خالہ سے کر رہی تھی جسے وہ سن چکا تھا۔

"میں نے یہ بھی سن لیا ہے۔" دوبارہ وہ گھمبیر آواز ابھری۔ ملازمہ خالہ جہاں زور سے ہنسیں وہیں غنایہ گڑبڑا سی گئی۔ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد خالہ خود ہی بول پڑیں۔

"تم جو کھانا چاہتی ہو مجھے بتا دو۔ میں ابھی بنا دیتی ہوں۔" اس کے بالوں پر پیار سے ہاتھ ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگیں۔۔ غنایہ نے مسکراتے ہوئے گھڑی دیکھی جو بارہ بجا رہی تھی۔

"مجھے بھوک نہیں۔۔ میں چائے بنا لیتی ہوں۔" کہتے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بھوک کیوں نہیں؟ تم نے کچھ کھایا بھی ہے؟۔"

'طنز۔۔'اس کا دل چاہا بنا کسی جھجک کر بتادے کہ ساویز کے طنز کھائے ہیں۔

"رات کھانا بہت دیر سے کھایا تھا۔ اب بس چائے پیوں گی۔" انہیں تسلی دیتے ہوئے اس نے پیروں میں چپل ڈالی اور کچن کی طرف بڑھنے لگی۔

"کیا میں بنادوں؟۔"

"نہیں مجھے شرمندہ مت کریں۔ آپ بڑی ہیں اور آپ سے کام کرواتے ہوئے مجھے اچھا محسوس نہیں ہو گا۔" وہ ابھی کچن میں داخل ہی ہوتی کہ باریال اسے دیکھتا ہوا باہر نکلا۔

"خالہ بھنڈی کٹ گئی ہے تو دے دیں۔ مسالہ تیار ہے۔" وہ شاید خود کھانا بنا رہا تھا۔ اس کے سائڈ سے ہوتے ہوئے وہ اندر داخل ہوئی۔ یہ ایک بڑا اور کشادہ کچن تھا جس میں ہر چیز سلیقے سے رکھی تھی۔ ایک چولہے پر باریال کا مسالہ چڑھا تھا جبکہ دوسرے پر اس کے چائے کی چھوٹی پتیلی چڑھی تھی۔ ایک نظر اسے دیکھتے ہوئے وہ دودھ کے ڈبے کی جانب بڑھی جو باہر سلیپ پر ہی رکھا تھا۔ ڈبہ ابھی اٹھایا ہی تھا کہ اسے اس کے خالی ہونے کا احساس ہوا۔ ڈبے میں دودھ نہ ہونے کے برابر تھا۔۔ وہ باہر نکل رہی تھی جب باریال کٹی ہوئی بھنڈی لے کر اندر داخل ہوا۔

"خالہ ڈبے میں دودھ نہیں ہے۔۔ کیا دودھ ختم ہو گیا؟۔" چال میں سستی کی وجہ سے اسے چائے کی طلب محسوس ہو رہی تھی۔

"جب میں کچن سے باہر آرہی تھی تب ہی میں نے اچھا خاصا دودھ ڈبے میں دیکھا تھا۔ اسے استعمال کون کر سکتا ہے اتنی جلدی؟۔" پیشانی پر بل نمودار ہوئی۔

"باریال صاحب نے اپنی چائے میں استعمال کر لیا ہے خالہ۔۔"لب کاٹتے ہوئے وہ افسوس سے بولی۔

"ابھی نوفل باہر سے آتا ہے تو اسے کہتی ہوں کہ ہوٹل سے تمہارے لیے چائے لے آئے۔ تمہیں تھوڑا انتظار کرنا پڑے گا۔"کپڑے جھاڑتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"کوئی بات نہیں۔۔"زبردستی مسکراہٹ لبوں پر لاتے ہوئے غنایہ لاونج کے دروازے کی جانب بڑھی۔کھڑکی سے محسوس ہوتی باہر تیز ہوا کو دیکھتے ہوئے اس نے لاونج کا پورا دروازہ کھول دیا۔ٹھنڈی تیز ہوا کھلے دروازے سے اندر داخل ہونے لگی۔آنکھیں موند کر تازہ ہوا اپنے اندر اتاری اور وہیں دروازے پر بیٹھ گئی۔۔ایک سیڑھی اتر کر سامنے خوبصورت ہرا بھرا لان تھا جو اس کی توجہ اپنی جانب کھینچ رہا تھا۔پیڑ پودے ہوا کے باعث ہل رہے تھے۔۔پتوں کی سرسراہٹ کانوں میں رس گھولنے لگی۔۔

"بیٹا یہ تمہارا موبائل کمرے میں بج رہا تھا۔"خالہ نے اس کے ہاتھ میں موبائل پکڑایا۔وہ شکریہ ادا کرتی ساویز کی ریسیو ہوئی نوٹفکیشن دیکھنے لگی۔۔

"آئم سوری۔۔۔مجھے یاد نہیں رہا کہ تم آج یونیورسٹی جانے والی تھی۔کل سے ایسا نہیں ہو گا۔۔"کہنے کو چند ہی لفظ تھے مگر دل پر اثر کر رہے تھے۔اس کا میسج دیکھ کر وہ کوئی ریپلائی نہ کر پائی۔۔بس مبہم سی مسکراہٹ لبوں پر پھیلا کر اس نے موبائل اپنے برابر میں رکھ دیا۔گہرے رنگ کا ہرا ڈوپٹہ ہوا کے باعث لہرا رہا تھا جسے وہ بمشکل قابو کرتے ہوئے اس موسم سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔یکدم ہی ایک آواز پر اس نے آنکھیں کھولتے ہوئے پلٹ کر دیکھا۔ باریال اس سے کچھ فاصلے پر اپنی کھانے کی ٹرے لے کر بیٹھ گیا تھا۔وہی کالا کپڑا جو پیشانی پر اس نے سختی سے باندھا ہوا تھا۔غنایہ تھوڑی گھبرائی، مگر خاموش رہی۔باریال نے اس کے تاثرات جانچتے ہوئے چائے کی پیالی اس کے آگے رکھی اور دو ابلے ہوئے انڈوں کی پلیٹ اس کے آگے رکھنے لگا۔وہ پریشان ہونے سے زیادہ حیران ہوئی تھی کہ یہ لڑکا

ایسا کیوں کر رہا ہے۔وہ اب اپنی بھنڈی کھانے میں مصروف ہو چکا تھا۔اتنی بڑی میز چھوڑ کر اس سے کچھ دور فرش پر بیٹھنے کی بھلا کیا تک تھی؟

وہ خاموش رہی اور چہرے کو آگے کی سمت موڑ لیا۔

"یہ ناشتہ تمہارا ہے۔"اس کی آواز ابھری۔

"مگر میں نے نہیں کہا تھا۔۔"دھیمی مخصوص آ,واز۔۔

"میں نے بھی نہیں دینا تھا۔۔"باریال نے تیزی سے کہا۔"ساویز بھائی نے کہا تھا تو دے دیا۔"جملہ مکمل کرتے ہوئے اس نے لقمہ منہ میں ڈالا۔

"ساویز نے کہا تھا؟۔"وہ حیران ہوئی۔

"ہاں۔۔کہہ رہے تھے کہ اگر تم ناشتہ نہ کرو تو میں تمہیں دے دوں۔۔مگر جانتی ہو کون سا ناشتہ سب سے آسانی سے بنتا ہے؟انڈہ بوائل کر کے روکھا کھا لینا۔قسم سے!ذرا محنت نہیں لگتی۔"وہ اب اس سے گفتگو کر رہا تھا جیسے وہ دونوں پہلے سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں۔غنایہ نے اس کی پلیٹ کو دیکھا جو بھنڈی کے سالن سے بھری ہوئی تھی۔۔وہ شاید غنایہ کے ناشتے میں ہی محنت نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"اور یہ چائے؟۔"جانے کیوں لگا کہ اسے اس بارے میں بھی پوچھنا چاہیئے۔

"یہ دوستی کے لیے۔۔"لمبی خاموشی کے بعد آواز آئی۔غنایہ نے کچھ آنکھیں پھیلائیں۔

"مجھ سے؟۔"بات حیرانی کی تھی۔

"ہاں۔"وہ مسکرادیا۔"میرا کوئی بھائی اتنا بڑا نہیں کہ اس کی شادی ہوئی ہو۔۔اس لیے میری کوئی بھابھی نہیں۔۔آج پہلی بار مجھے موقع ملاہے کہ میں کسی کو بھابھی کہہ سکوں۔ساویز بھائی میرے لیے سگے بھائیوں سے بھی بڑھ کر ہیں۔"

وہ اسے اپنی باتیں بتانے لگا۔

"میں نے اپنی اکیس سالہ زندگی میں کبھی کسی لڑکے سے دوستی نہیں کی۔"وہ سٹپٹائی۔

"تم بھی اکیس کی ہو؟۔"وہ حیران ہوااور پھر مسکرادیا۔"پھر تم مجھ سے بڑی ہو۔۔مجھے لگا چھوٹی ہوگی۔"

اس کے 'بھی' کہنے پر وہ سمجھ چکی تھی کہ باریال بھی اس کی ہی عمر کا ہے۔۔مگر پھر یہ بڑااور چھوٹا کیا تھا؟۔

"آپ بھی میری عمر کے ہیں؟۔"

"ہاں مگر مہینوں میں تم مجھ سے بڑی ہو۔"لبوں پر مسکراہٹ قائم تھی۔بھلااس کو کیسے اس کی پیدائش کا مہینہ پتا چلا؟

"مگر میں نے آپ کو اپنی پیدائش کا مہینہ نہیں بتایا۔"نجانے کیوں وہ اس سے باتیں کررہی تھی۔۔یا پھر وہ اسے بات کرنے کے لیے اکسارہا تھا۔باریال نے چائے کی پیالی اس کی جانب کی اور پینے کا اشارہ دیا۔اس کے اشارے پر وہ کچھ جھجک کر چائے کی پیالی کی جانب بڑھی۔

"ہاں مجھے آپ نے نہیں بتایا مگر مجھے میرا مہینہ معلوم ہی ہے۔۔اکتیس دسمبر۔۔"وہ مسکرایااور پھر ہنس دیا۔"اب کہو کہ میں تم سے بڑا ہوں۔"

اس کی ذہانت پر وہ نہ صرف چونکی بلکہ سوچ میں پڑگئی۔۔واقعی وہ سال کے آخری مہینے اور آخری دن میں پیدا ہوا تھا جس کا مطلب کہ وہ اس سے مہینوں بھر چھوٹا ہے۔وہ خاموش رہی۔۔

"تو کیا پھر آپ کو غنایہ باجی کہوں ؟۔" اس نے پھر ایک سوال کیا۔ غنایہ اس کے سوالات کو محسوس کرنا چاہا۔ وہ واقعی ایسے سوال جان کر کر رہا تھا جس پر نا چاہتے ہوئے غنایہ کو اس کا جواب دینا پڑا۔

"آپ کی مرضی ہے۔۔ مگر میں آپ کو باریال بھائی کہوں گی۔" عام سا لہجہ۔۔ اس نے چائے کا کپ لبوں پر لگایا۔ وہ چائے اب ویسی گرم نہیں رہی تھی اس لیے اس نے جلدی سے اسے ختم کر کے پیالی ٹرے میں رکھی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ مسکرا دیا۔

"جیسا تم چاہو دوست!۔" اس کی آواز پر وہ ذرا ٹھہری تھی۔۔ حالانکہ اس نے تو دوستی کا جواب بھی نہیں دیا تھا۔ بغیر جواب دیے وہ خالہ کی جانب بڑھ گئی جو صوفے پر ہی بیٹھی تھیں۔

---★★★---

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ تینوں ہی اسکول کے دروازے سے نکلتے باہر آ رہے تھے۔

"میں نے اس سب کے لیے بہت پریکٹس کی تھی۔" آنسوؤں سے آنکھیں بھری ہوئی تھی۔ اس کا ہاتھ میر کے ہاتھ میں تھا اور وہ اس ہجوم سے بس باہر نکلنا چاہتا تھا۔۔ عشنا نے لب بھینچ کر روما کو دیکھا جو بیڈمنٹن میں ہار گئی تھی۔

"کوئی بات نہیں روما۔۔ ہار جیت کچھ نہیں ہوتا اور ویسے بھی! ہم نے تمہاری اچھی کارکردگی دیکھی ہے۔ یقیناً تمہارے بھائی کو تم پر فخر ہو گا۔" اس کے بالوں پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ سمجھانے لگی۔ میر ویس دونوں کو سن رہا تھا مگر لب خاموش تھے۔ اتنے ہجوم میں وہ روما کا ہاتھ تو پکڑا ہی ہوا تھا مگر عشنا کی فکر میں مڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

"دیکھ کر چلو عاشی۔۔ ہجوم کافی ہے۔"

اسٹوڈنٹس اپنے والدین کے ساتھ باہر نکل رہے تھے۔

"میری وجہ سے میری کلاس ہار گئی! انہیں مجھ سے امید تھی۔" چہرہ بجھا بجھا تھا۔

"یہ ایک کھیل ہی تو ہے روما! اور کھیل میں ہار جیت تو ہوتی رہتی ہے۔ کبھی ایسا ہے کہ ایک شخص ہر بار جیتا آرہا ہو۔۔ اسے بھی ہار کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جب ہی تو اگلی بار جیتنے میں مزہ آتا ہے۔" وہ تینوں وہاں سے نکل آئے تھے اور اب میر ویس کی گاڑی کی جانب بڑھ رہے تھے۔

"مگر میں اداس ہوں۔"

گاڑی کے پاس پہنچ کر میر ویس نے اس کا ہاتھ چھوڑا۔

"میرو کو میری ہار کا دکھ ہے۔۔ شاید وہ بھی مجھ سے یہ امید نہیں رکھتا تھا۔" وہ کب سے اپنے دکھ کا اظہار کر رہی تھی مگر میرو نے اس کی کسی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔ عشنا نے لمبے چوڑے اس شخص کو دیکھا جو واقعی کب سے خاموش تھا۔ میر ویس گہری سانس اندر کھینچتا ہوا کچھ جھکا اور روما کو کمر سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے گاڑی کی چھت پر بٹھایا۔

"میں نے کب کہا کہ مجھے تمہاری ہار کا دکھ ہے؟۔" اطمینان بھرا لہجہ۔۔ جبکہ روما یوں گاڑی کے اوپر بٹھائے جانے پر ششدر ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ ارد گرد کچھ دور اس کے دوست اسے مسکراتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔

"میں کوئی چھوٹی بچی ہوں جو تم نے مجھے گاڑی کے اوپر بٹھا دیا؟ مجھے جلدی سے اتارو میرو ورنہ میرے دوست مذاق اڑائیں گے۔" وہ اترنے کی کوشش کرنے لگی جب میر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کوشش پر روکا۔ عشنا میر ویس کی بہن سے محبت پر مسکرانے لگی۔۔ یہ سب دیکھنا کتنا اچھا لگ رہا تھا۔

"ہششش!! وہ کیوں مذاق بنائیں گے تمہارا؟۔" اس نے ڈانٹنا چاہا۔

"وہ کہیں گے کہ تم اپنے بھائی کے لیے اب تک چھوٹی سی بچی ہو؟ میں چودہ سال کی بڑی لڑکی ہوں میرو۔۔اب ویسی چھوٹی نہیں رہی کہ تم مجھے اٹھا کر گاڑی کی چھت پر بٹھا دو۔" اس کی آنکھیں میرو کو گھورنے لگی۔ وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"تم ان سے کہا کرو کہ تم میرو کے لیے اب چھوٹی سی بچی جیسی ہو۔۔جیسے وہ تمہیں تمہارے بچپن میں اٹھایا کرتا تھا ویسے ہی اب بھی اٹھا لیتا ہے۔" اس کے گال محبت سے کھینچتے ہوئے وہ قدرے گھمبیر آواز میں بولا۔ روما کے لبوں پر دھیرے سے مسکراہٹ پھیلنے لگی۔ "اور جہاں تک بات ہار کی ہے تو بھلا مجھے کیوں افسوس ہوگا؟ تم پچھلے تین سال سے بیٹمنٹن میں ہار رہی ہو اس لیے اب میں نے امیدیں لگانا ہی چھوڑ دیں۔" وہ یہ کہتے ہوئے خود ہی زور سے ہنس پڑا جبکہ عشنا نے کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ روما نے آنکھیں پھیریں۔۔

"مگر میں اگلے سال ضرور جیتوں گی!۔"

"ہاں اور میں اگلی بار بھی آؤں گا۔" یہ ایک ایسا وعدہ تھا جسے وہ بھول کر بھی نہیں توڑا کرتا تھا۔

"آپ بھی آئیں گی نا؟۔" اس نے عشنا کو دیکھا جس کے اس سوال پر ہونٹ سکڑے تھے۔ میرویس نے گردن پھیر کر عشنا کے تاثرات جانچے۔

"ہاں ضرور! میں یہ چانس مس نہ کرنے کی کوشش کروں گی۔" اس کی بات میرو کے لبوں پر مسکراہٹ لے آئی تھی۔ عشنا اس کی مسکراہٹ نہیں دیکھ پائی تھی۔ روما بھائی کی مدد سے نیچے اتری۔

"میں انتظار کروں گی عاشی!۔" اس کا یہ عاشی کہنا میرویس اور عشنا دونوں کو گڑبڑا گیا۔

"یہ لفظ تم نے کہاں سے سنا؟۔" میرویس نے بظاہر سرسری انداز پوچھا۔ وہ اب روما کی طرف کا دروازہ کھول رہا تھا۔

"دروازے سے باہر آتے ہوئے تم نے خود ہی تو کہا تھا۔۔" تیزی سے کہتی ہوئی وہ گاڑی میں بیٹھ گئی۔

عشنا اور میر کی نگاہ آپس میں ملی تھیں اور گاڑی میں بیٹھنے آگے بڑھ گئی تھی۔

---★★★---

"ساویز کو کھانے میں کیا پسند ہے؟۔"اس نے آج رات کے لیے کچھ اور پلان بنا رکھا تھا۔

"بریانی بہت شوق سے کھاتا ہے ساویز بیٹا۔۔"

غنایہ نے سانس بھری۔۔ کراچی والے ہوں اور بریانی کے شوقین نہ ہو ایسا ناممکن تھا۔

عام طور پر اسے کافی کچھ بنانا آتا تھا مگر بریانی ایک ایسی ڈش تھی جسے وہ بنانا سیکھ رہی تھی۔

"میں سوچ رہی ہوں آج میں بریانی بنالوں۔"اسے علم نہیں تھا کہ پیچھے باریال بھی کھڑا ہے۔ کسی سوچ میں کہتی وہ اپنی خواہش کا اظہار کرنے لگی۔

"بریانی بن رہی ہے؟۔"وہ پیچھے سے بولا۔ غنایہ چونک اٹھی۔

"جی۔۔"خالہ کے جواب نہ دینے پر زبردستی اسے ہی جواب دینا پڑا۔

"تمہیں بریانی بنانی آتی ہے؟۔"۔باریال نے حیرت اور پریشانی سے اس سے پوچھا۔

"مکمل نہیں مگر تھوڑی بہت۔۔"لہجہ بے حد عام سا تھا۔

"میں باہر کھانا کھا کر آؤں گا خالہ۔" وہ اب تیزی سے کہتا خالہ مخاطب ہوا۔ غنایہ سٹپٹا کر رہ گئی۔ اس نے چاہ کر بھی کچھ نہ کہا حالانکہ دانت تو وہ بھی پیس چکی تھی۔ خالہ نے اسے گھور کر یوں کہنے سے منع کیا تو وہ کندھے اچکاتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"تم بنا لینا بیٹا۔۔ مجھے امید ہے تم اچھا ہی بناؤ گی۔"

ان کی بات سے اسے ڈھیروں حوصلہ ملا تھا۔۔

"آپ ساویز کو مت بتائے گا کہ بریانی میں نے بنائی ہے۔۔" وہ اسے نہیں بتانا چاہتی تھی۔۔ چونکہ محبت کا احساس یہ پہلا پہلا تھا اس لیے قدم کم مگر مضبوط بڑھانا چاہتی تھی۔

---★★★---

"تم نے آج کافی دیر کر دی ہے۔" وہ دونوں ایک دوسرے کے کیبن میں جھانکتے ہوئے باتیں کر رہی تھیں۔

"تاخیر سے آنا کم از کم چھٹی کرنے سے تو بہتر تھا صوفیہ! میری گاڑی خراب ہو گئی تھی۔۔ وہ تو یونہی میر ویس نے مجھے دیکھ لیا تو میری مدد کر دی۔"

"تم دو گھنٹے سے اپنی خراب گاڑی کے پاس موجود تھی؟۔" وہ جی بھر کر حیران ہوئی۔

"نہیں۔۔" اب وہ اسے کیسے بتاتی کہ میر ویس اسے روما کے اسکول لے کر گیا تھا۔ بلآخر اس نے بتانے کا فیصلہ کیا۔

"اس کی بہن کے اسکول میں ایک بڑا ایونٹ تھا۔ اگر وہ مجھے پہلے آفس چھوڑ کر اسکول جاتا تو شاید ایونٹ ختم ہو جاتا اس لیے اس نے بہت اچھے سے مجھ سے اجازت مانگی کہ کیا میں اس کے ساتھ تھوڑی دیر کے لیے اسکول میں ٹھہر سکتی ہو؟۔" اس کا آخر میں یوں مبالغہ آرائی کرنا خود صوفیہ کو بھی نہ ہضم ہوا۔

"اچھے سے اجازت مانگی ؟۔" حیرت سے پوچھتے ہوئے وہ اپنا چشمہ آنکھوں سے ہٹاتے ہوئے کنفرم کرنے لگی۔

"کیا فرق پڑتا ہے !۔" وہ جھنجھلائی۔

"اس کا مطلب ہے کہ اجازت ہی نہیں مانگی !۔" وہ زور سے ہنس کر دوبارہ اپنے کام کی طرف متوجہ ہوئی۔" بہر حال تم نے مجھے پرسوں رات دعوت کی اطلاع دی تھی۔ کیا اس نے ابھی تک کوئی اشارہ دیا؟ مطلب کہ کیا تمہیں ایسا محسوس ہوا کہ وہ اب بھی تم سے محبت کرتا ہے ؟۔"

عشنا نے سوچا کہ وہ کبھی صوفیہ کو نہیں بتائے گی کہ میر ویس کی کسی سے منگنی رہ چکی ہے۔۔ اگر اس نے یہ بتایا تو شاید وہ میر کی محبت میں کھوٹ سمجھنے لگے۔۔ اس نے لب بھینچ لیے۔

"تم نے ٹھیک کہا تھا صوفیہ۔۔" وہ لمحے بھر کو ٹھہری۔" وہ اب بھی ویسا ہی ہے۔۔ اس کی باتیں اب بھی میرے ہی گرد گھومتی نظر آتی ہیں۔ جانتی ہو اس نے کیا کہا؟۔" اس نے صوفیہ کو مڑ کر دیکھا۔

"کیا؟۔" اسے جی بھر کر تجسس ہوا۔

"اس نے کہا کہ وہ اپنی پسند بدلا نہیں کرتا۔۔" لبوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ پھیل گئی۔" میں نے محسوس کیا ہے۔۔ یہ جملہ بہت گہرا ہے۔ جذبات بدل دیتا ہے اور محبت موڑ دیتا ہے۔"

"تمہیں اس سے محبت ہے !۔"

"نہیں۔۔" وہ ہنس کر صاف انکار کر گئی۔

"میں نہیں مانتی۔"

"مجھے اس سے محبت نہیں ہے صوفیہ جان! مجھے وہ بس ایک اچھا مرد لگتا ہے۔اس سے قبل اپنے باپ کے علاوہ مجھے کوئی مرد نہیں بھایا اور اگر اب کوئی اچھا لگ رہا ہے تو وہ میر ویس ہے۔۔ایک اچھا مرد، بیٹا، بھائی اور ہاں۔۔دوست بھی! تم کہتی ہو مجھے اس سے محبت ہے حالانکہ میری باتیں کوئی بھی سنے تو اسے تمہارے جیسا ہی لگے گا صوفیہ! مگر میں جانتی ہوں کہ یہ محبت نہیں ہے۔۔یہ بس ایک وقتی لگاؤ ہے!۔"وہ سمجھانے لگی۔

"اگر اس نے اب کی بار تمہیں پروپوز کیا تو کیا تم اس کا دل پھر سے دکھا دو گی؟۔"اسے میر ویس کے لیے برا لگنے لگا۔

"میں نے پہلے ہی کہا ہے کہ میر ویس خود کشی کر سکتا ہے مگر عشنا ابرار کو اب پروپوز نہیں کر سکتا۔ہاں وہ پہلے جیسا ہے مگر اب بھی کافی باتیں مختلف ہیں۔اس کے لہجے میں شرارت اب بھی ویسے ہی مگر اب مزاج میں ٹھہراؤ کا بھی قیام ہے۔وہ ہنستا ہے تو بلکل پرانا میر ویس لگتا ہے مگر سنجیدگی میں کوئی بات کہے تو دل میں اتر جاتا ہے۔یہ پہلا ایسا مرد ہے جس کے ہر روپ سے ایک اچھا احساس اٹھتا ہے۔"

"تو وہ تمہیں صرف اچھا لگتا ہے؟۔"صوفیہ نے گہری سانس اندر کھینچی۔

Safar ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہر اچھے شخص سے محبت ہو جائے یہ ضروری تو نہیں۔"مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔وہ اب دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہوگئی تھی۔۔یہ باتیں تو سدا چلتی رہیں گی۔

---★★★---

اس کے کچن سے جانے کے وہ کچن میں آیا تھا۔رات کے آٹھ بجنے کو تھے اور ساویز کے آنے کا وقت ہونے والا تھا۔ دھیرے سے دیگ کا ڈھکن اٹھا کر اس نے اندر جھانکا۔کھانے کی مزیدار مہک اس کی سوچ بدلنے لگی۔

"مجھے لگتا تھا کہ یہ کھانا اچھا نہیں بنائے گی۔" حیرت سے کہتے ہوئے اس نے تھوڑے سے چاول پلیٹ میں ڈالے اور چکھنے لگا۔ ابھی ایک نوالہ منہ میں ہی ڈالا تھا کہ اس کے کانوں سے دھواں نکلنے لگا۔ پلیٹ وہیں چھوڑ کر وہ فریج کی طرف تقریباً بھاگتے ہوئے بڑھا تھا۔۔ پانی پینے کے بعد بھی کھانے کی تیزی زبان سے نہ مٹی تو اس نے تھوڑی سی چینی کھالی۔ اب وہ خود تھوڑا بہتر محسوس کر رہا تھا۔

"صحیح لگتا تھا۔ اسے واقعی نہیں بنانی آتی۔۔" ڈھکن دوبارہ لگا کر وہ جیسے آیا تھا ویسا ہی مڑ گیا۔ اب ساویز کی خیر نہیں تھی۔۔

یکدم ہی ساویز کی گاڑی کا ہارن بجا۔ کمرے میں جانے کا ارادہ ترک کر کے وہ وہیں لاونج کے دروازے پر ٹھہر کر اس کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ ہارن کی آواز پر غنایہ بھی نیچے آئی تھی اور اب کچھ دور زینے کی طرف کھڑی ہوئی تھی۔ پانچ منٹ کے اندر ہی ساویز اندر داخل ہوا۔ دو لوگوں کو اپنے استقبال کے لیے کھڑے ہوتا دیکھ کر اسے قدرے حیرانی ہوئی تھی۔ باریال کے لبوں پر مسکراہٹ چپکی تھی جسے دیکھ کر ساویز نے بھنویں اچکائی تھیں۔

Safar ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیا ہوا ہے؟۔" لیپ ٹاپ بیگ صوفے پر رکھتے ہوئے اس نے سلام کرنے کے بعد کہا۔

"کچھ نہیں۔۔ بس میں بہت خوش ہوں!۔" پیشانی پر اب بھی کپڑا بندھا ہوا تھا۔ غنایہ کچھ دور چہرہ جھکائے نظریں اٹھائے اسے دیکھ رہی تھی۔

"خیریت؟۔"

"وہ تو آپ کو خود ہی پتا چل جائے گا۔۔ بہر حال میں بھی اس لیے ہی خوش ہوں کیونکہ مجھے پہلے پتا چل گیا۔ رات کا کھانا دوستوں کے ساتھ باہر ہی کھانے والا ہوں۔" وہ ڈور کو مزید الجھاتا ہوا ساویز کو کنفیوز کر گیا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔۔تم نے کھانے میں کیا بنایا ہے؟۔"

"آج میں نے نہیں بنایا کھانا۔"اس نے کہتے ہوئے ایک نظر غنایہ پر ڈالی۔ساویز نے اثبات میں سر ہلایا بیگ اٹھاتا ہوا غنایہ سیڑھیوں کی جانب بڑھنے لگا۔اسے لگا کہ شاید ملازمہ خالہ کھانا بنا کر گئی ہیں اس لیے بے فکر ہوتا اوپر بڑھ گیا۔ باریال کمرے میں جا چکا تھا اور وہ ساویز کے پیچھے بڑھ گئی تھی۔گھر آنے کے بعد اس نے ابھی تک غنایہ کو مخاطب بھی نہیں کیا تھا۔کمرے میں داخل ہونے کے بعد وہ بستر پر بیٹھ کر اسے کلائی سے گھڑی اتارتے ہوئے دیکھنے لگی۔

"کھانا لگا دوں؟۔"تھوڑی دیر بعد اس کی آواز ابھری۔ساویز نے کچھ حیرانی سے اسے دیکھا۔بھلا یہ کون سی تبدیلی تھی۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔تم نے کھانا کھایا؟۔"وہ اب ٹائی ڈھیلی کرتے ہوئے جوتے اتار رہا تھا۔

"نہیں۔۔"غنایہ جھٹ سے بولی۔۔کہ شاید اب وہ کہے کہ تم نے نہیں کھایا تو چلو ساتھ مل کر کھا لیتے ہیں۔

"تم ناغہ مت کرنا۔کھانا کھالو جا کر۔۔"اس کا یوں کہنا غنایہ کو ساکت کر گیا۔آنکھیں نم ہونے لگیں۔

"اور ہاں سوری!میں بھول گیا تھا کہ آج تمہیں یونیورسٹی جانا ہے۔کل لے جاؤں گا۔"وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔۔اگر دیکھ لیتا تو اس کی آنکھوں کی نمی پہچان لیتا۔آدھا گھنٹہ مزید گزر گیا۔۔وہ جیسی بیٹھی تھی ویسی ہی بیٹھی رہی البتہ ساویز شاور لے کر اب صوفے پر بیٹھا لیپ ٹاپ گود میں رکھ رہا تھا۔

"آپ روز رات کا کھانا کھاتے ہیں مگر آج کیوں نہیں؟۔"نگاہیں فرش پر تھیں۔وہ چونکا۔

"میں پہلے ہی تاخیر سے آیا ہوں اور اب کچھ کام بھی ہے۔وقت ملا تو کھا لوں گا۔"

"آپ اب بھی مجھ سے ناراض ہیں۔"وہ شاید بتا رہی تھی۔ساویز کی کیبورڈ پر چلتی انگلیاں ٹھہریں۔

"آپ کو فکر ہے؟۔"یہ سوال تھا۔

"نہیں ہوتی تو آپ کے لیے کھانا نہیں بناتی۔"بلآخر وہ کہہ پڑی۔ساویز نے قدرے حیرانی کر اسے دیکھا۔

"کیا مطلب؟ کھانا تم نے بنایا ہے؟۔"وہ شاید بے یقین تھا۔

"آپ کے لیے بنایا ہے مگر شاید اب آپ مجھے اتنی اہمیت نہیں دیتے۔۔"کہتے ہوئے وہ رکی نہیں۔۔وہاں سے اٹھ کر تیزی سے نیچے کی طرف بڑھ گئی۔اگر کوئی ٹھہر گیا تو وہ ساویز تھا۔یہ بات کیسی ناقابل یقین سی محسوس ہوتی تھی۔بنا مزید ٹھہرے ساویز بھی اٹھ کھڑا ہوا۔لیپ ٹاپ برابر میں رکھتے ہوئے وہ اس کے پیچھے بڑھا۔لاؤنج خالی تھا مگر وہ جانتا تھا کہ غنایہ کہاں ہو سکتی تھی۔لان میں قدم رکھتے ساتھ ہی وہ اسے جھولے پر بیٹھی نظر آئی۔

"اندر آؤ غنایہ۔"اس نے وہیں سے مخاطب کیا۔ٹھنڈی تیز ہوا خون کو جمانے کے لیے کافی تھی۔نہ تو وہ اسے باہر لان میں بیٹھا چھوڑ سکتا تھا اور نہ اس ٹھنڈک میں خود اس کے ساتھ باہر بیٹھنا چاہتا تھا۔غنایہ نے اس بار اس کی بات سنی ان سنی کر دی تھی۔

"غنایہ اندر آؤ!! ابھی فوراً!۔"وہ اس کی بات کو بلکل سنجیدہ نہیں لے رہی تھی۔اس بار وہ ضبط کرتا ہوا خود اس کی جانب بڑھا۔بنا کچھ سنے اس نے غنایہ کی کلائی پکڑی اور زبردستی اندر لاؤنج میں لا کھڑا کیا۔

"تمہیں اندازہ نہیں کہ اس ٹھنڈک میں تم بیمار بھی ہو سکتی ہو؟۔"پہلے بھی ایسا ہی ہوا تھا۔۔وہ رات جھولے پر گزار کر بیمار پڑ گئی تھی اور ساویز یہ سب ایک اور بار نہیں دیکھ سکتا تھا۔سختی سے کہتا وہ کچھ اور بھی بولتا کہ غنایہ کی سسکی بھری آواز کانوں میں پڑی۔ساویز یکدم ہی بوکھلایا۔ہچکیوں کی آواز بڑھتی جا رہی تھی اور ساویز کا دل ڈوبتا جا رہا تھا۔وہ

کچھ کہہ بھی نہ سکا۔ تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد غنایہ نے اوپر جانا چاہا جب ساویز نے اس کی کلائی پکڑ کر اپنی جانب کھینچا۔ وہ کھنچتے اس کے بلکل قریب آ کھڑی ہوئی تھی۔

"تم رو رہی ہو۔۔" رخسار بھیگے ہوئے تھے۔ بے خودی میں کہتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ اس کے رخسار پر پھیر کر آنسو صاف کرنے چاہے۔ غنایہ نے بھی کچھ مزاحمت نہیں کی۔

"آپ کو اب فکر ہے؟۔"

اس کی گیلی آواز پر وہ لب بھینچ گیا۔

"مجھ سے پوچھ رہی ہو؟ حالانکہ یہ سوال تمہیں خود سے کرنا چاہئیے۔۔ کہ ساویز کو تمہاری پرواہ ہے یا نہیں؟۔" بھوری نم آنکھیں کاجل زدہ تھیں۔ وہ وہیں ٹھہر گیا۔ وہیں کاجل زدہ آنکھیں اور وہیں آنسو۔۔ ساویز کو پہلی ملاقات والی غنایہ یاد آئی۔

"نہیں ہے اب آپ کو فکر۔۔ میں جانتی ہوں آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ مجھے ایسا نہیں کہنا چاہئیے تھا۔ میں جو سوچتی تھی بس وہ کہہ پڑی مگر اب میرے خیالات بدل رہے ہیں ساویز۔" اس کا کہنا ساویز کا زخم بھر رہا تھا۔ یہ سب کیا تھا؟ اس کی کہانی کا ایک نیا رخ۔۔

"میں نے وہ بات دل پر محسوس کی تھی اس لیے مجھے برا لگا تھا۔ مگر میں ناراض نہیں تھا۔" غنایہ کا ہاتھ اس کی گرفت میں تھا۔ "میں نے ناراض رہنے کے لیے شادی کی تھی؟ حالانکہ جن حالات میں ہماری شادی ہوئی، یہ سب تو ہونا ہی تھا۔"

غنایہ کے آنسو سسکیوں میں بدل گئے۔

Safar-e- ADAB BEING THE STRING OF YOUR

"میں نے آپ کے لیے وقت لگا کر کھانا بنایا۔ آپ نے وہ بھی نہیں کھایا۔" یہ بات اسے اور زیادہ بری لگی تھی۔

ساویز ہنس پڑا۔

"میری بیوی! اگر مجھے معلوم ہی ہوتا کہ کھانا تم نے بنایا تو کیا میں نہ کھاتا؟ ویسے ہم اب بھی کھانے کے بارے میں سوچ سکتے ہیں۔" ٹھوڑی سے اس کا چہرہ اٹھاتے ہوئے وہ بے حد سے بولا۔

"میں کھانا لے آؤ؟۔" اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔

"اگر آپ چاہیں تو۔۔۔" وہ سوچنے لگا کہ کتنی جلدی سب ٹھیک ہونے لگا ہے۔ وہ اب ویسی گھبرائی، سہمی نہیں تھی۔ اپنے شوہر کے سامنے بناڈرے کھڑی تھی۔۔ کیا وہ اس فہرست سے نکال دیا گیا تھا جن سے وہ خوف کھایا کرتی تھی؟ ہلکی ہلکی مسکراہٹ لبوں پر پھیلنے لگی تو اس نے مسکراہٹ ہی چھپادی۔ ساویز کے حصار سے نکلتی کچن کی جانب بڑھ گئی جبکہ ساویز اب تک اس کے سحر میں کھویا، اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

---★★★---

اس نے فریج سے وہ کباب کی پلیٹ نکال کر باہر رکھی جو اماں نے اسے بنا کر دیے تھے۔ ہر اتوار اماں کچھ نہ کچھ ایسا ضرور بنا دیتی تھیں جس سے وہ کچھ دن کام چلا لیتا تھا۔ آفس سے گھر آ کر کچھ بنانے کی ہمت نہ ہوئی تو اس نے تین کباب تل کر پلیٹ میں رکھے اور کافی بناتا ہوا اپنے کمرے میں آ گیا۔ ابھی اس نے پہلا ہی لقمہ لیا تھا کہ موبائل بج اٹھا۔ اسکرین پر نام پڑھتے ہوئے اس نے کال اٹھائی۔

"اسلام علیکم!۔"

"وعلیکم اسلام بیٹا۔ تم نے کھانا کھایا؟۔"

"میں کھانا ہی کھا رہا ہوں اماں۔" ماں کی آواز پر وہ مسکرا دیا۔ ان کا یوں پوچھنا اسے ہمیشہ اچھا لگتا تھا۔

"کیا کھا رہے ہو؟۔"

اس سوال پر اس نے اپنی پلیٹ میں دیکھا جہاں صرف تین کباب رکھے تھے۔

"فکر نہ کریں پورا اہتمام کر کے بیٹھا ہوں۔" وہ اب انہیں کیا ہی بتاتا کہ آفس کی تھکاوٹ نے اسے چاول اور کوئی شوربہ بنانے کی اجازت بھی نہ دی۔ وہ باہر سے کچھ آرڈر کر لیتا اگر اسے زیادہ بھوک ہوتی۔

"میں نے تمہارے لیے لڑکی دیکھ رکھی ہے۔ اب چاہتی ہوں کہ تم شادی کر لو۔" انہوں نے دوٹوک بات کی۔

"اماں!۔" وہ ہمیشہ کی طرح جھنجھلایا۔

"میں مزید کوئی بات نہیں کر رہی میر ویس!! تم شادی کرو گے اور میری بات کو غیر سنجیدہ نہیں لینا۔ ٹھیک ہے اگر تمہیں میرے بتائے ہوئے رشتوں میں خامی محسوس ہوتی تو بتا دو مجھے کسی لڑکی کا نام!!۔" انہوں نے یہ بات بے دھیانی میں کہی تھی کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ میر ویس کو اس سب میں دلچسپی نہیں۔۔ جب وہ کسی کا نام نہیں لے سکے گا تو ہار مان لے گا اور اسی طرح اماں اپنی بھانجی صبور سے اس کا رشتہ کروا سکیں گی۔

ان کی اس بات پر میر ویس ٹھہر سا گیا۔ آنکھوں کی پتلیاں دیوار کی جانب ساکت ہو چکی تھی۔ الجھا ذہن جانے کسی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ ایک لمبی خاموشی چھا گئی۔ اماں کو لگا جیسے کال کٹ گئی ہو۔ انہوں نے چیک کر کے دوبارہ موبائل کان سے لگایا۔

"اگر میں آپ کو بتا دوں تو آپ لڑکیوں کی تلاش ختم کر دیں گی؟۔" یہاں میر ویس نے یہ کہا اور وہاں اماں کو چپ لگ گئی۔۔ یہ کیا ہوا تھا۔۔

"تم واقعی مجھے خود کی پسند بتاؤ گے ؟۔"انہیں یقین نہ آیا۔

"ہاں۔۔"

"کون ہے ؟۔"

"مجھے تھوڑا وقت دیں۔"

"اگر وہ لڑکی نہ مانی تو میں جس لڑکی سے کہوں گی تم شادی کرو گے !۔"

میر ویس کا دل کسی نے مٹھی میں جکڑا۔

"ٹھیک ہے۔۔ مگر مجھے کچھ وقت چاہئیے۔ جب تک میں خود کچھ نہیں بتاؤں گا، آپ مجھ سے رشتوں کا ذکر نہیں کریں گی۔ پلیز۔۔"یہ بات وہ اماں سے کیسے کہے کہ اماں میر ویس اپنی پسند سے دور نہیں ہٹنا چاہتا۔ اگر من پسند لڑکی نہیں ملی تو وہ زبردستی کسی سے شادی نہیں کر سکتا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ کبھی ان لڑکیوں سے شادی کرنے پر دل سے راضی نہ ہو گا جس کا اماں ذکر کرتی تھیں، وہ کہہ پڑا۔ دل پھیکا پڑ گیا۔ اس نے کال رکھ ایک نظر کباب والی پلیٹ پر ڈالی اور اٹھ کھڑا ہوا اس موقع پر اسے جان جیسی پیاری کافی بھی اپنی طرف راغب نہیں کر پائی تھی۔

----★★★---

وہ سونے کے لیے بستر پر لیٹ رہی تھی جب مینجر کی آتی کال پر حیران ہوئی۔ بھلا اتنی رات کو وہ کیوں کال کر رہے تھے ؟ یہ سوچ کر ہی اس نے کال اٹھا کر موبائل کان سے لگایا۔

"ہیلو سر !۔"کال اس کی نیند خراب تو کر ہی چکی تھی۔

"ہیلو مس عشنا۔۔ڈسٹرب کرنے پر بہت معذرت چاہتا ہوں۔"

"جی سر!سب خیریت ہے؟۔"

"مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔"

"کیسی بات؟۔"وہ الجھی۔اتنی رات کو کون سی ضروری بات ہو سکتی تھی۔

"اس دن پارٹی میں جو ہوا بہت برا تھا۔رافع کی یہ حرکت واقعی ناقابل برداشت ہے۔۔میں اس تماشے کے بعد اسے فائر کرنا چاہتا ہوں مگر ابھی باس کو اس بارے میں نہیں معلوم!اگر معلوم ہو جائے گا تو شاید میری خیر نہیں ہو گی۔وہ پارٹی میں نے منعقد کی تھی اس لیے باس مجھ پر غصہ ہوں گے۔"

"مگر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟۔"وہ اب بھی نہ سمجھ پائی۔

"میر ویس!فاری کمپنی کا مینجر!مجھے معلوم تو نہیں وہ تمہارا کون ہے مگر اس دن گفتگو سے اتنا تو اندازہ لگا ہی سکا ہوں کہ وہ تمہارا کوئی جان پہچان کا مرد ہے۔اس دن جو اس نے وہ سب دیکھا کہیں اس سے ہماری کمپنی کی پروگریس خراب نہ ہو جائے!مزید یہ کہ اگر فاری کمپنی نے کانٹریکٹ سے انکار کر دیا تو باس کو سب کچھ پتا چل جائے گا اس طرح ہم میں سے اکثر لوگوں کی نوکری خطرے میں پڑ جائے گی۔کیا تم ہماری کمپنی کے خاطر ایک کام کر سکتی ہو؟۔"مینجر بہت گھبرایا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔

"میں کوشش کروں گی مگر پہلے آپ مجھے بتائیں۔"وہ ایسے ہی حامی نہیں بھر سکتی تھی۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں چاہتا ہوں کہ۔۔ تم مسٹر میر ویس سے بات کرو۔ اس سے کہو کہ اس دن کے تماشے کی وجہ سے دونوں کمپنیوں کے درمیان کے تعلقات میں تبدیلی نہ لائے۔ ایک دفعہ یہ کانٹریکٹ سائن ہو جائے ہم جلد ہی رافع کی چھٹی کر دیں گے۔"

تو بات دراصل یہ تھی۔

"اور آپ کو لگتا ہے میرے کہنے سے مینجر مان جائے گا؟۔" نجانے کیوں مگر اس نے اکتائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"میں تم سے گزارش کرتا ہوں کہ ایک بار کوشش کر کے دیکھو۔ میری بات شاید وہ نہ مانے۔ اپنے طور پر وہ مجھے بلکل نہیں پسند مگر اب ہماری مجبوری ہے۔ باس اس کانٹریکٹ کی وجہ سے بہت خوش ہیں۔" اس لمحے وہ عشنا کو جہاں بہت پریشان نظر آئے، اس کا دل چاہا ہنس دے۔

"ٹھیک ہے۔ میں کوشش کرتی ہوں۔۔ مگر زیادہ امید نہیں ہے کیونکہ وہ میرا صرف دوست ہے۔۔ جو اپنی کمپنی کے لیے بہت محنت کر رہا ہے سر۔ مجھے نہیں لگتا کہ صرف میری بات سے وہ پیچھے ہٹ جائے گا۔ بہر حال میں کوشش کروں گی۔" گہری سانس خارج کرتے ہوئے اس نے اکتاہٹ سے کہا۔

"اوہ تھینک یو مس عشنا! یہ معاملہ جلد ہی سلجھادیں تو اچھا ہو گا۔ خدا حافظ!۔" وہ فون رکھ چکا تھا اور عشنا اضطراب میں مبتلا ہو چکی تھی۔

"یہ پریشانیاں پیچھا کیوں نہیں چھوڑ دیتیں!۔" دانت پیس کر کہتی ہوئی وہ بستر کی جانب بڑھی۔

---★★★---

یہ بریانی کا پہلا اور شاید آخری نوالا تھا جو منہ میں گیا تھا۔زبان پر اس کی تیزی محسوس کرنے کے بعد وہ چبا بھی نہیں سکا تھا۔آنکھوں کی پتلیاں جہاں تھی وہیں ساکت ہو گئیں۔اس نے پانی کے لیے نگاہ دوڑانا چاہی مگر میز میں کہیں پانی کا جگ نہ پا کر وہ اپنی آنکھوں سے باہر آتے پانی کو روک نہ سکا۔

"آپ رو رہے ہیں ؟۔"کاش وہ بریانی پہلے چکھ لیتی تو یہ نہ کہہ پاتی۔ساویز نے زبردستی نوالہ حلق کے اندر ڈالتے ہوئے اسے دیکھا۔

"ہاں!خوشی سے رو رہا ہوں۔۔تم نے پہلی بار میرے لیے کھانا بنایا ہے نا۔بہت خوش ہوں میں۔۔"زبان جل رہی تھی مگر غنایہ کو تسلی دینا زیادہ ضروری تھی۔وہ یوں کہہ کر اس کی محنت پر پانی نہیں پھیر سکتا تھا۔غنایہ کو حیرت ہوئی۔وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی جس نے ہاتھ ابھی تک دوسرے نوالے کی جانب نہیں بڑھائے تھے۔اس کے انداز کو کچھ کچھ سمجھتے ہوئے اس نے اپنی پلیٹ سے لقمہ منہ میں ڈالا۔۔

یہ وہی وقت تھا جب اس کی سٹی گم ہوئی۔جلدی سے نوالہ نگلتی وہ پانی کی تڑپ میں کچن کی جانب بھاگی تھی۔ساویز نے لب بھینچ کر اس کی پلیٹ کو دیکھا۔

تھوڑی سی دیر میں ہی وہ پانی کا جگ لے کر باہر آئی۔

"آپ پانی پی لیں۔"لہجہ شرمندہ تھا۔۔اس نے ساویز کی پلیٹ آگے سے اٹھالی۔"اور پلیز یہ کھانا مت کھائیں۔"چہرہ بجھ گیا۔

ساویز نے اس کے تاثرات نوٹ کیے۔

"میں کھا سکتا ہوں۔"جانے کیوں مگر اتنی تکلیف کے باوجود وہ تیزی سے بولا۔غنایہ نے ٹھہر کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"آپ نہیں کھا سکتے ساویز۔۔ اسے کوئی نہیں کھا سکتا۔ مجھے اندازہ نہیں ہوا اور مرچیں بہت زیادہ ہو گئیں۔" دھیمی آواز۔ "مجھے خود کھانا نہیں بنانا چاہیئے تھا۔ خالہ ہی بنا لیتیں۔" اسے ساویز کے لیے برا لگنے لگا جو بھوک کے مارے اس کے ساتھ کھانا کھانے آیا تھا۔

ساویز کو دکھ ہوا۔ وہ ایسا کیا کرے کہ غنایہ برا محسوس نہ کرے۔

"غلطیاں تو سب ہوتی ہیں۔۔ اور ویسے بھی تم نے کہا تھا کہ تم ابھی سیکھ رہی ہو۔ سیکھنے کے مراحل میں انسان بہت سی غلطیاں کرتا ہے اور یہ بلکل عام سی بات ہے غنایہ۔" دھیرے سے ہاتھ بڑھا کر غنایہ کا ہاتھ پکڑا۔ وہ خاموش زدہ ویسی ہی کھڑی رہی۔

"آپ کو بھوک لگی ہے؟۔" اس کی بات کا جواب دیے بغیر وہ اپنا سوال کر گئی۔

"اتنی بھی نہیں۔۔ تمہیں؟۔"

"مجھے بھوک لگ رہی ہے۔" دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا تو ساویز نے لب کاٹے۔

"کوئی بات نہیں! ہم سینڈوچ بنا لیتے ہیں۔ کیا یہ ٹھیک رہے گا؟۔" اسے کچن کے بارے میں اتنا علم نہیں تھا اس لیے غنایہ سے پوچھنے لگا۔

"ہاں۔۔" بھوک زوروں کی تھی اس لیے وہ فوراً حامی بھر گئی۔

"مجھے کچھ بنانا نہیں آتا۔۔ نہ یہ پتا ہے کہ کون سی چیز کہاں رکھی ہے۔۔ لیکن میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔" اس نے بیچارگی سے پیشانی کھجاتے ہوئے کہا۔ اس کے لیے یہی بہت تھا کہ غنایہ اس کی محبت کو دھیرے دھیرے قبول کر رہی تھی۔

وہ ہنس پڑی۔

ساویز کو جیسے اس کا مسکراتا چہرہ دیکھ کر سکون حاصل ہوا۔ یہ لڑکی آج پہلے سے زیادہ دل کے قریب محسوس ہو رہی تھی۔ اپنے ہاتھ پر اس کے ہاتھ کا لمس محسوس کرتے ہوئے وہ خود کو کتنا پر سکون محسوس کر رہا تھا۔ شادی سے پہلے اس نے کبھی نہیں سوچا تھا ایک نکاح سے دل کا حال یوں بدل جائے گا۔ کوئی اس کے لیے اتنا ضروری ہو جائے گا کہ دن رات اس کی دنیا اس کے ہی گرد گھومنے لگے گی۔ کیا حسین احساس تھا۔۔ محبت کا۔۔

---★★★---

"دعا کیجیے گا۔" گاڑی سے اترتے ہوئے اس نے آس بھری نگاہوں سے ساویز کو دیکھا۔ وہ اس کی بات پر بھنویں اچکاتا، تاثرات جانچنے لگا۔

"ہاں۔۔ کچھ نہیں ہو گا۔۔ اور تمہارے پاس تو ایک بہترین وجہ بھی ہے۔" لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ غنایہ کو کچھ امید ملی تو مبہم سا مسکراتی، گاڑی کا دروازہ بند کرتے ہوئے اندر کی جانب بڑھ گئی۔

جب تک وہ اس کی نظروں سے اوجھل نہ ہوئی، ساویز دیکھتا رہا۔ دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے وہ ایک بار پھر مڑ کر دیکھنے لگی۔ اسی دم ساویز بھی مسکرا دیا۔ بھوری آنکھیں آپس میں ملیں تو دل میں شرارت دوڑنے لگی۔ وہ زبردستی اس کی جانب سے نظریں ہٹاتی اندر چلی گئی۔۔ البتہ ساویز اب بھی اس دروازے کو دیکھ رہا تھا۔۔ پیچھے گاڑی کے ہارن کی چنگھاڑتی آواز نے اسے چونکنے میں مدد دی۔ سر ے سے اسے سوچتا ہوا وہ گاڑی آگے بڑھا کر لے گیا۔

---★★★---

"کیسے ہو؟۔" پرس میز رکھتے ہوئے وہ دونوں کہنیاں ٹکاتے ہوئے بولی۔ میر ویس کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی۔۔

"ششدر ہوں، حیران ہوں۔" نگاہ ایک پل بھی عشنا کے چہرے سے نہ ہٹ سکی۔

"کیوں؟۔" حیرانی اس بار عشنا کو ہوئی۔

"اس بار عشنا ابرار نے مجھے خود بلایا ہے۔ کم از کم یہ حادثاتی ملاقات نہیں!۔" ٹانگ پر ٹانگ جمائے، کرسی کی پشت سے کمر ٹکائی ہوئی تھی۔ شہادت کی انگلی میں چابی تھی جسے وہ گول گول گھما رہا تھا۔

عشنا کھکھلا دی۔

"اس بات کی مجھے بھی امید نہیں تھی۔ دیکھو اب مجھے بھی تمہاری ضرورت پڑ رہی ہے۔" میر ویس ہمیشہ اس کے لبوں پر مسکراہٹ لے آتا تھا۔

ویٹر نے دونوں کے آگے کافی لا کر رکھی۔

"کیا یہاں چائے نہیں؟۔" کافی کا مگ دیکھتے ہی عشنا نے جھٹ سے پوچھا۔

"نہیں میم! ہمارے مینیو میں چائے کا آپشن نہیں۔" وہ معذرت کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا جبکہ کافی کا مگ لبوں سے لگاتے ہوئے میر نے اس کا چہرہ بغور دیکھا۔

"تمہیں کافی نہیں پسند؟۔" اگر وہ جواب نفی میں دیتی تو میر ویس کو بڑی حیرت ہوتی۔

"نہیں۔۔ میں چائے کو زیادہ اہمیت دیتی ہوں۔" کافی کا مگ، چائے کی طلب میں اضافہ کر رہا تھا۔

"یعنی اس بارے میں ہماری پسند ذرا نہیں ملتی۔" ہلکی مسکراہٹ لبوں پر پھیل گئی۔

"مجھے کافی میں دلچسپی نہیں۔۔ مگر شاید تمہیں ہے!۔" مگ کو خود سے تھوڑے فاصلے پر رکھتے ہوئے اس نے موبائل میں وقت دیکھا۔ "مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے میر ویس۔۔ اور شاید یہ بہت اہم ہے۔" وہ اصل بات کی جانب بڑھی۔

"ہاں میں سن رہا ہوں۔" اس کے یوں 'اہم' کہنے کے بعد بھی وہ غیر سنجیدہ بیٹھا تھا۔ کبھی جو عشنا کی بات وہ اہم سمجھے !

" کمپنی کا کانٹریکٹ! کیا اس میں کوئی تبدیلی تو نہیں؟۔ "

" تبدیلی؟ مطلب؟۔" وہ سمجھا نہیں تھا۔

"کل رات مینجر کی کال آئی تھی۔ فاری کمپنی کے ساتھ جو ہمارا کانٹریکٹ تھا، اس حوالے سے بہت پریشان تھے۔ کہیں تم اس دن ہوئے تماشے کے بعد اس کانٹریکٹ کے حوالے سے ہم سے کچھ مختلف تو نہیں سوچ رہے؟۔"

کافی کی سپ لیتے ہوئے میر ویس نے اسے بے حد غور سے دیکھا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم سنجیدہ باتیں بھی کرتی ہو؟۔" اس موقع پر یہ ٹیڑھا سوال تھا۔ عشنا نے دانت پیس کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"تم نے مجھے اتنا غیر سنجیدہ سمجھا ہوا ہے؟۔ "

" ابھی تک تو یہی سمجھا ہوا تھا۔" یکدم ہی وہ مسکرا دیا۔ "باس کراچی میں نہیں ہیں عشنا۔۔ اس دن جو کچھ ہوا وہ میرے سامنے ہوا تھا۔ اگر باس کے سامنے ہوتا تو پھر سیدھا کانٹریکٹ کینسل ہو جاتا۔ تمہاری کمپنی کا پہلا امپریشن کیا پڑا ہے جانتی ہو؟ غیر ذمہ دار ایمپلائز۔۔ جہاں رافع جیسے مردوں کو اب بھی رکھا ہوا ہے۔" اس کی بات عشنا کو خاموش کر گئی۔

"انہوں نے کہا ہے کہ وہ رافع کو فائر کر دیں گے مگر اس کے لیے انہیں کچھ وقت چاہئے۔" ہونٹ خشک ہونے لگے تو اس نے زبان پھیری۔

"تمہارا دو نمبر مینجر صرف تم سے کام نکلوا رہا ہے عاشی! ایک بار یہ کانٹریکٹ ہو جانے دو، پھر نہ تو وہ رافع کو فائر کرے گا اور نہ تمہیں کچھ کہنے کا موقع دے گا۔" کافی کا مگ تھاما ہوا تھا۔ بے حد سکون سے اپنی بات کرتے ہوئے اس نے جواب طلب کیا۔ عشنا نے نگاہ پھیر لی۔

"تمہیں لگتا ہے کہ تم ہی بہتر ہو؟ کوئی اپنی ڈیوٹی صحیح سے نہیں نبھا رہا سوائے تمہارے؟ ایک اچھے بھائی، بیٹے، دوست، اور اپنی کمپنی کے لیے بہترین مینجر ہو تو کیا کسی دوسرے کی کوئی اہمیت نہیں؟ تم کسی پر الزام نہیں لگا سکتے۔" اس کی بات پر عشنا کو یکدم ہی غصہ آیا تھا۔ میر نے لب بھینچے۔

"میں الزام نہیں لگا رہا ہوں عاشی! بتا رہا ہوں۔ وہ ایسا ہی کرے گا۔ ٹھیک ہے اگر دو منٹ کے لیے یہ مان بھی لیا جائے کہ وہ تمہارا استعمال نہیں کر رہا تو اس بات کو کیسے جھٹلاؤ گی کہ رافع کی حرکتوں سے وہ پہلے ہی واقف تھا؟" کافی کا مگ خالی ہو چکا تھا۔ البتہ عشنا چونک اٹھی تھی۔

"تم کیسے جانتے ہو؟" بات حیرانی کی تو تھی۔

"تمہارا کولیگ نعمان! ہماری اچھی بات چیت ہے۔ میں نے اس سے ہی سب معلومات لی تھیں۔ اس نے ہی بتایا کہ مینجر سب جانتا تھا۔۔ کیا اب بتا سکتی ہو کہ تمہارے پیارے مینجر صاحب نے اس وقت کیوں نہیں نکالا؟ بلکہ وہ تو اب بھی نہیں نکالے گا۔ ایک بار اس کا کام تو ہو جانے دو۔۔۔" لبوں پر مسکراہٹ جیسے چپکی ہوئی تھی۔ عشنا کا چہرہ یکدم ہی سرخ ہوا۔

"تو تم اب میرے آفس کے معاملات میں دخل دینے لگے ہو۔ ہمارے درمیان کچھ نہیں ہے میر ویس! کون ہو تم میرے؟ محض ایک سرسری سے دوست! جس کا چہرہ میں نے پانچ سال بعد دیکھا ہے۔ تمہیں لگتا ہے مجھے تمہاری ضرورت ہے؟ رافع سے مجھے بچانا اور پھر گاڑی کا بھی خراب ہو جانا۔۔ ہاں تم نے میری مدد کی اور اس کا میں شکریہ کر چکی ہو۔۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم میری جاسوسی کرو۔ میں جانتی ہوں کہ مینجر اور تمہاری ذرا نہیں بنتی مگر ان پر الزام لگانے کی تمہیں ضرورت نہیں!!۔" غصے سے سرخ چہرہ اور پھر بھڑ اس کا یوں نکل جانا۔ ارد گرد بیٹھے لوگ انہیں دیکھنے لگے۔ وہ کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

میر ویس اس پوری بات کے دوران خاموش رہا تھا۔ غیر سنجیدہ لہجہ سپاٹ ہو چکا تھا۔

"یہ کانٹریکٹ نہیں ہو گا۔" نگاہیں اس کے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں۔ اس کا یوں کہنا میر ویس کے دل میں تکلیف کو جنم دے چکا تھا۔

"ہاں نہ ہو میری بلا سے!! میں اپنے اسٹاف کے بارے میں کچھ نہیں سنوں گی۔۔ مینجر کبھی ایسا نہیں کریں گے جیسا تم کہتے ہو۔" نجانے وہ کیوں اتنا کچھ کہہ پڑی تھی۔ اپنا پرس اٹھاتی وہ باہر نکل گئی۔ البتہ میر ویس وہیں بے حد سنجیدگی سے اسے جاتا دیکھ رہا تھا۔ بل کے ساتھ پیسے رکھتے ہوئے وہ تیزی سے جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

---★★★---

"میں تم سے ناراض نہیں ہوں غنایہ! مجھے تم پر غصہ ہے!۔" باسمہ کی گھورتی آنکھیں، غنایہ کو لب بھینچنے پر مجبور کر گئیں۔

"یہ سب بہت ہی جلدی میں ہوا۔ باصم کی دھمکیاں بڑھتی چلی گئیں اور پھر ابا نے ساویز سے میرے نکاح کا سوچا۔ جانتی ہو کتنی جلدی میں نکاح ہوا؟ اور پھر اس کے بعد میں یونیورسٹی بھی نہیں آ سکی۔ "

"بہر حال! ساویز بھائی کیسے ہیں؟ اگر تم مجھے یہ بتا دیتی کہ تم آج آنے والی ہو تو میں تمہیں ریسیو کرنے باہر ہی آ جاتی۔ تاکہ ساویز بھائی کو دیکھ سکوں!۔" وہ مسکرا دی۔

"ساویز بہت اچھے ہیں باسمہ! مجھے ایسا لگا نہیں تھا مگر۔۔۔ وہ بہت اچھے ہیں۔" یہ الفاظ اس نے دل سے کہے تھے۔

"کیا تمہارے موبائل میں ان کی کوئی تصویر موجود ہے؟۔" وہ دیکھنا چاہتی تھی۔

"نہیں۔۔ لیکن جب وہ مجھے لینے آئیں گے تب تم دیکھ لینا۔" کلاس کا وقت ہونے والا تھا۔ وہ دونوں ڈپارٹمنٹ کے باہر گارڈن میں بیٹھی تھیں۔

"تم آج بہت بدلی ہوئی محسوس ہو رہی ہو۔"

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

غنایہ کے لبوں پر ہلکی مبہم مسکراہٹ چمکی۔

"کیسے؟۔ "

"تم مسکرا رہی ہو۔" باسمہ کو یاد تھا کہ شادی سے پہلے وہ بہت کم مسکرایا کرتی تھی۔ مختصر بولنا اور ڈرا سہا، سنجیدہ لہجہ۔۔

"یہ مسکراہٹ ساویز کی پسند ہے۔ انہوں نے مجھے بدل کر رکھ دیا۔" اسے شوہر یاد آیا تو رخسار سرخ ہونے لگے۔ باسمہ کھکھلا دی۔

"پھر تو یہ ایک بہت اچھا بدلاؤ ہے! مجھے خوشی ہے کہ ساویز بھائی نے تمہیں سمجھا۔" دوسرے اسٹوڈنٹس کو ڈپارٹمنٹ کی طرف بڑھتے دیکھ کر وہ دونوں بھی کھڑے ہوگئے تھے۔ ہاتھ میں رکھے موبائل پر بپ ہوئی تو غنایہ نے نوٹفکیشن پڑھنے کے لیے لاک کھولا۔

"گڈ لک۔" ساویز کی جانب سے موصول ہونے والا یہ میسج اس کی مسکراہٹ گہری کر گیا۔ وہ موبائل جیب میں رکھ کر آگے بڑھنے لگی۔

---★★★---

"میں نے کوشش کی ہے سر! مگر مجھے نہیں لگتا کہ وہ مانے گا۔ اپنی جانب سے میں نے پوری کوشش کی ہے۔" سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ اپنی چیئر پر جا بیٹھی۔

"اس نے کیا کہا؟۔" مینجر سب کام چھوڑ کر اس کے پاس آیا تھا۔

"کچھ نہیں کہا۔۔" یونہی بات چھپالی گئی۔ "مگر میں نے اپنی بات مکمل کردی تھی۔ میں نہیں جانتی وہ کیا کرنے والا ہے۔" میر ویس کے ساتھ بحث کے بعد اسے کسی سے بھی بات کرنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"اوہ۔۔" مینجر کی پیشانی پر پریشانی کے بل پھیلے۔

"اگر وہ کانٹریکٹ ہو جائے گا تو آپ باس کو سب کچھ بتا کر رافع کو فائر کر دیں گے!۔" میر کی بات کو کنفرم کرنے کے لیے اس نے مینجر سے پوچھا۔

"ہاں مس عشنا! ایسا ہی ہو گا۔" اس نے فوراً سے ہامی بھری۔ "یہ تو ہمارے درمیان ہونے والی ڈیل تھی۔۔ کہ اگر کنٹریکٹ سائن ہو گیا تو رافع کو فارغ کر دیں گے۔" اس کا مسکراتا لہجہ سچ کہہ رہا تھا۔ اس دم ہی عشنا کو میر ویس پر مزید

غصہ آیا۔ نجانے اس نے ایسا کیوں کہا کہ مینجر صرف اس کا استعمال کر رہا ہے اور وہ رافع کو کبھی آفس سے نہیں نکالے گا۔

"تھینک یو سر۔" وہ مسکرانا چاہتی تھی مگر مسکرا نہ سکی۔۔کیسے بتاتی کہ میر ویس وہ کانٹریکٹ نہیں ہونے دینا چاہتا۔ عشنا کو لگا تھا کہ وہ اس کی بات مان لے گا مگر ایسا نہ ہوا۔ زبردستی گہری سانس اندر کھینچتی وہ اپنے سامنے رکھا سسٹم آن کرنے لگی۔

---★★★---

"وجاہت گھر پر ہے ؟۔" وہ راہداری پار کرتے ہوئے لاونج میں داخل ہو رہی تھی جب اسے مردانہ بھاری آواز اندر سے سنائی دی۔ لبوں پر یکدم ہی مسکراہٹ چمکی تھی۔

"نہیں وہ آج آفس گیا ہے۔" لبوں پر مسکراہٹ کا قیام تھا۔ اس شخص نے کائنہ کی ہری آنکھوں کو دیکھتے ہوئے دوسری جانب نگاہ مرکوز کی۔

"ٹھیک ہے۔۔ پھر میں چلتا ہوں۔" وہ یہاں مزید ٹھہر کر اس کو کوئی موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔

"رکو ساویز۔۔" اس کا یوں جلدی چلے جانا وہ کیسے سہہ سکتی تھی۔ لمبی چوڑی پشت تکتے ہوئے تیزی سے بولی۔ ساویز رکا اور پھر دھیرے سے مڑا۔ چہرے کے تاثرات صاف بتاتے تھے کہ وہ اس کی کوئی بات نہیں سننا چاہتا۔

"میں تمہارے لیے کافی بنا دیتی ہوں۔ وجاہت کچھ دیر میں آجائے گا جب تک تم اس کا انتظار کر سکتے ہو۔" اسے جو کہنا پڑا، وہ بولی۔۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں! میں وجاہت کے آفس جا رہا ہوں۔" سنجیدہ، ٹھہرا ہوا لہجہ۔ وہ مزید ٹھہرے بنا آگے بڑھ گیا۔

"اس کو مجھ سے بات کرنے میں دلچسپی کیوں محسوس نہیں ہوتی!!!۔" پیر پٹخ کر کہتے ہوئے وہ اندر بڑھ گئی۔ کمرے میں پہنچ کر اس نے کھڑکی سے نیچے ساویز کو گاڑی میں بیٹھتے ہوئے دیکھا۔

"اوہ ساویز۔۔ پلیز ایک بار تو مجھے میرے نام سے مخاطب کرو۔" چوکیدار سے کوئی بات کر کے مسکراتا ساویز اسے سیدھا اپنے دل میں اترتا ہوا محسوس ہوا۔ کھلے لمبے بال کمر سے نیچے تک آتے تھے۔ ہری خوبصورت آنکھیں اس پر ٹکی ہوئی تھی۔ وہ اب آنکھوں پر سن گلاسز لگاتا ہوا، گاڑی میں بیٹھ رہا تھا۔

"وجاہت کی بہن سے دور بھاگنا آسان نہیں۔" وہ مسکرائی اور پھر ہنس دی۔۔ کائنہ کو جو چاہیئے تھا، اسے وہ مل جائے گا، ایک یقین تھا۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

---★★★---

"وہ ساویز بھائی ہیں؟؟۔" باسمہ کی آنکھیں پھیلیں۔

"ہاں۔" وہ غنایہ کو ہی دیکھ رہا تھا۔

"اور تم کہتی ہو کہ ساویز بھائی نے تمہیں دیکھے بغیر ہی رشتہ دیا تھا؟۔" اسے کافی حیرانی ہوئی۔ وہ ایک پر وقار اور خوبصورت مرد معلوم ہوتا تھا۔۔

"ہاں باسمہ!۔ "

"اللہ نے تمہیں تمہارے صبر کا بہت اچھا صلہ دیا ہے۔۔ مگر مجھے اب بھی حیرت ہے!۔" وہ مسکرا دی۔

"یہ کتنا خواب سا معلوم ہوتا ہے نا؟۔" غنایہ کا کھکھلانا ساویز نے بہت دور سے محسوس کیا تھا۔

وہ سوچتا تھا کہ وہ کھکھلاتی ہوئی کیسی معلوم ہوتی تھی۔۔ آج اس نے دیکھ بھی لیا تھا۔

"میں اب چلتی ہوں۔ تم سے کل ملاقات ہو گی۔" اسے خدا حافظ کہتی ہوئی وہ سڑک پار کرتے ہوئے ساویز کی جانب بڑھی۔

"اسلام علیکم۔" گاڑی کا دروازہ کھول کر وہ اندر بیٹھی۔

"وعلیکم اسلام۔" اسے دیکھتے ہی لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "کیسا گزرا دن؟ لگتا تو نہیں کہ پروفیسر نے ڈانٹا ہو گا۔" وہ اس کی بھوری میں دیکھ رہا تھا جن کا رنگ دھوپ میں مزید ہلکا ہو گیا تھا۔

"پروفیسر نے مجھے کچھ نہیں کہا۔۔" اس کا دل چاہا کہ کھکھلا دے۔

"میں پہلے ہی جانتا تھا۔" گاڑی آگے بڑھنے لگی۔

"امتحان ہونے میں زیادہ وقت نہیں۔۔ میں تیاری تو کر سکوں گی نا؟۔" پتا نہیں کیوں مگر وہ یہ سوال اس سے پوچھ رہی تھی جیسے وہ جانتا ہو۔۔ ہاں مگر ایک یقین تھا کہ وہ اسے ہمت دلائے گا۔

"میں بھی تمہاری پڑھنے میں مدد کر سکتا ہوں اگر میری بیوی چاہے تو۔۔" گاڑی سگنل پر تھوڑے وقت کے لیے رکی۔

"ہاں ساویز! ہم آج سے ہی امتحان کی تیاری کریں گے۔"

غنایہ کا یوں اس کا نام لینا، ساویز کو بھایا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں رات کو آفس سے لوٹوں گا تو ڈنر کرنے کے بعد تمہیں ٹیوشن دوں گا۔ پھر تم میرے پیسے دے دینا۔ ٹھیک ہے؟۔" اسے چھیڑنا اچھا لگ رہا تھا۔

"پیسے؟۔" وہ چونکی۔ "سچ میں پیسے دینے پڑیں گے؟۔ "

ساویز زور سے ہنس پڑا۔

"ہاں! میں نے کبھی کسی کو بغیر معاوضے کے نہیں پڑھایا۔ مجھے یاد کہ جب جب مجھ سے روما پڑھنے آیا کرتی تھی، میرے لیے چھوٹا سا کیک لایا کرتی تھی۔ "

غنایہ کو اس کی بات سوچنے پر مجبور کر گئی۔

یکدم ہی کسی نے کھڑکی بجائی تو ساویز نے دیکھتے ہوئے شیشہ نیچے کیا۔ خوبصورت تازہ گجرے بیچنے والے نے اس سے یہ پھول خریدنے کی التجا کی۔ ساویز نے بنا کچھ کہے گجرے کی جوڑی اس کے ہاتھوں سے لے کر، اس آدمی کو پیسے ادا کیے۔ غنایہ دل ہی دل میں مسکرائی۔ اب وہ یقیناً پھول اسے پہنانے والا تھا۔ شیشہ دوبارہ چڑھا کر وہ غنایہ کی جانب مڑا۔

"اس بار تو منع نہیں کرو گی؟۔" پیشانی پر ہلکے ہلکے امید کے بل تھے۔ وہ خاموش رہی مگر پھر مسکرا دی۔ دھیرے سے کلائی اس کے آگے کرتے ہوئے اس نے ساویز کے تاثرات دیکھے۔ چہرے پر تبسم پھیل گیا۔

آہستگی سے اس کی دونوں کلائیوں میں پھول پہناتے ہوئے وہ اب بے حد محبت سے اسے تک رہا تھا۔

"اس کی خوشبو کتنی اچھی ہے۔" پھولوں کو چہرے کے نزدیک کر کے وہ انہیں سونگھتے ہوئے بولی۔

"بلکل تمہاری جیسی ہے۔۔ خوبصورت!۔" گاڑی آگے بڑھنے لگی جبکہ غنایہ اس کے جملے پر ٹھہر گئی۔ ابھی گاڑی اس نے موڑی ہی تھی کہ کسی گاڑی نے اسے پوری قوت سے پیچھے کی جانب ہٹ کیا۔ غنایہ کا سر ڈیش بورڈ پر لگتا اگر ساویز

تیزی سے ڈیش بورڈ پر ہاتھ نہ رکھتا۔ البتہ ساویز کا سر اسٹیئرنگ پر لگا تھا مگر اچھی بات یہ تھی کہ وہ زخمی نہیں ہوا تھا۔ اس نے تیزی سے پلٹ کر پیچھے گاڑی میں دیکھا۔ وہی دو لوگ اور وہی خباثت سے مسکراتے چہرے۔۔ ساویز نے دانت پیس کر دونوں کو باری باری دیکھا۔ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے تیزی سے آگے بڑھائی۔

"یہ کیا ہوا تھا؟؟۔" غنایہ کے حواس بوکھلائے۔

"کچھ نہیں بس ایک چھوٹا سا ایکسیڈنٹ تھا۔" وہ رک نہیں سکتا تھا۔

"آپ گاڑی اتنی تیز کیوں چلا رہے ہیں ساویز۔۔" وہ اس قدر گھبرا گئی تھی کہ ساویز کے بازو کی جانب سے کوٹ مٹھی میں بھینچ لیا تھا۔ ساویز نے بیک مرر سے پیچھے دیکھا جہاں وہ گاڑیاں اوجھل ہو چکی تھیں۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔" آنکھیں نم ہونے میں ذرا وقت نہیں لگا تھا۔ دل میں خوف پھیلنے لگا۔

"اس میں ڈرنے والی کوئی بات نہیں۔۔ تم اکیلی نہیں ہو۔ تمہارا شوہر تمہارے ساتھ ہے۔۔" گاڑی سیدھا گھر کے سامنے رکی تھی۔ اس کی جانب کا دروازہ کھولنے بعد وہ گاڑی کے پیچھے کی طرف آیا اور حالت دیکھنے لگا۔ شکر تھا کہ وہ زیادہ خراب نہیں ہوئی تھی۔

"تم ٹھیک ہو؟۔" وہ غنایہ سے مخاطب تھا۔ جس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"آپ اب بھی آفس جائیں گے؟۔" اس نے سہم کر پوچھا۔

"یہ ایک چھوٹا سا ایکسیڈنٹ تھا غنایہ۔ جانے کون لوگ تھے۔ بہر حال تم اندر جاؤ اور آرام کرو۔ ہمیں رات میں امتحانوں کی تیاری بھی کرنی ہے۔" اس واقعے کو یکثر بھلاتے ہوئے وہ زبردستی مسکرایا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟۔" اسے تشویش ہوئی۔

"تمہاری یہ فکر مندی میرے لیے خوشی کا باعث ہے۔" وہ اس کے لیے پریشان ہوئی تھی یہ عجیب اور نیا احساس تھا۔ غنایہ اس کے یوں کہنے پر دھیما سا مسکرا دی۔

"مگر میری بات کا جواب؟۔"

"میں ٹھیک ہوں۔" یہ کہتے وہ اپنے سر درد کی تکلیف کو بھول چکا تھا۔ اسٹیئرنگ پر سر بہت مضبوطی سے لگا تھا جس کی وجہ سے اب اس کا سر دکھ رہا تھا۔

"تم اندر جاؤ کیونکہ مجھے میٹنگ اٹینڈ کرنی ہے۔ آج باریال نے کھانا بنایا ہے۔ تمہیں یقیناً اچھا لگے گا۔" ارد گرد دیکھتا ہوا وہ اسے اندر جانے کی تاکید کرنے لگا۔ اسے خدا حافظ کہتی وہ اندر بڑھ گئی جبکہ ساویز چوکیدار کے پاس چلا آیا۔

"وجاہت کے آدمی پھر آئے تھے۔ میں آفس جا رہا ہوں آپ گھر کا خیال رکھیے گا۔" فکر مندی سے کہتا ہوا وہ گاڑی میں بیٹھنے بڑھا۔ اب بیوی کا ساتھ ہے۔۔ پہلے وہ ان معاملوں میں بے فکر تھا مگر اب غنایہ کا اس کی زندگی میں ہونا، اس کی فکر بڑھا چکا تھا۔

---★★★---

"مجھے لگتا ہے کہ ہمیں باس کو بتا دینا چاہئیے کہ جن کے ساتھ یہ کانٹریکٹ سائن ہونے چلا ہے، وہ دراصل کیسے لوگ ہیں۔" رابعہ کی آواز پر وہ چونکا۔ بات سنتے ہوئے اس نے میز سے کافی کا مگ اٹھایا۔ اس موضوع پر بات کرنے کا نجانے کیوں دل نہ کیا۔ خاموشی ہی بہتر تھی۔

"جن کلائنٹ کے ساتھ ہفتے کو میٹنگ تھی، ان کا کیا ہوا؟۔" اس کی بات کا جواب دیے بغیر اس نے نیلی فائل کھولی اور پروگریس دیکھنے لگا۔

"وہ ہماری دی گئی ڈیل سے خوش ہیں۔ ان چار پانچ سالوں میں کمپنی کہاں سے کہاں چلی گئی۔۔" وہ خوش تھی جبکہ میر ویس محض مسکرا کر رہ گیا تھا۔ "ملک کمپنی ہم سے اب بھی بہت پیچھے ہے! تمہیں لگتا ہے ہمیں ان کے ساتھ کانٹریکٹ کرنا بھی چاہئیے؟ یہ گھاٹے کا سودا ہو گا۔"

"میں یہ کانٹریکٹ نہیں چاہتا۔" آج کی بحث کے بعد میر ویس کو غصہ تھا۔

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔ کیوں نہ باس کو بتایا جائے؟۔"

"ہاں۔." اس نے سرسری جواب دیا۔

"ملک کمپنی تمہارے لیے اہم ہے؟۔" رابعہ ذومعنی لہجے میں کہتی ہوئی اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ وہ ٹھٹھکا۔

"کیا مطلب؟۔" یہ سوال کچھ عجیب تھا۔

"سوال سادہ ہے میر ویس! ملک کمپنی اہم یا ان کی ایک خوبصورت سی امپلائی؟۔" لبوں پر شریر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میر ویس نے لب بھینچ کر اسے دیکھا اور کندھے اچکا لیے۔

"تمہارا سوال اب بھی میری سمجھ سے پرے ہے رابعہ!۔" سب جانتے بوجھتے ہوئے بھی وہ کیسے معصوم بن رہا تھا۔

"تم چھپا سکتے ہو مگر تمہارے انداز نہیں! اگر میری جگہ کوئی بھی شخص تمہارے ساتھ ہفتے کو جاتا تو وہ بھی یہی سمجھتا جو میں ابھی سمجھ رہی ہوں۔" چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ سب جانتی ہے۔

"مجھے اس پر غصہ ہے!۔" میر ویس بول پڑا۔ پیشانی پر گہرے بل پھیل گئے۔

"اور وہ تمہیں پسند ہے!۔" رابعہ نے گویا جملہ مکمل کیا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مجھے بس ابھی غصہ ہے!۔"میز پر مکا بنا کر مارتے ہوئے اس نے کرسی کی پشت سے کمر ٹکائی۔

"تمہیں واقعی اس پر غصہ ہے؟۔ "

اس سوال پر وہ پہلی بار ٹھہرا۔۔رابعہ کو دیکھا اور سوچ میں پڑ گیا۔

"پتا نہیں۔۔شاید نہیں!۔"ایک یہی جواب نکلتا تھا۔لب بھینچ کر اس نے آنکھیں موند لیں۔"مجھے اس پر غصہ نہیں آتا۔۔مگر اس کا یوں کہنا میرے لیے تکلیف کے باعث بنا ہے۔"

"اس نے کیا کہا میر ویس؟۔ "

"اس نے کہا کہ میں اس کی جاسوسی کرتا ہوں۔۔مگر میں ایسا نہیں کرتا رابعہ!اس کے کولیگ رافع نے جو اس کے ساتھ ریسٹورینٹ میں کیا،اس کے بعد سے بس میں تھوڑا ڈسٹرب سا ہوں۔۔اور چاہتا ہوں کہ اسے آئندہ یہ سب نہ سہنا پڑے۔کیا یہ غلط ہے؟۔"رابعہ کو یہ سب بتانے کی بھی ایک وجہ تھی۔وہ سلجھی ہوئی سمجھدار لڑکی تھی اور میر ویس کو اس پر طرح سے اعتبار تھا۔

"تمہیں وہ اچھی لگتی ہے؟۔"اس نے سوال پر سوال کیا۔میر ویس کی خاموشی رابعہ کو سب سمجھا گئی۔

"پانچ سال گزر گئے ہیں اس بات کو۔۔ "

"مگر تمہیں اب بھی وہ پسند ہے!۔ "

"تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو؟۔ "

"تمہیں یاد نہیں دو سال قبل، آفس پارٹی میں جب پورا اسٹاف اپنے ہم سفر کے ساتھ آیا تھا تو اس پارٹی میں صرف میں اور تم ہی اکیلے تھے! اور تب میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تم شادی کب کرنے والے ہو! تمہیں اپنا جواب یاد ہو گا۔۔

'میر ویس کے دل کا دروازہ بار بار کھلا نہیں کرتا۔۔ جو عرصے سے قید ہے، اس کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔' میں جانتی ہوں تم نے ابھی تک اپنی پسند نہیں بدلی!۔" رابعہ کے چہرے پر تبسم پھیلا تھا جبکہ میر ویس بری طرح چونکا اٹھا۔

"دو سال۔۔۔ تمہیں اب بھی وہ بات یاد ہے!۔" یہ حیرانی کی بات واقع ہوئی تھی۔

"مجھے یاد ہے میر ویس۔۔ اور مجھے اس لیے بھی یاد ہے کیونکہ میں نے وہاں پر کھڑے ہو کر اس لڑکی کو دیکھنے کی خواہش کی تھی۔"

میر ویس نے لب بھینچے اور مسکرا دیا۔ وقت بھی بیت گیا مگر انداز ویسے ہی رہے۔

"کیا لڑکی ہو تم رابعہ!۔ "

"میں بھی یہی سوچتی ہوں۔" وہ کھلکھلا دی۔ "باس کل آئیں گے اور ہمیں ان سے کانٹریکٹ کے متعلق بات کرنی ہے۔ یاد رکھنا۔" وہ فائل سمیٹتے ہوئے بولی جبکہ میر ویس کی سوئی کسی کے ذکر پر ٹھہر گئی تھی۔

---★★★---

وہ گھبرائی سی گیسٹ روم کے آگے سے گزر کر سیڑھیوں کی جانب بڑھ رہی تھی جب گیسٹ روم کے کمرے سے باہر آتے باریال کی اس سے ٹکر ہوتے ہوتے بچی۔ وہ دونوں فاصلہ رکھ کر کھڑے ہوئے۔

"کہاں بھاگی جا رہی ہیں غنایہ باجی؟۔" ہاتھ میں پکڑی کورس کی کتاب چہرے سے ہٹاتا ہوا وہ کچھ شریر لہجے میں بولا۔

اس نے غنایہ کے ہاتھ میں سفید اور گلابی رنگ کے گجرے دیکھے تو مسکراہٹ گہری ہو گئی۔"ساویز بھائی کی جانب سے دیے گئے یہ پھول واقعی خوبصورت ہیں!۔"

"ساویز مجھے گھر چھوڑ رہے تھے جب کسی نے گاڑی کو بہت زور سے ہٹ کیا۔" اس کی گھبراہٹ محسوس کرتا ہوا وہ اس کی بات مکمل سننے لگا۔"اب وہ گھر آنے کے بجائے دوبارہ آفس چلے گئے۔مجھے بہت گھبراہٹ ہو رہی ہے۔"

ساویز کے لیے فکرمندی فطری تھی۔باریال چوکنا ہوا۔

"گاڑی نے ہٹ کیا؟۔" وہ کچھ کچھ سمجھ رہا تھا۔

"ہاں۔۔مگر ساویز نے گاڑی روک کر اس کی خبر نہیں لی۔بلکہ رفتار تیز کرتے ہوئے مجھے گھر چھوڑ دیا۔" غنایہ کا یہ کہنا باریال کے لیے کافی تھا۔بات کی تہہ تک پہنچ کر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"انہیں کچھ نہیں ہو گا ان شاء اللہ۔آپ کچھ دیر آرام کریں اور پھر انہیں کال کر کے خیریت معلوم کر لے گا۔" اسے تسلی دیتا ہوا وہ دوبارہ اپنی کتاب چہرے کے آگے کرتا، اندر بڑھ گیا۔غنایہ کو کچھ حیرت ہوئی۔اس کا یوں عام سے لہجے میں کہہ کر کمرے میں چلے جانا کچھ مشکوک سا تھا۔وہ خیال کو جھٹکتے ہوئی سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔

---★★★---

بستر پر لیٹتے ہوئے وہ گہری سوچوں میں غرق تھا۔بھوک ہونے کے باوجود بھی کچھ کھانے کا دل نہیں کر رہا تھا۔

"ہمارے درمیان کچھ نہیں ہے میر ویس!کون ہو تم میرے؟ محض ایک سرسری سے دوست۔۔۔" اس کے الفاظ یاد آئے تو دل کی تکلیف بڑھ گئی۔موبائل کھول کر اس نے پانچ سال پرانی عشنا کی وہ تصویر نکالی جسے دیکھ کر آج بھی وہ

ٹھہر جایا کرتا تھا۔ مسکراتا چہرہ اور پرکشش نظریں۔۔اسے یاد نہیں وہ کب اس کی تصویر دیکھتے دیکھتے نیند کی وادی میں اتر گیا۔۔۔حیرت کی بات یہ تھی کہ آج اس نے جوتے بھی نہیں اتارے تھے۔۔کوٹ صوفے پر رکھا تھا جبکہ گھڑی اب بھی کلائی میں بندھی تھی۔ نجانے اس سے غلطی کس موڑ پر ہوئی تھی۔۔کہ اس کی سزا وہ اب بھی سہہ رہا تھا۔

---★★★---

"یہ سب اتنا مشکل تو نہیں!۔" اس کی فائل پر نگاہ دوڑاتا ہوا وہ صفحے پلٹنے لگا۔

"یہ مشکل ہے ساویز۔۔" دونوں ہی بڑے صوفے پر بیٹھے کتابوں کا معائنہ کر رہے تھے۔" اچھا اب مجھے پڑھنے دیں۔" اس کی ہاتھ سے فائل لیتی غنایہ، بال پوائنٹ اٹھا کر فائل پر لکھنے لگی۔

صوفے کی پشت پر بازو رکھتا ہوا وہ اسے محبت سے تک رہا تھا۔ کیچر ہونے کے باوجود بھی زلفیں کھلی ہوئی تھیں۔ لمبے بال کندھے سے آگے ہو کر نیچے لہرانے لگے۔

"بال کھول کر کون پڑھتا ہے؟۔" اسے چھیڑنے کا دل چاہا، تو بول پڑا۔ غنایہ نے بھوری آنکھیں اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"کیچر لگایا ہوا ہے۔" اس کی شریر مسکراہٹ پر ہونٹ سکیڑ کر جواب دیا۔

"مجھے نہیں لگتا کہ یہ کیچر کوئی کام کر رہا ہو گا۔" کیا قیامت تھا اس کی آنکھوں میں دیکھنا۔

"میں زیادہ سختی سے بال نہیں بناتی۔۔ سر دکھنے لگتا ہے۔ "

"اور یہ زلفیں۔۔" اس کی لٹوں کو چھوتے ہوئے وہ دھیرے سے بولا۔

"کچھ نہیں کرتیں یہ زلفیں۔۔"اس نے بھی جواباً مسکراتے ہوئے کہا۔ایک بار پھر سے وہ کچھ لکھنے میں مصروف ہو گئی تھی۔گھڑی رات کے بارہ بجا رہی تھی مگر وہ دونوں اب تک جاگے ہوئے تھے۔

پورے پانچ منٹ بعد اس نے فائل سے نگاہ اٹھا کر ساویز کو دیکھا جس کی نظریں اسے ہی تک رہی تھی۔دل میں ایک عجیب سا احساس پیدا ہوا۔

"جانتی ہو کتنا اچھا محسوس ہوتا ہے یہ سوچ کر کہ جسے میں ابھی اتنے وثوق سے دیکھ رہا ہوں،وہ اب میری بیوی ہے۔۔یعنی میری ہے!۔"اس کی باتیں غنایہ کا تسلسل توڑنے لگیں۔آنکھوں کے آگے آتی زلف کو ساویز نے دھیرے سے کان کے پیچھے کیا۔

"آپ ایسے دیکھیں گے تو میں پڑھ نہیں پاؤں گی ساویز۔۔"الفاظ بمشکل ادا ہوئے۔

"میں تو روز تمہیں ایسے ہی دیکھتا ہوں۔"لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مگر ابھی مت دیکھیں۔"خفا خفا سا لہجہ۔۔

"تمہیں اتنے قریب سے دیکھنے کا موقع ذرا کم نصیب ہوتا ہے۔اس لیے مجھے ذرا بغور دیکھنے دو۔"اس کی بات پر وہ ناچاہتے ہوئے ہنس پڑی۔

"آپ نے کہا تھا آپ مجھے پڑھتے ہوئے بلکل تنگ نہیں کریں گے مگر ایک گھنٹے سے میرے پاس بیٹھ کر مجھے تنگ کر رہے ہیں۔ایسے میں کیسے پڑھوں گی ساویز؟۔"مسکراہٹ کی جگہ اب ہونٹ سکیڑے ہوئے تھے۔ماتھے پر ہلکے ہلکے بل نمودار تھے جسے دیکھ کر ساویز بے اختیار مسکرایا تھا۔

"ایک گھنٹے سے تمہارے پاس بیٹھا ہوں، مگر ایک کام بھی تم نے مجھے نہیں دیا۔" کالر والی شرٹ کا پہلا بٹن کھلا ہوا تھا۔ آستین کے کف فولڈ ہو کر کہنیوں تک چڑھے ہوئے تھے۔ غنایہ نے اس کے جبڑے کی ہڈی نمایاں ہو کر غائب ہوتے دیکھی۔

"میں ابھی یہ والا ٹاپک مکمل کرلوں، پھر آپ کو دوسرا ٹاپک پڑھنے کے لیے دوں گی۔ مجھے وہ ذرا سمجھ نہیں آیا۔ آپ سمجھا دیں گے نا؟۔" دونوں پاؤں صوفے کے اوپر، سمٹ کر بیٹھی ہوئی تھی۔

"ہاں مگر تب تک یوں بیٹھا رہوں گا تو تھک جاؤں گا۔ آفس میں بھی پورا دن کرسی پر بیٹھ کر گزارا ہے۔" پیچھے گدی پر ہاتھ رکھ وہ کمر سیدھی کرتا ہوا بولا۔ پیشانی پر تھکاوٹ کے آثار تھے۔ غنایہ کو اس کی فکر تھی۔

"آپ بستر پر لیٹ جائیں۔ میرا یہ کام ہو جائے گا تو آپ کو آواز دے دوں گی۔" اسے احساس ہوا۔ صرف اس کے لیے ہی تو وہ اپنی نیند قربان کیے، ساتھ بیٹھا تھا۔

"مگر میں تو صوفے پر سوتا ہوں؟۔" مسکراہٹ ایک دم شریر ہوئی۔ وہ ابھی کچھ کہتی ہی کہ وہ گھوم کر اپنا سر اس کی گود میں رکھتے ہوئے لیٹ گیا۔ غنایہ ہڑبڑاتے ہوئے ایک دم سرخ ہوئی۔

"مم۔ میں بستر پر بیٹھ جاتی ہوں۔" تیزی سے اٹھنا چاہا مگر اس کی دونوں کلائیاں، گود میں سر رکھ کر لیٹے ساویز نے پکڑ لی تھیں۔

"بیٹھی رہو یہیں پر۔۔"

غنایہ کو گویا چپ لگ گئی۔ وہ حیرت سے ہونق بیٹھی اس کا چہرہ دیکھنے لگی جو اب اپنے موبائل پر آئی نوٹیفکیشنز چیک کر رہا تھا۔

"تمہیں کیوں خاموشی لگ گئی؟ اپنا پڑھ سکتی ہو! باخدا اب تنگ نہیں کروں گا۔" نگاہ اوپر کرتے ہوئے اس نے غنایہ کو دیکھا جس کا چہرہ حیا کے باعث سرخ ہو رہا تھا۔ اس کی انگھوٹی والے ہاتھوں پر نگاہ پڑی تو اس نے دھیرے سے اس کی ہتھیلی پکڑ کر اپنے نزدیک کی۔ "یہ انگھوٹی تم پر بہت اچھی لگ رہی ہے غنایہ۔۔"

"یہ ایک بے حد عام سی انگھوٹی ہے ساویز۔۔" وہ جھینپ سے گئی۔ "کیا آپ نے کبھی کسی لڑکی کو انگھوٹی پہنے نہیں دیکھا؟۔"

"اتنے نزدیک سے نہیں دیکھا۔۔" مسکراہٹ گہری ہوئی۔ جملے کی تصحیح کرتا ہوا وہ اس کا چہرہ تکنے لگا۔ لب کاٹتے ہوئے وہ دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

"کسی کو بھی نہیں؟۔" اسے حیرت ہوئی۔

"کبھی ضرورت نہیں پڑی اور نہ کسی کو اہم سمجھا۔۔" اس کی انگھوٹی کو چھوتے ہوئے، محبت میں دیوانہ بولا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اور آپ کی امی؟۔" اس نے یکدم پوچھا۔

وہ افسوس سے مسکرایا۔

"میں انہیں مزید دیکھ کر اپنا دل بھرنا چاہتا تھا مگر میری خواہش ادھوری ہی رہ گئی۔ خدا نے انہیں بلا لیا۔"

غنایہ کو اس کے لیے بے حد برا لگ رہا تھا۔

"ان کی یاد آتی ہو گی۔" پنکھے کی تیز ہوا کے باعث، ساویز کے بال آنکھوں تک آ رہے تھے۔

"ماں ہے۔۔یاد تو آتی ہی ہے۔میں چار سال کا تھا اور امی مجھے روز پارک لے کر جاتی تھیں۔جہاں باپ کا ہونا ضروری ہوتا ہے وہاں میری ماں، میرے ساتھ رہی۔"

"اور بابا؟۔ "

"بابا اکثر بزنس ٹرپ پر ہی ہوتے تھے۔ کبھی خاص توجہ نہیں ملی اور نہ میری ماں نے یہ کمی مجھے محسوس ہونے دی۔وہ چلی گئیں تو خیال آیا کہ میرا ایک باپ بھی ہے۔۔بابا نے وقتی طور پر بزنس ٹرپ میری وجہ سے کم کر دیے۔میں ان کے ساتھ وقت گزارنا چاہتا تھا، مگر وہ وقت کبھی نہیں آیا۔انہیں شاید دلچسپی نہیں تھی۔۔گویا میں ان کے لیے ایک زنجیر کی مانند تھا جس کی وجہ سے بابا پاکستان میں ٹھہرے تھے۔وہ امی کی زندگی میں انہیں چھوڑ کر ہی باہر چلے جاتے اگر میں نہ ہوتا۔میں نے یہ وقت دوستوں میں گزارا ہے غنایہ۔۔انیس سال کا ہونے والا تھا جب بابا نے کہا کہ وہ اب لمبے وقت کے لیے باہر جا رہے ہیں۔حالانکہ مجھے ان سے گہری محبت نہیں تھی، مگر ان کے پاس ہونے کا احساس تھا۔۔خوب رویا اور کھانے پینے کا بائیکاٹ کر دیا۔بابا نے مجھے تسلی دی اور کہا کہ وہ ایسا نہیں کریں گے۔جس دن انیس سال کا ہوا اسی دن بابا چلے گئے۔مجھے لگا وہ میرے لیے کوئی زبردست سا سرپرائز پلان کر رہے ہوں گے کیونکہ پچھلے ایک مہینے سے وہ مجھے زیادہ سے زیادہ وقت دے رہے تھے۔ان کا جانا سرپرائز ہی تھا۔۔مگر زبردست نہیں۔۔"وہ مسکرایا اور پھر زور سے ہنس پڑا۔اس ساری بات میں اگر کسی کی آنکھیں نم ہوئیں تو وہ غنایہ تھی۔اسے حیرت تھی۔۔بے یقینی تھی کہ اس سب کے باوجود ساویز نے خود کو سنبھالا۔وہ کبھی خود کو اپنے ماں باپ کے بغیر سوچ نہیں سکتی تھی۔

" مگر ایک بات کہوں غنایہ؟میری بات مانو گی؟۔"نگاہ اوپر کرتے ہوئے اس نے غنایہ کو دیکھا جو نظریں جھکائے اس کا چہرہ ہی تک رہی تھی۔

"جی میں مانوں گی۔"اس نے تیزی سے ہامی بھری۔

"میرے باپ کو برا مت سمجھنا۔۔ اور نہ انہیں کبھی برا کہنا۔۔ وہ میرا باپ ہے۔۔ جیسا بھی ہے مگر میرا ہے۔" بھوری آنکھیں، بھوری آنکھوں سے ٹکرائی تھیں۔ غنایہ کی چمکتی آنکھوں سے مسکرائی۔

"میں ایسا کبھی نہیں کہوں گی۔ "

"تم البم دیکھنا چاہو گی؟ کبھی موقع ملا تو ضرور دکھاؤں گا۔ "

"کل ؟۔" اس کی ہلکی ہلکی شیو غنایہ کو بہت بھلی معلوم ہوئی۔

"لگتا ہے تمہارا پڑھنے کا ذرا دل نہیں!۔" وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"آپ نے مجھے باتوں میں لگایا ساویز!۔" وہ گھور کر الزام نہ سہتی ہوئی بولی۔

"تم مجھے اپنے دل کے قریب محسوس ہوتی ہو۔ دل چاہتا ہے دیکھتا ہی رہوں!۔" اس کا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑ کر وہ خوابی کیفیت میں کہنے لگا۔ غنایہ حیا کے مارے آنکھیں موند گئی۔

"مجھے پڑھنے دیں نا۔" یہ شخص اسے کبھی پڑھنے نہیں دے سکتا تھا، اتنا تو وہ جان ہی چکی تھی۔ "آئیندہ سے میں باہر ٹیرس کے جھولے پر بیٹھ کر پڑھا کروں گی۔" گویا یہ ایک دھمکی تھی جو واقعی ساویز پر اثر کر چکی تھی۔

"میں اب واقعی کچھ نہیں کر رہا۔۔ مگر میں یوں فارغ بیٹھ کر کیا کروں گا؟۔" حد درجہ معصوم لہجہ کہ غنایہ کا دل چاہا غصہ کرنے کے بجائے زور سے ہنس دے۔

"یہ رہے دوسرے ٹاپک کے نوٹس! اسے سمجھ لیں، تاکہ مجھے تھوڑی دیر بعد سمجھا سکیں۔" اسے جلدی سے نوٹس دیتے ہوئے، کام میں الجھانے لگی۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

صفحے الٹ پلٹ کر دیکھتا ساویز نوٹس پڑھنے لگا۔ غنایہ کو گویا تسلی ہوئی۔ ایک بار پھر فائل اپنے چہرے کے آگے کرتی ہوئی وہ یاد کی ہوئی تحریر دوبارہ دہرانے لگی۔ ماحول میں اب خاموشی کا عالم تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اسے ہلکے خراٹوں کی آواز آئی۔ آواز محسوس کرتے ہوئے اس نے نگاہوں سے فائلز ہٹائی اور جھٹ سے ساویز کو دیکھا جس کے چہرے پر اس کے وہ نوٹس رکھے تھے جو غنایہ نے دیے تھے۔ وہ نوٹس اپنے چہرے پر رکھ کر سو چکا تھا۔ وہ بنا آواز کے ہنس پڑی۔ دھیرے سے ہاتھ اس کی پیشانی پر پھیرا اور چہرے سے نوٹس ہٹا کر اسے بغور دیکھنے لگی۔ ساویز کے شاید علم میں بھی نہیں ہو گا کہ غنایہ کبھی اسے اشتیاق بھرے لہجے میں دیکھے گی۔ صبح کا جاگا بالآخر تھک کر سو گیا تھا۔ ٹھنڈ محسوس کرتے ہوئے اس نے وہیں رکھی چادر اسے اوڑھائی۔ ابھی کافی کچھ پڑھنا باقی تھا اس لیے اس نے وہی بیٹھنے کا ارادہ کیا۔۔ شاید یہی بہتر تھا۔

---★★★---

"تم بہت خوبصورت ہو۔۔" گانے کے تیز شور کے باوجود اسے بھاری آواز سنائی دی تھی۔

"میں جانتی ہوں! تم وہ بات بتاؤ جس کا مجھے علم نہ ہو۔" آبرو آچکا کر ایک ادا سے کہا گیا۔ ہاتھ میں موجود جلتی سگریٹ لبوں سے لگاتے ہوئے اس نے شیشے کا گلاس اٹھایا۔

"کیا ہو اگر میں تم سے کہوں کہ مجھے تم چاہئیے ہو؟۔" اس کی گھمبیر آواز پر کائنہ نے نگاہ اٹھائی۔ ہاں بلاشبہ وہ ایک ہینڈسم اور پرکشش مرد تھا۔۔ مگر اس کی پسند نہیں تھا۔

"مگر مجھے تم نہیں چاہئیے ہو۔۔" کیا انداز تھا، غرور تھا۔۔ اس شخص کی مسکراہٹ سمٹی۔ "مجھے جو شخص چاہئیے، اسے کیسے پانا ہے میں جانتی ہوں۔" ساویز کا چہرہ خیالوں میں ابھرا تھا اور اس نے برابر بیٹھی ساشا کو دیکھا۔

"اور تمہارا پسندیدہ شخص تمہیں حاصل کرنے کی خواہش نہیں رکھتا۔" ساشا ہنس کر گویا اس کا مذاق اڑاتے ہوئے بولی۔ کائنی کا چہرہ سرخ ہوا۔

"ساویز خانزادہ صرف کائنہ سلطان کا ہے اور اسی کا رہے گا۔" دانت پیس کر الفاظ ادا کیے تھے۔ "وجاہت نے مجھ سے پوچھا ہے کہ میں کس سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔۔ اور میں نے نام بتا دیا۔ جانتی ہو پہلے وہ کتنا حیران ہوا تھا؟ مگر پھر وہ مسکرا دیا کیونکہ ساویز اس کا بہترین اور گہرا دوست ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا کہ وہ اپنی بہن کی شادی، اپنے دوست سے کروادے۔"

"اس کی آنکھوں میں کبھی تمہارے لیے محبت نہیں نظر آتی۔۔ بلکہ وہ تو کبھی تمہیں خود سے مخاطب بھی نہیں کرتا۔ بھلا تمہاری اس خوبصورتی کا کیا فائدہ جو تمہارے محبوب پر اثر نہ کر سکی۔"

"جانے خانزادہ چاہتا کیا ہے۔ اگر وہ خوبصورتی کا خواہشمند ہوتا تو اب تک میرا ہو چکا ہوتا۔ کاش کہ مجھے پتا چل جائے کہ اسے کیا چیز بھاتی ہے۔ بہرحال جو بھی ہو۔۔ مجھے اپنی محبت حاصل کرنا آتی ہے۔۔ وجاہت سلطان کی بہن ہوں! میں کچھ بھی کر سکتی ہوں!۔" آخری جملہ اس نے اپنی گہری دوست کی آنکھوں میں دیکھ کر ادا کیا تھا۔ "کچھ بھی۔۔" یہ بات نظر انداز کر دینے والی نہیں تھی۔۔ ہاں وہ کچھ بھی کر سکتی تھی۔۔

---★★★---

صبح کے کوئی گیارہ بجے تھے جب ساویز کی آنکھ کھلی تھی۔ اسے یکدم ہی گزری رات کا خیال آیا تو کہنی کے بل تھوڑا اٹھ کر ارد گرد نگاہ دوڑائی۔ اس کا سر اب بھی غنایہ کی گود میں تھا۔ وہ بری طرح چونک اٹھا۔ غنایہ اسی انداز میں بیٹھی، اپنا سر صوفے کے ہینڈل پر ٹکائے بے سدھ سو رہی تھی۔ اس موقع پر ساویز کا ششدر رہ جانا واجبی تھا۔ کیا وہ پوری رات اس کی وجہ یوں ہی بیٹھی رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں اسے اپنے اوپر چادر کا احساس ہوا۔ ساویز کو یاد تھا کہ سونے سے قبل

وہ چادر اوڑھ کر نہیں سویا تھا۔ اس گھتی سلجھانا مشکل نہیں تھا۔۔ یہ غنایہ ہی ہو سکتی تھی۔ لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے غنایہ کے معصوم چہرہ دیکھا۔

"غنایہ۔۔" اس کی دھیمی مگر بھاری آواز گونجی۔ غنایہ کو کوئی فرق نہ پڑا۔ اس نے ایک بار پھر آواز دی مگر ساتھ ہی اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ ساویز کا لمس محسوس کرتی ہوئی وہ الجھتے ہوئے اٹھی۔ اس کا چہرہ دیکھا تو حیران ہوتی ارد گرد کا نظارہ کرنے لگی۔ ساویز کا دل چاہا ہنس پڑے۔۔ وہ بھی اس کی طرح گھنٹوں پرانا وقت یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ سیدھا ہوتے ہوئے اٹھ کر بیٹھا۔

"تم رات بھر یوں ہی سوتی رہی ہو؟۔" اس نے پہل کی۔

"نہیں میں پڑھ رہی تھی۔ یاد نہیں کب آنکھ لگ گئی۔" سو کر اٹھنے کی وجہ سے آواز کچھ بدلی بدلی سے تھی۔

"آئم سوری! میں تمہیں پڑھانے کے لیے رات ساتھ بیٹھا تھا۔۔ مگر نیند ایسی حاوی ہوئی کہ میں خود کو قابو نہ کر سکا۔" سر کھجاتے ہوئے وہ کچھ شرمندگی سے معافی مانگ رہا تھا۔ وہ اسے ٹکٹی باندھے تک رہی تھی۔

"آپ معافی کیوں مانگ رہے ہیں؟۔ "

"کل رات تمہارا کافی وقت ضائع کیا۔ خوامخواہ اپنا ماضی لے کر بیٹھ گیا اور پڑھائی کا وقت برباد کر دیا۔" وہ نیند پوری کر کے اٹھا تھا جبکہ غنایہ کی آنکھوں میں اب بھی ڈھیروں نیند جمع تھی۔

"ایسا مت کہیں۔۔ مجھے وہ سب کچھ سن کر بہت اچھا لگا۔ میں آپ کے بارے میں پہلے سے جاننا چاہتی تھی۔" لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ ہنس پڑا۔

"تم میرے بارے میں جاننا چاہتی تھی؟۔ "

"ہاں۔۔کیونکہ آپ نے کبھی اپنی امی کے بارے میں بتایا نہیں تھا اس لیے بس جاننے کا ایک تجسس تھا۔"

وہ جواباً دھیما سا مسکرا کر اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔یہ لڑکی اسے محبت کرنے کے لیے خود مجبور کرتی تھی۔

"رات کب سوئی؟۔"

"صبح سات بجے۔۔"اس نے اپنی کتابیں جمع کرتے ہوئے سمیٹا۔

"صبح؟۔"اسے لگا جیسے سننے میں غلطی ہوئی ہو۔

"ہاں میں نے چار ٹاپک یاد کر لیے ہیں۔۔دوسرا ٹاپک آپ کے لیے چھوڑ دیا ہے تاکہ آپ مجھے پڑھا سکیں۔"وہ اب چادر تہہ کر رہی تھی۔آنکھیں اب بھی ادھ کھلی تھیں۔

"تم نیند میں ہو غنایہ۔۔"اس نے غنایہ کے ہاتھ چادر پکڑی۔

"پانی آنکھوں پر ماروں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی۔کلاس کا وقت تو نکل ہی گیا ہے۔ناشتہ کر کے پھر پڑھنے بیٹھ جاتی ہوں۔"امتحانوں وقت زیادہ نہیں تھا اس لیے وہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔وہ اٹھ کر کھڑی ہو رہی تھی جب ساویز نے اس کا ہاتھ پکڑ اکر اپنے قریب بٹھایا۔

"مجھے لگا تھا کہ تم اپنی نیند صرف چاند کے لیے ہی برباد کرتی ہو گی۔میں نہیں چاہتا تم زبردستی خود کو جگا کر اپنی صحت خراب کرو۔سو جاؤ غنایہ!میں ویسے بھی آفس جانے والا ہوں۔"اس کی لٹ کو کان کے پیچھے کرتے ہوئے وہ بے حد نرمی سے بولا۔

"مگر۔۔"وہ تیزی سے کچھ کہتے رکی۔

"مگر کیا؟۔ "

"مگر میں آپ کے ساتھ ناشتہ کرنا چاہتی ہوں۔" نجانے یہ نئی اور دل خوش کر دینے والی خواہش اس کے من میں کب جاگی تھی۔ ساویز نے خوشگوار حیرت سے اسے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔۔ جیسے بے یقین ہو۔۔ خود پر یا اس کے جملے پر۔۔ غنایہ نے نگاہ جھکالی۔ وہ اس سے کیوں کہے کہ ساویز اب اس کے لیے اہم بنتا جا رہا ہے۔۔ وہ کیوں کہے کہ اب غنایہ اسے اجنبی لوگوں میں شمار نہیں کیا کرتی۔

"میرے ساتھ ؟۔ "

"ہاں۔" وہ ہنس دی۔

"تم مجھے بار بار اپنی باتوں سے چونکنے پر مجبور کر رہی ہو۔۔ اور اب تو مجھے لگنے لگا ہے جیسے یہ حقیقت سے دور ایک خواب ہو!۔" بھاری گھمبیر آواز غنایہ کے کانوں میں رس گھول گئی۔

"میرا بس دل چاہ رہا ہے کہ ہم ناشتہ ساتھ کریں۔"

"مجھے تو یاد بھی نہیں آخری بار ہم نے ساتھ ناشتہ کب کیا تھا۔" ساویز اٹھ کھڑا ہوا۔

"تو کیا آج ہم ناشتہ ساتھ کریں؟۔" اس کی آنکھیں چمکیں۔

"میں ایسا ہی چاہتا ہوں مگر۔۔" وہ لمحے بھر کو ٹھہرا۔ "تمہاری نیند پوری نہیں ہوئی اور مجھے سو فیصد یقین ہے کہ ناشتے کے بعد تم سونے کے بجائے پھر پڑھنے بیٹھ جاؤ گی۔ اس لیے چاہتا ہوں کہ تم سو جاؤ غنایہ! ہم کل ناشتہ ساتھ کریں گے۔" اس کے ہاتھ کی پشت پر اپنا ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ قدرے محبت سے بولا۔ غنایہ کی مسکراہٹ دھیمی ہوئی۔

"کیا آپ واقعی ایسا چاہتے ہیں؟ اچھی بیویاں ایسی تو نہیں ہوتیں۔ آپ آفس کب جاتے ہیں مجھے اکثر پتا نہیں چلتا۔ ناشتہ کیا یا نہیں! کچھ علم ہی نہیں ہوتا۔ مگر میں اب آپ کا خیال رکھنا چاہتی ہوں ساویز۔" اس کے اندر یہ تبدیلی بہت الگ اور بے حد خوبصورت تھی۔ اب بھلا کون مان سکتا تھا کہ یہ وہی غنایہ ہے جو سب سے زیادہ اپنے شوہر سے خوف کھایا کرتی تھی۔ فرش پر کھڑے ہوتے ہوئے اس نے چپلوں میں پیر اڑسے۔

ساویز نے دونوں شانوں سے اسے تھام کر اپنے بے حد قریب کیا۔

"تم ایک اچھی بیوی ہو غنایہ! یہ جانتے ہوئے بھی میں کیوں بے حس ہو جاؤں کہ تمہارے امتحانات قریب ہیں اور تم تیاری میں مشغول ہو۔۔ پھر میں تم سے کیوں کہوں کہ میرے لیے اٹھو اور میرے آفس جانے تک جاگی رہو! اگر ایک اچھی بیوی ہونا ضروری ہے تو ایک اچھا شوہر بننا ضروری نہیں؟۔" وہ اسے چھوٹی لڑکی کی طرح محسوس ہوتی۔ جو کسی معصومیت سے اسے پکارا کرتی تھی۔۔ خیر وہ اس سے چھوٹی تو تھی ہی۔۔ آٹھ سال چھوٹی۔۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اس کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھتا تھا۔

Safar ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آپ بہت اچھے ہیں ساویز!۔" اسے یقین نہ آیا کہ ساویز اس کے نصیب کا حصہ ہے۔۔ اتنا خوبصورت حصہ۔۔

یکدم ہی اسے اپنے نصیب پر رشک ہونے لگا۔ سارے دکھوں، غموں کا ازالہ ہونے لگا۔ ہر نماز کے بعد دعا میں اس نے ہمیشہ اللہ سے اچھا نصیب مانگا تھا۔۔ اور اللہ نے اسے ساویز جیسے مرد سے نوازا جو اپنی عورت کی قدر کرنا جانتا تھا۔

اسے یاد تھا کہ نیند سے بھری آنکھوں پر آہستگی سے ہاتھ پھیر کر ساویز نے اسے بستر پر لٹایا تھا۔۔ اس کا یوں مسکرانا غنایہ کو یاد تھا۔ نجانے کب تک وہ بالوں پر ہاتھ پھیرتا رہا تھا، وہ محسوس کرتی رہی تھی۔۔ اور نیند کی وادیوں میں اترنے سے پہلے اس نے ایک سوال کیا تھا۔

"آپ نے کہا تھا کہ اپنے بابا کو شادی کا بتادیں گے۔ کیا آپ نے بتا دیا؟۔" نجانے یہ سوال اس کے ذہن میں اچانک کیوں ابھرا تھا۔

"میں نے انہیں کچھ نہیں بتایا غنایہ۔۔ اگر میں انہیں بتادوں تو شاید ایک قیامت آجائے۔" وہ ہنس کر گویا ہوا تھا۔ "مگر تم فکر مت کرو۔ سب ٹھیک ہو گا۔" یہ آخری جملہ تھا جو غنایہ نے سنا تھا۔ نیند حاوی ہونے لگی اور وہ اب مطمئن تھی۔

---★★★---

"اس نے کہا وہ مینجر صرف میرا استعمال کر رہا ہے۔ مجھے نہیں لگتا کہ اسے ایسا کہنا چاہئیے تھا! اور جب تب دونوں کمپنیوں کے درمیان کانٹریکٹ سائن ہونے والا ہے۔ اتنا تو میں جان گئی ہو کہ اسے مینجر نہیں پسند۔۔" وہ کہتے ہوئے اپنے سسٹم کی جانب متوجہ ہوئی۔

"مینجر بھلا ایسا کیوں کریں گے۔ اگر انہوں نے کہا ہے تو لازمی رافع کو فارغ کرنا ہی ہو گا۔۔ لیکن اب تو رافع کہیں نہیں جانے والا۔ تم ہی نے تو کہا تھا کہ میر ویس نے کانٹریکٹ کے لیے انکار کر دیا ہے۔ پھر یقیناً وہ اب تک اپنے باس کو سب کچھ بتا چکا ہو گا۔" صوفیہ نے اپنی کافی کا کپ اٹھا کر لبوں سے لگایا۔

"مجھے اس سے یہ امید نہیں تھی کہ وہ یوں میرے ہی سامنے میرے اسٹاف کو برا کہے گا۔ ایک دفعہ یہ سب کچھ ہو جانے دو پھر میں اسے ثابت کر کے دکھاؤں گی مینجر اس کے کہے کے مطابق نہیں۔۔۔ ہاں وہ اپنی کمپنی کے لیے اچھا مینجر ہے مگر خود کو ہی بہترین سمجھنا کہاں کی عقلمندی ہے۔" آخری جملہ اس نے افسوس سے کہا تھا۔ صوفیہ نے کندھے اچکائے۔ وہ اب مزید اس بات کو ڈسکس نہیں کرنا چاہتی تھی۔

---★★★---

"تجھے دوست یاد نہیں آتا؟۔" اس کی آفس ٹیبل پر چابی رگڑتے ہوئے وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"ہیلو!۔" ساویز لیپ ٹاپ پر نگاہ ڈالتا ہوا فون کی جانب بڑھا۔ "میں نے نیلی فائل کے لیے کال کی ہے۔ جیسے ہی وہ مکمل ہو جائے، میرے پاس بجھوا دیں۔" دوسری طرف کمپنی کا ایمپلائی تھا۔ میر ویس گہری سانس خارج کرتا ہوا ساویز کو تکتا ہی رہ گیا۔

"تجھے دوست یاد نہیں آتا؟۔" اس بار کچھ دانت پیس کر پوچھا۔

"وہ نوٹ پیڈ پکڑانا۔" ساویز اسے اس بار پھر نظر انداز کر چکا تھا۔ میر ویس نے اپنے جانب رکھا نوٹ پیڈ اس کی جانب تقریباً پھینکا تھا۔ پانچ منٹ مزید انتظار کر کے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہاں تو تم کچھ کہہ رہے تھے۔" لیپ ٹاپ بند کر کے اس نے کھڑے ہوتے میر ویس کو دیکھا۔

"میرا یار بدل گیا۔" میر نے بے حد افسوس سے اسے دیکھا۔ "بیوی نے کہا تھا کہ آفس میں کسی بات نہیں کرو گے؟۔"

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

ساویز کا قہقہہ گونجا۔

"نہیں یار۔۔ وہ بیچاری کیا کہے گی۔ تم کیوں اٹھ گئے؟ بیٹھ جاؤ!۔ "

"آفس جانا ہے مجھے! آج باس آنے والے ہیں۔ میں نے سوچا تھا جم کی واپسی پر تم سے مل کر چلا جاؤں گا مگر تمہارے کام! یار واقعی بدل گیا ہے۔" جان کر افسوس سے کہتا وہ اپنی چابی اٹھاتے ہوئے باہر کی جانب بڑھ گیا۔ ساویز کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"میں تم سے ملنے آؤں گا۔ میرا انتظار کرنا۔" "کام کا بوجھ بہت زیادہ تھا۔ میر ویس نے اثبات میں سر ہلایا اور باہر نکل گیا۔

---★★★---

"میں خود اس سے بات کرتا اگر میرے اس کے ساتھ تعلقات اچھے ہوتے۔۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ ہم دونوں کی ہی آپس میں نہیں بنتی۔ اس دن جو کچھ ہوا مجھے صرف اس کمپنی کے کانٹریکٹ کے خاطر اسے مخاطب کرنا پڑا۔۔ یاد نہیں ہے کیسے غصے میں ہمارے ایمپلائیز کے بارے میں کہا تھا؟۔"روم سے آتی آوازیں باہر کھڑی عشنا کو سننے پر مجبور کر گئیں۔ وہ جو اپنے لیے چائے بنانے آئی تھی، وہیں ٹھہر کر مزید سننے لگی۔ مینجر کی بات پر وہ ٹھٹھکی۔۔

"تو تمہیں کیا لگتا ہے؟ کنٹریکٹ ہو جائے گا؟۔" اسسٹنٹ کی آواز کانوں پر پڑی۔

"عشنا نے کوئی خاص جواب نہیں دیا۔ یہ کوئی چھوٹا کانٹریکٹ نہیں! اگر ہاتھ سے نکل گیا تو باس بہت خفا ہوں گے۔" یہ آخری بات تھی جو اس نے مینجر کی سنی تھی۔ بھرا ہوا مگ اٹھاتے ہوئے وہ اپنے کیبن کی جانب بڑھ گئی۔ دماغ مسلسل کئی سوچوں میں الجھا ہوا تھا۔ نجانے آگے کیا ہونے والا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

---★★★---

ڈوپٹہ درست کرتے ہوئے وہ کچن میں داخل ہوئی تھی جہاں باریال پہلے سے کھڑا تھا۔ چائے دو مگ میں نکالتا ہوا وہ ذرا ٹھہر کر مسکرایا۔

"یہ ایک کپ تمہارے لیے۔۔"وہ جب سے آیا تھا کوئی نہ کوئی کام اس کے کرنے سے پہلے کر دیا کرتا تھا۔ غنایہ سوچتی ہی رہ گئی تھی کہ آخر وہ اس سے چاہتا کیا تھا۔

"میرے لیے کیوں؟۔ "

"کیونکہ تمہیں چائے پینا اچھا لگتا ہے اور تم ناشتہ میں ضرور چائے لیتی ہو۔ میں ناشتہ بنانے آیا تو سوچا تمہارے لیے بھی بنادوں۔" پیچھے سے ایک پلیٹ اٹھا کر اس نے غنایہ کے قریب رکھی۔ غنایہ کو عجیب سی حیرت ہوئی۔ دوابلے ہوئے انڈوں کے ساتھ چند بریڈ کے سلائس تھے۔

"مگر میرے لیے ناشتہ کیوں بنایا باریال بھائی!۔" اس نے ایک بار پھر پوچھا۔

"شاید اس لیے کیونکہ آج کل ہم دونوں ہی پڑھائی میں مصروف ہیں۔۔ اور ہم دونوں کو ہی وقت پر ناشتہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اچھے سے پڑھ سکیں۔" اس کے پاس کوئی جواب نہ بن سکا اس لیے یہی بول پڑا۔

"تھینک یو۔" وہ دھیما سا مسکرائی اور ٹرے تھام کر باہر چلی گئی۔ پیشانی پر بندھا کپڑا مزید ٹائٹ کرتا ہوا وہ ذرا سا مسکرایا تھا۔ اس کا یوں پہلی بار خود کی طرف دیکھ کر مسکرانا اسے اچھا لگا تھا۔

---★★★---

اس نے وقت دیکھتے ہوئے سنگھار میز کے آئینے میں خود کو دیکھا۔ ساویز آنے والا تھا اور وہ بلکل تیار کھڑی تھی۔ خوبصورت گلابی رنگ کی شرٹ پر ویسا ہی ڈوپٹہ اس پر اچھا لگ رہا تھا۔ اسے شوخ رنگ کبھی اتنے نہیں بھائے جتنے شادی کے بعد اچھے لگنے لگے تھے۔

"تم یہ جھمکے پہنو۔۔ یہ زیادہ بڑے بھی نہیں اور تم پر اچھے لگیں گے۔" ملازمہ خالہ اس کی بیوٹی باکس سے گولڈن جھمکیاں نکالتی ہوئی بولیں۔

"یہ سب بہت زیادہ نہیں ہو جائے گا خالہ؟ مطلب یہ سوٹ کافی نہیں؟ اور ہلکا پھلکا میک اپ تو کر ہی چکی ہوں۔" اس نے ایک بار پھر خود کو آئینے میں دیکھا۔ عجیب عجیب سے خیالات دماغ میں جاگنے لگے۔۔ کیا ہوا اگر وہ ساویز کو پسند ہی نہ آئے؟ اس کے لیے یوں پہلی بار اتنا تیار ہوتے ہوئے وہ بہت شرم محسوس کر رہی تھی۔

"نہیں بیٹا۔ یہ سب تیاریاں شوہر کے لیے ہی تو ہوتی ہیں۔ اسے اچھا لگے گا۔" وہ ٹھیک کہتی تھیں۔ جھمکیاں بڑی نہیں تھی۔۔ بلکہ چھوٹی چھوٹی خوبصورت نگینوں والی یہ جھمکیاں اسے واقعی اچھی لگنے لگیں۔ ساویز کی گاڑی کا ہارن بجا ہی تھا کہ غنایہ کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔ ایک عجیب سی شرم، جھجھک اور خوف سا پھیل گیا۔ ملازمہ خالہ نیچے چلی گئی تھیں اور وہ اپنے ڈولتے دل کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"کاش کہ میں گم ہو جاؤں۔" شرم کے مارے الفاظ پورے ادا نہ ہو سکے۔ انگلیاں مڑوڑتے ہوئے سنگھار کے آگے ہی کھڑی ہو گئی۔

"پانچ منٹ بھی نہیں گزرے تھے جب ساویز کمرے میں داخل ہوا تھا۔ آنکھیں گویا پھیلی تھیں اور ہاتھ سے لیپ ٹاپ بیگ چھوٹتے چھوٹتے بچا تھا۔

گہرے رنگ کے گلابی کپڑوں میں ملبوس وہ لڑکی اسے اپنے دل کے بے حد قریب محسوس ہوئی۔ دوسری جانب کھڑی غنایہ سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ نگاہ جھکا چکی تھی۔ دونوں کے درمیان خاموشی ہی پھیلی تھی۔ نہ ساویز بولا اور نہ غنایہ نے ہمت کی۔ وہ اسے تقریباً پھٹی آنکھوں سے سر تا پیر دیکھ رہا تھا۔ جب خاموشی لمبی ہونے لگی تو غنایہ نے ساویز کو دیکھا۔ کیا وہ اسے اچھی نہیں لگی تھی؟

"آج تم پہلے سے زیادہ میرے دل کے قریب محسوس ہو رہی ہو۔" کانوں کی جھمکیاں اس کی توجہ کا مرکز بن گئیں۔ یہ جملہ تھا کہ کوئی منتر۔۔ لبوں پر غنایہ کے مسکراہٹ پھیل گئی۔۔ خوبصورت سی شرمیلی سی۔۔

انہماک سے اسے دیکھتا ہوا وہ لیپ ٹاپ بیگ اور بازو میں لٹکا کوٹ وہیں رکھ کر اس کی جانب بڑھا۔ دل موہ لینے والی صورت اس کی توجہ کھینچ رہی تھی۔ اس کی جھمکیوں کو چھوتا ہوا وہ غنایہ کی بھوری آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"اگر آج دل بے قابو ہو گیا تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔۔"لبوں پر محبت بھری ایک خوبصورت مسکراہٹ قائم تھی۔ اس کا دل بے قابو ہونے سے پہلے غنایہ کی مسکراہٹ بے قابو ہو گئی۔ وہ حیا کے باعث نمودار ہونے والی رخسار کی سرخی کم کرنے کی کوشش کرنے لگی، مگر یہ سب جیسے ناممکن سا محسوس ہوا۔ اس کی حرکت نوٹ کرتا وہ زور سے ہنس دیا۔

"یہ تیاری میرے لیے ہے؟۔"لٹ اس کی آنکھوں سے دور کرتا ہوا وہ کان پیچھے کرنے لگا۔

"میں آپ کی ایک ہی بیوی ہوں۔"اس نے جواب دوسرے انداز میں جواب دینا چاہا تھا۔

"کیوں؟ تم سوکن لانا چاہ رہی ہو؟۔"لہجہ شریر ہو گیا۔ وہ لمبا چوڑا اس کی کلائی تھامے، نزدیک کھڑا تھا۔ بازوؤں کے ابھرے مسلز واضح محسوس ہو رہے تھے۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اللہ نہ کرے۔"وہ یکدم ہی بولی، مگر پھر احساس ہوا کہ وہ جلدی ہی بول گئی۔ ساویز کا قہقہہ گونجا تھا جب کہ وہ کھکھلا دی تھی۔

"مجھے یہ سب خواب سا کیوں محسوس ہو رہا ہے غنایہ؟۔"اس کی تعریف وہ جتنا کرتا، کم تھا۔

اس کا انتظار، صبر رائیگاں نہیں گیا تھا۔ وہ جو چاہتا تھا اسے مل گیا تھا۔۔ ایک محبت اور فکر کرنے والی بیوی جو اب بھی اسے دیکھ کر اپنائیت سے مسکرا رہی تھی۔ ایک ایسی بیوی جسے دیکھ کر محبت کم نہیں ہوتی تھی۔۔ بلکہ مزید بڑھ جایا کرتی تھی۔

اگر وہ خود کو خوش قسمت لوگوں میں شامل کرتا تو شاید اپنا نام سے اونچا اور اور سب سے پہلے لکھتا۔

وہ آج بلا جھجک اس کی کلائی تھامے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اور غنایہ نے ایک بار بھی اس سے نظریں نہیں چرائی تھیں۔۔ وہ بدک کر دور نہیں ہٹی تھی۔ خوف زدہ نگاہوں کی جگہ محبت نے لے لی تھی۔

اسی دم ساویز نے کرسی پر رکھے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر کچھ باہر نکالا تھا۔ کلائی نرمی سے تھام کر اپنی جانب کی اور گجرے کھول کر اس کی کلائی میں ڈالنے لگا۔ دل خوش کر دینے والی مہک کمرے میں پھیل رہی تھی۔ گلاب اور چنبیلی کے گہرے بھاری گجرے، اس کا دل مٹھی میں جکڑ گئے۔ انہیں گھروں کے درمیان سے ساویز نے گلاب کا حصہ توڑا تھا۔۔ یہ ایک چھوٹا سا پھول تھا جسے اب وہ غنایہ کے کان کے پیچھے لگا رہا تھا۔ اس نے آنکھیں موند لیں۔ یہ احساس پہلے سے زیادہ خوبصورت اور نیا تھا۔۔ ساویز ٹھیک کہتا تھا۔ یہ سب خواب کی مانند ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ابھی نیند سے جاگ جائیں گے اور پھر نہ غنایہ ہو گی، اور نہ ساویز۔۔

"یہ سنگھار صرف آپ کے لیے ہے!۔" گویا محبت کا کلام پھونکا گیا ہو۔ وہ نہال ہو گیا۔

"میں ساری زندگی کا ساتھ چاہتا ہوں غنایہ۔"

آواز دھیمی تھی۔۔ مگر بلا کی گھمبیر!

"میں ساری زندگی ساتھ رہوں گی ساویز۔" ایک مان تھا۔۔ احساس تھا۔۔ ایک یقین تھا۔۔

اتنے عرصے میں وہ جان چکی تھی کہ مضبوط سایہ دار دیوار کسے کہتے۔۔ صحیح معنوں میں حفاظت کسے کہتے ہیں۔۔ اسے فخر تھا اپنے باپ پر جس نے بہت سے مردوں میں اسے کے لیے ساویز کو ہی چنا۔۔

محبت سے دیکھتے ہوئے وہ ساویز کو اپنا اسیر کر رہی تھی۔ اس کی زندگی کی پہلی ایسی لڑکی جس پر وہ اب جان دیتا تھا۔

دونوں ہی قید تھے۔۔ ایک دوسرے کی محبت نے دونوں کے پیروں میں زنجیر ڈال دی تھی۔۔

جو دل کو اچھے لگتے ہوں انہیں زبردستی قید نہیں رکھتے۔۔ کہ جن کو آپ سے محبت ہوتی ہے، وہ خود ہی قید رہتے ہیں۔۔

---★★★---

موبائل پر آتی کال کی آواز پر اس کی آنکھ کھلی تھی۔ کروٹ لیتے ہوئے وہ اٹھ کر بیٹھا۔ غنایہ کہیں نہیں تھی ایک نگاہ صبح کے گیارہ بجاتی گھڑی پر ڈال کر اس نے بجتا موبائل اٹھایا۔

اسکرین پر نگاہ پڑی ہی تھی کہ آنکھیں حیرت سے ابل کر باہر نکلنے کو ہوئی۔ ایسے میں غنایہ کمرے میں داخل ہوئی۔ موبائل مسلسل بج رہا تھا مگر ساویز ششدر موبائل کو گھور رہا تھا۔

"آپ کال کیوں نہیں اٹھا رہے ساویز؟۔" وہ بھی کچھ حیران ہوئی۔

"بب۔ بابا۔" ہکلاتے ہوئے الفاظ ادا ہوئے۔ وہ حیران ہونے کے بجائے مسکرا دی۔

"یہ تو اچھی بات ہے کہ ان کی اتنے وقتوں بعد خود کال آگئی۔ آپ کال پک کریں ورنہ بند ہو جائے گی۔" نیلے لان کا سوٹ پہنی غنایہ فریش تھی۔ البتہ ساویز بکھرے بالوں اور نیند سے اڑا چہرہ لیے بیٹھا تھا۔

غنایہ جانتی نہیں تھی کہ کیا قیامت آنے والی ہے۔

گہری سانس خارج کرتے ہوئے ساویز نے کچھ سہم کر کال اٹھائی۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR WRITE

"ہیلو۔۔" آواز نیند سے اٹھنے کی وجہ سے قدرے بھاری تھی۔

"الو کے پٹھے!!۔" دوسری جانب سے دھاڑ گونجی تھی اور ساویز نے موبائل کان سے دور کیا تھا۔

"کیا کہا انہوں نے؟۔" اسے یوں موبائل کان سے دور کرتے دیکھ کر سنگھار میز کی طرف کھڑی غنایہ نے جلدی سے پوچھا۔

"کہہ رہے ہیں 'میرے بچے'۔" لبوں پر زبردستی مسکراہٹ لائی گئی۔ اس نے دوبارہ موبائل کان سے لگایا۔

"تھینک یو بابا۔" کمبل خود پر سے ہٹاتے ہوئے بستر سے اتر کر فرش پر کھڑا ہوا۔

"تو نے شادی کر لی ہے؟؟ مجھے ابھی میرے اسسٹنٹ نے بتایا ہے۔" وہ غصے میں چیخ رہے تھے اور غنایہ حیرانی سے فون سے باہر آتی ان کی آواز سن رہی تھی۔

"باباوہ۔۔۔" وہ ابھی مزید کچھ کہتا کہ آگے سے ان کی کان پھاڑ دینے والی آواز ابھری۔

"آیک لفظ مزید نہیں!۔" ان کی شخصیت کا ایک رعب تھا جو ساویز پر اب بھی قائم تھا۔ گویا اسے چپ لگ گئی۔ غنایہ اتنا تو جان چکی تھی کہ گفتگو خوشگوار نہیں۔۔

ساویز نے لب بھینچ کر ٹیرس کے کھلے دروازے کی جانب دیکھا۔ "میں آرہا ہوں پرسوں کی فلائٹ سے پاکستان! دیکھتا ہوں وہاں آکر تمہیں!۔" ان کی سنجیدہ آواز ساویز کو لب بھینچنے پر مجبور کر گئی۔ اب یقیناً جو ہونے والا تھا وہ ٹھیک نہیں تھا! بابا ہمیشہ غصے کے تیز رہے تھے۔۔ فون بیڈ پر پھینکتے ہوئے اس نے پیچھے مڑ کر غنایہ کو دیکھنا چاہا۔۔ مگر وہ وہاں کہیں نہیں تھی جس کا مطلب تھا کہ وہ نیچے جا چکی۔ گہری سانس خارج کرتا ہوا وہ واش روم کی جانب بڑھ گیا۔

---★★★---

"کیاوہ چلا گیا؟۔" اندھیرے کمرے میں ملگجی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ایک ہاتھ میں موجود سفید چھوٹے کپڑے سے دوسرے ہاتھ میں موجود پستول صاف کر رہا تھا۔

"نہیں!عادل کا کوئی فون نہیں آیا باس!۔" خرم نے ایک نگاہ فون پر ڈالی۔

"عادل سے کہنا ہمارا وہیں انتظار کرے۔" پیشانی پر ہلکے بل نمودار تھے اور ہری آنکھیں سنجیدگی کے باعث آدھی کھلی تھیں۔

"اس کے گھر میں ایک لڑکے کا اضافہ ہوا ہے۔" اس نے بتانا ضروری سمجھا۔

"باریال؟۔" ایک آئبرو اچکائی گئی۔

"ہاں شاید۔۔عادل نے یہی نام بتایا تھا۔ "

وجاہت کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی تو بائیں گال کا ڈمپل گہرا ہو گیا۔

"وہ کوئی بڑی بات نہیں!۔ "

"مگر ساویز کی بیوی کے علاوہ چار لوگ ہیں باس!ایک بوڑھی عورت،ایک چھوٹا لڑکا،چوکیدار اور باریال!۔" وہ چاہتا تھا کہ وجاہت اس بارے میں سوچے اور آج جانے کا سلسلہ ملتوی کر دے!اتنے سارے لوگوں کو قابو میں کرنا مشکل ہو گا۔

"وجاہت کسی کے باپ سے نہیں ڈرتا۔" یکدم ہی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔خرم کی جانب اپنی چمکتی پستول اچھالی اور کرسی کی پشت سے کوٹ اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

---★★★---

وہ آفس جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا جب ساویز کی کال سے موبائل بج اٹھا۔ ایک نظر وقت دیکھتے ہوئے وہ کال اٹھانے بڑھا۔

"اسلام علیکم۔"

"وعلیکم اسلام! کیا ہم مل سکتے ہیں؟۔" وہ پریشانی سے گویا ہوا۔

"سب خیریت ہے؟۔" اس کا یوں ملنے کا کہنا یقیناً کوئی ایمرجنسی لایا ہو گا۔

"یہ ابھی بتانے کا فائدہ نہیں۔۔ آدھے گھنٹے میں رائل ریسٹورینٹ پہنچ جانا۔ میں ناشتے کی میز پر جا رہا ہوں۔" اس نے تاکید کرتے ہوئے کال رکھی اور موبائل میں جیب میں ڈالتا ہوا نیچے بڑھ گیا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم آج یونیورسٹی نہیں جاؤ گی؟۔" غنایہ کچن میں تھی جب اس نے زینے اترتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"نہیں! میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ایک ہفتہ گھر میں گزار کر امتحان کی تیاری کروں۔" کچن کی کے دروازے سے غنایہ نے سر نکال کر جواب دیا۔

اس کی آواز سن کر وہ مسکراتا ہوا اب مزید بہتر محسوس کرنے لگا۔ میز پر ناشتے کے لوازمات سجائے ہوئے تھے۔

"میز تو سجی ہوئی ہے مگر میز سجانے والی کہاں ہے؟۔" کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے کچن میں مڑ کر دیکھا۔ ساویز کی گھمبیر آواز گونجی۔ غنایہ دھیما سا مسکراتے ہوئے کچن سے باہر آئی۔

"آپ کافی پیتے ہیں یا چائے؟۔" اسے معلوم نہیں تھا اس لیے کچن کے دروازے پر کھڑے ہو کر پوچھنے لگی۔

"میں محبت کا جام پیتا ہوں۔" شریر سی مسکراہٹ لبوں کا حصہ بنی تھی۔ وہ اٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے میز کی جانب لے کر آیا اور اس کے لیے کرسی کھینچنے لگا۔

"محبت کا جام پینے سے محبت ہو جاتی ہے؟۔" اس کی ہلکی ہلکی شیو دیکھتے ہوئے کچھ مختلف انداز میں بولی۔

"مجھے تو تم سے ہو جاتی ہے محبت! اور جب میری جانب مسکرا کر دیکھتی ہو تو یہ مزید بڑھ جاتی ہے۔" بریڈ کا لقمہ توڑ کر اس نے غنایہ کے لبوں کے آگے کیا۔ وہ کچھ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ مقصد سمجھنے پر حیا سی آنے لگی۔ ساویز نے بھنویں اچکائیں۔ غنایہ نے دھیما سا مسکرا کر اس کے ہاتھ سے ناشتے کا پہلا نوالہ منہ میں ڈالا۔

"اب اتنا شرماؤ گی تو میں تمہیں یونہی دیکھتا رہوں گا۔" وہ جواباً ہنس کر ناشتہ شروع کر چکا تھا۔

"مجھے بہت شرم آتی ہے۔" اس بات پر وہ مزید شرم سے نگاہیں نیچی کر گئی۔

"چند ماہ میں یہ شرم بھی مٹ جائے گی جب تمہیں میری محبت اور اس کے اظہار کی عادت ہو جائے گی۔" اس کے آگے ناشتے کی پلیٹ رکھتا ہوا وہ بریڈ کے سلائس نکالنے لگا۔

"نہیں! مجھے ہمیشہ آپ سے یونہی شرم آئے گی ساویز۔ مجھے یقین ہے!۔ "

"ایک سال بعد بھی؟۔" وہ کچھ حیران ہوا۔

"پانچ سال بعد بھی!۔" اور غنایہ اسے مزید حیران کر گئی۔

"مجھے حیرانی ہے۔ "

"اور مجھے بھوک!۔" اس کے جواب پر وہ دونوں ہی مسکرا دیے۔ وہ اب مزید انتظار نہ کرتے ہوئے ساویز کے ساتھ ناشتہ کرنے لگی۔ "آپ کی بابا سے کیا بات ہوئی؟ کیا وہ غصہ تھے؟۔" وہ اس بارے میں کافی دیر سے بات کرنا چاہ رہی تھی۔

"انہیں شادی کے بارے میں پتا چل گیا ہے۔ اگر میں انہیں خود پہلے بتا دیتا تو شاید وہ کبھی اتنا غصہ نہ کرتے۔" اس نے خشک لبوں پر پھیری۔

"کیا یہ فکر مندی کی بات ہے؟۔" وہ جلدی ہی پریشانی ہو جاتی تھی۔ ساویز نے اس کا چہرہ دیکھا اور پھر چاہ کر بھی نظر نہ ہٹا سکا۔ تازہ دم، نیلے رنگ کے سادے سے لان کے سوٹ میں ملبوس وہ اسے ہمیشہ کی طرح پیاری لگی۔ پیشانی پر ہلکی ہلکی پریشانی کی شکنیں تھیں، جو ہمیشہ جلد ہی نمودار ہو جایا کرتی تھیں۔

"فکر کی بات ہو گی تو اسے میں سنبھالوں گا غنایہ! تم میری بیوی ہو۔۔ ہمیشہ ان سب سے محفوظ رہو گی۔" اس کے لہجے میں ایک یقین تھا کہ کبھی وہ غنایہ کو پریشانی / تکلیف سہنے کا موقع ہی نہیں دے گا۔ ہونٹوں پر مطمئن مسکراہٹ سی پھیل گئی۔ ساویز نے ناشتہ ختم کر کے ٹھنڈے پانی کی جانب ہاتھ بڑھایا۔

"آپ آفس چلے جائیں گے تو میں آپ کے لوٹ آنے کا انتظار کروں گی۔" اس نے آخری لقمہ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"اور میں تمہارے اس انتظار کا انتظار کروں گا۔" وہ کیا لڑکی تھی۔۔ پل بھر میں روپ بدل لینے والی۔۔ مگر ہاں یہ روپ زیادہ سہانا تھا کہ وہ ساری زندگی غنایہ کے اس روپ کے ساتھ ہی گزار دینا چاہتا تھا۔

"آپ کی باتوں سے مجھے احساس ہوتا ہے کہ اللہ نے مجھے ایک مضبوط مرد کا ساتھ دیا ہے۔" نگاہیں میز کو تک رہی تھیں۔وہ مسکرا نہیں رہی تھی۔۔یہ اس کے جذبات تھے۔

"ایک بے پناہ محبت کرنے والا شوہر بھی۔۔"خود سے ہی جملے میں اضافہ کرتا ہوا وہ اس کی ٹھوڑی چھوتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔غنایہ ہنسی نہیں تھی۔۔وہ خاموش رہی کیونکہ وہ ساویز کی بات سے اتفاق کرتی تھی۔

اس کے ساتھ چلتے ہوئے وہ گیراج تک آئی۔ساویز نے اپنا لیپ ٹاپ بیگ گاڑی میں رکھا اور اس کی جانب بڑھا۔وہ اس کو یوں پلٹتا دیکھ کر تھوڑا حیران ہوئی تھی۔

"کچھ رہ گیا ہے کیا؟۔"یہ سوچ کر کہ اگر کچھ رہ گیا ہو گا تو وہ اوپر سے لے آئے گی،پوچھ بیٹھی۔

"ہاں۔۔"کہتے ساتھ ہی اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے،بھوری آنکھوں میں اپنا عکس دیکھنے لگا۔اس کی آنکھوں کے بھورے رنگ میں ایک خاص بات تھی جو ساویز کو کبھی اپنی آنکھوں کے رنگ میں نہ ملی۔وہ رنگ ہمیشہ روشنی میں آکر مزید ہلکا ہو جایا کرتا تھا۔۔دھوپ پڑنے سے پہلے ہی۔۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تمہارا شکریہ غنایہ۔۔تم نے خود کو میرے لیے بدلا ہے۔"اس کے ہاتھ کی پشت سہلاتا ہوا وہ قدرے محبت سے بولا۔

"میں نے یہ بدلاؤ اپنے لیے بھی کیا ہے ساویز۔۔میں بھی ایک سکون بھری اور خوبصورت زندگی کی خواہشمند تھی۔ اللہ نے میرے دل میں آپ کی جانب سے اطمینان ڈال دیا۔"غنایہ کو خود بھی امید نہیں تھی کہ وہ یہ سب ساویز سے کہہ رہی ہے۔وہ مسکرایا تھا اور جانے سے پہلے ایک آخری بار صحیح سے دیکھ رہا تھا۔

گاڑی میں بیٹھتے ہوئے نجانے اس کا دل کیوں چاہا کہ وہ ٹھہر جائے۔ایک عجیب سا احساس دل میں پیدا ہونے لگا۔۔ گاڑی کا سیاہ شیشہ نیچے کرتے ہوئے اس نے کچھ ہی دور کھڑی مسکراتی غنایہ کو دیکھا تو شدت سے دل چاہا کہ اسے رک

جانا چاہئیے۔ دل بے سکون ہونے لگا۔ چوکیدار کو خدا حافظ کرتے ہوئے گاڑی باہر سڑک پر لے آیا۔ دروازہ بند ہو رہا تھا جب ساویز نے ایک بار پھر غنایہ کو دیکھا۔۔اس کی غنایہ!

---★★★---

"کیا؟؟۔"میر ویس نے چونک کر کافی کا مگ میز پر رکھا۔" مگر کیسے اور کیوں؟ اتنے سالوں میں تو ایک بار چکر نہیں لگایا اور اب اچانک سے دو دن بعد پاکستان آرہے ہیں؟۔" آنکھیں حیرت پھٹی ہوئی تھیں۔

"مجھے نہیں علم تھا کہ بات میری کمپنی سے سنگاپور پہنچ جائے گی! ظاہر ہے یہ بات تو چلنی ہی تھی۔اس لیے میں فالحال آفس میں بتانا نہیں چاہتا تھا۔ تم نہیں جانتے کیا ہنگامہ ہونے والا ہے!۔"ٹانگ پر ٹانگ جماتے ہوئے پیشانی رگڑتا ہوا بولا۔

"زیادہ سے زیادہ کیا ہو گا؟ وہ غصہ کریں گے، چند گالیوں سے نوازیں گے۔۔تم یہ سب برداشت کر لینا۔"میر ویس جو کبھی ٹینشن میں آیا ہو۔اس کے پاس تو مشوروں کی ایک فہرست تھی۔ساویز نے گہری سانس بھری۔

"میں نے بھی کچھ یہی سوچا ہے۔امید کرتا ہوں کہ بات زیادہ نہیں بڑھے گی۔"وہ اٹھ کھڑا ہوا۔"مجھے آفس کے لیے نکلنا ہے اس لیے مزید نہیں رک سکتا۔"اس کی جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بولا۔

"ہاں!اور ویسے بھی اگلی ملاقات تو لگتا ہے انکل کے آنے پر ہو ہی جائے گی۔"مسکراہٹ گہری ہوئی تو ساویز محض بے بسی میں سر ہلاتا رہ گیا۔

---★★★---

"باریال بھائی میں ناشتہ کر چکی ہوں۔ آپ میرے لیے ناشتہ مت بنائیے گا۔" میز سے ناشتے کے برتن سمیٹتے ہوئے وہ، کمرے سے باہر آتے باریال سے بولی۔

"یعنی آج مجھے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑے گی۔" وہ مسکراتے ساتھ وہیں میز کے ساتھ لگی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"آپ کہیں گے تو میں آپ کا ناشتہ بنا دوں گی۔" موڈ آج بے حد خوش گوار تھا۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں غنایہ! بلکہ ایک کام کرتے ہیں! دوپہر کا کھانا میں بنانے کا سوچ رہا ہوں۔ تو بتاؤ کیا کھانا چاہو گی؟۔" پیشانی پر اب بھی سیاہ کپڑا بندھا ہوا تھا۔

"ملازمہ خالہ بنا دیں گی باریال بھائی۔ آپ کے امتحانات چل رہے ہیں۔" اسے یاد تو وہ کیسے دو، تین پرچے ان چند دنوں میں دے کر آیا تھا۔

"ارے بس کرو! میں کل رات کا جاگا ہوا ہوں اور پڑھ پڑھ کر اب تھک گیا ہوں۔ کل آخری امتحان ہے اور اب میں سوچ رہا ہوں کہ آج بریانی بنا لینی چاہیئے۔ "

غنایہ مسکرا دی۔

"پھر تو میں بھی بریانی ہی کھانا چاہوں گی۔" وہ برتنوں کو کچن میں رکھ کر باہر آئی۔

"خالہ کہاں ہیں؟۔" اسے یکدم ہی یاد آیا تو پوچھ بیٹھا۔

"وہ اسٹور روم میں کوئی کام کر رہی ہیں۔ آتی ہوں گی۔" غنایہ زینے کی جانب بڑھ رہی تھی جب کسی سوال نے اس کے قدم روکے۔ "آپ سے ایک بات پوچھوں؟۔" نگاہ اس کی پیشانی پر بندھے سیاہ کپڑے کی جانب تھی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہاں۔ "

"یہ کالا کپڑا کیوں باندھتے ہیں آپ؟۔"ایک عجیب سا تجسس تھا۔۔

"اوہ یہ!۔"اس نے کپڑا اتار کر میز پر رکھا۔"میں جب کھیت میں ابا کے ساتھ کام کرتا تھا تو یہ کپڑا بندھا کرتا تھا۔بس تب سے ہی عادت ہے۔ "

"ویسے آپ اس کالے کپڑے کے بغیر بھی اچھے لگتے ہیں۔"وہ مسکراتی ہوئی اوپر بڑھنے لگی۔"میں پڑھنے جا رہی ہوں۔میری ضرورت پڑے تو بلا لے گا۔ "

عشنا سے بات ہوئے عرصہ ہو گیا تھا۔موقع ملا تو سوچا کیوں نہ بات کر لی جائے۔ارادہ کرتی ہوئی وہ اوپر بڑھ گئی۔

---★★★---

"عجیب مصیبت ہے!مجھے سمجھ نہیں آتا جب یہ اپنے ایمپلائیز سے اتنا کام لیتے ہیں تو انہیں اتنا معاوضہ کیوں نہیں دیتے!اتنی مہنگائی ہو گئی ہے۔اب تو میں ہر ہفتے میک ڈونلڈز بھی نہیں کھا پاتی!۔"جانے غصہ کس بات کا تھا۔مہنگائی کا یا میک ڈونلڈز نہ کھانے کا۔

"میرے خرچے تو سراقہ دیکھتا ہے۔"صوفیہ مزے میں بولی۔

"تو پھر تمہاری سیلری؟۔"عشنا نے آنکھیں پھاڑیں۔"پھر تو تم وہ سیلری صرف اپنی ذات پر ہی خرچ کرتی ہو گی۔"ایک آہ بھری گئی۔

"نہیں۔۔میں سیونگز کر رہی ہوں۔سیلری سیدھا میرے بینک اکاؤنٹ میں جاتی ہے۔میری خواہشات اور ضروریات پوری کرنے والا موجود ہے۔"وہ اپنے شوہر کو سوچتے ہوئے مسکرائی۔

"سراقہ کتنا اچھا ہے۔" اسے اپنے خرچے یاد آنے لگے۔ گھر کے بل اور گروسری اس کی آدھی سے زیادہ سیلری کھا جاتی تھی۔

"سراقہ میرا شوہر ہے عشنا۔ یہ سب اس کی ہی ذمہ داری ہے۔ اپنی بیوی کی ضروریات پوری کرنا شوہر پر فرض ہے۔ اس لیے تو میں کہتی ہوں کہ تم بھی شادی کر لو۔"

"اففف اب تم مجھے میرا دل شادی کی طرف راغب کر رہی ہو۔" صوفیہ کی باتیں ہمیشہ اس کا دل شادی کی جانب موڑ دیتی تھیں۔ وہ ابھی مزید اس بارے میں بات کرتی اگر غنایہ کی کال اسے موبائل کی جانب متوجہ نہ کرتی۔ لبوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کال اٹھا کر موبائل کان سے لگایا۔

"ہیلو؟۔"

"کیسی ہو عشنا؟۔" دھیمی خوشگوار آواز ابھری۔

"میں ٹھیک ہوں۔ تم بتاؤ؟ آواز سے بہت اچھی محسوس لگ رہی ہو۔"

"تمہارا اندازہ بلکل ٹھیک ہے۔ اب سب کچھ بہتر ہے۔۔ ساویز کے لیے میرے دل میں محبت بڑھ رہی ہے۔" آواز میں خوشی واضح تھی۔

"یہ تو واقعی ایک بے حد اچھی بات ہے! مجھے تم دونوں کے لیے خوشی ہے۔" ساتھ ساتھ کیبورڈ پر انگلیاں بھی چل رہی تھیں۔

"انہوں نے کہا ہے وہ میرا ساتھ تمام عمر کے لیے چاہتے ہیں۔ تم جانتی ہو یہ جملہ کتنا گہرا محسوس ہوتا ہے۔" جہاں غنایہ خوش تھی وہیں عشنا کو عجیب سا محسوس ہوا۔

"نہیں میں نہیں جانتی۔۔"کچھ عجیب سے تاثرات چہرے پر پھیلے۔"تم جانتی ہو مجھے کبھی محبت نہیں ہوئی اس لیے یہ جملے مجھے بلکل نہیں بھاتے۔ "

اس کی بات پر غنایہ کھلاکھلا دی تھی جبکہ عشنا مسکرا دی۔

"اب تمہیں بھی شادی کرلینی چاہیئے!۔"اس نے کچھ سوچ کر کہا۔عشنا کا جھنجھلانا وہ فون کے اس پار محسوس کر سکتی تھی۔

---★★★---

"کون؟۔"دروازہ بجنے پر چوکیدار نے دروازے کے سوراخ سے باہر جھانک کر پوچھا۔عادل بندوق کو ہاتھ سے کمر کے پیچھے چھپائے کھڑا آواز پر ہوشیار ہوا۔وہ جانتا تھا کہ دروازے کے سوراخ سے چوکیدار اسے دیکھ سکتا ہے۔

"میں ساویز صاحب کے آفس سے آیا ہوں۔انہوں نے مجھے پیلی فائل لینے گھر بھیجا ہے۔"بظاہر بے چارگی سے کہتا ہوئے وہ اسے جال میں پھنسانے لگا۔کچھ ہی دور اپنی سیاہ گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا وجاہت،عادل کی اداکاری پر مسکرایا۔

"مگر صاحب جی کا اس متعلق کوئی فون تو نہیں آیا۔"دروازے کے پار کھڑے چوکیدار کی پیشانی پر پریشانی کے تاثرات ابھرے۔اس سے قبل وہ یہ کہتا کہ میں گھر کے ٹیلیفون سے ساویز کو کال کرتا ہوں،عادل نے موبائل نکال کر کچھ الٹا سیدھا ٹائپ کیا اور موبائل کان سے لگالیا۔

"ہیلو باس!میں گھر آیا ہوں مگر چوکیدار اندر نہیں آنے دے رہا۔اگر آپ اپنے گارڈ سے بات کرلیں تو وہ شاید مجھے وہ فائل لینے دے۔ "

چوکیدار اسے چھوٹے سے سوراخ سے اب بھی جھانک رہا تھا۔

"اوہ اچھا!۔" عادل نے مہارت سے موبائل کان سے ہٹایا اور دروازے کی جانب نگاہ مرکوز کی۔

"اگر آپ کو یقین نہیں تو یہ لیں۔۔ ساویز صاحب سے بات کرسکتے ہیں، وہ کال پر ہی ہیں۔ انہوں نے کہا ارجنٹ میٹنگ کی وجہ سے وہ آپ کو آگاہ نہیں کرسکے تھے۔" اس کی بات پر جہاں چوکیدار کے شک دور ہوئے وہیں دور کھڑے خرم نے گاڑی سے ٹیک لگائے وجاہت کی جانب مسکرا کر دیکھا تھا۔ وجاہت کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ خرم کے ہاتھ سے چنوں کی تھیلی لیتے ہوئے اس نے ایک ساتھ کئی چنے منہ میں ڈالے۔

"ساویز صاحب اب بھی کال پر ہیں؟۔" اسے شک تھا۔۔ مگر وہ یہ سوچنے لگا کہ اگر اس نے شک کی بنیاد پر باہر کھڑے اس آدمی کو مشکوک سمجھا اور ساویز صاحب واقعی کال پر ہوئے تو بے حد غلط بات ہو جائے گی۔ بظاہر دروازہ کھول کر کال پر بات کرنے کی ہامی بھرتے ہوئے وہ دروازے کا لاک کھولنے لگا۔

"بے وقوف آدمی!۔" وجاہت استہزائیہ ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلانے لگا۔ عادل نے مڑ کر دونوں کو سرسری نگاہ دیکھا تھا جیسے کہہ رہا ہوں کہ کام بن رہا ہے۔ وہ ابھی مسکرا نہیں سکتا تھا کیونکہ چوکیدار اس سوراخ سے اسے دیکھ رہا تھا۔

دروازہ کھلنا ہی تھا کہ باہر آتے چوکیدار کی پیشانی پر عادل نے پستول رکھی۔

"اندر چلو!۔" سختی سے کہتے ہوئے اس نے گھبرائے چوکیدار کو دروازے کے اندر کیا اور خود بھی اندر بڑھ گیا۔

وجاہت نے چنوں کی تھیلی خرم کو تھمائی اور دروازے کے اندر بڑھ گیا۔ وہ چوکیدار سہم کر کھڑا اس سے التجا کر رہا تھا۔

"خدارا ایسا مت کریں!۔" دروازہ کھولنا اس کی سب سے بڑی غلطی تھی۔

"بندوق گاڑی میں رکھ کر آؤ! اندر ایک چھوٹا بچہ بھی ہے۔" بھاری آواز میں اس نے عادل سے کہا۔ خرم نے اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر پستول کو محسوس کیا۔ عادل نے اثبات میں سر ہلایا اور چوکیدار کو خرم کے حوالے کر کے گاڑی میں بندوق رکھنے بڑھا۔

"اندر ساتھ چل ہمارے!۔" بوڑھے چوکیدار کو بازو سے پکڑ کر خرم نے آگے دھکیلا۔

وجاہت ان دونوں سے آگے لاؤنج کی جانب بڑھ رہا تھا۔ لان خالی تھا۔ وہ ہر چیز کو بے حد غور سے دیکھ رہا تھا۔ یکدم ہی ملازمہ خالہ وجاہت کو دیکھ کر خوف سے چیخیں۔ ان کی چیخ پر باریال اپنے کمرے سے باہر آیا اور پھٹیں آنکھوں سے وجاہت کو دیکھ رہا تھا۔ اسے باریال سمیت کسی کو کچھ کہنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ عادل نے پستول دکھا کر سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"تم کہاں چلے آرہے ہو۔" باریال اس کی جانب بڑھ رہا تھا جب خرم نے اس کے سینے پر بازو رکھ کر، اسے روکا۔

"خاموش!!۔" وہ چیخا۔ تیرہ چودہ سال کا نوفل گھبرا گیا۔ اس نے لاونج کے دروازے سے باہر بھاگنا چاہا تھا جب خرم نے تیزی سے پکڑ کر اسے پیچھے زمین پر دھکا دیا۔ وہ بری طرح پلٹی کھا کر زمین پر گرا تھا۔

"دھیرے خرم! کسی کو زخمی نہیں ہونے دینا۔" وجاہت نے اس موقع پر پہلی بار کچھ کہا۔ اس کا رخ سیڑھیوں کی جانب تھا۔

"وجاہت تم ایسا نہیں کر سکتے!!۔" باریال نے اس بار التجا کی۔ سانسیں پھولی ہوئی تھی۔ وہ کسی طور اسے اوپر جانے نہیں دینا چاہتا تھا۔

وجاہت مسکرایا اور پلٹ کر اسے دیکھنے لگا۔

"وجاہت ایسا کر سکتا ہے باریال! بلکہ یہ کہو کہ وجاہت 'ہی' ایسا کر سکتا ہے۔ تم فکر نہیں کرو! غنایہ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ چند باتیں کر کے پلٹ جاؤں گا۔" مسکراہٹ گہری ہوئی تو ڈمپل واضح ہونے لگے۔ باریال نے لب بھینچ لیے۔۔ "پستول کا بلکل استعمال نہ ہو! خیال رکھنا۔" ایک نظر عادل اور خرم پر ڈالتا ہوا وہ اوپر کی جانب بڑھ گیا۔ نوفل اٹھ کر دوبارہ بھاگنے کی کوشش کرنے لگا جب خرم نے غصے سے مکا اس کی ناک پر مارا۔ وہ ایک بار پھر لڑھک کر گرا تھا۔ ناک سے بہتا خون فرش پر ٹپکنے لگا تو باریال نے اذیت سے خرم کو دیکھا۔

"تمہاری یہ ہمت!!۔" قدم اس کی جانب بڑھے جب اس نے باریال کو گریبان سے پکڑ کر سر پر پستول ماری تھی۔

"اب کچھ نہیں بولے گا!۔" استہزایہ ہنس کر وہ دور ہٹا۔

باریال دیوار کے سہارے اپنا سر پکڑ کر نیچے بیٹھ گیا۔

"ایسا مت کرو خدارا! تم لوگوں کے گھروں میں مائیں بہنیں نہیں ہیں؟۔" خالہ خوف سے رو پڑیں۔

"خاموشی سے کونے میں پڑے رہو! یہ پستول چل بھی سکتی ہے۔" اس بار عادل منہ بگاڑ کر بولا تھا۔ گویا ماحول میں خاموشی چھا گئی۔

---★★★---

"امی ابا سے ملنے کب جاؤ گی؟ وہ پوچھ رہی تھیں تمہارا۔ "

"ابھی وقت نہیں۔۔ کوشش کروں گی کہ اتوار کو چلی جاؤں۔ "

"اور مجھ سے ملنے کب آؤ گی؟۔" لہجے میں اپنائیت تھی۔

"جب حالات ہمیں ملوادیں۔" اس بار عشنا کھکھلائی تھی۔ وہ ابھی مزید کچھ کہتی کہ فون کی دوسری طرف اسے چیخ و پکار کی آواز سنائی دی۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟۔" وہ چونکی۔

"یہ تو باریال بھائی کی آواز تھی۔" غنایہ کو بوکھلانا عشنا کی پریشانی میں اضافہ کر گیا۔ اس کے ساتھ ہی مزید چیخنے کی آوازیں آنے لگیں تو وہ بری طرح گھبرا گئی۔ "میں دیکھتی ہوں۔" کمرے کا دروازہ لاک تھا۔

"کال مت کاٹنا۔ میرے ساتھ رابطے میں رہو۔" اس نے تیزی سے تنبیہ کی۔

غنایہ ابھی دروازے کی جانب بڑھتی ہی کہ کسی نے دستک دے کر تیزی سے دروازہ کھولا۔ اجنبی چہرے کو دیکھ کر وہ خوف سے چیخ اٹھی۔ وجاہت نے اسے بری طرح بدک کر دور ہٹتے ہوئے دیکھا۔ کانوں سے لگا فون فرش پر گر کر ٹوٹ گیا۔ آہستگی سے اسے دیکھتے ہوئے وہ اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"میرے قریب مت آنا۔" وہ چیخ کر گھبراتی ہوئی دیوار سے لگ گئی۔ ہونٹ لرزنے لگے۔

"کیسی ہو غنایہ۔" وہی مخصوص مسکراہٹ۔

"تت۔ تم کون ہو؟۔" وہ زور سے چیخ کر بولی۔

"میں؟۔" اس نے اپنی طرف اشارہ کیا۔ "تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں۔۔ میں ساویز کا پرانا دوست ہوں!۔" ہاتھ میں پکڑ پستول پر اس نے انگلی رگڑی۔ غنایہ نے اس کی ہری آنکھوں میں ایک غصہ دیکھا۔

"میرے قریب مت آنا خدارا! میں مر جاؤں گی۔" ہونٹ کپکپا رہے تھے جس کی وجہ سے الفاظ صحیح سے ادا نہیں ہو سکے۔ آنسوؤں نے رخسار کا رخ کیا۔ وہ دیوار سے گویا چپک کر کھڑی تھی۔ اس کے کنارے سے ہوتے ہوئے وہ باہر کی جانب بھاگنے لگی جب وجاہت تیزی سے اس کے آگے آ کر کھڑا ہوا۔

"میں تمہارے ساتھ کچھ نہیں کروں گا غنایہ! کم از کم میں بے غیرت نہیں!۔" چہرہ بلا کا سنجیدہ تھا۔

"مجھے مت مارو۔۔" ہچکیوں کے درمیان وہ اس کی پستول کو دیکھتے ہوئے بولی۔ سنگھار میز کی کرسی کھینچ کر اس نے غنایہ کی طرف کچھ دور فاصلے پر رکھی، اور بیٹھ گیا۔

"یہ پستول۔۔۔" وہ ٹھہرا اور اپنے ہاتھ میں موجود پستول دیکھنے لگا۔ "یہ پستول میں کیوں لایا ہوں مجھے سمجھ نہیں آرہا۔ تم غلط سمجھ رہی ہو! میں ساویز نہیں ہوں جو کسی لڑکی کا قتل کر دوں۔" اس کا کہنا تھا کہ غنایہ کی آنکھیں ششدر ہوتے ہوئے پھٹیں۔ "تم محفوظ ہو۔۔بس چند باتیں ہیں! جو میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں۔ "

"کون سی بات ؟۔" وہ سسکتے ہوئے دور ہٹی۔

وجاہت مسکرایا تھا۔۔ مگر یہ مسکراہٹ بھی عارضی تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ ماند پڑ گئی۔

"چلو پھر میں تمہیں ایک کہانی سناتا ہوں! سنو گی ؟۔" اس کا لہجہ بے حد ٹھہرا ہوا تھا۔ آخری میں اس نے سوال کیا مگر غنایہ کے کچھ کہنے سے پہلے ہی ہنس پڑا۔ "اس سوال کی کوئی تک نہیں! تمہیں یہ کہانی سننی ہی پڑے گی۔ "

"میری ایک بہن ہے۔۔ کائنہ !۔" لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ پھیلی۔۔شاید یہ بہن کے ذکر کا جادو تھا۔ غنایہ پیشانی پر الجھے تاثرات پھیلائے اسے دیکھنے لگی۔ "کائنہ سلطان! ایک بے حد خوبصورت لڑکی جس کے اندر اس کی بھائی کی جان ہے۔ میرے لبوں کی مسکراہٹ ہے۔"

غنایہ کو اس کا یہ سب بتانے کا مقصد سمجھ نہ آیا۔ نجانے کیوں وہ اس کی کہانی بہت غور سے سن رہی تھی۔

"میری اکلوتی بہن! جس کے منہ سے نکلے ہر لفظ کو میں نے پورا کیا ہے۔۔ اور اس کو اپنے ہاتھوں سے ہی دفنا دیا۔" آخری جملے میں غنایہ کی آنکھیں بے یقین سے پوری کھلیں۔ وہ سہم سی گئی۔ یہ چھوٹی سی داستان کتنی خوفناک معلوم ہوتی تھی۔

"وہ مر گئی۔۔"زخمی مسکراہٹ کے سہارے وہ کہہ پڑا۔" مگر اسے مارا گیا تھا۔ اس کے سینے میں ایک اور کندھوں پر دو گولیاں گھسی ہوئی تھیں۔" آنکھیں سرخ ہونے لگیں اور اسے لگا وہ جلد آنسوؤں سے بھر جائیں گی۔ غنایہ کا دل کسی نے مٹھی میں جکڑا۔

"جانتی ہو اس کا قتل کس نے کیا؟ ساویز خانزادہ نے!۔" اس نے دانت پیس کر الفاظ ادا کیے۔ غنایہ کو اپنے نیچے سے زمین کھسکتی ہوئی محسوس کوئی۔ حیرت اور بے یقینی کا ایک پہاڑ اس کے سر پر ٹوٹا تھا۔ اس نے کچھ کہنا چاہا مگر الفاظ حلق میں اٹک گئے۔ یہ کیسے ممکن تھا؟ ایسا ہو ہی نہیں سکتا! ساویز کسی کرائم میں ملوث ہو ہی نہیں سکتا تھا۔۔ اتنے عرصے میں وہ اس کی فطرت، عادات اور مزاج سب جان چکی تھی اور اسے ساویز کے کسی بھی روپ میں 'قاتل' نظر نہیں آیا تھا۔

"جھوٹ کہتے ہو تم!!۔" وہ کپکپاتے ہوئے بولی۔" میں جانتی ہوں انہیں، ساویز کبھی ایسا نہیں کر سکتے! یہ بہتان ہے۔" وہ سسکتے ہوئے رو پڑی۔

"کوئی میری بات کا یقین ہی نہیں کرتا۔۔ سب کہتے وجاہت جھوٹ کہتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ میں ایک مضبوط ثبوت نہیں دے پایا۔۔ شاید یہی وجہ ہے کہ میں ساویز کو قتل نہیں کر پاتا۔" وہ ضبط کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"قتل؟۔" آواز حلق سے گھٹتے ہوئے نکلی۔" تم ایسا نہیں کرو گے۔" وہ حلق کے بل چیخی۔ وجاہت کی یہ بات اس کا ہر خوف لمحے بھر کے لیے دور کر گئی۔ وہ بنا کچھ سوچے سمجھے چیخ پڑی۔

"اگر بنا سوچے سمجھے مجھے قتل ہی کرنا ہوتا تو اس وقت کا انتظار نہیں کرتا۔ جانتی ہو تم اس کی بیوی کیوں ہو؟ کیونکہ وجاہت سلطان اس کا دشمن ہے۔" سرخ ہوتی آنکھوں کے باجود وہ انتقاماً مسکرایا۔ "اگر وجاہت نہ ہوتا تو غنایہ بھی یہاں نہ ہوتی۔"

"تم ایسا کر بھی نہیں سکتے۔۔ کیونکہ تم جھوٹ کہتے ہو۔" وہ کسی صورت اس بات پر یقین نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وجاہت نے مڑ کا اس کا سفید پڑتا چہرہ دیکھا۔ یکدم ہی کمرے میں زوردار قہقہے کی آواز گونجنے لگی۔

"اپنا چہرہ دیکھو۔۔" پستول کی نوک سے اس نے غنایہ کے چہرے کی جانب اشارہ کیا۔ "یہ بات تمہارے دل میں ٹھہر چکی ہے مگر تم اسے ماننا نہیں چاہتی۔ محبت واقعی ایک ظالم چیز ہے۔" اس نے بے چارگی سے نفی میں سر ہلایا۔ "محبوب کا قصور بھی ماننے کو جی نہیں چاہتا۔"

"اس بار وہ خاموش رہی۔ وجاہت جانے کو پلٹ رہا تھا جب کسی بات نے اس کے قدم روکے۔

"آج کے بعد سے تم وجاہت سلطان کو اپنی کہانی کا ولن سمجھو گی۔" وہ انکشاف کر رہا تھا۔ ایک افسوس جو وجاہت کے چہرے پر ٹھہر گیا۔ "مگر یہ بھی جاننے کی کوشش کرنا کہ اگر تمہاری کہانی کا ولن 'میں' ہوں! تو وجاہت سلطان کی کہانی کا ولن کون ہو گا؟" یہ ایک ذو معنی جملہ تھا جو اس نے ادا کیا تھا۔ قدم پلٹ گئے۔۔ وہ جیسے اوپر آیا تھا نیچے کی جانب بڑھ گیا۔

زینے اترتے ہوئے اس نے لاونج کی صورتحال پر نگاہ دوڑائی۔ چھوٹے بچے کی ناک سے خون اب فرش خراب کر چکا تھا۔ باریال دیوار سے ٹیک لگائے سن بیٹھا تھا۔ ملازمہ خالہ اور چوکیدار صوفے پر سہمے ہوئے بیٹھے تھے۔ وجاہت کا ارادہ رکنے کے بجائے سیدھا باہر نکل جانے کا تھا مگر اس چھوٹے لڑکے نے اسے رکنے پر مجبور کیا۔

"اسے کیوں مارا ہے؟۔" ماتھے پر سختی پھیلی۔ خرم ڈگمگایا۔

"اس نے ہم پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی باس!۔" وہ جانتا تھا کہ اگر وہ یہ جھوٹ نہیں بولے گا تو وجاہت یقیناً خرم پر برس اٹھے گا۔ اس مبالغہ آرائی پر باریال نے خرم کو سر اٹھا کر دیکھا۔

"ایک چھوٹا بچہ تمہیں کیا نقصان پہنچائے گا؟ شرم کرو!۔" باریال نے دانت پیسے۔

وجاہت اس کی بات نہ سمجھتے ہوئے تیزی سے باہر بڑھ گیا۔ وہ جانتا تھا غنایہ چاہے جتنا بھی کہہ دے کہ ساویز مجرم نہیں مگر وجاہت کی یہ بات اس کے دل میں شک پیدا کر گئی ہو گی۔۔ اور یہی تو وجاہت چاہتا تھا۔

---★★★---

"کیا مطلب ہے؟ بھلا ایسا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟۔" وہ آفس کی عمارت کے باہر کھڑی اپنی گاڑی کا انتظار کر رہی تھی جو گارڈ لینے گیا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم عاشی! اس نے ایسا کیوں کہا۔۔ مگر مجھے یقین ہے۔ ساویز ایسا کبھی نہیں کر سکتے۔ وہ ایسے نہیں ہیں! وہ ٹھنڈے مزاج کے مرد ہیں۔" اس کے رونے کی آواز وہ دوسری جانب بھی سن سکتی تھی۔

عاشی نے خشک لبوں پر زبان پھیری۔

"کیا اس وجاہت نامی شخص نے اپنی مقتولہ بہن کا نام بتایا؟۔" دماغ وہیں جا اٹکا تھا۔ بھلا کوئی بھی شخص کسی پر اتنا بڑا الزام آسانی سے کیسے لگا سکتا ہے؟۔

"کائنہ۔۔" ساتھ ہی ہچکی بندھ گئی۔ "مجھے بہت زیادہ رونا آ رہا ہے۔ "

"اچھا میں مزید کوئی سوال نہیں پوچھ رہی۔ رونا بند کرو اور اپنا حلیہ ٹھیک کرو۔ ساویز آتے ہی ہوں گے۔" کسی بات کو سوچتے ہوئے اس نے جلدی سے کہا اور پیشانی کھجاتے ہوئی کال رکھ کر اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گئی۔ یہ سچ ہے یا جھوٹ!! اس بارے میں ایک شخص ضرور بتا سکتا تھا۔

خدشے جنم لینے لگے۔۔ ایک ڈور تھی جو الجھ رہی تھی۔ موبائل پر کال ملاتے ہوئے اس نے فون کان سے لگایا۔

"ہیلو؟۔" کال اٹھالی گئی تھی۔ گھمبیر آواز ابھری۔

"مجھے تم سے ابھی فوراً ملنا ہے۔ پلیز منع مت کرنا۔" آخری بار ان کی ملاقات جس طرح اختتام پائی تھی، اس کے بعد عشنا کا التجا کرنا ضروری تھا۔

دوسری جانب چند لمحوں کی خاموشی چھاگئی۔

"کہاں؟۔" مختصر سا سوال۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں ایڈرس بھیج دیتی ہوں۔ جتنی جلدی ہو سکے وہاں پہنچنے کی کوشش کرنا۔" بات مکمل کر کے اس نے کال کاٹی اور ایڈرس اسے سینڈ کیا۔ پیشانی پر اس بات کو لے کر عجیب تاثرات پھیلے ہوئے تھے۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص گھر میں گھس کر اس کی بیوی کو خبر دے۔ بھلا وہ ایسا کیوں کرے گا؟ طرح طرح کے سوالات اس کے سر پر سوار ہونے لگے تو وہ سر جھٹکتی ہوئی گاڑی اسٹارٹ کرنے لگی۔

---★★★---

کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اس نے غنایہ کو صوفے سے ٹیک لگائے بیٹھے دیکھا۔ جوتے اتارے بغیر ہی وہ تیزی سے اس کی جانب بڑھا اور پاس بیٹھ گیا۔ ہلکی ہلکی سسکیاں اب بھی گونج رہی تھیں جو اس بات کی گواہ تھیں کہ غنایہ گہری

نیند میں نہیں ہے۔شاید وہ روتے روتے اب نیند کی وادیوں میں داخل ہو رہی تھی۔رخسار پر ٹھہرا آنسو پرانا نہیں تھا۔ ساویز بنا کچھ سوچے ہی اس کے رخسار پر ہاتھ پھیرا۔وہ کسی کی موجودگی محسوس کرتی ہوئی خوف سے اٹھ کر بدکتے ہوئے دور ہٹی۔وجاہت کا خوف اب بھی اس کے حواسوں پر سوار تھا۔آنکھیں کھلتے ہی ساویز کا چہرہ نظر آیا تو آنسوؤں کا لمبا سلسلہ دوبارہ سے جاری ہو گیا۔

"تم ٹھیک ہو؟۔"وہ زیادہ کچھ کہہ بھی نہ سکا۔

"وہ جھوٹ کہتا ہے کہ آپ نے اس کی بہن کا قتل کیا ہے۔"یہی ایک جملہ وہ بار بار دہرا رہی تھی۔۔نجانے وجاہت کے کہنے میں کون سی سچائی تھی کہ وہ مزید کچھ سوچ نہیں پا رہی تھی۔

ساویز ششدر رہوا۔چہرہ سفید پڑنے لگا تو وہ تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔

"وجاہت نے تم سے۔۔۔یہ کہا ہے؟۔"جس بات کا ڈر تھا گویا وہ مکمل ہی ہو گئی تھی۔غنایہ نے تیزی سے اثبات میں سر ہلایا۔

"آپ نے ایسا کیا ہے؟۔"وہ اب اس سے جاننا چاہتی تھی۔چہرہ صاف تھا۔۔آنسو خود ہی صاف کرتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے ساویز کو دیکھا جو بے یقینی سے غنایہ کو دیکھ رہا تھا۔

ایک یہی سوال۔۔جس کو وہ مزید نہیں سہنا چاہتا تھا اور آج غنایہ نے بھی اس سے یہی سوال کیا تھا۔آنکھیں سرخی مائل ہو گئیں۔

"تمھیں کیا لگتا ہے؟۔"اس نے جان کر غنایہ سے پوچھنا چاہا کہ وہ اس بارے میں کیا سوچتی ہے۔

"یہ سب الزام ہے!ہے نا؟۔"

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ساویز نے اس کو موت کی گھاٹ نہیں اتارا غنایہ۔۔" وہ بے خودی میں بولا۔ غنایہ کا دل سکون سے بھرنے لگا۔

"میں جانتی ہوں مگر اس نے ایسا کیوں کہا ساویز۔۔ "

"اسے لگتا ہے کہ کائنہ کو میں نے مارا ہے۔۔ حالانکہ اس بات کا ایک مضبوط ثبوت اس کے پاس بھی نہیں۔ کیا کوئی قاتل ایسی سکون بھری زندگی گزار سکتا ہے؟ اس قدر اطمینان سے؟۔" غنایہ اس کی زندگی کی پہلی لڑکی تھی جس کے آگے وہ سب واضح دے رہا تھا۔۔ اپنے کردار کی صفائی دے رہا تھا۔

"میں جانتی تھی! آپ ایسا نہیں کر سکتے۔۔ وہ شخص ہمارا رشتہ خراب چاہتا ہے محض کچھ بھی نہیں۔" اس کے پیچھے وہ بھی کھڑی ہوئی۔ ساویز نے اس کو کلائی سے تھام کر اپنے نزدیک کیا۔

"تم ٹھیک ہو؟ میں بہت زیادہ گھبرا گیا تھا۔" دل کی تکلیف کا اندازہ ہوا تو اس کی زلفوں کو کان کے پیچھے کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"خالہ نے بتایا کہ باریال بھائی نوفل کو ہسپتال لے کر گئے ہیں۔۔ جانے وہ گھر میں کیسے گھس آئے اور اس کے پاس پستول بھی تھی۔ میں بھی بہت ڈر گئی تھی ساویز۔۔" آنکھوں میں جگنو چمکے۔

"اور میں تمہارے ڈر سے ڈر گیا تھا۔ تمہیں کہا تھا نا میں نے کہ کوئی ساویز کی بیوی کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ تمہیں مجھ پر بھروسہ ہے۔" اس کا سر اپنے سینے سے ٹکاتے ہوئے وہ بے حد جذب سے بولا۔

"میں اب خوفزدہ نہیں ہوں کیونکہ آپ آگئے ہیں۔ آفس تو نہیں جائیں گے دوبارہ؟۔" دل مطمئن ہو گیا۔

"مجھے جانا ہے۔۔ مگر آفس نہیں!۔ "

"کہاں؟۔" وہ گھبرائی۔

"اسی سلسلے میں کسی سے ملنا ہے لیکن تم فکر مت کرو!زیادہ دیر باہر نہیں رہوں گا اور تمہارے پاس دوبارہ آجاؤں گا۔ تم اب مزید نہیں روگی۔اب خطرہ نہیں ہے۔۔"وہ بھوری آنکھیں اور معصوم چہرہ اس کی جان لینے لگا۔اس نے رخ موڑ کر خود کو سنگھار میز کے آئینے میں دیکھا۔آنکھیں شدت ضبط سے لال ہو رہی تھیں۔چہرے پر بلا کی سختی اور سنجیدگی تھی۔

"میں آپ کا انتظار کروں گی۔نوفل کیسا ہے؟۔"شاید کہ اسے معلوم ہو۔

"اس کی ناک پر چوٹ آئی ہے۔باریال بھی گھر آجائے گا اور تم مزید کمرے میں مت ٹھہرنا۔یہاں رہو گی تو ان سب باتوں کو سوچتی رہو گی۔میں خالہ کو سمجھا جاتا ہوں۔"وہ اس سے دور نہیں ہٹنا چاہتی تھی مگر ساویز کو جانا تھا۔وہ مزید یہاں فالحال نہیں رکنا چاہتا تھا۔میز سے چابی اٹھاتے ہوئے اس نے ایک نظر آئینے کے عکس میں بستر پر بیٹھتی غنایہ کو دیکھا۔پر مطمئن تاثرات کے ساتھ وہ لیٹ کر آنکھیں موند گئی تھی۔

Safar e ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

---★★★---

"تم اب بھی ناراض ہو؟۔"پانچ منٹ اوپر ہو گئے تھے مگر دونوں کے درمیان اب تک کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

"پتا نہیں۔۔کیا یہ کافی نہیں کہ تمہاری پہلی آواز پر تم سے ملنے چلا آیا؟۔"ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھے ہوئے میرویس نے کچھ سنجیدگی سے کہا۔

"عجیب ہے۔۔"یہ سب واقعی عجیب تھا۔

"بہت عجیب۔۔"

"مجھے برا لگا تھا۔"

"اور مجھے خوشی نہیں ہوئی تھی۔ "

"میں تمہیں ثابت کر کے دکھاؤں گی کہ مینجر بلکل ٹھیک کہتے ہیں۔وہ کانٹریکٹ کے بعد رافع کو نکالیں گے۔"

"اگر کل کنٹریکٹ ہوا تو۔۔۔"میر ویس نے دھیرے دھیرے الفاظ مکمل کیے۔وہ چونکی اور پھر شرمندہ ہو گئی۔

"ہاں اگر وہ ہو گیا۔"اس دن میر ویس یہ بات واضح کر چکا تھا کہ وہ کانٹریکٹ نہیں ہونے دے گا۔"مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔"

"تمہیں اجازت لینے کی ضرورت کب سے پڑنے لگی؟۔ "

"مجھے لگتا ہے میں تمہیں بہت جلد بازی میں بلا لیا۔حالانکہ ابھی غنایہ سے بات ہوئی تو اس نے کہا کہ ایسا کچھ نہیں ہے! وہ محض کچھ الزامات ہیں مگر میرا دل مطمئن نہیں ہو رہا۔"

Safar-e- ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"سب ٹھیک ہے؟۔"وہ چوکنا ہوا۔

"وجاہت سلطان کون ہے میر ویس؟۔"یہ اس کا پہلا سوال تھا۔وہ ٹھہر کر اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا ہے؟۔"خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔تو کیا غنایہ اور عشنا دونوں کو ہی معلوم ہو گیا تھا؟۔

"میرے سوال کا جواب دو۔ "

"میرا اور ساویز کا یونیورسٹی فیلو ہے۔ہم تینوں بہت گہرے دوست رہ چکے ہیں۔۔ویسے والے دن وہ ہال میں اپنے گارڈز کے ساتھ آیا تھا۔"وہ پہچان جانے کے قریب تھی۔

"کیا وہ ہری آنکھوں والا؟۔ "

"ہاں۔" اس نے گہری سانس خارج کی۔

"اس کی بہن کیسے مری تھی؟ میں جاننا چاہتی ہوں۔" سوالوں میں سب سے اہم سوال۔۔

"ہوا کیا ہے؟ میں اب جواب نہیں دوں گا اگر تم نے نہیں بتایا۔" اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔

"وجاہت نے کہا کہ اس کی بہن کا قتل ساویز نے کیا ہے! میں ہمارے رشتے کو کیا نام دوں سمجھ نہیں آرہا مگر مجھے سچ جاننا ہے میر ویس! غنایہ نے مجھے سب بتایا ہے اور میں بہت پریشان ہوں۔" حالانکہ غنایہ نے کچھ دیر پہلے کال کر کے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ ساویز سے سب کچھ پوچھ چکی ہے اور یہ سب جھوٹ ہے۔

"پہلی بات! ساویز نے اس کی بہن کا قتل نہیں کیا ہے۔ "

"مگر یہ کوئی عام سی بات نہیں کہ کوئی بھی اٹھ کر الزام لگا دے۔" عشنا نے تیزی سے کہا۔

"ہاں مگر کوئی کیوں یقین کرے جب وجاہت کے پاس کوئی ثبوت ہی نہیں؟ تمہیں اس بکواس میں نہیں پڑنا چاہئیے بس یہ یاد رکھو کہ یہ جھوٹ ہے، کہانی ہے! وہ غلط سمجھتا ہے اور یقیناً اسے مستقبل میں اپنے لگائے گئے الزام پر افسوس بھی ہو گا۔" وہ گویا بات ختم کرنے کے انداز میں بولا۔ عشنا لاجواب ہوئی۔

"تم سچ کہہ رہے ہو نا؟۔" ایک عجیب سا ڈر دل میں پیدا ہوا۔ کافی پیتے میر ویس نے ایک آئبرو اچکا کر اسے حیرت سے دیکھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے؟۔" اسے میر ویس پر بھروسہ تھا یا نہیں۔۔

"تم جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔" وہ ٹھہر کر بولی۔ میر ویس دل ہی دل میں مبہم سا مسکرا دیا۔

"میرا یقین کرو۔۔اس نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا عاشی! ساویز ایسا کر ہی نہیں سکتا۔وہ لڑکی اسے پسند کرتی تھی مگر ساویز نہیں۔۔تو کیا ساویز نے اسے اس لیے مارا؟ حد ہے۔۔"

"بس میں تھوڑا گھبرا سی گئی تھی۔۔غنایہ بہن ہے میری شاید اس لیے۔۔تمہارا بہت شکریہ!۔"وہ مبہم سا مسکرا دی۔ اب ایک اور پہاڑ سر کرنا تھا۔۔عشنا کے پوچھنے کی بھی ہمت نہ ہوئی کہ کیا اس کی کمپنی کانٹریکٹ کرے گی؟ یا نہیں۔۔

---★★★---

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے گھر میں داخل ہونے کی۔۔"وجاہت کا گریبان اس کے ہاتھ میں تھا۔دھاڑ پورے کمرے میں گونجنے لگی۔وجاہت نے ساویز کی جانب لپکتے گارڈز جو رکنے کا اشارہ دیا۔

"حالانکہ تمہیں تو شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ میں نے اسے مارا نہیں۔۔"ذو معنی لہجے میں کہتا ہوا وہ دھیرے سے مسکرایا۔ "تمہیں برا لگا؟۔"

"کیا لگتا ہے تمہیں؟ کائنہ کو میں نے مارا ہے؟ ٹھیک ہے مارو مجھے! رکھو یہ پستول میری کنپٹی پر اور چلاؤ گولی۔۔لیکن اگر میرے گھر کی عورت پر نگاہ رکھی تو میں چھوڑوں گا نہیں وجاہت!۔"وہ اس کا گریبان چھوڑ کر دور ہٹا اور پوری قوت سے چیخا۔اس کے روم کے باہر بیٹھے ایمپلائز ساویز کی آواز پر حیران تھے۔وجاہت کے اشارے پر عادل نے گلاس وال پر پردے گرائے تاکہ باہر کی عوام اندر نہ دیکھ سکے۔"مگر جانتے ہو سچ کیا ہے؟ تم مجھے مار ہی نہیں سکتے کیونکہ تمہارے اندر ہمت ہی نہیں ہے۔اس رات جس شخص کو تم نے دیکھا وہ کوئی بھی ہو سکتا تھا۔۔یہ پیچھے کھڑا تمہارا گارڈ عادل بھی ہو سکتا تھا اور تمہارا سب سے 'بہترین' اور خفیہ بندہ 'خرم' بھی۔۔"اس نے کہتے ساتھ ہی مڑ کر خرم کو دیکھا تھا جس کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گیا تھا۔ساویز نے اسے ذو معنی نظروں سے گھورا۔"میری بیوی سے دور رہو وجاہت ورنہ بیوی تو تمہاری بھی ہے۔۔"یہ جملہ جتنا عام سا تھا اتنا ہی گہرا ثابت ہوا۔

"پریزے کا نام بھی مت لینا۔" وجاہت کا چہرہ یکدم ہی سرخ ہوا۔ "میں وجاہت نہیں ہوں جو کسی سے انتقام کے چکر میں ان کی کمزوریوں کا استعمال کروں۔" تڑخ کر کہا گیا۔ "کب تک یوں اپنے گناہوں کو چھپاتک رہوں گے مسٹر خانزادہ! یہ بات کیسے ثابت کر سکتے ہو کہ جو گولی کائنہ کو مجھ سے دور کر گئی وہ اس پستول کی تھی جو میں نے اس دن تمہیں تھمائی تھی۔" ہری آنکھوں میں سرخی پھیل رہی تھی۔

"ایک اور کمزور ثبوت! یہ بات تمہیں اپنے خاص بندوں پوچھنا چاہئیے کیونکہ ان کے پاس اس سب کا جواب موجود ہو گا۔ تم جنہیں مخلص سمجھتے ہو، وہی تمہیں اندر سے کھا رہے ہیں۔" اس نے اپنا کوٹ اٹھا کر بے دردی سے پکڑا اور خرم کو دیکھتا ہوا پاس سے گزر کر باہر نکل گیا۔ خرم نے وجاہت کو دیکھا جس نے میز پر پوری قوت سے مکا مارا تھا۔

"وہ کبھی نہیں مانے گا باس!۔" خرم نے ہمت جمع کرتے ہوئے بلآخر کہا۔

"وہ کیوں نہیں اپنا جرم قبول کرتا۔" میز پر رکھے لیپ ٹاپ کو اس نے ہاتھ مار کر نیچے پھینکا۔

"ہمیں اسے شوٹ کر دینا چاہئیے۔ اگر آپ کہیں گے تو یہ کام میں کر دوں گا۔" اس کے دماغ میں بہت سی باتیں چل رہی تھیں۔ آج اتنا سب کچھ ہو جانے کے بعد وہ کم از کم ساویز کو مزید کچھ بولنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔۔ جبکہ دور کھڑا عادل خرم کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے کا بدلتا رنگ وجاہت کی نظروں میں نہ آ سکا مگر پاس کھڑا عادل اسے نوٹ کر گیا تھا۔

"یہ ناممکن ہے۔ اس کے کچھ بھی قبول کرنے سے پہلے میں ایسا نہیں کر سکتا۔" وہ وہیں کرسی پر بیٹھتا چلا گیا تھا۔۔ پریزے نے اسے صرف ایک موقع دیا تھا اور اس کے بعد بھی وجاہت کا کام نہیں نکل سکا۔ ایک بار پھر ناکامی پر اس نے پوری قوت سے میز پر مارا۔

---★★★---

ایک مشکل ٹلی نہیں تھی کہ دوسری آکھڑی ہوئی تھی۔اس کی آنکھ صبح بارہ بجے بابا کی دھاڑ پر کھلی تھی۔ان کے آج پاکستان آنے کا وہ یکسر ہی بھول چکا تھا۔غنایہ کو اوپر ہی ٹھہرنے کا کہہ کر وہ نیچے کی جانب بڑھا۔

"اسلام علیکم۔"انہیں صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا دیکھ کر وہ ان کے سامنے کھڑا ہوا۔کوٹ اور پینٹ میں ملبوس تقی خانزادہ نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔

بکھرے بال،اور آنکھوں میں نیند جمع کیے وہ انہیں بغور دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ان کتنے سالوں میں ان کے چہرے پر مزید پختگی آگئی تھی۔پہلے سے بھی زیادہ سنجیدے اور غصے والے معلوم ہوتے۔ باپ کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے اس نے نگاہ جھکالی۔

"کون ہے وہ لڑکی؟۔"ایک ایک لفظ سختی سے ادا کیا گیا تھا۔غنایہ سب سے اوپر والی سیڑھی پر کھڑی انہیں کنارے سے دیکھ رہی تھی جسے ساویز تو دیکھ سکتا تھا مگر تقی نہیں۔

"غنایہ نام ہے۔"اس نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ اتنے سالوں بعد انہوں نے اپنے بیٹے کو دیکھا تو اس سے حال چال دریافت کیوں نہیں کی۔وہ یہ سوچ کر سر جھٹک گیا کہ کون سا اسے فرق پڑتا ہے۔

"بلاؤ اسے!۔"اس بار انہوں نے بلند آواز میں کہا۔غنایہ کو سانسیں اکھڑتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ساویز نے نگاہ اٹھا کر غنایہ کو دیکھا جس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار کافی نمایاں تھے۔

"آپ اس سے کچھ کہنے والے ہیں؟۔"پیشانی پر بل نمودار ہوئے۔

"ہاں!۔" انہوں نے آنکھیں دکھائیں۔"مجھے بھی تو پتا چلے کہ جس پر پہلے سے ہی ایک قتل کا الزام لگا ہوا ہے اس سے شادی کیسے کرلی جاتی ہے۔کون سا باپ ہوتا ہے جو اپنی بیٹی کو یوں بنا سوچے سمجھے بیاہ دیتا ہے۔" ان کا مزاج ویسا ہی تھا۔۔اکھڑا اکھڑا۔۔ایک بات تو طے تھی۔وہ کبھی نہیں بدل سکتے تھے۔

ساویز کے کان کی لو سرخ ہوئی۔وجاہت سے گفتگو کے بعد دماغ پہلے ہی الجھا ہوا تھا۔

"کم از کم وہ اپنی اولاد کو چھوٹی عمر میں تنہا نہیں کر جاتے ہیں۔" زندگی میں پہلی بار وہ بلآخر بول پڑا۔اسے تکلیف ہوئی جب اس کے باپ نے قتل کے الزام کا خود ذکر کیا۔

"تو اتنے بڑے ہوگئے ہو کہ باپ کے آگے کھڑے ہو کر اس کو جواب دوگے؟۔" وہ تیزی سے اٹھ کر کھڑے ہوئے۔
"یاد ہے یا بھول گئے یہ گھر کس کا ہے اور یہ بزنس جس کے حاکم بنے تم پھرتے ہو؟؟۔" لہجہ حاکمانہ تھا۔

ساویز نے بمشکل ضبط کیا۔

"میں جانتا ہوں بابا۔یہ سب آپ کا ہے۔۔مگر یہ سب میرے لیے اتنا ضروری نہیں کہ میں کوئی الزام برداشت کرسکوں۔" لہجہ دھیما مگر گھمبیر تھا۔

"تو یعنی تم گھر چھوڑ کر بھی جاسکتے ہو؟۔ "

"اگر ضرورت پڑی تو۔۔" اس کا یہ کہنا ہی کافی تھا۔

---★★★---

پوری رات اس ٹینشن میں گزار دینے کے بعد کہ کیا فاری کمپنی کے ساتھ کنٹریکٹ ہو سکے گا یا نہیں،وہ بلآخر آفس کے کیفیٹیریا میں بیٹھی تھی۔

"تم دیکھ لینا۔۔وہ نہیں آئے گا۔ بہت خوددار ہے! میرے اتنے برا بھلا کہنے کے بعد تمہیں کیا لگتا ہے کہ وہ اپنے باس کے آگے خاموش رہے گا؟ یقیناً اس نے ہماری کمپنی کے بارے میں شکایت کر دی ہو گی۔" پریشانی سے پیشانی مسلتے ہوئی وہ صوفیہ کی مسکراہٹ گہری کر گئی۔

"تم اگر اس سے سنبھل کر بات کرتی تو شاید وہ ایسا نہیں کرتا۔ آؤ کیبن میں چلتے ہیں۔ بہت وقت ہو گیا ہے ہمیں کیفیٹیریا میں۔۔" اس کی کافی ختم ہوئے آدھا گھنٹہ ہو چکا تھا۔

"اوہ نہیں! بلکل بھی نہیں۔۔ مینجر دیکھ لیا تو پوچھ بیٹھیں گے کہ کیا صورتحال ہے اور میں ان سے کیسے کہوں گی یہ سب؟۔" دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر وہ میز کو تکنے لگی۔

"تو بلآخر فیصلہ ہوا کہ رافع اسی آفس میں ٹھہرنے والا ہے۔ بہرحال تم جو بھی کہو! اب تو مجھے میر ویس پر بھی تھوڑا تھوڑا یقین ہو رہا ہے۔ اگر مینجر چاہتا تو باس سے کہلوا کر رافع کو فائر کر سکتا تھا۔ بلکہ یہ تو ایک اچھا قدم ہے۔ اس سے باس فاری کمپنی سے خود ریکویسٹ کرتے اور معاملہ بحال ہو جاتا۔" وہ اس کا ہاتھ تھتھپاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ عشنا نے اس کا چہرہ اور سوچ میں پڑ گئی۔

"میرا دل چاہ رہا ہے میں رو پڑوں! یہ کانٹریکٹ تو میری جان پر بن آیا ہے۔" صوفیہ کے ہمراہ وہ اندر کی جانب بڑھ رہی تھی۔

"سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا عشنا۔ تم دماغ پر زیادہ سوار کر رہی ہوں۔ پریشانیوں کو ڈیل کرنا آنا چاہئیے یار۔۔"

سامنے میٹنگ روم تھا اور ادھر پورا اسٹاف اپنا کام کر رہا تھا۔ وہ اس کی بات کا ابھی کوئی جواب ہی دیتی جب میٹنگ روم سے نکلتے گہرے نیلے رنگ کے کوٹ میں ملبوس میر ویس پر نگاہ پڑی۔ نگاہ ساکت ہوئی تھی جبکہ قدم ٹھہر گئے تھے۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

صوفیہ نے بھی کافی چونک کر اسے دیکھا۔پلکیں جھپکیں اور پھر ایک اور بار آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔اس کے ہاتھ میں فائل تھی جس پر نگاہ دوڑاتے ہوئے اس نے بند کی اور ارد گرد نگاہ دوڑانے لگا۔ نظر اس پر پڑی تو ٹھہر سی گئی۔پیشانی پر سنجیدگی کے بل نمایاں تھے۔نعمان کے پکارنے پر اس کی جانب متوجہ ہوتا ہوا وہ آگے بڑھ گیا۔

"کانٹریکٹ۔"صوفیہ نے بے خودی میں مختصراً کہا۔

"وہ آگیا صوفیہ۔۔اس سب کے باوجود بھی وہ آگیا۔"عشنا کو یہ سب بے یقین سا لگا۔

"وہ خوددار ضرور ہے مگر بے حس نہیں۔۔اسے تمہاری پرواہ ہے۔"ایک نگاہ عشنا پر مسکراتے ہوئے ڈالتی،وہ اپنے کیبن کی جانب بڑھ گئی۔میٹنگ روم میں یقیناً کانٹریکٹ پر بات ہو رہی تھی۔اسے وہ لڑکی رابعہ بھی نظر آئی جو میر ویس کے ساتھ اسے ریسٹورینٹ میں دکھی تھی۔تو گویا سب کچھ اس کی پسند کا ہو رہا تھا۔دل یکدم ہی ڈھیروں اطمینان سے بھر گیا۔

---★★★---

"طلاق دو اس لڑکی کو!میں یہ سب اس گھر میں برداشت نہیں کر سکتا۔تمہیں لگا تھا یوں چھپ کر نکاح کرو گے اور خبر تک نہ ہوگی؟جس آفس میں باس کی حیثیت سے کام کرتے ہو وہ میرا ہی ہے۔اندر کام کرنے والے لوگ بھی میرے ہیں!۔"ایک غصہ تھا جو ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔

غنایہ کا وجود لمحہ بھر کو کپکپایا۔

"جہاں اتنے سالوں سے باہر تھے،وہاں اب ایک خبر سن کر پاکستان چلے آئے؟؟۔"وہ ایسا نہیں کہنا چاہتا تھا۔"میں مروں یا جیوں آپ کو کبھی کوئی غرض نہیں رہا تو اب کیوں حق جتا رہے ہیں بابا؟آپ کو کبھی فیملی نہیں چاہیئے تھی!

آپ امی سے شادی کے بعد بھی اکیلے ہی تھے اور امی کے بعد بھی اکیلے ہی ہیں! مگر میں آپ جیسا نہیں۔۔ مجھے سکون بھری زندگی چاہیئے۔ میری زندگی میں جو کمیاں تھیں وہ میری بیوی پوری کرنے کے لیے کافی ہے۔۔ اب مجھے اس کے سوا کچھ نہیں چاہیئے۔۔ مجھے یقین نہیں آرہا کہ میں اس طلاق کے لفظ میں کیسے نہیں چیخ پڑا۔ شاید آپ میرے باپ ہیں۔۔ اور میں آپ کی عزت کرتا ہوں۔" چہرے کے تاثرات خطرناک حد تک پھیلے ہوئے تھے۔

"مجھے لگا تھا تم اپنے کیریئر کو ترجیح دو گے۔"

"کون سا کیریئر بابا؟ پڑھائی مکمل ہو گئی اور بزنس تو ساتھ ساتھ چل ہی رہا تھا۔ جس بزنس پر میں نے اپنے کتنے سال برباد کیے اور آج مجھے کہا جا رہا ہے کہ وہ میرا تھا ہی نہیں۔۔ میں نے اس کاروبار کو آگے بڑھایا حالانکہ آپ کے جانے کے بعد کافی نقصانات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اپنی محنت، اپنا وقت، اپنی طاقت لگا دی مگر مجھے کیا ملا؟ بلآخر آپ نے احساس دلا دیا کہ نہ یہ گھر میرا اور نہ وہ بزنس۔۔ میں بس ہاتھوں میں نچانے والا کھیل کا حصہ بن گیا۔" چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ اتنے سالوں کی محنت باپ کے الفاظوں سے ڈوبتی ہوئی محسوس ہوئی۔ "مجھے سکون چاہیئے۔۔ صرف سکون! جو مجھے ان چوبیس پچیس سالوں میں کبھی حاصل نہیں ہوا۔ ایک سے بڑھ کر ایک مشکل کا سامنا کرتے کرتے میں بھی گیا ہوں۔ نہیں چاہیئے یہ گھر اور نہ ہوس ہے اس بزنس کی۔۔ ایک سکون بھری زندگی کا طلب گار ہی رہ گیا ساویز۔۔ بدقسمت ساویز۔۔" ہونٹ لرز اٹھے۔

"تو جاؤ اور دفع ہو جاؤ اس گھر سے! کچھ دن دور رہو گے سے تو عقل ٹھکانے آجائے گی کہ پیسوں کے بنا زندگی نہیں گزرتی۔ پاکستان سے باہر ہو کر بھی میں بزنس پر نظر رکھ رہا تھا۔ جانے کیا کمال ہے تمہارا! بیوی نہیں چھوڑ سکتے تو گھر سے جا سکتے ہو۔" شخصیت میں ہمیشہ سے ایک رعب تھا۔ وہ کبھی کسی کی بات کو اپنے آگے ٹھہرنے نہیں دیتے تھے۔۔ تو یہی کچھ ساویز کے ساتھ ہوا۔ وہ لمحے بھر کو ششدر رہا اور پھر ٹھہر کر انہیں دیکھنے لگا۔ ہمیشہ سے اپنی انا کے اشاروں

پر چلنے والے تقی خانزادہ اس بار بھی اپنی انا کے ہاتھوں ہی مجبور ہو گئے تھے۔ساویز نے نگاہ اٹھا کر غنایہ کو دیکھا جو پھٹی آنکھوں سے ساویز کو ہی دیکھ رہی تھی۔اس کی آنکھوں میں ایک خوف تھا۔۔اب کیا ہو گا؟ کیسے گزرے گی زندگی؟

البتہ تقی خانزادہ کا دل عجیب طرح سے لرزا تھا مگر انا کا پلڑا زیادہ بھاری تھا۔

"جاہل نہیں ہوں میں۔۔ایک بہترین ڈگری میرے پاس موجود ہے۔اچھی جاب مل سکتی ہے مجھے۔۔جو کماؤں گا اسی کے سہارے زندگی جیوں گا اور جی کر دکھاؤں گا۔"لہجہ دھیما اور بے حد عام سا تھا۔وہ بس ایک بات کہہ رہا تھا جسے وہ سچ کر کے دکھانے والا تھا۔"مجھے ان سب کی ضرورت نہیں۔۔البتہ آپ کو میری یاد آئے تو پکار سکتے ہیں۔"دل بوجھل ہو گیا۔۔اداس۔۔خوابوں کی کرچیاں کبھی ایسے بھی ٹوٹ کر بکھر جاتی ہیں۔غنایہ نے اسے بغور دیکھا۔باپ کے اتنا چیخنے پر وہ ایک بار بھی جواباً نہیں چیخا تھا نہ اپنی بات منوانے کی کوشش کی تھی۔وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھنے لگا جب ان کی آواز نے اسے پلٹ کر دیکھنے پر مجبور کیا۔

"تو یعنی تم یہ عیاشیاں چھوڑ سکتے ہو مگر بیوی نہیں؟۔"

"سکون کیسے چھوڑ دوں؟۔"یہ چار لفظ عام سے تھے مگر بلا کے گہرے۔۔کہ تقی بھی اس کا چہرہ ہی دیکھتے رہ گئے تھے۔ساویز نے باپ کو دکھی دل سے دیکھا تھا اور اوپر کی جانب بڑھ گیا۔۔کہ چلو زندگی کو یہ منظور ہے تو یہی سہی۔۔وہ ایک ایک بات ثابت کر کے دکھائے گا کہ پیسے سے آپ سکون نہیں خرید سکتے مگر ہاں محبت سے خرید سکتے ہیں!۔

---★★★---

تمام فائلز اکھٹی کر کے اس نے مینجر کے کمرے کا رخ کیا۔

"یہ میں دے آتی ہوں۔مجھے بھی کام کی وجہ سے مینجر کے روم کی طرف جانا ہے۔"صوفیہ کی آواز پر وہ مڑی۔

"نہیں مجھے ان سے اب رافع کے بارے میں بھی بات کرنی ہے۔ میٹنگ ختم ہونے والی ہے اور مینجر ابھی ابھی میٹنگ روم سے باہر آئے ہیں۔ شاید یہ صحیح موقع ہے۔" اسے سمجھاتے ہوئے وہ دوبارہ آگے کی جانب بڑھ گئی۔

وہ کوئی چار پانچ بھاری فائلز تھیں جنہیں بمشکل تھام کر وہ مینجر کے روم کے باہر پہنچی تھی۔

"کیسے ہو سکتا ہے ؟۔" رافع کی ادھوری بات اس کے کانوں پر پڑی۔ عشنا چونکی۔ بھلا رافع مینجر کے روم میں کیا کر رہا تھا۔

"تم کہیں نہیں جا رہے بے فکر رہو! میرے پاس کوئی اور راستہ نہیں تھا سوائے اس کے کہ مس عشنا کو کہتا کہ میر ویس سے بات کرے۔" مزاج بہت اچھا تھا۔ عشنا جہاں کی تہاں رہ گئی۔

"اسے لگتا ہے کہ وہ رافع کو نکلوائے گی ؟۔" رافع کے ہنسنے کی آواز اس نے واضح سنی۔ دماغ یکدم ہی سن ہو گیا۔

"کانٹریکٹ سائن ہو گیا ہے اور میٹنگ بس ختم ہی ہونے والی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے بعد وہ میرے پاس ضرور آئے گی مگر میں بہلا دوں گا۔ اس کمپنی کو تمہاری ضرورت ہے اور تمہیں کوئی نہیں نکال سکتا۔" مینجر کے قہقہے نے جیسے عشنا کے رخسار پر شرمندگی کا طمانچہ مارا تھا۔ وہ اپنے ہی کمپنی کے مینجر کے ہاتھوں بے وقوف بن گئی تھی۔ چال ڈھیلی پڑنے لگی تو وہ فائلز وہیں پھینکتی ہوئی اپنے کیبن کی جانب بڑھی۔

"کیا ہوا ہے ؟۔" صوفیہ نے اسے پرس میں چیزیں رکھتے دیکھا تو کچھ حیران ہوئی۔

اعتماد، بھروسہ سب ٹوٹ کر بکھر گیا تھا۔۔ اب رہ گیا تو صرف پچھتاوا اور شرمندگی۔۔

آنکھیں نم ہونے میں ذرا وقت لگا تھا مگر اس سے قبل ہی وہ جان چکی تھی کہ میر ویس کی کہی تمام باتیں درست تھیں۔

"تم رو رہی ہو؟ ہوا کیا ہے عاشی ؟۔" صوفیہ کا پریشان ہونا جوابی تھا۔

"مجھے ابھی جانے دو۔" پلکیں گیلی ہونے لگیں تو وہ پرس کندھوں پر لٹکاتی گاڑی کی چابی اٹھاتے ہوئے تیزی سے وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

---★★★---

"یہ کیسے ہو گا ساویز۔۔" گھٹی گھٹی سی آواز حلق سے نکلی۔

"کچھ ضروری سامان پیک کر لو۔ میں کسی سے وقتی طور پر گھر کا کہتا ہوں۔" وہ موبائل پر کسی کا نمبر ملا رہا تھا۔

"امی ابا؟۔" وہ انہیں کیا بتائے گی۔ اس کے لفظوں پر وہ ٹھہر کر غنایہ کو دیکھنے لگا۔

"انہیں خود بتاؤ گی یا پھر میں بتا دوں؟۔" یہ سب اس لیے کہا گیا تا کہ وہ اس کے تاثرات جانچ سکے۔

"میں بتا دوں گی۔۔ مگر آپ مجھے طلاق تو نہیں دیں گے نا؟۔" ایک خوف کے بعد ایک اور خوف میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یہ ناممکن کی فہرست میں ہے۔ تمہارے لیے سب چھوڑ رہا ہوں۔ بس میرا ساتھ مت چھوڑنا۔" دونوں کے دل ہی غم سے بوجھل تھے۔

"اگر کسی گھر کا انتظام نہ ہوا تو؟۔ "

"میرے کافی تعلقات ہیں۔ یہ کام بھی ہو جائے گا۔ "

"اگر نہ ہوا تو ہم امی ابا کے گھر کچھ دن ٹھہر سکتے ہیں۔" اس کا یہ مشورہ ساویز کا دل ڈگمگا گیا۔

"نہیں بلکل نہیں! ہم روکھی سوکھی سے گزارا کرلیں گے مگر کسی کا احسان لے کر ان پر بوجھ نہیں بنیں گے۔ تم ساتھ دو گی؟۔" کہیں وہ اس بات پر آمادہ ہی نہ ہو۔

"ہاں۔" ان حالات میں بھی وہ اپنے لبوں پر مسکراہٹ لے آئی تھی۔ مزید دل اداس کر کے وہ ساویز کو دکھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

---★★★---

"تمہیں کیا لگا تھا مجھے آفس سے نکلوانے کے لیے کامیاب ہو جاؤ گی؟۔" وہ استہزایہ انداز میں کہتے ہوئے اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔ عشنا جو آفس کی اس خالی منزل سے نکلنے کی کوشش کر رہی تھی، ٹھہر سی گئی۔ "بہت بہادر بننے کی کوشش کرتی ہو؟ جیسے تم جو کہو گی وہ سب مان لیں گے۔" اس کا ایک ایک لفظ عشنا کا دل چھلنی کر رہا تھا۔ اس موقع پر یاد آیا تو میر ویس۔۔ وہ ٹھیک کہتا تھا۔۔ اس کا ایک ایک لفظ سچ تھا۔ یہ سب ایک دھوکا تھا۔

"تمہارا دو نمبر مینجر صرف تم سے کام نکلوا رہا ہے عاشی! ایک بار یہ کانٹریکٹ ہو جانے دو، پھر نہ تو وہ رافع کو فائر کرے گا اور نہ تمہیں کچھ کہنے کا موقع دے گا۔" میر ویس کے یہ الفاظ اس کی آنکھیں نم کر گئے۔ وہ اس بار بھی ہار گئی تھی۔

"میں اس بار تمہارے ساتھ کچھ نہیں کروں گا۔" لبوں پر چالاکی سے مسکراہٹ ابھری۔ "یہ آنسو میرے دل کو تسکین پہنچا رہے ہیں۔ مینجر ہمیشہ سے جانتا تھا کہ میں تمہارے پیچھے ہوں! اس نے تب کچھ نہیں کیا تو اب کیا کرے گا۔۔"

فلک شگاف قہقہہ عشنا کی جان کھینچنے لگا۔ آنکھوں میں ڈھیروں آنسو ایک ساتھ بھر آئے۔ وہ اپنا پرس مضبوطی سے پکڑتی تیزی سے باہر کی جانب بھاگی۔ رافع کی ہنسی کی آواز اسے بہت دور سے سنائی دینے لگی۔ وہ عمارت سے باہر نکل رہی تھی جب مردانہ آواز کانوں پر پڑی۔

"کہاں جارہی ہو۔" اس کی بھیگی آنکھیں وہ پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ آواز پر وہ ساکت ہوئی۔ گردن موڑ کر اسے دیکھا اور پھر ضبط مزید نہ ٹھہر سکا۔ آنکھوں سے آنسو رخسار پر بہنے لگے۔ میر ویس نے اندر سانس کھینچی۔

"رک جاؤ۔" اس نے روکنا چاہا مگر وہ اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے پارکنگ ایریا کی جانب بڑھ گئی۔ میر ویس تیزی سے لوگوں کے درمیان سے نکلتا اس کے پیچھے بڑھا۔

"آپ کی گاڑی لے آؤں مس عسنا؟۔" گارڈ کی آواز پر میر ویس نے دونوں کو باری باری دیکھا۔

"نہیں! فالحال یہ میرے ساتھ جارہی ہیں۔" جیب سے گاڑی کی چابی نکالتے ہوئے اس نے عشنا کے تاثرات دیکھے۔

"مجھے تم سے ابھی کوئی بات نہیں کرنی میر ویس۔" اس نے آج سے قبل کبھی خود کو یوں کمزور محسوس نہیں کیا تھا۔

"تمہیں نہیں لگتا کہ تم نے اپنی بہت من مانی کرلی؟ کبھی کبھار سامنے والے شخص کی بات سن لینا بھی اچھا ہوتا ہے۔" لہجہ قدرے دھیما تھا۔ اس نے اپنی گاڑی کا دروازہ عشنا کے لیے کھولا۔

وہ مزید اپنی نہ کرسکی۔ سست قدم اٹھاتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ گئی۔ میر ویس نے لب کاٹتے ہوئے اسے دیکھا تھا اور گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ کی جانب بڑھ گیا۔

---★★★---

"سب غلط ہوگیا۔" آنکھیں رو رو کر تھک چکی تھیں۔ "تم نے ٹھیک کہا تھا۔"

آگے کی جانب گہری کھائی تھی اور پیچھے کچھ دور ہوٹل۔۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں وہ دونوں پانچ سال بعد پہلی بار ملے تھے۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اس نے کیا کہا؟۔ "

"میں نے رافع کے ساتھ اس کی گفتگو سنی۔ جانتے وہ کیا کہہ رہا تھا؟ یہی کہ وہ اسے کبھی نہیں نکالے گا۔ اس نے میرا استعمال کیا ہے میر ویس۔ "

میر ویس نے نگاہوں کا مرکز کھلے آسمان کو بنالیا۔

"تم مجھے کچھ کہو گے نہیں؟۔" تھوڑی دیر بعد عشنا نے حیرانی سے پوچھا۔

"کیا کہوں؟۔" وہ خود بھی چونک پڑا تھا۔

"مطلب میں نے تمہاری بات نہیں مانی اور تمہیں یوں برا بھلا کہا۔۔ "

"نہیں۔۔ میں تمہیں بھلا کچھ کیوں کہوں گا۔" پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر وہ سیدھا کھڑا ہوا۔

"مجھے تو سمجھ بھی نہیں آتا کہ کیا کہوں جب لوگ مجھ سے تمہارا پوچھتے ہیں۔۔ دوست کہوں یا ایک ایسا شخص جو میری مدد کرنے چلا آتا ہے۔"

میر ویس نے ہلکا سا مسکرا کر اسے دیکھا۔

"کوئی تم سے پوچھے کون ہوں میں

تم کہہ دینا کوئی خاص نہیں

ایک دوست ہے کچا پکا سا

ایک جھوٹ ہے آدھا سچا سا

ایک خواب ادھورا پورا سا

ایک پھول ہے روکھا سوکھا سا

ایک سپنا ہے بن سوچا سا

ایک اپنا ہے اندیکھا سا

ایک رشتہ ہے انجانہ سا

حقیقت میں فسانہ سا

کچھ پاگل سا دیوانہ سا

ہے کوئی انجانہ سا

جیون کا ایسا ساتھی ہے

جو دور ہو تو کچھ پاس نہیں"

آخری جملہ اس نے عشنا کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا تھا۔

کیا انداز تھا۔ وہ ساکت رہ گئی۔۔ کیا احساس تھا۔۔ اس کا دل ڈولنے لگا۔

"مجھے لگتا ہے کہ ہمیں اس بے نام رشتے کو ختم کر دینا چاہئیے میر ویس۔۔ جانے یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ ایک عجیب سا تعلق ہے جو ہمارے درمیان قائم ہے۔۔ اور ویسے بھی۔۔ تمہیں جتنا برا میں نے کہا اس کے بعد تو کچھ بچتا ہی نہیں۔"

وہ پرس تھامتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ "اللہ حافظ میر ویس۔۔" اس نے بمشکل تھوک نگلا۔ "شاید یہی بہتر ہے۔۔"

میر ویس کی سانسیں رکنے لگی۔ وہ رکی نہیں۔۔ اسے وہیں کھڑا چھوڑ کر پلٹ گئی۔

"پانچ سالوں بعد اگر اب ہم بچھڑیں گے تو کبھی نہیں مل پائیں ہے۔" گھمبیر آواز اس کے قدموں میں زنجیر ڈال گئی۔ دل میں عجیب کچھاؤ سا محسوس ہوا۔ "میر ویس اب کھو گیا تو لوٹ نہیں سکے گا۔" یہ الفاظ اپنے اندر سحر رکھتے تھے۔ یکدم ہی اس نے پلٹ کر میر ویس کو دیکھا۔۔ جیسے وہ ایسا نہ چاہتی ہو۔۔

"تو کیوں نا راہیں جدا ہی نہ کی جائیں؟۔" وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔

"میر ویس۔۔" وہ یکدم ہی بولی۔

"میں دوریاں نہیں چاہتا۔۔ تمہیں ارادہ کرنا ہے۔۔ میرا یقین کرو۔ تمہارا ایک فیصلہ میر ویس کو تمہاری نگاہوں سے اوجھل بھی کر سکتا ہے، اور تمہارے قریب بھی کر سکتا ہے، گر تم چاہو تو۔۔" ایک امید تھی۔۔ ایک آرزو۔۔ اسے بغور دیکھتے ہوئے وہ کچھ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ عشنا کی نظریں اس کے چہرے پر ٹک کر اس کے الفاظوں کو محسوس کر رہی تھیں۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں کیا چاہتی ہوں۔۔ مجھے کچھ علم ہی نہیں۔" ایک بار پھر تھوک نگل کر کہا۔ میر ویس دھیما سا مسکرایا۔

"کیا یہ 'ہاں' ہے؟۔ "

"یہ 'ناں' بھی نہیں۔۔" جانے وہ کیوں اتنے اچانک سے مان گئی۔۔ بس یاد رہا تو یہ کہ وہ میر ویس کو اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میر ویس لب بھینچ کر مسکرایا۔ شاید یہ یقین کرنے کا ایک طریقہ تھا۔۔ وہ لڑکی اس کی نگاہوں کے سامنے کھڑی تھی جس کے لیے وہ پانچ سال بھی ٹھہر گیا تھا۔

---★★★---

اس ایک ہفتے میں بہت کچھ تبدیل ہو گیا۔ ساویز اور غنایہ، میر ویس کے منع کرنے کے باوجود بھی دو کمروں کے ایک گھر میں شفٹ ہو گئے۔ وہ چاہتا تھا کہ ساویز اس کے اپارٹمنٹ میں چند دن گزار کر کوئی اچھی جاب ڈھونڈے اور نوکری ملتے ہی جہاں چاہے شفٹ ہو جائے۔ اسے یوں حالات سے لڑتا دیکھ کر تکلیف ہوتی تھی۔ گویا حالات ہی بدل گئے۔ عشنا اور میر ویس کے درمیان اب پہلے سے زیادہ خوشگوار باتیں ہونے لگیں۔ وہ بس اب عشنا کو اپنا لینا چاہتا تھا اور دوسری طرف اماں بھی تھیں جو بقول ان کے عشنا نامی چڑیل کو دیکھنا چاہتی تھیں جس نے ان کا معصوم بچہ پھنسایا تھا۔

"میں مزید انتظار نہیں کرنا چاہتا۔ اماں کو بھی جواب دینا ہے عاشی!۔" وہی جذباتی لہجہ۔۔

"تم سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ ابا سے ملاقات کرو۔" عشنا نے تقریباً گھورتے ہوئے کہا۔ وہ یہ بات اسے آٹھویں بار کہہ رہی تھی۔

"ابا سے؟۔" وہ گڑبڑایا۔ "ابا سے ملاقات کرنا ضروری ہے؟۔" ایک یہی کام تھا جس سے وہ بچنا چاہتا تھا۔

"تم یہ جانتے بھی نہیں کہ لڑکی کا رشتہ کیسے مانگا جاتا ہے؟ ابا سے بات کرنی لازمی ہے۔ وہ ایسے ہی تمہیں اپنی بیٹی نہیں دیں گے۔"

"وہ مجھے ویسے بھی اپنی بیٹی نہیں دیں گے۔ خار کھاتے ہیں تمہارے ابا مجھ سے! کیا یہ شادی دوسری طرح سے نہیں ہو سکتی؟۔" پیشانی کھجاتے ہوئے وہ قدرے پریشانی سے بولا۔

"دوسرا راستہ یہی ہے کہ شادی ہی نہ کی جائے۔۔" لبوں پر پرسکون سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"دے دیا مشورہ؟۔" وہ برہم ہوا۔ "میں بس تم سے ایک بات پوچھ رہا ہوں۔ اگر وہ نہ مانے تو؟۔"

"وہ مان جائیں گے۔" عشنا مختصراً بولی۔

"مجھے نہیں پتا تھا تم سے شادی کرنا اتنا مشکل ہو گا۔" پیشانی پر انگلی رگڑی گئی۔

"مجھے لگتا ہے میں تم سے شادی کر کے پچھتانے والی ہوں۔" عشنا نے لب بھینچ لیے۔

"تو کیوں نا شادی کر کے ساتھ پچھتایا جائے؟۔" لبوں پر دل جلا دینے والی مسکراہٹ پھیلی۔ وہ مسکرائے بنا نہ رہ سکی۔

"تم ذرا نہیں بدل سکتے۔ ابا کو کیا کہوں؟۔" وہ تاریخ پوچھنے لگی۔

"کہہ دو گھر آ کر میر ویس سے مل لیں۔" رعب دار لہجہ۔ عشنا نے دانت پیسے۔

"میں مذاق نہیں کر رہی! کب آؤ گے ابا سے ملنے؟ یہ ساری اکڑ اس دن ہی نکل جائے گی جس دن ابا سے ملنے آؤ گے۔" وہ ابا کا خوف دلانے لگی جو پہلے سے ہی دل میں تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ میں اتوار کو گھر آتا ہوں۔ اماں کو دوسری ملاقات پر لاؤں گا۔ اچھا ہے پہلے سسر اور داماد کی دوستی ہو جائے۔"

"ایک بات پوچھوں؟۔" یہ شہر کے کنارے ایک بے حد کھلا ریسٹورینٹ تھا۔

"تمہیں اب بھی لگتا ہے کہ سوال کرنے کے لیے تمہیں مجھ سے پوچھنا پڑے گا؟۔" لبوں پر شریر سی مسکراہٹ تھی۔

"تمہاری منگنی کیسے ٹوٹی تھی؟۔" یہ ایک ایسا سوال تھا جو اس کے دل میں کسی پھانس کی طرح چبھ رہا تھا۔

"ہم اس سوال کو یہی روک کر آگے بڑھتے ہیں۔" وہ تیزی سے بولا۔

"مجھے جاننا ہے میر ویس۔۔اور اب تو جاننے کا حق بھی رکھتی ہوں۔"میز پر دونوں کہنیاں جماتے ہوئے وہ اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔

اس کے تجسس پر وہ ہنس پڑا۔

"اسے میں پسند نہیں تھا۔اس لیے وہ مجھے چھوڑ گئی۔"یہ وہی جملہ تھا جس سے وہ ساویز کو اکثر بہلایا کرتا تھا۔

عشنا کا منہ کھلا رہ گیا۔

"ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ اسے تم پسند نہ آئے ہو اور وہ تمہیں اس لیے چھوڑ گئی ہو۔"یہ ایک تیز گھوری تھی جس سے عشنا نے میر ویس کو نوازی تھی۔

"اوہ کیا واقعی۔"اس تعریف پر میر ویس نے اپنی ہلکی ہلکی شیو پر ہاتھ پھیرا۔

"میں یہ تمہاری خوبصورتی سے متاثر ہو کر نہیں کہہ رہی۔بلکہ 'لاجک' بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔اگر اسے تم پسند ہی نہیں تھے تو اس نے منگنی کی ہی کیوں؟یہ سراسر جھوٹ ہے۔۔صحیح وجہ بتاؤ۔"

میر ویس چونکا۔۔وہ کیسے اس کا جھوٹ پکڑ گئی تھی۔۔وہ سوچنے لگا کہ پھر ساویز کے دماغ میں یہ سوال کیوں نہیں ابھرا۔بلآخر اس نے سانس خارج کی۔

"میری دی ہوئی انگھوٹی اسے ذرا پسند نہیں آئی۔وہ وہی انگھوٹی میرے منہ پر مار کر چلی گئی۔"ایک نئی کہانی۔

"تم کیوں جھٹ بول رہے ہو؟کیسے پسند نہیں آئی اسے وہ انگھوٹی؟دو ٹکے کی تھی؟۔"زچ ہو کر کہا گیا۔

"دو ٹکے کی نہیں تھی۔"وہ برہم ہوا۔

"تو پھر؟؟۔"عشنا کی ہمت جواب دینے لگی۔

"تین ٹکے کی تھی۔۔"کہتے ہی وہ آخر میں بیچارگی سے مسکرایا۔عشنا جہاں کی تہاں رہ گئی۔۔اگر یہ مذاق تھا تو بڑا بیہودہ تھا۔مگر اس سب کے باوجود وہ جان گئی تھی میرویس کچھ چھپا رہا ہے۔ایک بات تو طے تھی۔۔میرویس کبھی سچ نہیں بتا سکتا تھا۔

"تم میری سمجھ سے باہر ہو!۔"گویا ہمتیں جواب دے گئی۔

"اس لیے میں چاہتا ہوں کہ پوری زندگی تم مجھے پڑھنے میں گزار دو۔"نگاہیں اس کی آنکھوں پر ٹھہر گئیں۔اس کی بات پر وہ غصہ بھی نہ کر سکی۔دل ایک عجیب سے احساس میں ڈوب کر ابھرا تو اس نے نگاہ پھیر لی۔

---★★★---

"آپ گھر کے لیے گروسری کب لائیں گے؟بازار کا کھانا کھا کر اب تھک چکی ہوں۔"یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کا بستر وہ صاف کر رہی تھی۔اس کے علاوہ کمرے میں ایک سنگھار میز اور ایک چھوٹی سی الماری تھی جو ساویز نے کم وقت میں خریدی تھی۔پیسوں کا حساب کرتا ساویز،اس کی بات پر نگاہ اٹھا کر دیکھنے لگا۔

"کافی پیسے خرچ ہو گئے ہیں۔ذرا حساب کر لوں تو اندازہ ہو جائے گا۔کل گروسری لے آؤں گا۔"

"ایک بات پوچھوں؟۔"وہ اس کے ساتھ بستر پر بیٹھ گئی۔

"ہاں۔"ہاتھوں میں ہزار ہزار کی کئی نوٹیں تھیں۔

"آپ گاڑی بھی نہیں لائے اور اپنا اہم سامان بھی۔۔"

"وہ سب بابا کے بزنس کے پیسوں کا تھا۔۔ صرف وہ سامان لایا ہوں جو میری اپنی ذاتی کمائی سے خریدا تھا۔" نجانے کیوں اس نے تھوک نگلا۔۔شاید اسے کبھی امید نہیں تھی کہ وہ ایک دن اتنا مجبور ہو جائے گا۔

"یہ پیسے بھی جلد ختم ہو جائیں گے ساویز۔" وہ پریشان تھی۔۔ساویز نے اس کی پیشانی پر بل پھیلتے ہوئے دیکھے۔

"میں جاب کے لیے اپلائی کر رہا ہوں۔ امید ہے جلد جواب آ جائے گا اور پھر ہمیں یوں پیسوں کے لیے پریشان نہیں ہونا پڑے گا۔" دل میں ایک خوف تھا کہ کیا ہوا اگر جاب ملنے سے پہلے ہی یہ بچی کچی رقم بھی ختم ہو جائے۔

"الماری میں پیسہ خرچ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہم سوٹ کیس میں ہی کپڑے رکھ سکتے تھے۔" اسے اب ضروری سامان بھی غیر ضروری لگ رہا تھا۔ ساویز اس مشکل میں بھی مسکرا دیا۔

"تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔" اس کے رخسار کو چھوتے ہوئے وہ دوبارہ پیسوں کے حساب میں الجھ گیا۔ غنایہ کے لبوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ ابھری۔ ساویز کا ایک جملہ واقعی اس کے دل کو پرسکون کر گیا۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آپ کب تک جاگنے والے ہیں؟ مجھے اب نیند آ رہی ہے۔" جمائی لیتے ہوئے وہ بمشکل بولی۔ کمرہ کا حال اب پہلے سے کافی بہتر تھا۔ گرد دھول مٹی کا نشان اب کہیں بھی نہیں تھا۔ ملگجی سی روشنی پورے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔

"میرا انتظار مت کرو۔ آج تم نے بہت کام کیا ہے اس لیے اب آرام کرنا زیادہ بہتر ہے۔" نجانے دماغ میں کیا چل رہا تھا اس نے لیمپ بند کرنے کے ارادے سے گردن گھمائی اور پھر ٹھہر سا گیا۔ بھلا لیمپ اس گھر میں کیسے آ سکتا تھا۔ وہ خود ہی زور سے ہنس پڑا۔ "تم لائٹ بند کر دو۔۔ گیلری سے آتی بلب کی روشنی ہی میرے لیے کافی ہے۔"

غنایہ نے بات سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

---★★★---

کبھی کبھی زندگی آپ کو اپنا وہ رخ بھی دیکھاتی ہے جس کے بارے میں آپ نے سوچنا بھی نہیں چاہا ہوتا۔۔ کچھ غیر ضروری کام، ضروری بن جاتے ہیں۔ کبھی اپنی عادت کے خلاف کوئی کام کرنا پڑ جاتا ہے اور یہ آپ کی زندگی کا سب سے مشکل ترین لمحہ ہوتا ہے۔۔ اللہ نوازتا بھی ہے اور آزماتا بھی ہے۔۔ اس امتحان میں اچھے نمبروں سے پاس ہونے والا کامیاب ہو جاتا ہے۔ یاد رہتا ہے تو بس اتنا کہ اللہ نے آپ کو یاد رکھا۔۔

بچپن سے لے کر جوانی تک کبھی ذہن میں خیال نہ آیا کہ زندگی کا ایک حصہ ایسے بھی گزارنا پڑے گا۔ پیسوں کا اس قدر حساب رکھنا پڑے گا کہ کہیں ان کا فضول استعمال نہ ہو جائے۔ اسے اس چھوٹے کمرے میں گھٹن محسوس ہو رہی تھی مگر وہ غنایہ کو بتا کر اس کی نیند خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پوری رات کسی سوچ میں گزار دی۔

اسے یاد تھا جب اس نے تقی سے کہا کہ وہ انہیں پیسوں کے بنا خوش رہ کر دیکھائے گا۔۔ یہ سب کہنا کتنا آسان تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ واقعی ایسا کر سکتا ہے۔۔ یہ سب اتنا مشکل نہیں مگر اب احساس ہو رہا تھا کہ یہ سب کتنا دشوار ہوتا ہے۔۔ اور جب ساتھ ایک ایسے شخص کا ہو جو مستقل آپ پر ڈیپینڈ ہو۔۔ حساس ہو اور آپ کا ہو۔۔

ایک ہاتھ اس کے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔ اسے یاد نہیں کہ گزری رات سونے سے قبل اس نے غنایہ کا ہاتھ کیوں پکڑا تھا۔۔ وہ کیوں اس کا ہاتھ تھام کر سویا اور جاگتے ہوئے بھی وہ ہاتھ اس کے ہاتھوں میں تھا۔ دونوں ہی گہری نیند میں تھے جب کسی تیز آواز پر آنکھ کھلی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟۔" ساویز اس "دھڑ دھڑ" پر تیزی سے اٹھ کر بیٹھا۔ چہرے پر ہڑبڑاہٹ کے تاثرات نمایاں تھے۔

"کوئی دروازہ بجارہا ہے۔میں دیکھتی ہوں۔"ڈوپٹہ اٹھا کر پہنتے ہوئے اس نے اپنے بال درست کیے اور باہر کی جانب بڑھنے لگی۔

"مگر کوئی اس طرح دروازہ کیوں بجائے گا غنایہ۔۔"اس کی آنکھیں اب ششدر پھٹی ہوئی تھیں۔پریشانی میں اس کے پیچھے آتے ہوئے وہ تیزی سے بولا۔

غنایہ نے جواب دیے بغیر 'جی کون' پوچھا۔

"جی میں اوپر سے آئی ہوں۔۔"نازک سی آواز کانوں پر پڑی تھی۔ساویز جہاں مزید حیران ہوا وہیں غنایہ مطمئن ہوئی۔اس نے ساویز کو اندر جانے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ دروازہ کھولا۔

کچھ اندر ہوتے ہوئے وہ کنارے سے غنایہ کو دیکھنے لگا۔

وہ ایک خوبصورت سی لڑکی تھی جواب بے حد مسکرا رہی تھی۔

"اسلام علیکم۔"غنایہ نے مسکراتے ہوئے ہاتھ بڑھایا۔"آئیں اندر آجائیں۔"اس کے اندر آنے کا راستہ بناتے ہوئے وہ اس کو راہ دیکھانے لگی۔

ساویز برآمدے میں ہی ٹھہر گیا۔

"وعلیکم سلام۔آپ کو آئے دو تین دن تو ہوئے ہی چلے ہیں تو میں نے سوچا آج آپ سے مل آؤں۔"وہ اب غنایہ کے پیچھے اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔

"یہ تو آپ نے بہت ہی اچھا کیا۔"بستر کی چادر ٹھیک کرتے ہوئے اس نے لڑکی کو بیٹھایا۔یہ دو کمروں کی ایک چھوٹی سی منزل تھی۔اس بیڈروم کے سوا دوسرا کمرا بلکہ خالی تھا۔ساویز اس کمرے کے لیے صوفہ خریدنا چاہتا تھا مگر غنایہ نے

اسے ایسا کرنے سے منع کیا تھا۔ ان سب چیزوں میں پیسہ خرچ کر کے وہ بعد کے وقت کے لیے مشکلات نہیں چاہتی تھی۔ مجبوراً اس لڑکی کو بیڈ روم میں بیٹھانا پڑا۔

"میرا نام آبگینہ ہے۔ جب بابا نے بتایا کہ کرائے دار میں ایک میری عمر کی لڑکی بھی ہے تو بس سوچا ملنے چلی آؤں۔" پانی کا گلاس لبوں سے لگاتے ہوئے اس نے کہا۔

باہر کھڑا ساویز اس کی بلند آوازیں سنتا ہوا کچن سے پانی پینے لگا۔ یہ لڑکی اس کی نیند خراب کر چکی تھی۔

"اگر آپ نہ آتیں تو میں خود چلی آتی۔" غنایہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں نے سوچا تھا ایک دو دن میں خود بھی ملنے آؤں گی۔"

وہ کیسے مہمان کو سنبھال رہی تھی، باہر کھڑا ساویز قدرے امپریس ہوا۔

"ارے کیوں نہیں! آپ بھی آئے گا۔۔ پھر ساتھ ہی محفل لگائیں گے۔" وہ لڑکی پرجوش ہوئی۔

"ان شاءاللہ۔۔ ذرا یہ گھر کی سیٹنگ ایک بار مکمل ہو جائے تو میں ضرور چکر لگاتی ہوں۔"

"میں انتظار کروں گی۔ بھائی صاحب کا نام کیا ہے؟۔" اس نے ابھی تک ساویز کو صرف ایک ہی بار دیکھا تھا جب وہ گھر میں داخل ہو رہا تھا۔

"ان کا نام ساویز ہے۔۔ میں آپ کے لئے چائے بنا کر لاتی ہوں۔" یہ بات جانتے ہوئے بھی کہ گھر میں 'پتی' نام کی کوئی چیز نہیں ہے، وہ بولتے ہوئے باہر بڑھنے لگی۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں غنایہ۔ میں بس ہلکی پھلکی ملاقات کے لیے آئی تھی۔ ابا کا ناشتہ بنانا ہے اور کام والی بھی ابھی تک نہیں آئی۔" بستر سے اتر کر اس نے چپلوں میں پیر اڑسے۔

"مجھے لگا آپ مزید ٹھہریں گی۔ "

"اب میں آپ کے آنے کا انتظار کروں گی۔ مجھے مایوس مت کیجیے گا۔" مزاجاً شوخ چنچل سی لڑکی اسے اچھی لگی۔ غنایہ جواباً مسکرادی اور اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے باہر کی طرف گئی۔ راستے میں نگاہ ساویز پر پڑی تو وہ رک کر اسے مخاطب کرنے لگی۔

"اسلام علیکم بھائی صاحب۔ "

ساویز اس کی آواز پر بوکھلایا۔

"وعلیکم سلام۔" زبردستی لبوں پر مسکراہٹ پھیلی۔

"میں اوپر سے آئی ہوں۔" وہی ایک جملہ۔۔ نجانے کیوں یہ جملہ اسے ایک بار پھر عجیب لگا۔

"اس کا نام آبگینہ ہے۔" ساویز کی جانب سے جواب نہ پاکر غنایہ نے اسے پھر متوجہ کروایا۔

"اوہ ہاں۔۔ آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔" وہ کہتے ساتھ پھر مسکرایا۔ رکے بنا آبگینہ بھی چلی گئی تھی۔

"بھلا اس وقت کون آتا ہے؟۔" گھڑی نو بجا رہی تھی۔ وہ حیرانی سے وقت دیکھتا ہوا بستر پر گرا۔

"آپ کو عادت نہیں نو بجے اٹھنے کی مگر ہم بھی جلدی ہی اٹھا کرتے تھے۔" غنایہ مبہم سا مسکرائی۔

"اور یہ دروازہ پیٹنے سے کیا ہوتا ہے؟ مجھے لگا نجانے کون آدمی دروازہ بجا رہا ہے۔۔"

"یہ سب اتنا برا ابھی نہیں ہے ساویز۔۔" اس بار وہ زور سے ہنسی تھی۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مگر میری نیند تو اڑ گئی نا۔۔" خفا خفا سے لہجے میں کہتے ہوئے وہ اپنا لیپ ٹاپ کھولنے لگا۔ "ایک تو کوئی شخص برابر والے گھر کا دروازہ بھی بجائے تو لگتا ہے کہ اپنے گھر کا دروازہ بجا ہے۔ ایسے ہوا تو میں کبھی سو ہی نہ سکوں گا۔"

"کچھ دنوں میں آپ کو عادت ہو جائے گی پھر کوئی کمرے کا دروازہ بھی پیٹے گا تو بھی آپ کی گہری نیند میں آنچ نہیں آئے گی۔" شرارت بھری نگاہوں سے اسے دیکھتی ہوئی وہ خود ہی ہنس پڑی۔ ساویز کا قہقہہ جاندار تھا۔

"میں ایسے وقت سے پناہ مانگتا ہوں۔ "

ریسیو ہوئی جاب کی میلز دیکھتے ہوئے اس نے مسہری سے ٹیک لگایا۔

"گروسری لینے جائیں تو چائے کا سامان ضرور لائے گا۔ لوگ ملنے آتے رہیں گے تو ان کے آگے پیش کرنے کے لیے چائے ضروری ہے۔" بالوں کو ایک بار پھر سے کھول کر وہ سرے سے سلجھانے لگی۔

"ہوں۔" اس کی تمام تر توجہ کا مرکز ریسیو ہوئی میلز تھیں۔ جن لوگوں کو اس نے اپنی سی وی میل کی تھی اب وہاں سے جواب آیا تھا۔ جلد سے جلد اسے جاب چاہیے تھی اور وہ اب مزید انتظار نہیں کر سکتا تھا۔

---★★★---

"میر ویس آج ابا سے ملنے آئے گا۔" یہ کہنا بھی کتنا مشکل تھا۔

"تمہارے ابا پہلے ہی غصے میں ہیں! اب بار بار یہ ایک بات دہرا کر مزید غصہ مت دلاؤ۔" عفت نے ڈپٹا۔

"اس میں کیا برا ہے؟ آپ لوگ ہی چاہتے ہیں نا کہ میں شادی کر لوں؟ اور اب چونکہ میں کر رہی ہوں تو پھر کیا برائی ہے؟۔"

"تمہارے بابا کو تم سے نہیں میر ویس سے مسئلہ ہے۔ آخر میر ویس ہی کیوں؟ پہلے تم نے اس کی برائیاں کر کر کے اپنے ابا کا دل برا کیا اور اب اس سے شادی کرنا چاہتی ہو؟۔" یہ لڑکی کتنی عجیب تھی۔

"ان پرانی باتوں کا کیا فائدہ امی؟ بہر حال وہ آج ملنے آئے گا۔ ابا سے کہیئے گا کہ پلیز اس کے ساتھ برابر تاؤ نہ رکھیں۔"

"اتنی جلدی کیوں؟ اس سے کہو اتوار کے روز آئے تاکہ ابا کو منانے کے لیے میرے پاس زیادہ وقت ہو۔" عفت کلس کر رہ گئیں۔

"میں نے ہی اس سے کہا ہے کہ آج ملنے آجائے۔ اس کی اماں بھی اب اس کی شادی کے لیے زیادہ انتظار نہیں کریں گی۔" اس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ میر ویس کی اماں بھی عشنا کو بہو نہیں بنانا چاہتیں۔

"کون آرہا ہے؟۔" پیچھے سے ابا داخل ہوئے تو عشنا کی سٹی گم ہو گئی۔ وہ اس سے ہی مخاطب تھے۔

"ابا وہ آج میر ویس آپ سے ملنے آئے گا۔" خوف بھی تھا مگر بتانا بھی ضروری تھا۔ عفت نے بیٹی کو غصے سے دیکھا۔

ابرار کے تاثرات میں سختی آئی۔

"یعنی تمہارا فیصلہ حتمی ہے؟۔" سخت آواز پر اس کا دل تھوڑی دیر ڈگمگایا۔

"ابا کیا برائی ہے اس میں۔۔" جب اپنا مطلب آیا تو لہجہ معصوم ہو گیا۔۔ اس کے اندر کا شیر اب بلی بن چکا تھا۔

"تم ہی کہتی تھیں کہ وہ بلکل اچھا نہیں بلکہ تمہیں چھیڑ تا رہتا ہے۔۔ ارے میں کہتا ہوں ان پانچ سالوں میں کیا ہی بدل گیا جو تم نے اب اس سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے؟؟۔" لہجہ قدرے برہم ہوا۔

"ابا وہ اب بہت بدل گیا۔(حالانکہ وہ ذرا نہیں بدلا تھا) فاری کمپنی کا مینجر ہے۔۔ سلیقے مند (بلکل نہیں) اور سلجھا ہوا (مبالغہ آرائی) مرد ہے۔" ایک ایک خوبیاں جڑوں سے نکالتے ہوئے گنوانے لگی۔

"میں اس سے صرف تمہاری وجہ سے ملاقات کر رہا ہوں حالانکہ مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔۔" وہ یہ بات پہلے بھی کہہ چکے تھے مگر عشنا مطمئن تھی۔شادی تو اسی سے ہونی تو پھر پریشانی کس بات کی لی جائے۔اس نے اٹھتے ہوئے میر ویس کو کال ملائی۔

---★★★---

"ہیلو۔" موبائل پر آتی کال نے اس کی نیند میں خلل پیدا کیا تھا۔وہ چندھیائی ہوئی آنکھوں سے کالر کا نام پڑھتے ہوئے چونک اٹھا۔کان سے فون لگاتے ہوئے نیند بھری آواز میں آغاز کیا۔

"تم سو رہے ہو؟۔" عشنا اس کی آواز پر جی بھر کر چونکی۔دوپہر کے دو بج رہے تھے اور دو گھنٹوں میں ہی ابا کے ساتھ اس کی ملاقات طے پائی تھی۔

"ہاں سب خیریت ہے؟۔" وہ اٹھ کر بیٹھا۔آواز قدرے بھاری تھی۔

"تم بھول گئے ہو کہ تمہیں آج ابا سے ملنے آنا ہے؟۔" وہ یکدم ہی برہم ہوئی۔"میں کہہ دے رہی ہوں اگر تم ملنے نہیں آئے میں خود شادی سے انکار کر دوں گی۔" اس نے کہتے ساتھ ہی کال کاٹ دی۔اسے حیرت تھی کہ وہ اب تک سو رہا تھا۔۔ چہرہ لال بھبھوکا ہو گیا تو دانت پیستے ہوئے کمرے میں چلی گئی۔

جبکہ دوسری طرف میر ویس کا دل چاہا بے بسی سے رو پڑے۔۔ عشنا سے شادی کرنے کے لیے 'ابا' جیسے اتنے بڑے امتحان سے گزرنا پڑے گا اسے اندازہ اب ہو رہا تھا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یااللہ میری عزت رکھ لینا۔" کہتے ساتھ ہی وہ فرش پر گرا سامان اٹھانے بڑھا۔

---★★★---

"اففف اتنا زیادہ رش تھا۔۔" اس نے آٹے کے خاکی تھیلے کو کنستر میں الٹا۔ اسے یاد نہیں تھا کہ اس سے پہلے وہ آخری بار گھر کی گروسری خود کب لایا تھا۔

"میں سوچ رہی ہوں آج گوشت کا سالن بنالوں۔" وہ پتیلی میں پانی بھر رہی تھی۔

"گوشت۔۔" وہ چونکا اور پھر پیشانی کھجاتے رہ گیا۔ "میں وہ نہیں لایا۔۔ ان دو تین دنوں میں اتنا زیادہ خرچا ہو گیا ہے۔ گھر کا فرنیچر، گروسری اور اب لگتا ہے کہ پیسے زیادہ دن نہیں چل سکیں گے۔ امید ہے مجھے جلد ہی نوکری مل جائے گی۔۔ تم فکر مت کرو! آہستہ آہستہ سب اپنی جگہ پر آجائے گا۔" وہ غنایہ کو بہلانے لگا جو اسے حیرت سے نوٹ کر رہی تھی۔ بھلا اسے غنایہ کو بہلانے کی ضرورت کب سے پیش آنے لگی تھی؟ کیا وہ حالات کو نہیں جانتی تھی یا ساویز کا مشکل وقت میں ہاتھ چھوڑ دینے کا ارادہ رکھتی تھی؟

"آپ اتنی وضاحتیں کیوں دے رہے ہیں۔ میں نے بس یونہی کہہ دیا۔۔ ویسے میں گوشت کے بنا کام چلا سکتی ہوں، دال بنا کر مگر آپ نہیں۔۔" وہ ہنستے ہوئے بولی تو ساویز نے آئبرو اچکائی۔

"تمہیں لگتا ہے میں سادہ کھانا نہیں کھا سکتا؟۔" گویا ایک چیلنج تھا۔ غنایہ نے ہنستے ہوئے کندھے اچکائے۔

"مجھے لگتا ہے۔ "

"چلو دیکھتے ہیں۔۔ میں ثابت کر کے دکھاؤں گا کہ ساویز خانزادہ کوئی نواب کا بچہ نہیں جو کسی بھی ماحول میں ایڈجسٹ نہیں ہو سکتا۔" بازوؤں کے ابھرے مسلز پر ہاتھ پھیرتا ہوا وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"ٹھیک ہے پھر میں دال ہی بنالیتی ہوں۔شام میں سبزیاں لے آئے گا تاکہ رات میں کوئی سبزی بنالوں۔"

"تم مجھے لسٹ بنا کر دے دو۔۔مجھے لگتا ہے میں اب بھی کئی چیزیں بھول آیا ہوں۔"اتنے بھاری تھیلے گھر تک اٹھا کر اس کا کندھا درد کر رہا تھا۔اپنے کندھے پر زور ڈالتا ہوا وہ باہر کی جانب بڑھنے لگا۔

"ساویز اب کتنا کیش رہتا ہے آپ کے پاس؟۔"وہ جانتی تھی یہ گروسری کتنی زیادہ مہنگی آئی ہو گی۔۔اور ساویز کے پاس زیادہ کیش نہیں تھا کہ گروسری کے بعد زیادہ کچھ بچتا۔

"ابھی کافی ہیں اور آگے کے اخراجات بھی پورے ہو جائیں گے۔اللہ مالک ہے۔"اسے دیکھے بنا ہی وہ مطمئن لہجے میں جلدی سے کہتا اندر بڑھ گیا۔غنایہ کافی دیر اسی رخ پر کھڑی جگہ کو دیکھ رہی تھی جہاں سے ساویز گزرا تھا۔۔ان دو تین دنوں میں ساویز نے اسے ایک بار بھی نہیں بتایا تھا کہ ان خرچوں میں کتنا پیسہ خرچ ہوا اور اب کتنے باقی ہیں۔۔باقی ہیں بھی کہ نہیں۔۔

Safa-e ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

---★★★---

میرویس کی آتی کال پر اس نے گھر کا دروازہ کھولا۔گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑے میرویس نے دونوں بندھے ہاتھ کھولے اور سانس خارج کرتے ہوئے اس کی جانب بڑھنے لگا۔

"مجھے لگا تھا دروازہ انکل کھولنے والے ہیں۔"لبوں پر شریر مسکراہٹ ابھری۔

"وہ تم سے ملاقات کر رہے ہیں اتنا ہی کافی ہے۔۔ان کی زیادہ محبت سہہ نہیں پاؤ گے۔"ذو معنی لہجے میں کہتی وہ اس کو پیچھے آنے کا اشارہ دینے لگی۔

"ان سے کہو میر ویس کو محبت کی عادت نہیں۔۔"برہم ہوتے ہوئے اس نے اردگرد نظریں دوڑائیں کہ کہیں ابانہ کھڑے مل جائیں۔

"اس لیے طیش میں بیٹھے ہیں۔"اس نے گہری سانس اندر کھینچی۔میر ویس چونکا ہوا جبکہ عشنا اس کا چہرہ دیکھتی ہوئی بیٹھنے کا اشارہ کرنے لگی۔

"مذاق کر سکتا ہوں؟۔"وہ مزید گھبرا گیا۔

عشنا نے آئبرو اچکا کر اسے کچھ چونکتے ہوئے دیکھا۔

"مذاق کیوں؟۔"

"ان کا موڈ اچھا کرنے کے لیے۔۔"کندھے اچکائے۔

"ان پانچ سالوں کی کہانی سنا دینا۔۔یہ سب ان کے لیے مذاق ہی ہو گا اور شاید وہ ہنس بھی جائیں۔"وہ مزید درمیان میں رکھتی ہوئی طنزیہ لہجے میں بولی۔میر ویس کا چہرہ سرخ ہوا۔

"وہ میری محبت تھی۔۔ "

"مگر ان کے لیے مذاق!۔"

"تم میرا دل دکھا رہی ہو۔"اسے اب واقعی برا لگنے لگا۔

"میں دل نہیں دکھا رہی بلکہ سچ کہہ رہی ہوں!وہ کبھی اس بات کو نہیں مانیں گے کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے۔انہیں لگتا ہے کہ تم میری زندگی کے ساتھ کھیل رہے ہو،اس لیے خدارا کوئی ایسی بات نہیں کرنا۔میں نے ان سے یہی کہا

ہے کہ وہ جلدی شادی کی خواہش رکھتا ہے کیونکہ اس کی اماں کا بہت زور ہے۔" اسے سمجھاتے ہوئی وہ باہر نکلنے لگی جب ابا کمرے میں داخل ہوئے۔ میر ویس ادب سے کھڑا ہو چکا تھا البتہ وہ دعا کرتی ہوئی باہر نکل گئی۔ اماں چادر لپٹتے ہوئے اسکارف باندھ رہی تھیں جب اس نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

"آپ کہاں جا رہی ہیں؟۔"

"تمہارا یہ مسلہ تو چلتا ہی رہے گا۔ سوچا ہے ذرا غنایہ سے مل آؤں۔ اس کا نیا گھر بھی نہیں دیکھا۔" اپنا پرس اٹھاتی ہوئی وہ ایک آخری بار خود کو آئینے میں دیکھنے لگیں۔

"مگر میر ویس ابا سے گفتگو کر رہا ہے کہیں ابا کسی بات پر طیش میں نہ آ جائیں۔ میں کیسے سنبھالوں گی؟۔" وہ ششدر رہ گئی۔

"سمجھا دیا ہے میں نے تمہارے ابا کو۔۔ وہ غصہ نہیں کریں گے۔۔ اور اگر معاملہ بگڑنے لگے تو غنایہ کے نمبر پر کال کر دینا۔ اس کا گھر یہاں سے زیادہ دور نہیں۔۔ میں جلدی آ جاؤں گی۔" کہتے ساتھ ہی وہ کمرے سے باہر نکل گئیں جبکہ وہ تھک کر وہیں بستر پر گر گئی۔۔ نجانے ملاقات کیسی جا رہی ہو گی۔

---★★★---

"کیا کرتے ہو تم؟۔" ان کی شخصیت پر رعب واضح ہوا۔

"ایک بڑی کمپنی میں مینجر ہوں۔" دونوں ہتھیلیوں کو آپس میں رگڑتا ہوا وہ بظاہر خود نارمل لہجے میں بولا۔

"اور گھر میں کون ہوتا ہے؟ ماں باپ اور بہن بھائی؟۔" وہ سب جانتے تھے مگر پھر بھی پوچھ رہے تھے۔

"آفس گھر سے کافی دور تھا اس لیے میں اپارٹمنٹ میں شفٹ ہو گیا۔ گھر میں ایک چھوٹی بہن ہے اور اماں ہیں۔ ابا کا کافی سالوں پہلے انتقال ہو گیا تھا۔"

"اللہ مغفرت فرمائے۔ یعنی گھر تم چلاتے ہو؟۔" وہی چڑھی ہوئی بھنویں۔۔

"جی اپنی اماں کا فالحال صرف میں سہارا ہوں۔" وہ بے حد سنجیدہ تھا۔۔

"عشنا تم سے شادی کرنا چاہتی ہے حالانکہ میں۔۔۔" وہ کہتے کہتے رک سے گئے۔ باہر کھڑی عشنا نے لب بھینچ لیے۔

"میں جانتا ہوں آپ ایسا نہیں چاہتے۔" اس نے مضبوط نگاہ ان پر ڈالی۔

---★★★---

جب بھوک بھڑکی ہوئی ہو تو دال بھی مزہ دیتی ہے۔ پہلا لقمہ لینے کے بعد ہی ساویز کو احساس ہوا کہ غنایہ ٹھیک کہتی تھی۔۔ وہ کھانے میں دال نہیں کھا سکتا۔ خانزادہ ولا یاد آیا تو اس نے سوچ کو جھٹکا اور کھانے میں مصروف ہو گیا۔

"کیسی بنی ہے؟۔ "

"بھوک اور تھکان بہت ہے۔۔ البتہ دال بہت مزیدار ہے۔" مسکراتے ہوئے اس نے غنایہ کا دل مطمئن کیا۔

وہ جسے اپنے بستر کے سوا کسی اور جگہ بہت مشکل سے نیند آتی تھی وہ گزشتہ رات بڑی دیر تک اس بستر پر سویا تھا۔

طور طریقے بدل رہے تھے۔

"میں سو جاؤں گا۔ امید ہے اس کے بعد کوئی دروازہ نہیں پیٹے گا۔" آنکھیں نیند سے بوجھل تھیں۔ غنایہ نے اثبات میں سر ہلا کر جھوٹے برتن اٹھائے۔

"آپ شاور لے لیں گے تو زیادہ اچھے سے سو سکیں گے۔ ساری رات گرمی میں کروٹیں بدلتے رہے ہیں۔ "

"تمہیں گرمی نہیں لگتی؟۔" اسے یاد تھا وہ کیسے پر سکون سو رہی تھی۔

"مجھے عادت ہے ساویز۔۔ میں ہر ماحول میں ایڈجسٹ ہو جاتی ہوں۔" مسکراتے ساتھ کہتے ہوئے وہ کچن میں چلی گئی تھی اور ساویز شاور لینے۔۔

---★★★---

"میرا کچھ بھی کہنا فضول ہی ہے۔۔ یہ لڑکی میری نہیں سنتی اور کیونکہ اسے شادی ہی تم سے کرنی ہے تو یہ پوچھ تاچھ، ملاقات کوئی فائدہ نہیں۔۔" ابرار اٹھ کھڑے ہوئے۔ میر ویس خاموش رہا۔ عشنا خود پر ضبط کیے کھڑی تھی۔ یہ ملاقات خوشگوار تو نہیں تھی۔۔

میر ویس ان کی بات کو فراموش کر کے ایک جملے پر دل میں مسکرایا تھا۔ 'اسے شادی ہی تم سے کرنی ہے۔'

ان کے باہر جاتے ہی عشنا اندر داخل ہوئی۔

"گفتگو کیسی رہی؟۔" اس نے جھینپتے ہوئے پوچھا۔ میر ویس اس کا چہرہ دیکھتے ہی ہنس پڑا۔

"بہت خوش ہیں انکل۔۔ کہہ رہے ہیں کل کی دلہن آج ہی نکاح کر کے لے جاؤ۔۔ اتنا خوش میں نے کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔"

اس کی بات پر عشنا نے اسے خفا خفا سے انداز میں گھورا۔

"ابا کے بارے میں ایسا مت کہو۔ "

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں نے کچھ کہا ہی کب۔۔ چلو خیر مجھے کون سا تمہارے خاندان والوں سے شادی کرنی ہے۔ ایک بار شادی ہو جائے باخدا سارے مسلے سلجھ جائیں گے۔" وہ اٹھ کر اس کے پیچھے نکلنے لگا۔

"یہاں اگر میرے ابا خوش نہیں تو وہاں تمہاری اماں بھی اس شادی کے لیے دل سے راضی نہیں۔۔ ہم دونوں ہی ایک کشتی کے مسافر ہیں۔"

اماں کے ذکر پر میر ویس نے گہری سانس خارج کی۔

"میں اماں کو جلد لانے کی کوشش کروں گا۔۔ ابھی گھر جا رہا ہوں تا کہ بات کر سکوں۔ تم اپنی امی کو بتا دینا عاشی!۔" اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔ وہ چاہتا تھا اماں کی ملاقات ابرار صاحب کے بجائے عفت سے ہو۔۔ عشنا نے اثبات میں سر ہلا کر اسے مطمئن کیا۔

---★★★---

"ساویز پریشان ہے؟۔" چائے کی دھیرے سے گھونٹ بھرتے ہوئے اماں فکرمندی سے گویا ہوئیں۔

"وہ بہت پریشان ہیں۔۔ انہیں لگتا ہے کہ اپنی پریشانیاں مجھ سے چھپائیں گے اور میں انہیں جان نہیں پاؤ گی تو ایسا تو ممکن نہیں نا امی؟ میں جانتی ہوں انہیں فکر ہے کہ اگر جاب ملنے سے قبل بچے کچے پیسے بھی ختم ہو گئے تو۔۔" اسے خوشی تھی کہ عفت ملنے چلی آئیں۔ اس بہانے شاید وہ اپنی تکلیف انہیں سنا کر کچھ کم کر سکے۔

"اللہ سب بہتر کرے گا۔ اسے شاید یہ ماحول تنگ کرے مگر تم مضبوط رہنا۔ وہ ان سب کا عادی نہیں اس لیے جلد تھکنے لگے گا۔"

"ساویز پریشان ہیں مگر کمزور نہیں۔۔وہ جانتے ہیں حالات کو کیسے سنبھالنا ہے۔ان کی جیب میں موجود پیسے زیادہ نہیں مگر جب بھی میں ان سے پوچھتی ہوں کہ گھر کے خرچے کے لیے کتنے پیسے رہتے ہیں تو وہ مجھے یہ کہہ کر کہ "اللہ مالک ہے "مطمئن کر دیتے ہیں۔وہ جانتے ہیں اپنی عورت کو سنبھالنا ہے۔وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر انہوں نے مجھے بتا دیا تو میں پریشان ہو جاؤں گی اور ساویز ایسا نہیں چاہتے۔۔مرد کو اللہ نے کتنا مضبوط بنایا ہے یہ مجھے ان چند دنوں میں معلوم ہوا۔مضبوط فیصلے جن میں دراڑ کی امید نہیں۔۔"چائے کا کپ خالی ہو چکا تھا مگر اس کا دل ساویز کی ڈھیروں محبت سے لبالب بھرا ہوا تھا۔

عفت نے بہت محبت سے بیٹی کو دیکھا۔

"تمہیں یاد ہے جب تم بارہ سال کی تھیں اور ابرار کی نوکری چھوٹ گئی تھی؟ہم نے وہ وقت کتنا مشکل میں گزارا تھا کہ جب تمہارا باپ ایک سال کے لیے بے روزگار ہو گیا تھا۔۔لیکن اس وقت بھی اللہ نے ہمیں اچھے سے اچھا کھلایا اور اچھے سے اچھا پہنایا۔پالنے والی ذات اللہ کی ہے۔۔انسان تو بس ایک ذریعہ ہوتے ہیں۔تمہیں اس وقت اللہ کو مضبوطی سے تھام لینا ہے۔"محبت سے اس کے چہرے پر ہاتھ ہوئے وہ سمجھانے لگیں۔

"جی امی۔۔"

"میں اس بار کچھ رقم ساتھ لائی ہوں تا کہ تمہیں دے سکوں۔"اس بات پر غنایہ نے تیزی سے سر اٹھایا۔

"نہیں امی۔۔ساویز کو اچھا نہیں لگے گا۔وہ کبھی کسی سے اپنی ضرورت کی لیے پیسے نہیں مانگیں گے۔"اس کو فخر تھا کہ ساویز ایک خوددار مرد تھا۔۔کم از کم ایک ایسے مرد سے لاکھ درجہ بہتر جو دوسروں کی کمائی پر زندگی بسر کرتے ہیں۔

عفت نے پرس سے ایک سفید لفافہ نکالا۔غنایہ کی سانسیں اٹکنے لگیں۔

"ساویز کو کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تمہارے ہاتھ میں رکھ رہی۔ اسے مت بتانا کہ پیسے کہاں سے آئے۔۔ اپنی طرف سے دے دینا۔"

وہ کوئی زیادہ موٹا لفافہ نہیں تھا مگر ایک اچھی رقم تھی۔

"میں شرمندگی سے مر جاؤں گی اگر انہیں پتا چل گیا کہ یہ پیسے میرے نہیں۔" اس کا دل گھٹنے لگا۔ دل عجیب سا ہو رہا تھا۔

"تو کیا چاہتی ہو کہ وہ پیسوں کے معاملے پریشان رہے؟ چاہو تو یہ رقم مجھے بعد میں لوٹا دینا مگر ابھی رکھ لو اپنی ماں کی خاطر۔۔" اس کا ہاتھ سہلاتی ہوئیں وہ اسے سمجھانے لگیں۔ ایک فکرمندی تھی، احساس تھا۔۔ بیٹی کو تنہا نہیں چھوڑ سکتی تھیں۔ غنایہ کو لگا وہ اس بے بسی پر رو دے گی۔۔ یہ تو نہ تھی اس کی قسمت۔۔۔

---★★★---

"آج تو ویک اینڈ بھی نہیں اور تم ملنے بھی آ گئے۔" باچھیں کھلی کھلی تھیں۔

"اماں سے ضروری بات کرنی ہے۔" وہ جوتے اتار رہا تھا۔

"اماں کمرے میں ہیں۔ آتی ہی ہوں گی۔" بھائی کے آگے ٹھنڈے پانی کا گلاس رکھتے ہوئے وہ برابر میں بیٹھ گئی۔

"میں کمرے میں چلا جاتا ہوں۔ تم پیچھے مت آنا مجھے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔" اسے آنکھیں دکھاتے ہوئے وہ اندر بڑھ گیا جبکہ رومانے اس کے جانے پر منہ بنایا تھا۔

اماں چپل پیر میں پہن کر باہر ہی آ رہی تھیں جب میر ویس اندر داخل ہوا۔

"اسلام علیکم! کیسی ہیں۔" ان کی ناراضگی ذہن میں رکھتا ہوا وہ بستر پر بیٹھا۔

"وعلیکم سلام۔" انہوں نے اس کے سوال کا جواب نہ دیتے ہوئے بے رخی سے دیکھا۔

"کیسی ہیں؟۔" وہ پھر سے بولا۔ کوٹ پینٹ میں ملبوس، بال سلیقے سے بنائے ہوئے وہ نکھرا نکھرا محسوس ہوتا تھا۔

"کیوں پوچھ رہے ہو؟۔" بھنویں چڑھ گئیں۔ میرویس کو شرمندگی محسوس ہوئی۔

"آپ اماں ہیں میری اور مجھے فکر ہے۔ "

"تمہیں فکر ہے؟ فکر ہوتی تو اس لڑکی کا نام لے کر میرا دل خراب نہ کرتے۔" منہ پھیر کر وہ بستر کے دوسری طرف بیٹھ گئیں۔

"شادی تو کرنی ہی ہے۔۔ تو پھر عاشی کیوں نہیں؟۔" وہ اس موضوع پر دوبارہ بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"مجھے لگا تم میری پسند کو تسلیم کر کے رائمہ کے لیے حامی بھر وگے!۔" بھانجی کی محبت زیادہ حاوی تھی۔

"نہیں کرنی آپ کی بھانجی سے شادی۔۔ آپ ہی نے تو کہا تھا کہ اگر میں اپنی من پسند لڑکی کا نام بتاؤں گا تو آپ مان جائیں گی۔ چھ سات سال سے اس کی محبت مجھ پر حاوی ہے مگر آپ پر تو آپ کی بھانجی کی محبت زیادہ معنیٰ رکھتی ہے۔" وہ غصہ نہیں کر رہا تھا۔۔ ماتھے پر بل نمودار ہو گئے تھے۔ بس اپنی بھڑاس نکالتے ہوئے خود کو اطمینان بخش رہا تھا۔

"کون ہے وہ لڑکی؟ ایک الگ گھر میں رہتی ہے! بھلا کون ماں باپ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کی بیٹی دوسرے گھر میں تنہا رہے؟ یقیناً زبان کی تیز ہو گی۔۔ عمر میں بھی اتنی بڑی ہے! پھر کیسے خوش ہو جاؤں؟۔" یہ سب وہ باتیں تھیں جو اماں کو یہ رشتہ نہ ماننے پر مجبور کرتی تھیں۔

"عمر میں بڑی؟۔" وہ چونکا۔۔یہ ان کا نیا جملہ تھا۔" آپ کا بیٹا بھی کوئی بائیس، چوبیس سال کا نہیں ہے اماں۔۔انیتس کا ہوں اور وہ مجھ سے بھی ایک سال چھوٹی ہے۔پھر کیسے بڑی ہو سکتی ہے؟۔"

"دیکھ بیٹا تو نہیں سمجھتا۔۔یہ اٹھائیس سال کی لڑکی کوئی چھوٹی نہیں ہوتی۔رائمہ بیس سال کی ہے۔معصوم ہے بھولی بھالی ہے! جو تو کہے گا، وہ کرے گی۔خاموشی سے ساری بات مانے گی۔اب بھلا بتا یہ اٹھائیس سال کی لڑکی میں کون سی معصومیت؟ تیری بات ماننے کے بجائے تجھ سے الٹا جھگڑے گی۔" محبت سے سمجھاتے ہوئے وہ بہت آرام سے الفاظوں کا استعمال کر رہی تھیں۔میر ویس کا چہرہ غصے سے لال بھبھوکا ہو چکا تھا۔

"بس کریں اماں! انیتس سال کا مرد بیس سال کی لڑکی لائے کیونکہ وہ اس کے رنگ میں رنگ سکتی ہے؟ میری زندگی کو عاشی کی ضرورت ہے۔۔یہ سب پانچ سال پہلے بھی ممکن نہیں تھا اور اب بھی نہیں ہے۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔" پلیز اماں! ساری زندگی آپ کا حکم مانا ہے مگر یہ شادی کا اختیار صرف میرے پاس رہنے دیں۔میں چاہتا ہوں آپ عشنا کی امی سے ملاقات کریں ان دو دنوں میں۔۔"

Safar e ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس بار اس کے چہرے پر اپنے فیصلے کی پختگی تھی۔

اماں اس کا چہرہ تکتی رہ گئیں۔رائمہ کا چہرہ ذہن میں گھومنے لگا تو انہیں محسوس ہوا کہ ان کی اپنی بھانجی کے ساتھ یہ ظلم ہے۔بظاہر اس کی بات مانتے ہوئے وہ نجانے کیا سوچ رہی تھی۔میر ویس مطمئن تھا اور عشنا بھی۔۔کہ شاید اب بات بننے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔

روما خوش تھی اور اماں کے ساتھ عاشی کے گھر جانے پر بضد۔۔۔

دو دن بعد میر ویس اماں کو عاشی کے گھر چھوڑ کر روما کے ساتھ کسی ریسٹورینٹ چلا آیا۔ اسے بہلانے کا ایک یہی طریقہ تھا۔ دماغ تو تب سن ہوا جب عاشی کی کال نے اسے اماں کی نئی ڈیمانڈ سنائی۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟۔" وہ بوکھلا گیا تھا۔

"میں کیا جانوں! آنٹی نے امی سے کہہ دیا کہ اگر شادی ہو گی تو آنے والے اتوار کو! یہ بات یقیناً انہوں نے اس لیے کہی ہے تاکہ ہم لوگ ان کی بات نہ مان کر رشتے سے انکار کر دیں۔ تم مجھے بتاؤ گے کہ یہ کیا ہو رہا ہے میر ویس؟ امی یکدم ہی پریشان ہو گئی ہیں کہ یہ سب اتنی جلدی کیسے ہو گا؟۔" عشنا بے حد سنجیدگی سے الٹا اس سے پوچھنے لگی۔

"میں باخدا ان باتوں سے واقف نہیں تھا۔ مجھے تو علم بھی نہیں کہ اماں نے یہ سب کیوں کہا! مگر اتنا جان گیا ہوں کہ یہ ان کا حتمی فیصلہ ہے۔" پیشانی پر بل نمودار ہو گئے تھے۔

"ان چھ دنوں میں یہ سب کیسے ہو گا؟۔" وہ آنکھیں پھاڑتے ہوئے بولی۔ "ابھی تو ابا کو بھی نہیں بتایا ہے اور شادی کی تیاریاں یہ سب؟ یہ یاد رکھنا کہ میں سادے سے جوڑے میں تمہارے ساتھ نکاح نہیں پڑھوں گی۔" اس کے بھی کچھ خواب تھے جنہیں یوں روندتا ہوا وہ دیکھ نہیں سکتی تھی۔

"شادی ہو رہی ہے اتنا کافی نہیں ہے؟۔" میر ویس نے لب بھینچے۔

"میرے لیے کافی نہیں ہے۔۔ گھر میں چار لوگوں کی موجودگی میں نکاح نہیں چاہتی۔" اس کا بھی یہ آخری فیصلہ تھا۔

"تم لوگ ایسا کرو میر ویس کو کچا چبا جاؤ!۔" وہ جھنجھلا ہی تو گیا تھا۔

"میں واقعی تمہیں چبا جاؤں گی اگر تم نے میرے ارمانوں کو آگ لگانے کی کوشش کی۔" کال کٹ چکی تھی اور میز پر مکا مار کر اپنے غصے کا اظہار کر چکا تھا۔ مقابل بیٹھی پاستا پر ہاتھ صاف کرتی روما نے اس کو مسکرا کر دیکھا تھا۔

"یہ پاستا کھاؤ میرو! دنیا ویسے بھی فانی ہے۔" اس کی جانب پلیٹ سرکاتے ہوئے وہ ایک انداز میں بولی اور میر ویس اپنے ہونٹ مزید سکیڑ نہ سکا۔ لبوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ پھیل گئی۔

---★★★---

"اماں نے کہہ دیا ہے کہ اگر شادی ہو گی تو آنے والے اتوار کو! میں جانتا ہوں وہ خفا ہیں کیونکہ میں نے ان کی بھانجی سے شادی کرنے کو انکار کر دیا ہے۔" ساویز کے گھر کے سب سے چھوٹے کمرے کے فرش پر تکیہ لگا کر لیٹا میر ویس اپنے دل کا بوجھ اتارنے لگا۔

"اور ایک یہی طریقہ ہے کہ غنایہ کے گھر والے اتنی جلدی شادی سے انکار کر دیں گے۔" ساویز کا قہقہہ زور دار تھا۔

میر ویس نے سانس خارج کی۔ اس نے اماں کو سمجھانے کی کوشش کی تھی مگر یہ ان کا آخری فیصلہ تھا۔

"ہاں شاید۔۔ انہوں نے اس لیے ہی جان کر یہ سب کہا۔" ٹانگ پر ٹانگ جما کر لیٹے ہوئے میر ویس نے نگاہ چھت پر ٹکالی۔

"تو کیا عشنا اس سب کے بعد راضی ہو گئی؟۔" اس کے ہاتھ میں چنوں کا تھیلی موجود تھا جسے اس نے اب میر ویس کو تھمایا تھا۔

"اماں نے ایک مشکل کھڑی کر دی ہے۔ اتنے سے دنوں میں کیا ہی انتظامات ہو پائیں گے۔ ایک دن تو مزید بیت گیا۔۔ اب صرف پانچ دن رہتے ہیں ساویز! میرا دماغ ابل رہا ہے۔"

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم صرف کچھ باتیں خود پر حاوی کر رہے ہوں حالانکہ یہ سب اتنا مشکل نہیں۔۔اچھا سا ہال بک کرواؤ اور تیاریاں شروع کرو۔اس سے قبل ابرار صاحب کو شادی سے انکار کرنے کا موقع ملے انتظامات مکمل کرو!۔" یہ کہتے ساتھ وہ فرش سے اٹھ کھڑا ہوا اور اب میر ویس کو ہاتھ دے کر اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔

"ایک دفعہ شادی ہو جائے گی تو سارے مسلے ختم ہو جائیں گے۔" اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔"سب ٹھیک ہو جائے گا نا۔۔" وہ اپنے یار کو امید بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے وہ اسے تسلی دے گا۔ساویز کے لبوں پر گہری مسکراہٹ ابھری۔

"تم کر سکتے ہو۔" ایک یہی امید۔۔۔ایک یہی تسلی جو میر ویس کے دل کو اطمینان سے بھر گئی۔

---★★★---

"کراچی والوں سے کہو میر آیا ہے۔" کان پر موبائل ٹکا تھا جبکہ دوسری جانب اس کی بات سنتا وہ ہنستا چلا گیا تھا۔

"میر میں ہوں۔۔یعنی میر ویس۔۔" بھلا کوئی اور میر ہو سکتا تھا؟

"اوہ نہیں!!۔" یہ سنتے ہی اس نے بیچارگی سے ائیر پورٹ پر نگاہ دوڑائی۔"تو پھر کراچی والوں سے کہو وہاج آیا ہے۔" لبوں پر مسکراہٹ ابھری۔

"ہاں آجا۔میک ڈونلڈز پر بیٹھے ہیں ہم وہاں آجا۔" میر ویس کی آواز پر وہ ساکت رہ گیا۔

"تم لوگ مجھے پک کرنے ائیر پورٹ کے اندر نہیں آئے ؟۔" بھلا یہ کیا بات ہوئی۔

"کیوں تو بیوی ہے ہماری ؟ ویسے بھی میں ابھی کنوارا ہوں۔یہیں پر ہے میک ڈونلڈز! میں اور ساویز انتظار کر رہے ہیں تمہارا۔" اس کا کہنا تھا میر وہاج نے زیر لب دونوں کو گالی دی۔

"الو کے پٹھے۔"جیب میں موبائل رکھتا ہوا وہ خود ہی اپنا سوٹ کیس کھینچتا ہوا باہر کی جانب بڑھ گیا۔

---★★★---

"میر ویس بھائی نے سب کچھ انتظام کر دیا ہے۔ تم پریشان مت ہو عاشی۔"اسے سمجھاتے ہوئے تقریباً آدھا گھنٹہ بیت گیا تھا۔

"میرا اس موضوع پر پریشان ہونا فطری ہے۔ جانتی ہو نا یہ پورا ہفتہ میں نے اماں کے کہنے پر میر ویس سے ذرا بات بھی نہیں کی۔"وہ پریشانی میں انگلیاں مروڑ رہی تھی اور غنایہ اسے دیکھ کر سوچنے لگی کہ انگلی مروڑنے والی وہ اکیلی نہیں۔۔

"اماں کی بات ٹھیک ہے۔ اب شادی قریب ہے اس لیے بات کرنے سے منع کر دیا۔ "

"اچھا بہر حال! تمہیں ساویز سے معلوم پڑا ہو گا کہ میر ویس نے کتنی اور کیا تیاری کر لی۔"اس کے قریب ہوتے ہوئے وہ بہت فکر مندی سے پوچھ رہی تھی۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"سارے انتظامات مکمل ہیں عاشی! تم فکر ہی کیوں کرتی ہو۔ ان چند دنوں میں ساویز نے بھی ان کی برابر مدد کی ہے۔"

اب تو جمائی لینا باقی تھی۔

"میرا دل چاہ رہا ہے میں اسے کال کروں۔"اداس نظریں۔

"ان کی یاد آ رہی ہے؟۔"غنایہ نے اس کے جملے کا فائدہ اٹھانا چاہا۔

"خاک اس کی یاد آئے گی۔ مجھے پریشانی ہے کہ کہیں وہ میری امیدوں پر پانی نہ پھیر دے۔ دعا ہے کہ شادی کا ایونٹ اچھا اور بہترین ہو جائے۔"

"میر ویس بھائی کی امی کا اب تو کوئی مسلہ نہیں ؟۔ "

"اللہ جانے۔۔ان چند دنوں میں وہ صرف دو دفعہ آئی ہیں۔میں نے بھی میر ویس سے کچھ نہیں کہا کیونکہ میں جانتی ہوں کہ وہ پہلے ہی اپنی اماں کی وجہ سے پریشان ہے!۔"

"شادی کے کچھ وقت بعد وہ بھی ٹھیک ہو جائیں گی۔ "

"ہاں۔"

" جانے مجھے ساویز کب تک لینے آئیں گے۔ان کا پرانا دوست آرہا ہے تو بھائی اور ساویز دونوں ہی ائیر پورٹ گئے ہیں۔"اسے نیند آرہی تھی مگر وہ یہ سوچ کر نہیں سونا چاہتی تھی کہ ایسا نہ ہو کہ ساویز آجائیں اور اس کی نیند میں خلل پیدا ہو۔عاشی اپنے موبائل پر بینک کا اکاؤنٹ کا بیلنس دیکھنے لگی جو اب زیادہ نہیں بچا تھا۔شادی کے جوڑوں اور جیولری جیسے سامان نے اس کے کافی پیسے خرچ کر دیے تھے۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

---★★★---

"کیسے خبیث لوگ ہو۔مجھے لگا میرا انتظار کر رہے ہو گے۔"سنجیدگی سے کہتا ہوا وہ اپنا سوٹ کیس کھڑا کرنے لگا۔

"انتظار ہی کر رہے تھے۔"میر نے برگر کا لقمہ لیا۔

"تا کہ تم بل بھر سکو۔"ساویز کولڈ ڈرنک کی چسکی لیتے ہوئے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

"مجھے لگا تھا اتنے سالوں بعد تم لوگوں کی کمینگی میں تھوڑا فرق آگیا ہو گا مگر یہ تو بڑھ رہی ہے۔"افسوس سے کہتے ہوئے اس نے والٹ سے پیسے نکالے۔

"ان چار سالوں میں بہت بدل گئے ہو۔ اچھے لگ رہے ہو۔" مبہم سا مسکراتے ہوئے ساویز نے اسے بغور دیکھا۔ ہلکی ہلکی مونچھیں جو چہرے کو پر وقار بناتی تھیں۔ لمبا چوڑا وجاہت سے بھرپور وہ ایک آئیڈیل مرد تھا۔

"استاد صاحب! کیسی چل رہی ہے پڑھائی؟۔" میر ویس نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"کال می پروفیسر! انگلینڈ کی یونیورسٹی کا پروفیسر ہونا آسان بات نہیں۔۔" لبوں پر مسکراہٹ ابھری تو میر ویس نفی میں سر ہلا تا رہ گیا جبکہ ساویز کا قہقہہ گونجا تھا۔

"تم اپنے گھر کب جاؤ گے ؟۔"

"میر ویس کی شادی اٹینڈ کر کے کچھ وقت یہی ٹھہروں گا۔ پھر لاہور امی ابو سے ملاقات کے لیے چلا جاؤں گا۔ اس بار وکیشنز تھوڑی زیادہ ہیں تو بس اس وقت کو میں انجوائے کرنا چاہتا ہوں۔" وہ خوش تھا اور خوش ہی معلوم ہو رہا تھا۔

"اور تمہارا بھائی کیسا ہے ؟۔ "

"امی نے بتایا کہ وہ بہت یاد کرتا ہے۔ چھوٹے بہن بھائی آپ کو اپنے ہی بچے کیوں لگتے ہیں ؟۔" اس کی بات میر ویس نے دل پر محسوس کی تھی۔ روما کا خیال ہمیشہ کی طرح آ گیا تھا۔

"مجھے اپنے جگر کا ٹکڑا یاد آ گیا۔" وہ ہنس پڑا جس پر ساویز بھی مبہم سا مسکرا دیا۔

"سنا ہے تم بے گھر ہو ؟۔" اب اس کا اشارہ ساویز کی جانب تھا۔

ساویز زور ہنس دیا۔

"گھر اب بھی ہے مگر کرائے کا۔۔ آج انٹرویو دے کر آیا ہوں امید ہے بات بن جائے گی۔ "

"تو پھر میں آج رات کس کے گھر ٹھہرنے والا ہوں؟۔ "

"چاہو تو میرے اپارٹمنٹ میں رک سکتے ہو۔" میر ویس کا مشورہ برا نہیں تھا۔ وہ حامی بھرتا ہوا اس کی کولڈ ڈرنک اپنی طرف کرنے لگا۔

---★★★---

"میں کیوں یہ سب ثابت نہیں کر پا رہا۔" آنکھ سے آنسو لڑھکتے ہوئے رخسار پر بہنے لگا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا وجاہت۔" اس کے ہاتھ کی پشت سہلاتے ہوئے وہ پر امید لہجے میں بولی۔ "میں نے کہا تھا ساویز بے قصور ہے۔ تمہاری وہ حرکت بلکل اچھی نہیں تھی۔" خفا خفا سا لہجہ۔۔

نجانے کیوں مگر وجاہت کی سانسیں اٹکنے لگیں۔ وہ پریزے کا چہرہ تکتے ہوئے نڈھال ہونے لگا۔ پچھتاوے کا احساس بہت دیر سے ہی صحیح مگر اس کی آنکھ میں نظر آرہا تھا۔ کیا واقعی یہ سب ایک جھوٹ تھا؟ نظروں کا دھوکا تھا؟ وہ شخص ساویز نہیں تھا؟ کیسے مان لے یہ سب۔۔۔

"مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔" مسہری سے ٹیک لگاتے ہوئے اس نے ادھ کھلی آنکھوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"تم نے انتقام کی آگ میں اپنے دوست کھو دیے۔ میر ویس کیسے ساویز کی طرف داری کرتا ہے۔۔ اتنے سارے لوگ ایک وقت میں جھوٹ نہیں کہہ سکتے وجاہت۔ تم اب اس کی بیوی کا استعمال نہیں کرو گے۔ چھوڑ دو ان کی جان۔۔۔ بخش دو انہیں!۔" اس کی ہلکی شیو پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"میرا دل ڈوب رہا ہے پری۔۔ جسم سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے۔" ہاتھ لرز رہا تھا۔ پریزے نے اسے وہیں لٹا دیا۔

"میں تمہارے پاس ہوں۔۔ یہیں قریب۔۔ تمہارے سرہانے!۔" دھیرے سے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ اس کو سکون پہنچانے لگی۔ وجاہت کی وحشت کم ہو رہی تھی۔ ایک ہاتھ میں پریزے کا ہاتھ تھا۔

"تم کیا ہو میرے لیے جانتی ہو نا؟۔" ذرا سی آنکھیں کھول وہ گھمبیر لہجے میں بولا۔

"میں جانتی ہوں۔" آواز دھیمی تھی۔۔ نازک سی۔۔ کانوں میں رس گھول دینے والی۔

"ہر مرض کی دوا ہو۔۔ ہر زخم کا مرہم ہو۔ تم میری پریزے ہو۔" نیند حاوی ہو رہی تھی۔

"میں یہ بھی جانتی ہوں۔" آنکھیں نم ہونے لگیں۔ اس کی یہ حالت دیکھنا تکلیف دہ تھا۔

"مجھے کائنہ یاد آرہی ہے۔" آنکھیں موندی جاچکی تھی۔ الفاظ بمشکل ادا ہوئے۔ یہ وہ لمحہ تھا کہ پریزے اسے دلاسا بھی نہ دے سکی۔ "اسے کس نے قتل کیا پری۔۔ اسے کس نے مجھ سے دور کر دیا۔" آنکھ سے ایک آنسو نکلا اور رخسار گیلا کر گیا۔ تکلیف سے کراہتے ہوئے اس نے پریزے کے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط کی۔ لفظ جیسے کھو گئے۔۔ وہ چاہ کر بھی نہ کہہ پائی۔ تب تک ہاتھ کی پشت محبت سے سہلاتی رہی جب تک اسے وجاہت کا گہری نیند میں جانے کا علم نہ ہو گیا۔

---★★★---

ہلکی ہلکی بارش موسم کو جہاں خوشگوار بنا رہی تھی وہیں ٹھنڈ میں اضافہ کر گئی تھی۔ ساویز کے آگے چائے رکھتے ہوئے وہ اس کے برابر بیٹھ گئی۔

"انٹرویو کیسا ہوا تھا؟ آپ نے زیادہ کچھ بتایا نہیں۔۔" بھاپ اڑاتی چائے جسم میں گرماہٹ گھولنے لگی۔

"ہاں اچھا ہو گیا تھا۔ امید یہی ہے کہ اچھا جواب مل جائے۔ دونوں ہاتھوں سے چائے کا کپ تھام کر وہ ہاتھوں کو سینکنے لگا۔ موٹی بھوری جیکٹ اس کو سردی سے محفوظ کرنے کے لیے کافی تھی۔

"ایسا ہی ہو گا۔" دل میں دعا کرتی ہوئی وہ عام سے لہجے میں بولی۔ "آپ کے دوست کیسے ہیں؟۔" سر اس کے کندھے سے اٹکا کر وہ اپنی شال درست کرنے لگی۔ وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ کھڑکی سے باہر دور اس چاند کو دیکھتے ہوئے اس کی آنکھیں ساکت تھیں۔

"ٹھیک ہے۔ میر ویس کے گھر ایک رات ٹھہرا ہے۔" سیاہ آسمان پر صرف ایک چاند ہی تھا جو خود کو تنہا محسوس کر رہا تھا۔۔ مگر اس تنہائی میں بھی روشن تھا۔ جانے اس میں ایسی کیا بات تھی کہ ساویز نگاہ نہ ہٹا سکا۔ یکدم ہی اس نے غنایہ کا ہاتھ تھاما۔ ٹھنڈ سے برف ہوتا ہاتھ ساویز کو جی بھر کر چونکا گیا۔

"تمہیں ٹھنڈ لگ رہی ہے۔ "

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔" مسکراتا ہوا مطمئن لہجہ۔

"تمہارے پاس کوئی جیکٹ نہیں؟ سوئیٹر؟۔" اس کی آنکھوں میں چاند کا عکس نمودار ہوا۔ وہ بنا پلک جھپکے اس کی بھوری آنکھوں میں دیکھ رہا تھا جو اب ہر دم یوں مسکراتی رہتی تھیں۔

"جب میں آپ کے ساتھ رخصت ہوئی تھی تو سردیوں کی شروعات نہیں ہوئی تھی اس لیے میرے بیگ میں ایک بھی سوئیٹر نہیں۔۔" مبہم سا مسکراتے ہوئے وہ اس کے ہاتھ پر اپنے انگلی پھیرنے لگی۔ "مگر اب جب بھی گھر جاؤں گی تو اپنا سوئیٹر لے آؤں گی۔"

ساویز کچھ کہہ بھی نہ سکا۔۔ آنکھیں یک ٹک اس کا چہرہ دیکھنے لگیں یا اس کا ضبط۔۔ کیا لڑکی تھی وہ۔۔ ہر حالات میں کسی بھی حالت میں جی لیتی تھی۔

اس کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے وہ اٹھ کر اندر بڑھا۔ غنایہ نے حیرانی سے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"میں بھی آؤں؟۔" جب تک اس نے سوال کیا، ساویز باہر ہی آ گیا۔

"نہیں۔۔" ہاتھ میں موٹی بڑی جیکٹ تھی جو وہ اپنے ہمراہ باہر لایا تھا۔ "یہ پہن لو۔۔ ٹھنڈ لگ جائے گی۔" اسے کھڑا کرتے ہوئے وہ محبت سے بولا۔ شال اتار کر کنارے پر رکھی اور موٹی بڑی جیکٹ پہنانے لگا۔

"مگر یہ تو بہت زیادہ بڑی ہے۔۔" آستین قدرے لمبے تھے جس سے ثابت ہوتا تھا کہ یہ ساویز کی جیکٹ ہے۔

"مگر تم اچھی لگ رہی ہو۔" وہ ہنس پڑا۔ جیکٹ واقعی بہت بڑی تھی کہ غنایہ اس کے اندر سما گئی تھی۔

"آپ بہت لمبے ہیں۔" وہ بھی ہنس پڑی۔

"اور تم بہت چھوٹی۔۔ اتنی چھوٹی کہ کوئی تمہیں جیکٹ سے پکڑ کر بھی گھسیٹ سکتا ہے۔" ناک کو چھوتے ہوئے وہ دوبارہ بیٹھ گیا۔

توجہ ایک بار پھر چاند نے اپنی جانب کر لی۔

"کسی نے کہا تھا کہ وہ صرف چاند دیکھنے کے لیے اپنی نیند برباد نہیں کر سکتا۔" ذو معنی لہجہ۔۔ وہ اس کی بات، اس پر ہی لوٹا گئی۔

"ہوں؟۔" وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے اس کا چہرہ تکنے لگا۔

"رات کے تین بج رہے ہیں۔۔"اس کا اتنا کہنا ہی کافی تھا۔۔ساویز سب سمجھ گیا۔پیشانی کھجاتے ہوئے ہنس پڑا۔

"اب پتا چلا تم چاند کو اتنے وثوق سے کیوں دیکھا کرتی ہو۔یہ ہماری توجہ اپنی جانب کھینچتا ہے۔۔کہ اگر آپ اسے دیکھیں تو سارے خوشی اور غم کے لمحے یاد آجائیں۔"اس نے ایسی زندگی کبھی نہیں سوچی تھی۔۔وہ خود کو غنایہ کے ساتھ ان حالات سے لڑتا ہوا دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔

شاید یہ سب واقعی مشکل تھا۔۔دشواری محسوس کرتے ہوئے پیشانی پر پریشانی کے بل نمودار ہوئے۔

"آپ اپنی امی کو یاد کر رہے ہیں؟۔"کمر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس نے محسوس کیا۔

"ہاں شاید۔۔پتا نہیں۔"اسے اپنے جذبات خود سمجھ نہ آئے۔۔وہ کیا چاہتا تھا،وہ نہیں جان پا رہا تھا۔بس ایک ہاتھ میں غنایہ کا ہاتھ سختی سے بھینچ کر خود سے قریب کر لیا گیا تھا۔غنایہ بھی کچھ نہ بولی۔وہ چاند دیکھ رہا تھا۔۔اور غنایہ اس کی آنکھوں میں چاند کا عکس۔۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

---★★★---

"یہ سب نے تم نے سجایا میرو؟۔"اس کی آنکھیں خوشگوار حیرت سے پھیلنے لگیں۔منہ ادھ کھلا ہی رہ گیا۔

"تمہیں کیسا لگا؟۔"چہرہ کھلا کھلا تھا۔۔آج کا دن دوسرے دنوں سے کافی مختلف تھا۔مسکراہٹ تھی کہ لبوں سے جدا ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"باقی انتظامات پورے ہیں؟۔"اماں نے مجبوراً پوچھا۔لہجے میں ناراضگی تھی۔

"جی۔وہاج ایک بار ہال والوں سے مل آئے گا۔سات بجے بارات ہال میں پہنچ جائے گی۔"بستر پھولوں سے سجایا جا چکا تھا۔

"میں بس تیاریاں دیکھنے آئی ہوں پھر چند گھنٹوں میں گھر چلی جاؤں گی۔ سارا سامان وہیں ہے۔" بستر پر سرخ رنگ کی چادر بچھائی جا چکی تھی۔

"میں آپ کو گھر سے پک کر لوں گا۔" اس نے اندر داخل ہوتے وہاج کو دیکھ کر الفاظ ادا کیے۔

"اور ڈرائیور کون ہے؟۔ "

"وہاج!۔" ایک بار پھر وہاج پر نگاہ پڑی۔ وہاج جہاں جی بھر کر چونکا وہیں اماں مطمئن ہو گئیں۔

'یہ مجھے کیوں نہیں پتا چلا۔۔' وہ خود سے کہے بنا نہ رہ سکا۔ اس سے پہلے میر ویس کی اماں کی نظر اس پر پڑتی وہ جلدی سے باہر ہو لیا۔ البتہ روما ہر پھول کو چھو کر دیکھ رہی تھی۔

"ان پھولوں میں تو خوشبو ہی نہیں۔۔" روما کی ساری خوشی ڈھ سی گئی۔ میر ویس چونک اٹھا۔ وہ یہ کمرہ بھی رات کے بعد سے اب دیکھ رہا تھا کیونکہ اسے سجانے والا میر ویس خود نہیں تھا۔۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یہ تو نے کیا کیا وہاج؟۔" آنکھیں حیرت سے پھاڑتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا اصلی پھولوں سے مجھے الرجی ہے۔" وہاج نے انگلی اٹھا کر یاد دلایا۔

"اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ تم نقلی پھول لگا دیتے!!۔" آنکھیں پھٹ کر باہر آ گئی تھیں۔

"اس کا مطلب اور کیا ہو سکتا تھا؟ ویسے بھی یہ کام میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا! جب ایک انسان کو زبردستی کمرہ سجانے کا حکم دے کر دروازہ لاک کر کے باہر چلے جاؤ گے تو کیا وہ کوئی کام دل سے کرے گا؟ تیرے اپارٹمنٹ میں ٹھہرنا زندگی کی بہت بڑی غلطی تھی۔ ساویز کے پاس ہی رک جاتا۔" اپنے کندھے سے اس کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے وہ گیسٹ روم کی جانب بڑھنے لگا جبکہ میر ویس اس کی بات پر ہی ٹھہر گیا تھا۔۔

ہاں تو کیا ہوا تھا کہ اگر میر ویس نے سارا کام اس پر ڈال دیا، اسے اندر بھیج کر کمرہ بند کر دیا، یا زبردستی اس سے کام کروایا۔۔

'یااللہ' وہ گہری سانس ہوا میں دھکیلتا رہ گیا۔ یہ کام عشنا کی دی گئی ہدایات کے بلکل برعکس تھا۔

---★★★---

"مجھے امید نہیں تھی کہ تم ایسا کرو گی۔" لہجہ خفا خفا سا تھا۔ پیشانی پر ٹیکس لگاتے ہوئے بیوٹیشن نے اس کا چہرہ دیکھا۔

"میں کیسے آسکتی تھی عشنا۔ ان کے کپڑے پریس کرنے ہیں اور اگر میں بھی پارلر آجاتی تو تیار کیسے ہو پاتی! جانتی ہو نا کہ میں پارلر سے تیار نہیں ہونے والی۔" پیچھے سے آتی دوسری آوازوں سے غنایہ کی مصروفیت کا علم ہو چکا تھا۔

"خرچہ میں اٹھا لیتی غنایہ۔۔ کم از کم آج تو نہیں!۔" دل دکھی ہو گیا۔

"بیوٹیشن سے میک اپ کا؟ نہیں نہیں! ساویز کو بلکل اچھا نہیں لگتا عاشی۔۔ میں انہیں یہ احساس نہیں دلانا چاہتی تھی کہ وہ میرے لیے کچھ کر نہیں پا رہے۔" اماں کے دیے ہوئے پیسے اب تک اس نے چھپا کر رکھے تھے۔ ساویز کے سامنے یا اس کے پیچھے بھی وہ پیسے نکالنے کی ہمت نہیں رکھ رہی تھی۔ "تم اداس مت ہو! میر ویس بھائی سے بات ہوئی؟۔"

"اس کا میسج آیا ہوا ہے مگر میں نے ابھی تک دیکھا نہیں۔ چلو میں فون رکھتی ہوں میک اپ ہو رہا ہے۔" ایک نظر خود کو آئینے میں سنورتا دیکھ کر وہ زیر لب مسکرائی۔ موبائل سامنے رکھ کر اس نے ایک بار پھر خود کا تفصیلی معائنہ کیا۔

کئی سال یہ کہنے کے بعد کہ 'وہ شادی نہیں کرنا چاہتی' بلآخر وہ شادی کر رہی تھی۔ اس شخص سے جس نے اسے آخرکار شادی کے لیے منا ہی لیا تھا۔۔

وہ مرد جس کی نگاہوں میں صرف عشنا تھی۔ بھری محفل میں اسے پہچان لینے والا مرد آج قانونی طور پر اس کا ہونے والا تھا۔

وہ گھبرائے یا کھلائے۔۔

یہ فیصلہ اچانک تھا جو اس نے بنا کچھ سوچے سمجھے کیا تھا۔۔ مگر اسے یقین تھا کہ یہ فیصلہ اس کی زندگی کا بہترین فیصلہ ہے۔۔ ایک ایسا فیصلہ جس پر وہ کبھی پچھتانے نہیں والی تھی۔

سارے انتظامات کیسے ہوئے اور کتنے وقت میں اسے علم بھی نہیں تھا۔ میر ویس کا ایک جملہ اس کے دل میں ڈھیروں اطمینان پھیلا گیا۔

"میں موجود ہوں عاشی۔۔" ہاں اس نے اپنی موجودگی کا احساس دلایا تھا اور وہ مطمئن ہوگئی تھی کہ میر ویس سب سنبھال لے گا۔ وہ سارے انتظامات دیکھ لے گا۔

شادی کے لیے بھی ہال کا انتظام میر ویس نے ہی سنبھالا تھا۔ روما خوش تھی اور ہر بات پر کھکھلا رہی تھی۔ یہ اس کے میرو کا دن تھا۔ اپنی پسند کا شرارہ پہن کر وہ میرو کا انتظار کر رہی تھی تاکہ اسے اپنی تیاری دیکھا سکے۔ ایک چھوٹا ٹیکا جو اماں کے منع کرنے کے باوجود بھی پہنا تھا۔ ہاتھوں میں چوڑیاں اور کہنیوں تک مہندی۔۔ اسے یاد تھا اماں نے اتنی زیادہ مہندی پر کتنا ڈپٹا تھا مگر میرو نے انہیں یہ کہہ کر لاجواب کر دیا تھا کہ اسے کرنے دیں وہ جو چاہتی ہے۔۔

"میرو تم جلدی آجاؤ۔ دیکھو میں تیار ہو گئی ہوں۔" ہلکا ہلکا میک اپ اور بال خوبصورتی سے بنائے گئے تھے۔ وہ جان کر اسے پارلر لے کر گیا تھا تاکہ اس کی خواہش کے مطابق تیار کروا سکے۔

"میں بس آ گیا ہوں روما۔" بند کمرے سے آتی آواز نے اسے قدرے مطمئن کیا تو وہ میز پر رکھے ٹوکرے دیکھنے لگی۔

وہاج اپنا سامان اپنے گھر رکھ کر آ چکا تھا۔ فیصلے کے مطابق شادی ہال سے وہ سیدھا اپنے گھر جانے والا تھا۔ یکدم ہی دروازہ کھلا اور وہاج باہر نکلا۔

"تم تو بہت پیاری لگ رہی ہو۔" کھل کر مسکراتے ہوئے اس نے خوشگواری سے کہا۔

"تھینک یو۔" رخسار سرخ ہونے لگے۔ "میرو کہاں ہے؟ میں اسے اپنی تیاری دیکھانا چاہتی ہوں۔"

"لو وہ تو دلہا ہے۔ اب اگر وہ تیار نہیں ہو گا تو شادی کیسے ہو گی؟ تم چند منٹ ٹھہر و وہ بس باہر آتا ہی ہو گا۔" پیار سے کہتے ہوئے وہ باہر کی جانب بڑھ گیا اور روما ایک بار پھر صوفے پر ڈھ گئی۔

---★★★---

نفیس گولڈن کام والا یہ گولڈن شرارہ اس کی خوبصورتی بڑھا رہا تھا۔ غنایہ پل بھر میں اسے دیکھتے ساتھ ہی ساکت ہو گئی۔ آج سے قبل نہ اسے اتنا تیار دیکھا تھا اور نہ یوں ہر بات پر مسکراتے۔۔ وہ ہال کے لیے گاڑی میں بیٹھ رہی تھی جب غنایہ نے اسے گلے لگاتے ہوئے سختی سے بھینچا۔

"میں تمہاری تعریف نہیں کر پاؤں گی عاشی۔" وہ یہی کہہ سکی۔

"ایسا کیوں؟۔" دھیمے لہجے میں وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"کیونکہ مجھے اپنا کہا کم لگے گا۔" اس کی پیشانی چومتے ہوئے وہ اسے گاڑی میں بیٹھانے لگی۔ ابا خاموش تھے، کچھ نہ بولے۔ البتہ اماں بے حد خوش تھیں۔ آج کے بعد ان کی دونوں اولادیں اپنے گھر والی ہو رہی تھیں۔

"تم بھی بہت زیادہ اچھی لگ رہی ہو۔" اس کی میکسی بغور دیکھتے ہوئے وہ بہت محبت سے بولی۔

"میری تعریف کرنے کے لیے میرا شوہر موجود ہے۔"ہنس کر کھلکھلاتے ہوئے رخسار کچھ سرخ ہوئے۔"انہوں نے ابھی مجھے نوٹس نہیں کیا کیونکہ ہم کافی لیٹ ہو چکے تھے۔تیار ہو کر سیدھا یہاں آنے کے لیے نکل پڑے۔"

گاڑی چلنے کے لیے تیار تھی۔وہ دور ہٹ کر ساویز کو دیکھنے لگی جو سفید کرتے میں ملبوس ابرار سے بات کر رہا تھا۔یہ خوشی کا موقع یادگار ہونے والا تھا۔

---★★★---

"تم بہت پیاری لگ رہی ہو۔"بہن پر نگاہ پڑی تو وہ اپنی تیاری بھول گیا۔

"کیا واقعی۔۔"دنیا اس کی تعریف کرتے رہے مگر اس کے لیے صرف میرو کا کہا ضروری تھا۔

"لو بھلا اس موقع پر جھوٹ کیوں کہا جائے۔اچھی خاصی دلہے کی بہن لگ رہی ہو۔"اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ اس کا ڈوپٹہ درست کرنے لگا۔

"تم بھی بہت اچھے لگ رہے ہو۔یہ شیروانی تم پر بہت اچھی لگ رہی ہے میرو۔۔"وہ تیزی سے اس کے گلے لگی۔"میں بہت خوش ہوں۔"یہ جملہ وہ اس کے منہ سے آٹھویں بار سن رہا تھا۔

"میں جانتا ہوں روما جان۔۔اب دیر ہو رہی ہے۔وہاج بھائی گاڑی میں انتظار کر رہے ہیں تم جاؤ جا کر بیٹھ جاؤ۔میں بھی آتا ہوں۔"اسے پیار سے بھینچتے ہوئے وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔موبائل کی نوٹفکیشنز دیکھتے ہوئے اس نے گہری سانس خارج کی۔عشنا کا اب تک اس کے میسج پر جواب نہیں آیا تھا۔والٹ اٹھا کر جیب میں رکھتے ہوئے وہ آخری بار سجاوٹ پر نگاہ دوڑانے لگا۔

---★★★---

"اسلام علیکم۔" ہال میں داخل ہوتے ساتھ ہی اس کی نگاہ عفت پر پڑی تھی۔

"وعلیکم سلام!۔" ارد گرد مہمان دلہے کو دیکھنے کی نیت سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہال میں زیادہ لوگ نہیں تھے۔ پیچھے داخل ہوتیں اماں نے بھی عفت کی جانب ہاتھ بڑھایا۔

ابھی میر ویس ساویز کو تلاشتا ہوا آگے بڑھتا کہ روما نے اس کا ہاتھ تھام لیا جیسے وہ اس کے ساتھ چلنا چاہتی ہو۔ اسے انتظامات دیکھنے تھے مگر یوں ہاتھ چھڑانا اچھا نہیں لگا تو اس کے ہمراہ ہی آگے بڑھ گیا۔

دلہن کی گاڑی ابھی تک نہیں پہنچی تھی۔ اسٹیج کا چہرہ دیکھ کر لبوں پر ایک مسکراہٹ ابھری۔ ساویز نے ہال کی سجاوٹ بہت خوبصورت کروائی تھی۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میر۔۔" پیچھے سے آتی گھمبیر آواز پر وہ تیزی سے مڑا۔ سفید کرتے میں وہ اسے کچھ منفرد لگا۔ ایسی ڈریسنگ وہ شاید ہی کبھی کرتا تھا۔

"تمہارا شکریہ میرے بھائی۔" رہا نہ گیا تو گلے سے لگا لیا۔

"یہ تو کچھ بھی نہیں۔۔" لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ آج وہ کہہ سکتا تھا کہ اس کے یار کی شادی ہے۔

"میں کیسی لگ رہی ہوں ساویز بھائی۔" ہر کسی سے اپنی تعریف وصول کرنا اب وہ اپنا فرض سمجھ رہی تھی۔ ساویز ہنستے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔

"تم تو بہت زیادہ خوبصورت لگ رہی ہو یار۔" وہ اسے ہمیشہ اس کی عمر سے بھی چھوٹے بچوں کی طرح ٹریٹ کرتا تھا۔ میر ویس روما کے تاثرات دیکھنے لگا جو ساویز کی تعریف پر مزید کھلے کھلے سے تھے۔

"میں نے اپنی دوستوں کو بھی بلایا ہے۔ وہ بھی آتی ہی ہو گی۔" میر وکن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے اس نے بلآخر بتا ہی دیا۔۔ جبکہ وہ حیران ہوتے ہوئے بھی کچھ نہ بولا کیونکہ اسے علم نہیں تھا۔

"عشنا کی گاڑی ہال پہنچنے والی ہے۔ میرے ساتھ آکر ذرا کیٹرنگ کے کام پر ایک نگاہ ڈال لو۔" لوگ آہستہ آہستہ ہال میں داخل ہو رہے تھے۔ وہ اثبات میں سر ہلاتا ہوا اس کے پیچھے بڑھ گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اماں اس کے پیچھے آئی تھیں۔

"یہ لوگ ایک ہال بھی خود سے نہیں کر سکے؟ شادی کی ذمہ داری تو انہیں اٹھانے دیتے۔" نجانے انہیں کن کن باتوں پر غصہ تھا۔ میر ویس نے مڑ کر ساویز کو دیکھا جو دوسری طرف تھا۔

"کیسی باتیں کر رہی ہیں اماں۔۔ میرے لیے یہ باتیں معنی نہیں رکھتیں اور آپ کو تو خوش ہونا چاہیئے کہ آپ کا بیٹا سارے انتظامات سنبھال رہا ہے۔" ان کی باتیں جھنجھلا دینے والی تھیں۔

"مگر بیٹا شادی کا ایونٹ تو لڑکی والے ارینج کرتے ہیں۔ اب ولیمہ بھی تم کرو اور شادی بھی تم!! وہ صرف تمہیں اپنی لڑکی دے رہے ہیں۔" انہیں عشنا کا نام لینا بھی گوارا نہیں تھا۔ میر ویس نے گہری سانس خارج کی۔ قریب تھا کہ اس کے سر میں درد اٹھتا جب باہر سے دلہن کے آنے کا شور اٹھا گیا۔

"عاشی آگئی ہے اماں آپ اسے ریسیو کریں۔" انہیں یہاں سے بھجوانے کا ایک بہترین وجہ مل چکی تھی۔ اسے کچھ گھورتی ہوئیں وہ باہر نکل گئیں۔

---★★★---

اس نے اپنے ہاتھوں کو کانپتے ہوئے محسوس کیا۔ یہ کیوں لرز رہے تھے وہ نہیں جانتی تھی۔ بس ایک عجیب سا احساس اسے گھیرے بیٹھا تھا۔ وہ ایک مرد جو باہر اسٹیج پر بیٹھا تھا، زندگی کی ڈور اس کی زندگی کی ڈور سے باندھی جا رہی تھی۔ برائیڈل روم کے صوفے پر بیٹھی وہ بار بار خود کو آئینے میں دیکھ رہی تھی۔ یہ ایک بے یقین لمحہ تھا۔۔ اور شاید خوفناک بھی۔۔

وقفے سے اسے احساس ہوتا کہ آنکھیں نم ہو رہی ہیں۔ شادی زندگی کا ایک بڑا فیصلہ ہوتا ہے۔ ایک ایسا رشتہ جس کے سنگ آپ اپنی پوری زندگی گزارنے کی خواہش کرتے ہیں۔۔ وہ ڈر رہی تھی کہ کہیں اس کا یہ فیصلہ ایک غلط فیصلے میں تبدیل ہو جائے۔ تھوک نگلتے ہوئے اس نے اندر آتے مولوی صاحب اور ابا کو دیکھ کر نگاہیں نیچی کر لیں۔

جبکہ باہر اسٹیج پر بیٹھا میر وہاج بار بار اپنی پیشانی پر آئے پسینے کو ٹشو سے تھپتپا رہا تھا۔ یہ پانچ سالوں کی دوریاں انہیں اتنا نزدیک لے آئیں گی وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ دل مطمئن تھا مگر آنکھیں نم ہونا چاہتی تھیں۔ اتنے لمبے انتظار کے بعد وہ اسے اپنا بنتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ ہونٹ بار بار خشک ہو رہے تھے۔ اماں کے حکم کے مطابق اس نے ایک بار بھی عشنا کو نہیں دیکھا۔ دور کھڑا وہاج ساویز سے بات کرتے ہوئے ذرا سا مسکرایا تھا۔ وہ ایک سلجھا ہوا پر وقار مرد تھا۔۔ ایک ایسا مرد جس کی شخصیت میں بلا کا گریس تھا۔ وہ پروفیسر تھا۔ پروفیسر میر وہاج! جو اپنی شخصیت اور کردار سے بھی سب کا استاد معلوم ہوتا تھا۔ خوش مزاج شخص جو ہنستا کم مگر مسکراتا زیادہ تھا۔ اس کی آنکھوں کی چمک اس کے اندر کی خوشی اور غم دونوں کی خبر دیتی تھیں۔ ساتھ کھڑا ساویز اپنی بردبار شخصیت میں ہی جچتا تھا۔ اپنے فیصلے پر مضبوطی سے جمے رہنے والا مضبوط مرد۔۔

پھر وہ وقت بھی آیا جب عشنا کے لب ٹھہر سے گئے۔ یہ دو بول اس کی زندگی کے سب سے مشکل الفاظ تھے۔ جنہیں ادا کرتے ہوئے اس کا خون خشک ہوا تھا۔ ایک دفعہ دستخط ہو گئے تو گویا دل میں ایک عجیب اتھل پتھل سی مچ گئی۔ سانسیں تیزی سے چڑھنے لگیں۔ مولوی صاحب کے جانے کے بعد اس نے بے چینی سے پہلو بدل لیا۔

یہ سوچ کر اس کا دل ایک عجیب سے احساس سے گزرا کہ وہ میر ویس کی دلہن ہے۔ غنایہ اس لیے بھی خوش تھی کہ شادی کے بعد عاشی زیادہ دور نہیں جانے والی تھی۔

اس نے اپنی ساس کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔

"بہت مبارک ہو۔" سرسری سا لہجہ۔ عاشی زبردستی سا مسکرائی۔ اسے عجیب لگا ان کا یوں پھیکا سا مبارک باد دینا مگر وہ خاموش رہی۔ عفت بھی ان کا رویہ محسوس کرتیں باہر نکل گئیں۔ میر ویس کی رضامندی حاصل کی گئی اور یوں نکاح کا کام مکمل ہوا۔ وہ مزید اسے دیکھے بنا اسٹیج پر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ کسی کے کہنے سے قبل ہی وہ خود ہی بول پڑا۔

"اب تو میری بیوی کو لے آؤ کوئی۔۔" آخر صبر کے امتحان کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ اسے غنایہ نے جب میر ویس کے الفاظ سنائے وہ مسکرائے بنا نہ رہ سکی۔

"بے صبرا شخص!۔" زیر لب کہتے ہوئے وہ غنایہ کی مدد سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ایک جانب روما تھی جس نے اس کا شرارہ ایک جانب سے سنبھالا ہوا تھا۔

"بھابھی۔" پہلی بار وہ اس لفظ سے پکاری گئی تھی۔ عشنا کا دل دھڑکا۔

"جی۔" نرم ملائم لہجہ۔۔

"آپ بہت اچھی لگ رہی ہیں۔" آنکھوں میں ستارے جگمگا رہے تھے۔ اسے بھابھی کہنا دل کو کتنا بھایا تھا۔

"تم بھی بہت زیادہ خوبصورت لگ رہی ہو۔ بلکل ایک شہزادی کی طرح۔۔"محبت سے ناک چھوتے وہ ان دونوں کے ہمراہ باہر نکلی۔ نگاہ اسٹیج پر کھڑے میر ویس کو دیکھ کر جھک گئیں البتہ میر ویس خوب مسکرایا تھا۔ کب مسکراتے مسکراتے آنکھیں نم ہو گئیں، خبر ہی نہ ہوئی۔ اسے یاد رہا تو بس اتنا کہ دل کی طلب پوری ہو گئی۔ دل کی خواہش پوری ہو گئی۔ آنکھیں تیزی سے جھپکتے ہوئے وہ آنسو روکنے لگا۔ ایک ہاتھ اس کی جانب بڑھا کر اسے اپنی جانب اوپر کھینچا۔ ابھی وہ جی بھر کر اسے دیکھتا ہی کہ کسی کی آواز پر رکا۔

"دونوں بیٹھ جاؤ۔ فوٹو سیشن ہو جانے دو۔" آواز عفت کی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے بنا کچھ کہے بیٹھ گئے۔ ہال کا خوبصورت منظر دل موہ لینے والا تھا۔

"کتنا عجیب ہے نا؟۔" بات کا آغاز میر ویس کی جانب سے ہوا۔

"کیوں؟۔" وہ مسکرا دی۔

"آج ہم دونوں ساتھ بیٹھے ہیں اور تم میری بیوی ہو!۔" گھنی لمبی پلکیں اس کی توجہ بٹانے لگیں۔

"عجیب تو ہے۔" وہ کھلکھلا دی۔ "میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ تم سے شادی کروں گی۔" نگاہ اس سے ملانی چاہی مگر کسی احساس سے وہ اٹھ ہی نہ سکی۔

"اور میں نے نہیں سوچا تھا کہ جسے پانچ سال بعد بھی یاد رکھا وہ اپنے آگے کے کئی سال میرے نام کر دے گی۔" اس کی باتیں سحر تھیں جس کے اثر سے نکلتے ہوئے عشنا مسکرائی تھی۔

"تھینک یو۔" وہ اپنا شرارہ ٹھیک کرتے ہوئے سامنے دیکھنے لگی۔

"کس لیے؟۔" اس نے چہرہ موڑ کر بیوی کو دیکھا۔

"یہ سب بہت خوبصورت ہے۔ اسٹیج کی سجاوٹ اور یہ ہال۔۔ تم نے واقعی سب کچھ میری پسند کا کیا ہے۔ مجھے یقین نہیں آرہا۔" آواز قدرے دھیمی تھی۔

"تم نے کیا سمجھا تھا میں تمہاری پسند کو مدنظر نہیں رکھوں گا؟۔" نگاہ آنکھوں پر ٹھہر گئی کہ شاید آج ان آنکھوں کا رنگ جان سکے۔

"تم نے سب بہت اچھے سنبھالا ہے۔ سب رشتوں کو بھی۔۔" وہ کیا مرد تھا۔۔ لمبا چوڑا، مضبوط اور طاقتور مرد جو اس کی ہر بات پر 'جی' کہتا تھا۔ اس کی خواہشوں سے ضرورتوں تک اس نے ہر بات کی تکمیل کی تھی۔ ایک ایسا مضبوط مرد جس کے دل پر وہ حکمرانی کرتی تھی۔

"ہاتھ پکڑ لوں؟۔ "

"تم پوچھ رہے ہو؟۔" وہ حیرت سے ہنسی۔ "خیر یہ ساری عوام ہمیں ہی دیکھ رہی ہے۔ یوں ہاتھ پکڑو گے تو اچھا نہیں لگے گا۔" وہ کانفیڈنٹ تھی۔

"اگر یہ جانتا کہ تم شرماؤ گی نہیں تو میں ہاتھ تھام لیتا، پوچھتا نہیں۔۔ "

"تمہیں لگتا ہے میں تمہارے ہاتھ تھامنے پر شرماوں گی؟۔" آنکھیں پھٹیں۔

"ہاں۔۔ کیوں نہیں شرماؤ گی؟۔" یہ بھی اچھا موضوع تھا۔

"بلکل نہیں۔۔" وہ نا چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی۔ "میں کیسی لگ رہی ہوں؟۔ "

"میں تب تک کچھ نہیں کہوں گا جب تک تمہیں بے حد غور سے نہیں دیکھ لیتا۔۔ اور اس جگہ فرصت سے دیکھنا کافی مشکل ہے۔" اس کا ہاتھ نرمی سے تھامتا ہوا وہ اس کی انگلیاں دیکھنے لگا جن کے ناخنوں پر سرخ نیل پالش لگی تھی۔

"تمہاری اماں مجھ سے ناراض ہیں؟۔" اسے ان کا یوں روکھا پھیکا لہجہ یاد آیا۔ میر ویس کا یوں ہاتھ تھام لینا اس کی دل کی ڈوریں کھینچ گیا۔

"تمہارا ابا بھی مجھ سے غصہ ہیں۔ اب کیا کر سکتے ہیں۔ ایک دوسرے کو چھوڑ تو نہیں سکتے۔۔ سو اگنور کرو۔" میر ویس جو کبھی ٹینشن لینے کی کوشش ہی کر لے۔ عشنا نے بیچارگی سے نفی میں سر ہلایا۔

---★★★---

"میں آپ کے لیے ڈرنک لے آؤں؟۔" اپنی میکسی سنبھالتی ہوئی وہ ساویز کے قریب آئی تھی جو وہاج کے ساتھ بیٹھا تھا۔ کھانا شروع ہو چکا تھا مگر چونکہ وہ دونوں ہی انتظامات دیکھ رہے تھے اس لیے فراغت ملنے پر باتوں میں لگے تھے۔

"نہیں۔۔" کہتے ساتھ ہی اس کی نگاہ غنایہ کی میکسی پر پڑی۔ ہال کی تیز روشنی میں یہ میکسی جتنی خوبصورت لگتی تھی، اسے پہلے اتنی معلوم نہ ہوئی۔ غنایہ کی تیاری پر اس نے پہلی باریوں غور کیا۔ وہاج پانی کا گلاس لبوں سے لگاتے ہوئے ایک آئبرو اچکا کر کبھی ساویز کو دیکھتا تو کبھی اس کی بیوی کو۔

'ایک تو ان شادی شدہ جوڑوں کو کیا ہو جاتا ہے۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر ایسے رک جاتے ہیں جیسے آٹھواں عجوبہ دیکھ لیا ہو۔ گھر میں ایک دوسرے کے چہرے دیکھ کر دل نہیں بھرتا؟۔' خود سے ہی دل میں کہتا ہوا وہ نظریں اسٹیج کی طرف مرکوز کر گیا۔

"میں ذرا آتا ہوں۔" غنایہ کے جاتے ہی ساویز نے وہاج سے اجازت مانگی۔ وہاج نے بے بسی چہرہ نفی میں ہلایا تھا۔

---★★★---

"سب کاموں کے درمیان تمہیں نوٹس کرنا میں واقعی بھول گیا۔۔ اور اب جب تمہیں دیکھ رہا ہوں تو نگاہیں ساکت تمہارے چہرے پر ٹک گئی ہیں۔" اس کا ہاتھ محبت سے تھام کر وہ بے پناہ اپنائیت سے بولا۔ "کاش ہمیں تاخیر نہ ہوتی تو شاید میں تمہیں یہ سب گھر میں کہہ دیتا۔" ان بھوری آنکھوں کا رنگ نگاہ اٹھانے پر مزید ہلکا ہو گیا۔

"میں انتظار کر رہی تھی۔" لہجہ قدرے دھیما تھا۔ لبوں مبہم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"آج کا دن واقعی تھکا دینے والا تھا۔ میں تمہیں وقت بھی نہیں دے سکا۔ ہم روز کی طرح باتیں ہی نہیں کر سکے۔ تمہیں اب بغور دیکھ رہا ہوں تو محسوس ہو رہا ہے جیسے آج پورے دن میں پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔" وہ دونوں ہجوم سے بہت دور برائڈل روم میں تھے۔

"میں گھر جا کر آپ کے لیے کافی بنا دوں گی۔ پھر کیا ہم باتیں کریں گے؟۔" اسے مزید کیا ہی چاہئیے تھا۔۔ بس ساویز کی تمام فرصتیں!

"ہر دن ہماری محبت میں اضافہ کرتا چلا جا رہا ہے۔" اس کی پیشانی چومتے ساتھ وہ اس کا ہاتھ تھامے ہوئے برائڈل روم سے باہر نکلا۔ ابھی نگاہیں ہال کے دروازے پر پڑی ہی تھی کہ کسی کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر ٹھہر سی گئیں۔ نفاست سے کوٹ پینٹ میں ملبوس تقی خانزادہ نے ایک نظر اسے دیکھا تھا۔ اس بار نگاہوں میں وہ سختی نہیں تھی۔ پیشانی پر ہلکے ہلکے بل تھے جو شاید حیرت کی وجہ سے ابھرے تھے۔

البتہ ساویز کے حلق کی گلٹی نمایاں ہو کر غائب ہوئی تھی۔ میرویس نے انہیں بھی دعوت دی تھی۔ جو بھی تھا اس کا باپ تھا۔ وہ نگاہ نہیں چرا سکا۔

"آپ کے ابا بھی آئے ہیں۔ ان سے ملیں گے نہیں؟۔" غنایہ نے تیزی سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"مجھے نہیں لگتا کہ وہ مجھ سے ملنا چاہتے ہوں گے۔ میں وہاج کے پاس جا رہا ہوں۔ تم مہمان عورتوں کو دیکھ لو۔" نگاہیں جھکاتا ہوا وہ دور وہاج کی میز پر چلا آیا۔

"آپ کے والد صاحب دور سے آپ کو دیکھ رہے ہیں۔" یعنی ان کے آنے کا وہاج کو بھی علم تھا۔

"انہیں حیران ہونے دو۔ میں نے کہا تھا نا کہ پیسے کے بغیر تو زندگی گزاری جا سکتی ہے مگر سکون کے بغیر نہیں۔۔ اگر آپ کا سکون پیسوں سے آتا ہے تو سدا اسے خود سے قریب رکھیں۔۔ مگر میرا سکون پیسہ نہیں! اور میں اسے چھوڑنے والا نہیں۔۔" لہجہ بے حد عام سا تھا۔۔

دور بیٹھے تقی کا چہرہ کچھ بجھ سا گیا تھا۔ بیٹا سامنے تھا مگر رشتہ ہونے کے باوجود بھی ایک لاتعلقی سی تھی۔ میر ویس اور وہاج ان سے بے حد گرم جوشی سے ملے تھے مگر وہ جس کو دیکھنا چاہتے تھے وہ ان سے دور بیٹھا تھا۔ نگاہ ایک بار ملنے کے بعد پھر کبھی نہ ملی۔ وہ سامنے دیکھتا رہا اور تقی اسے۔۔ غنایہ دور سے ہی دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

تقریباً گیارہ بجے کے دوران رخصتی کا شور اٹھا تھا اور یوں وہ اسٹیج سے اترتی ہوئی باہر کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ہاتھ میر ویس کے ہاتھ میں تھا جسے اس نے بھینچ کر پکڑا ہوا تھا۔

"میں تمہیں چھوڑ کر نہیں بھاگنے والی۔ تم میرے ہاتھ پر اپنی گرفت ڈھیلی کر سکتے ہو۔" نا چاہتے ہوئے بھی وہ مسکرا اٹھی۔

میر ویس کا قہقہہ گونجا۔ اس نے ساتھ ہی گرفت ڈھیلی۔ غنایہ اور امی کو جو لگا تھا کہ عشنا رخصتی کے وقت ذرا سی آنکھیں نم ہی کر لے گی، سب ان کی سوچ کے برعکس ہو رہا تھا۔ نہ عشنا روئی، اور نہ اس کی آنکھیں نم ہوئیں۔

ہاں مگر ابا کے گلے لگانے پر وہ حساس ہو گئی تھی۔ میر ویس جو خیال کر رہا تھا کہ ابرار صاحب اسے بھی مروتاً ہی سہی گلے لگائیں گے۔ ابرار صاحب نے بس اس کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھا تھا۔۔ ایک یہی چیز جو انہوں نے مروتاً کی تھی۔ عشنا ہنسی روکتی ہی رہ گئی جبکہ میر ویس اس کے یوں چھیڑنے پر ضبط کرتا رہ گیا۔

---★★★---

رات کے دو بجے تھے جب وہ کمرے داخل ہوا تھا۔ پھولوں سے سجا ہوا یہ کمرہ اور بستر پر بیٹھی اس کی بیوی کمرے کی خوبصورتی کو چار چاند لگا رہی تھے۔ لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ عشنا عام دلہنوں کی بستر کے درمیان میں بیٹھنے کے بجائے مسہری سے ٹیک لگائے اس کا ہی انتظار کر رہی تھی۔

"عاشی۔" اس نے دھیرے سے پکارا۔

"ہاں۔" اس کے نزدیک آنے پر وہ صحیح سے بیٹھی۔

"ایک بار تو کہو تم میری ہو۔" اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانک کر وہ قدرے کھوئے ہوئے بولا۔

"تمہیں اب بھی عجیب لگ رہا ہے؟۔" وہ اسے بار بار مسکرانے پر مجبور کرتا تھا۔

"مجھے اب بھی یقین نہیں آ رہا عاشی! تم کسی کے لیے پانچ سال سے زیادہ نہیں ٹھہری اس لیے تم اس احساس سے دوچار نہیں۔۔ ہر بار یہ بات محسوس کر کے خوشی ہوتی کہ بلآخر میں نے تمہیں پا لیا۔" دھیرے سے اس کے ہاتھ تھام کر وہ محبت بھرے لہجے میں بولا۔

"اسے میں تمہاری محبت کا اظہار سمجھوں؟۔ "

"تم اسے صرف محبت سمجھو!۔" اگر میر ویس چوہدری سے پوچھا جاتا کہ محبت کیا ہوتی ہے تو وہ گزرے پانچ سالوں کا حوالہ دیتا۔ سجی سنور کر بیٹھی اس کی بیوی کی آنکھوں میں آج پہلی بار اسے اپنائیت محسوس ہوئی۔

"مجھے تم پر غصہ ہے۔" خفا خفا سے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے رخ موڑا۔

"تم آج غصہ بھی کرو گی تو بھی جان سے پیاری لگو گی۔" اس کا ہاتھ اپنے دل کی جانب رکھتے ہوئے وہ نہال ہونے لگا۔

"یہ پھول سارے نقلی ہیں۔ اسی لیے کمرے میں گلاب کی خوشبو بھی نہیں۔۔" لب کاٹتے ہوئے اس نے بستر کے کنارے لگے پھولوں کو دیکھا۔

"میری محبت کی مہک نہیں آرہی؟۔" اس کا قہقہہ گونجا تو عشنا ناراضگی کے باوجود بھی ہنس دی۔

"مجھے تم اب بھی نہیں پسند! وہ تو بس میں نے تمہارے اصرار پر شادی کے لیے حامی بھر لی تھی۔" لہجہ شرارتی ہو گیا۔

"ہاں تم نے سوچا ہو گا کہ ایک لڑکا ہے۔ چھ سات سالوں سے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ بیچارہ بن باپ کا ہے! شادی کر لیتی ہوں۔" اس کی ناک چھوتے ہوئے وہ بھی شرارتی ہوا۔

"صوفیہ نے کہا تھا تمہیں بھی بارش میں ساتھ بھیگنے والا ڈھونڈ لینا چاہیئے۔ سو میں نے تم سے شادی کر لی۔"

میر ویس اس کی بات پر ہنس دیا۔

"اور جانتی ہو میں نے تم سے شادی کیوں کی؟۔" ہاتھوں کی بھری بھری مہندی اب میر ویس کی توجہ کا مرکز تھی۔

"کیونکہ تمہیں عشنا ابرار سے محبت ہے۔" ایک ادا سے کہا گیا۔۔ جیسے ناز ہو۔

"کیونکہ اگر کبھی میر ویس چوہدری کو کسی کی طلب رہی تو وہ عشنا تھی۔ میری زندگی کو تمہارے ساتھ کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ میں تنہا زندگی گزار لیتا مگر تمہارے سوا کسی کا سوچنا بھی گوارا نہیں کرتا۔"

قسمت نے اپنا کیا زور دکھایا تھا۔ جو اس کی جان لیتی تھی، وہ اس کی جان بن گئی تھی۔ کمرہ روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔

"کہہ دو کہ یہ آنکھیں سیاہ ہیں۔" وہ مزید اس کی آنکھوں کے رنگ میں الجھنا نہیں چاہتا تھا۔

"یہ سیاہ ہیں۔۔ مگر مکمل نہیں۔ بھورے رنگ کی کافی مشابہت بھی محسوس ہوتی ہیں۔" دونوں ہاتھ میر ویس کے ہاتھوں میں تھے۔

"مگر مجھے تو یہ اپنی محسوس ہو رہی ہیں۔" لبوں پر کبھی نہ ختم ہونے والی مسکراہٹ۔

"یہ آنکھیں دلوں میں اتر جاتی ہیں اس لیے ذرا احتیاط سے کام لیجیے گا۔ آنکھیں کسی کے جینے کی وجہ بن جائیں تو کسی کو چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔" اس کے 'چھوڑنے' والی بات پر میر ویس کا دل سکڑا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس نے ہتھیلی عشنا کے آگے پھیلی تا کہ وہ اسے تھام سکے۔ اس کا ارادہ سمجھتے ہوئے عشنا نے اپنا ہاتھ اس کے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کر کے وہ اب دوبارہ اس کی آنکھوں کی جانب آیا تھا۔

"ہم دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنی ہے۔ یہ ہاتھ تم نے اپنی مرضی سے تھاما ہے اور اسے تھامے رکھنا ہو گا کیونکہ میں تمہیں زندگی کے کسی بھی حصے میں چھوڑنے نہیں والا۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے!۔" وہ اسے باور کروا رہا تھا اور عشنا کا دل چاہا شوہر کی بات پر ہنس دے۔ وہ اس کو ذہن پر سوار کیے کتنا حساس ہو رہا تھا۔

"کچھ بھی ہو جائے؟ اگر تمہاری اماں مجھے کبھی پسند نہ کریں؟ تو بھی نہیں؟۔" ہلکی ہلکی شیو میر کے چہرے کو پر وقار بنا رہی تھی۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں صرف عاشی کا عکس تھا۔

"کبھی بھی نہیں! کسی صورت میں نہیں! علیحدگی کا سوال ہی نہیں! جانتے ہو کسی انسان کی طلب سب سے زیادہ کب بڑھتی ہے؟ جب وہ اسے حاصل ہو کر دور کر دیا جاتا ہے۔ ایک بار حاصل ہو جانے کے بعد وہ اس سے دور ہو جائے تو تڑپ اٹھتی ہے۔۔ اور یہ طلب بھی پہلے سے کئی گنا ہوتی ہے۔" وہ اسے سمجھا رہا تھا اور عشنا صرف مسکرا رہی تھی۔

"تمہیں مجھ سے اتنی محبت ہے؟۔" وہ حیران تھی۔ کیا شخص تھا۔۔

"میں تم سے یہ نہیں کہوں گا کہ مجھے تم سے کتنی زیادہ محبت ہے! مجھے بس تم سے 'محبت' ہے۔ جب انسان کو کسی دوسرے انسان سے محبت ہو جائے تو کم ہو یا زیادہ یہ سوال ہی عجیب ہے! محبت تو محبت ہوتی ہے۔۔ اور وہ تو کسی بھی انسان سے بے بہا ہو جاتی ہے۔ میر ویس لفاظی نہیں کرتا۔ تم خود جان جاؤ گی کہ میر ویس کو تم سے کس انتہا تک محبت ہے۔"

یہ خواب کی سی کیفیت معلوم ہو رہی تھی۔ میر ویس چوہدری جان دے دیتا مگر عشنا کی جگہ کسی اور کو نہ دیتا۔ وہ اس کے لیے انمول تھی۔ ایک ایسی دل موہ لینے والی جس کے لیے وہ پانچ سال تڑپا تھا۔ عشنا پر محبت کے کئی راز آج افشاں ہوئے۔ اس کی محبت کا علم اسے کئی سالوں سے تھا مگر محبت کی انتہا آج معلوم ہوئی۔۔ اس سب کے باوجود بھی وہ یہی کہہ رہا تھا کہ محبت کی انتہا اس کے ہر عمل سے چھلکے گی۔ ایک خوبصورت اور بہترین جوڑ۔۔ وہ دونوں ہی یہ لمحہ اپنی زندگی کا بہترین لمحہ جان کر مسکرا رہے تھے۔

---★★★---

اسے یاد نہیں تھا کب اس کو پہاڑ سے دھکا دیا گیا اور وہ لڑکھڑاتی ہوئی نیچے گر پڑی۔ آنکھ کھلی تو مناظر کچھ مختلف تھا۔۔ پہاڑ جتنا اونچا اب اسے اپنا بستر نظر آ رہا تھا۔ فرش پر گر کر لیٹی عشنا تھوڑی دیر کے لیے ساکت رہ گئی۔ ہلکی ہلکی روشنی کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ خواب کی کیفیت ختم ہوئی تو اس نے حالات پر نظر دوڑائی۔ بستر پر لیٹا میر ویس مطمئن سو

رہا تھا۔ اگر جاگ رہی تھی تو عاشی! گہری سانس بھرتے ہوئے اسے میر ویس کی غلطی سمجھ کر وہ دوبارہ تکیہ اٹھائے بستر پر لیٹ گئی۔ نیند سے آنکھیں بوجھل تھیں سو اسے گہری نیند میں اترتے ہوئے ذرا وقت نہ لگا۔ نیند اس قدر حاوی تھی کہ اس بار میر ویس کے خراٹے بھی اسے نہ جگا سکے۔ نہ جانے وہ اس سے کون سے جرم کا انتقام لے رہا تھا۔ صبح کے دس بجنے لگے تھے جب میر ویس کے کروٹ نے اسے پوری قوت سے دھکا دیا تھا اور ایک بار پھر وہ فرش کے نذر ہوئی تھی۔ سر فرش پر لگنے کے بعد اس نے وہیں ٹھہرنے کا فیصلہ کیا۔ اب اٹھ کر بستر پر لیٹنے کی نہ ہمت تھی اور نہ وہ مزید رسک لے سکتی تھی۔ آنکھوں سے آنسو بہنے کو تھے۔ نیند آنکھوں سے اب کوسوں دور تھی کہ پانچ منٹ انتظار کرنے کے باوجود بھی وہ سو نہ سکی۔ نیچے سے اٹھتے ہوئے وہ اس بار اوپر نہیں لیٹی تھی۔ تکیہ پوری قوت سے غصے کے مارے میر ویس پر پھینکا تھا۔ وہ جو پہلے ہی ذرا سی آواز پر اٹھ جایا کرتا تھا، آنکھیں کھول کر عشنا کو دیکھنے لگا۔

"اس لسٹ میں ایک جملے کا اضافہ ہو چکا ہے۔" کلس کر کہتی ہوئی بالوں کا جوڑا بنانے لگی۔

"کون سی لسٹ میں ؟۔" نیند سے بھری آنکھوں کو حیرانی سے پھیلاتے ہوئے وہ کچھ اٹھ کر بیٹھا۔

"میر ویس سے شادی کے نقصانات !۔" دانت پیس کر کہا گیا۔۔ جبکہ میر ویس بوکھلایا۔

"کیا ہوا ہے ؟۔" پھولوں سے سجا ہوا کمرہ سورج کی روشنی میں بھلا لگ رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے ؟ تمہیں پتا نہیں چلا کہ کیا ہوا ہے ؟۔" اس کے برعکس وہ بوکھلائی۔ بھلا ایسا کیسے ممکن تھا۔

"میں تو سو رہا تھا۔" پیشانی کھجاتے ہوئے جھینپ کر اطلاع دی گئی۔

"میں بھی سو رہی تھی۔" جواباً اس نے دانت کچکچائے۔ "مگر تم نے مجھے نیچے پھینک دیا۔۔وہ بھی دوبار!!۔" کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے وہ اپنے سوٹ کیس کی جانب بڑھ گئی۔ میر ویس ششدر رہ گیا۔ اس نے فرش پر نگاہ دوڑائی جہاں پہلے ہی اس کا موبائل اور عشنا کا تکیہ موجود تھا۔ پیشانی پر ہاتھ مارتے وہ کسی شرمندگی سے دوچار ہوا تھا۔

"یا اللہ یہ مجھ سے کیا ہو گیا۔" سونے سے قبل اس نے سوچا ہی نہیں تھا کہ صبح اس طرح بھی ہو سکتی ہے۔

"سوری۔" کپڑے نکالتی عشنا سے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا۔ اس کی گھمبیر آواز کانوں پر پڑی تو غصہ کم ہو گیا۔ دل نرمی سے اس کے لفظ پر اٹک گیا۔

"تم ایسا ہی کرتے ہو؟۔" اس نے پلٹ کر سادے سے لہجے میں پوچھا۔

"میں جان کر نہیں کرتا۔" مسہری سے ٹیک لگا کر وہ اسے پورے انہماک سے دیکھ رہا تھا۔

"کوئی بات نہیں۔۔ غلطی ہو جاتی ہے۔" اسے مسکرا کر دیکھتے ہوئے اس نے پیلے رنگ کا جوڑا بیگ سے نکالا۔

میر ویس نے تھوک نگلا۔۔ یہ غلطی تو روز ہوتی تھی۔

یکدم ہی اماں نے دروازہ بجا کر باہر آنے کے لیے آواز لگائی۔ وہ تیزی سے بستر سے اتر کر اس کی جانب بڑھا۔

"ہم آرہے ہیں اماں۔" ہاتھ سے پیلے رنگ کا جوڑا چھین کر سرخ رنگ کا سوٹ نکالنے لگا۔

"یہ پیلا رنگ اچھا ہے میر ویس۔" اس نے حیرانی سے اس کے ہاتھ سے جوڑا چھیننا چاہا مگر وہ اسے ہاتھ اٹھا کر اونچا کر چکا تھا۔

"تم میری پسند کا پہنو گی تو اور بھی اچھی لگو گی۔ یہ سرخ رنگ کا جوڑا تم پر بہت زیادہ کھلے گا۔ باخدا!۔" سرخ کام والا جوڑا اس کے آگے رکھتے ہوئے دھیرے سے مسکرایا۔ البتہ عشنا خفا خفا سی نظریں اس پر ٹکا کر بھولے پن سے اسے دیکھنے لگی۔

"تم بہت بد تمیز ہو۔" ہاتھ سے جوڑا تقریباً کھینچتے ہوئے پکڑا تھا۔

"اور تم بہت خوبصورت۔۔" ہلکا سا ہنس کر محبت سے سرگوشی کی گئی۔ وہ یکدم ہی میر ویس کے سامنے سرخ ہوتی اگر جان کر چہرہ نہ پھیر لیتی۔

"شرم نام کی کوئی چیز تمہارے اندر نہیں؟ تھوڑا شرما کر شوہر کو دیکھ لو گی تو مجھے بھی اچھا لگے گا۔" قہقہہ لگا کر اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے وہ اپنی جانب کھینچتا ہوا بولا۔

"میں تم سے کیوں شرماؤں؟ نہیں آتی مجھے تم سے شرم!۔" جان کر مسکراہٹ چھپاتے ہوئے وہ اب میچنگ کی جیولری نکال رہی تھی۔

"ذرا سی بھی نہیں آتی؟۔" وہ حیران ہوا۔

"اتنی سی بھی نہیں آتی۔" عشنا نے بھی ہاتھوں کی انگلیوں کے ذریعے اشارہ کر کے بتایا۔

"بڑی بے شرم ہو تم تو۔۔" یکدم ہی بول پڑا۔ عشنا کھلکھلا دی۔

"اب جیسی بھی ہوں تمہیں گزارا کرنا ہے۔ "

"اماں ٹھیک ہی کہتی تھیں۔" منہ بنا کر دیکھتے ہوئے بستر پر لیٹ گیا۔

"کیا کہتی تھیں تمہاری اماں ؟۔" وہ انجوائے کرنے لگی۔

"کہہ رہی تھیں بڑی عمر کی لڑکی زبان کی تیز ہو گی۔ میری بات بھی نہیں مانے گی۔۔ لگتا ہے فیصلہ غلط ہو گیا۔" اسے چھیڑتے ہوئے وہ وہیں لیٹ گیا۔

عشنا کچھ پل ٹھہر کر خود کو آئینے میں دیکھنے لگی۔ کیا واقعی اماں اس کے بارے میں ایسا سوچتی تھیں ؟۔

"زبان کی تیزی کا تو علم نہیں لیکن ہاں تمہارے غلط فیصلے میں نہیں مانوں گی۔۔ اور اگر یہ غلط فیصلہ ہے تو آؤ ابھی درست فیصلہ لے لیتے ہیں۔" درازوں میں جیولری سینت کر رکھتے ہوئے اس نے عام سے لہجے میں کہا۔

"میں مذاق کر رہا ہوں یار۔۔" اسے یکدم ہی کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا۔ عشنا سنجیدہ ہو چکی تھی۔ "تمہیں برا لگا؟۔ "

"تمہاری اماں نے مجھے تیز زبان کہا مجھے ان کی یہ بات بہت زیادہ پسند آئی۔" "کیا یہ طنز تھا؟ وہ سٹپٹایا۔ غلط موقع پر بے حد غلط بات کر دی تھی۔ احساس ہوا تو وہ ایک بار پھر شرمندہ ہو گیا۔ اسے اماں کی بات عشنا کو نہیں بتانا چاہئیے تھی۔

"ایسا نہیں ہے۔ میں بس تمہیں چھیڑ رہا تھا۔" اسے اب برا لگنے لگا۔

"ہوں۔ تمہیں شاور نہیں لینا؟ بلکہ پہلے میں ہو آتی ہوں۔ مجھے اپنے کپڑے بتا دو۔ میں وہ بھی نکال لیتی ہوں۔" وہ جلدی جلدی سب سمیٹتے ہوئی اٹھنے لگی۔ میر ویس چلتا ہوا اس کی طرف آیا۔

"تمہیں برا لگا ہے نا؟۔" دونوں شانوں سے اسے دھیرے سے تھام کر وہ احساسِ شرمندگی میں بولا۔ عشنا اس کی سیاہ آنکھوں میں جھانکنے لگی جو واقعی افسوس سے گھری تھیں۔ "میں تمہیں اداس نہیں کرنا چاہتا تھا عاشی! تم جانتی ہو نا تم میرے لیے کیا ہو ؟۔" اسے خود سے نزدیک کرتے ہوئے وہ پیار سے بولا۔

"تمہیں سچ میں لگا کہ مجھے آنٹی کا وہ سب کہنا برا لگا؟۔" زوردار ہنستے ہوئے وہ میر ویس کو ششدر کر گئی۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تمہیں برا نہیں لگا؟۔" کیا عجیب بات تھی۔

"تمہاری اماں مجھے چڑیل بھی کہیں گی تو بھی مجھے برا نہیں لگے گا۔ ذرا ذرا سی بات پر خفا ہونے کے لیے تم سے شادی کی تھی؟۔" وہ الٹا اس سے پوچھنے لگی۔ ہنستے مسکراتے لب میر ویس کو تسکین پہنچانے لگے۔

"تم بہت بری ہو۔" برہم لہجہ اپناتے ہوئے دور ہٹا۔ "مجھے لگا میری بات سے تمہیں تکلیف ہوئی ہو گی۔ گھبرا گیا تھا یار۔"

"تم جب سے اٹھے ہو مجھے تنگ کر رہے ہو؟ اب اگر میں نے تنگ کر دیا ہے تو تمہیں خفا ہونے کی ضرورت نہیں! سمجھے؟۔" ایک بار پھر بات نے ہنسی کا رخ کیا۔ میر ویس اپنی مسکراہٹ نہ چھپا سکا۔ "بستر پر اب نہ لیٹنا۔ مجھے اپنے کپڑے بتاؤ۔" اس نے جملہ مکمل ہی کیا تھا کہ وہ بستر پر دھپ سے گرا۔ ایک بار پھر عشنا کلس پر رہ گئی۔

"مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"میں نے کہا میر ویس اٹھو اور اپنے کپڑے نکالنے میں میری مدد کرو!۔" وہ بھی برابر غصے میں بولی۔ میر ویس دانت پیس کر زچ ہوتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم کیوں بار بار مجھے احساس دلا رہی ہو کہ میں اب شادی شدہ ہوں؟۔" وہ جو کسی کی آواز پر نہ اٹھتا تھا چار و ناچار بیوی کی پہلی آواز پر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"کیونکہ تم شادی شدہ ہو!۔" میر ویس کی وارڈروب کھول کر وہ اس کے کپڑے دیکھنے لگی۔

"کچھ بھی نکال دو۔"

"کرتا نکال رہی ہوں۔ میں نے تمہیں کبھی کرتے میں نہیں دیکھا۔" لبوں پر دھیمی سے مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کے پاس صرف ایک ہی کرتا تھا۔ پوری وارڈروب پینٹ، ٹی شرٹس اور کوٹ سے بھری ہوئی تھی۔

"مجھے کرتا شلوار نہیں پسند! تم کچھ اور بھی دیکھ سکتی ہو۔" اندر سے بھورے رنگ کی ٹی شرٹ وہ ابھی باہر نکال ہی رہا تھا جب عشنا نے اس کا ہاتھ روکا۔

"مگر مجھے پسند ہے۔ جانتے ہو مرد کرتا شلوار میں کتنے اچھے لگتے ہیں؟ پھر جب وہ آستین کے کف فولڈ کرکے کہنیوں تک چڑھاتے ہیں۔" وہ کسی حسرت سے سوچتے ہوئے بولی۔ وارڈروب پر ایک کہنی ٹکائے کھڑے میرویس نے اس کا چہرہ دیکھا۔

"کتنے مردوں کو دیکھ چکی ہو؟۔" شریر لہجہ۔۔

"کل ساویز اور وہاج کتنے اچھے لگ رہے تھے۔ تم نے دیکھا نہیں ان کی شخصیت میں کتنا وقار معلوم ہو رہا تھا۔" دوسروں کی خوبیاں گنواتے ہوئے میرویس کو جلا کر راکھ کر گئی۔

"دوسروں کی اولادوں کو دیکھنے سے بہتر ہے کہ تم میری ماں کی اولاد پر توجہ دو۔ وہ بھی کسی سے کم نہیں۔۔" اس کے ہاتھ سے ہینگر چھینتے ہوئے وہ واش روم کی جانب بڑھا۔ عشنا دھیما سا مسکراتی رہ گئی۔ وہ اسی کو تو توجہ دے رہی تھی۔ عشنا کو یاد تھا کہ کیسے رات سے اب تک اس کی توجہ کا مرکز صرف میرویس تھا۔

---★★★---

وہ امی کے ساتھ آج حسبِ معمول بازار آئی تھی۔

"میں نے عشنا سے کہا تھا مگر اس نے ناشتے کے لیے منع کر دیا تھا۔شاید وہ شادی کی پہلی صبح اپنی ساس کے ساتھ کرنا چاہتی ہے۔"سفید پردوں کی تھیلی غنایہ کو تھما کر وہ اب رکشے کا انتظار کر رہی تھیں۔

"مجھے گھر پر ہی اتار دیجئے گا۔" پیشانی پر نمودار ہوتے پسینے صاف کرتے ہوئے ہوئے اس نے ماں سے کہا۔

"ساویز تو گھر پر نہیں ہے۔پھر کیوں جانا چاہ رہی ہو؟۔ "

"اماں ان کے لوٹنے سے پہلے میں گھر کی صفائی کر لوں گی اور کھانا بھی بنا دوں گی۔"ماحول میں ہلکی ٹھنڈ ہونے کے باجود اسے بھیڑ کی وجہ سے پسینہ آرہا تھا۔

نگاہ ارد گرد ڈالتے ہوئے وہ اماں کو رکشہ روکتے دیکھنے لگی۔ابھی مزید انتظار کرتی ہی کہ موٹر سائیکل اس کے آگے کسی نے جھٹکے سے روکی۔مٹی کا دھواں اٹھا تو آنکھوں میں جانے سے روکنے کے لیے تیزی سے ہاتھ ہلانے لگی۔

"سنا ہے اس چھوٹے سے علاقے میں تم دوبارہ لوٹ آئی۔"اس کی آواز پر غنایہ کا دم گھٹنے لگا۔وہ اماں کی طرف ہو کر کھڑی ہو گئی۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو۔"اس بار اماں نے جواب دیا تھا۔

"مجھے تو لگا چچی کہ تم نے اسے بڑے گھر میں بیاہ دیا ہو گا۔۔یا پھر اس بیچارے قسمت کے مارے کو بھی تمہاری بیٹی کے نصیب نے کنگال کر دیا؟۔"باصم کا زوردار قہقہہ غنایہ کی نفرت کے باعث بنا۔

"دور ہٹو اور دفع ہو یہاں سے!۔"انہوں نے اپنے اندر کافی ہمت جمع کر کے اسے جھڑکا۔

"کتنا دور؟۔"خباثت بھری مسکراہٹ لبوں سے ٹکرائی۔"مجھے لگا اب بھی اس اونچی عمارت والے گھر میں یہ چڑیا رہتی ہو گی۔۔تمہیں کیا لگا تھا تمہارے گھر کا پتہ نہیں نکلوا سکوں گا؟۔"بائیک پر ریس دیتے ہوئے وہ کمینگی سے بول رہا تھا۔

"میرا انتظار کرنا۔نہ آیا تمہارے گھر اور نہ تمہارے شوہر کے سامنے تمہارا کردار خراب کیا تو میرا نام بھی باصم نہیں۔۔" دوسری طرف تھوکتے ہوئے وہ اپنی سگریٹ جیب سے نکالتا سلگانے لگا۔غنایہ کے ہونٹ لرز اٹھے۔

کپکپاتے ہاتھوں سے اس نے ماں کا پلو جکڑا۔

"شرم کر باصم !اب تو شرم !اتنی بدنامی کے بعد بھی میری بیٹی پر نظر رکھے ہوئے ہو۔اس کے شوہر کو علم ہوا تو تجھے نہیں چھوڑے گا۔"امی کو طیش آیا۔اب وہ پہلی جیسی خاموش عفت نہیں تھیں۔بیٹیوں کی شادی کے بعد کچھ دلیری تو ان کی ذات کا حصہ بن چکی تھی۔

"تیری بیٹی کا پیچھا چھوڑا ہی تو تھا۔جب ہی تو نے اس چڑیا کی شادی کسی اور سے کر دی۔۔مگر تم لوگ یہ بھول گئے ہو کہ میں بھی باصم ہوں۔اپنی بیٹی سے کہنا کسی دن اپنے گھر پر میرا انتظار کرے۔"ذو معنی لہجے میں کہتے ہوئے بائیک بڑھا کر لے گیا۔غنایہ سر تا پیر کانپ اٹھی۔عفت بھی رکشہ تیزی سے روکتے ہوئے غنایہ کو لیے اس میں بیٹھ گئیں۔مزید ٹھہرنا درست نہیں تھا۔

Safar ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

---★★★---

سرخ رنگ کے جوڑے میں ملبوس،کلائیوں میں سرخ چوڑیاں اور لبوں پر گہرے رنگ کی لال لپ اسٹک۔۔آنچل کندھے پر لٹکاتے ہوئے اس نے باہر جارح کیا۔کمرہ میر ویس کی موجودگی سے خالی تھا۔وہ اس کے تیار ہونے سے قبل خود تیار ہو کر باہر نکل چکا تھا۔

"اسلام علیکم۔"کچن میں ہی اسے اماں کھڑی ملیں۔

اماں نے پلٹ کر اسے سر تا پیر دیکھا۔

"وعلیکم سلام۔" سنجیدہ لہجہ۔ وہ میرویس کے لائے ناشتے کو پلیٹ میں نکال رہی تھیں۔

تھوڑی دیر انہیں یوں کام کرتا دیکھ کر اسے یکدم ہی خیال آیا۔

"لائیں میں آپ کی مدد کر دیتی ہوں۔" ان کے روکھے رویے کو بہت اندر تک محسوس کر رہی تھی۔

"مجھے لگا تھا ناشتہ تمہارے گھر سے آئے گا۔" کانچ کی پلیٹیں کیبنٹ سے نکالتی ہوئی وہ عشنا کے ساتھ ساتھ پیچھے داخل ہوتے میرویس کو چونکا گئیں۔ "میں اور روما تو انتظار بھی کر رہے تھے۔"

"جی وہ میرویس نے منع کر دیا تھا۔" اسے میرویس کی موجودگی کا علم نہیں تھا۔ ہچکچا کر بات بتاتے ہوئے اس نے پراٹھوں کی تھیلی اپنی جانب کھینچی تاکہ ہاٹ پاٹ میں رکھ سکے۔

"میرویس نے منع کیا تھا؟۔" وہ الجھیں۔

"ہاں اماں۔۔ میں نے سوچا تھا کہ شادی کی پہلی صبح صرف ہم چند لوگ ہی ساتھ ناشتہ کریں۔" بیوی کے تاثرات محسوس کرتے ہوئے اس نے طرف داری کی۔ وہ گھبرائی ہوئی کھڑی تھی۔ اماں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"انہیں میز پر رکھ دو دلہن۔" اسے ہاٹ پاٹ پکڑاتے ہوئے باہر جانے کا اشارہ دینے لگیں۔

"میں چائے بنا دیتی ہوں۔" دوبارہ کچن میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتے ہوئے وہ باہر کی جانب بڑھی۔

"نہیں نہیں۔۔ روما چائے بنا دے گی۔ اب تم ایک دن کی دلہن ہو کر کام کرو گی تو اچھا نہیں لگے گا۔" یہ جملہ بھی انہوں نے سنجیدگی سے ہی ادا کیا تھا۔ ان کی بات پر عشنا نے ٹھہر کر بجھتے چہرے سے شوہر کو دیکھا اور باہر نکل گئی۔

تقریباً دس منٹ بعد میز کے ساتھ لگی کرسیوں پر بیٹھتے ہوئے عشنا نے میرویس کو دیکھا تھا۔

"انہیں شاید اچھا نہیں لگا۔" ہونٹ کی کھال اکھیرتے ہوئے معصوم لہجہ میں گویا ہوئی۔ "میں امی اور غنایہ سے کہہ دیتی ہوں۔ وہ دونوں ناشتے کا سامان لے آئیں گی۔" اماں کے لہجے سے وہ اداس ہو چکی تھی۔ البتہ میر ویس بیوی کے چہرے پر اداسی نوٹ کر چکا تھا۔

"تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔۔ وہ بس سرسری پوچھ رہی تھیں کیونکہ انہیں یہی لگا تھا کہ ناشتہ آئے گا۔ کچھ میری بھی غلطی ہے۔ مجھے بتا دینا چاہئیے تھا کہ میں تم سے ناشتے کا منع کروا چکا ہوں۔" آستین کے کف فولڈ کرتے ہوئے اس نے تسلی دی۔ عشنا کی نگاہیں اس کے انداز پر ہی اٹک گئیں۔ سفید کرتے پر سلیقے سے بال بنائے ہوئے تھے۔ ایک ہاتھ کی کلائی میں گھڑی بندھی تھی اور اسی ہاتھ سے دوسری آستین کے کف فولڈ کیے جا رہے تھے۔ لمبا چوڑا اور کشادہ سینہ۔۔ وہ لمحہ بھر کو ٹھہر سی گئی۔

"تم بہت اچھے لگ رہے ہو۔" بجھے لہجے کی جگہ اب مسکراہٹ نے لے لی۔ وہ کچھ چونک کر اس کا چہرہ دیکھتا رہ گیا۔

"تمہیں میں اس ڈریسنگ میں اچھا لگا؟" وہ الٹا اس سے پوچھنے لگا۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم پر یہ ڈریسنگ بہت اچھی لگتی ہے۔ آج سے قبل میں نے کبھی تمہیں ایسے نہیں دیکھا۔" مبہم سی دل موہ لینے والی مسکراہٹ۔۔

میر ویس مسکرا دیا۔ مسکراہٹ اس قدر گہری تھی کہ لبوں سے جدا ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ عشنا کے لبوں سے یہ تعریف وہ زندگی بھر یاد رکھنے والا تھا۔

"بھابھی آپ کتنی زیادہ پیاری لگ رہی ہیں۔" بالوں کی چٹیا بنائے روما کچن کے دروازے سے باہر نکلی۔ نگاہ اس کی مہندی سے بھرے ہاتھوں پر ہی ٹک گئی۔ "یہ مہندی بھی کتنی بھری بھری اور خوبصورت ہے۔۔ آپ بہت

خوبصورت لگ رہی ہیں بھابھی۔" وہ اس کے تھامے بغور دیکھ رہی تھی۔ اس کی لپ اسٹک، سرخ نگوں والی انگھوٹی، گلے میں باریک چین، چوڑیاں، ہلکے ہلکے جھمکے اور آنکھوں میں لگا کاجل۔۔ یہ سب کسی کی بھی توجہ کھینچ سکتے تھے اور میر ویس کی بھی۔۔

"تم بھی بہت پیاری ہو روما۔۔ کل شادی میں بہت زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی۔" اس کے گال کھینچتے ہوئے وہ اسے بلکل چھوٹے بچوں کی طرح ٹریٹ کر رہی تھی۔

"چلو اب تم لوگ ناشتہ کر لو۔ میں دوپہر تک روما کو ساتھ لے کر گھر چلی جاؤں گی۔ اب ماشاءاللہ دونوں میاں بیوی ہو اور زندگی ساتھ گزارنی ہے۔ جلد تم لوگوں کو نئی روٹین کی عادت ہو جائے گی۔" چائے کی ٹرے میز پر رکھتے ہوئے وہ کوئی بات سمجھا رہی تھیں۔ "تمہارا ولیمے کا کب ارادہ ہے؟۔" انہوں نے میر سے پوچھا۔

"ابھی نہیں۔۔ ایک ہفتے بعد۔۔ ابھی کافی کچھ کام نمٹانے ہیں۔" ہاتھ آپس میں رگڑتے ہوئے وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا تم شادی کے بعد بھی نوکری کرو گی؟۔" انہوں نے یکدم ہی سوال کیا۔ وہ بری طرح چونک اٹھی۔ یہ سوال کتنا عجیب تھا۔

"جی۔" اس نے میر ویس کو دیکھ کر جواب دیا۔ میر ویس نے ایک نظر ماں کو دیکھا، پھر عشنا کو۔۔ چائے کا مگ اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔

اماں نے اس کا چہرہ تکتی رہ گئیں۔ موڈ یکدم ہی خراب ہوا اور انہوں نے کچھ بگڑ کر بیٹے کو دیکھا جیسے کہہ رہی ہوں 'لو دیکھ لو۔۔ کہا تھا نا یہ لڑکی ایسا ہی کرے گی '

حالانکہ سب باتوں کو سنتا میر ویس مطمئن تھا۔ روما کے آگے پلیٹ رکھتے ہوئے اس نے ہاٹ پاٹ کی جانب ہاتھ بڑھایا۔

اماں کے یوں میر ویس کی جانب دیکھنے پر عشنا بوکھلائی تھی۔ تو کیا اس کی جاب کرنے پر اماں کو اعتراض تھا۔

"مجھے لگا تھا تم شادی کے بعد اپنے یہ کام چھوڑ دو گی۔" روکھا لہجہ۔۔

"اماں وہ اتنے سالوں سے جاب کر رہی ہے۔" اس بار میر ویس گویا ہوا۔

"تو شادی کے بعد بات مختلف ہو جاتی ہے نا بیٹا۔" اماں نے پہلے میر ویس کو آنکھیں دکھانی چاہیں۔ وہ ابھی کچھ کہتا ہی کہ اماں نے چپ کروایا۔ "میرے آگے کچھ نہ کہنا۔" میر ویس نے خود پر بمشکل ضبط کیا۔ عشنا کا چہرہ روہانسا ہو گیا۔ وہ سامنے پلیٹ میں رکھا پراٹھا تکتی رہ گئی۔ البتہ روما کو اماں کا یوں اس کی نئی اور پیاری بھابھی کو یہ سب کہنا اچھا نہ لگا۔ وہ اس کا ہاتھ سہلاتی ہوئی جوس کا گلاس اس کی جانب بڑھانے لگی۔ میر ویس کو تکلیف محسوس ہوئی۔ اس کا دل چاہا میز چھوڑ کر کمرے میں چلے جائے مگر وہ یوں کر کے عشنا کے سامنے اماں کو شرمندہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میر جانتا تھا عشنا خاموش رہنے والوں میں سے نہیں۔۔ وہ چاہے تو اماں کو جواب دے سکتی تھی مگر اس کی نظر میں اماں کے لیے ایک احترام اور عزت تھی۔ عشنا روما کی حرکت پر جی جان سے مسکرائی۔ کافی دیر ہو چکی تھی۔ بات کو ایک دم دباتے ہوئے اس نے پراٹھے کی جانب ہاتھ بڑھائے۔

---★★★---

"میں نہیں جانتا وہ اب بھی میرے ہی پیچھے کیوں پڑا ہے؟ الزام کتنا بے وقوفانہ ہے۔ اس کی بہن کا قتل اس کے ہی گھر پر؟ تم جانتے ہی ہو جو گھر پہلے ہی گارڈز سے گھرا ہو وہاں کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔" پیشانی پر الجھنیں پھیلی ہوئی تھیں۔

"میں جانتا ہوں یہ سب۔۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ اس قتل کا ذمہ دار تمہیں ہی کیوں ٹھہرانا چاہتا ہے۔" لہجہ کچھ عجیب سا تھا۔ وہاج کو سانس لینے میں دشواری محسوس ہوئی تو اس نے زور لگا کر اندر سانس کھینچی۔

"میں نہیں جانتا۔" اس نے نگاہ وہاج پر ڈالی۔

"میں اسٹوڈنٹس کی کلاس لے رہا تھا جب مجھے میر ویس نے کائنہ کے قتل کا بتایا۔" آنکھیں کی پتلیاں آسمان ٹک گئیں۔ "مجھے لگا جیسے میرا وجود سر تا پیر لرز رہا ہو۔" نگاہ ساکت تھی۔ وہ چاہ کر بھی ہٹا نہ سکا۔ ساویز نے کچھ عجیب نگاہوں سے اسے دیکھا۔ وہ اس طرح سے کائنہ کا ذکر کیوں کر رہا تھا۔

"اور مجھے علم نہیں تھا کہ اس دن کے بعد سے میری زندگی ہوں جہنم بنے گی۔" کنکر کو ٹھوکر مارتے ہوئے اس نے جھٹکے سے کہا۔ وہاج اس کا چہرہ تکتا رہ گیا۔

"میں وجاہت سے کل ملنے جاؤں گا۔ حیرت ہے وہ ان چند دنوں میں ایک بار بھی نظر نہ آیا۔" لہجہ سنجیدہ تھا۔

"میں نہیں جانتا اس کے دماغ میں اب کیا چل رہا ہے۔" کندھے اچکائے گئے۔ "تم لاہور کب جانے والے ہو؟۔ "

"چار سال سے اپنے ماں باپ کو نہیں دیکھا۔ باہر کی زندگی بہت مختلف ہوتی ہے۔ ہر سال بس یہی سوچتے رہنا کہ اب کی بار چھٹیوں پر ملنے جاؤں گا۔ بلآخر مجھے موقع مل ہی گیا۔ مزید کچھ دن ٹھہر کر میں لاہور چلا جاؤں گا۔ کچھ وقت ان کے ساتھ گزار کر پھر پردیس لوٹنا پڑے گا مگر تم فکر مت کرو۔۔ میں تمہاری پریشانی سلجھا کر جاؤں گا۔" لبوں پر دھیمی سے مسکراہٹ پھیل گئی۔ ساویز جواباً مسکرا دیا۔

---★★★---

"میں سوچ رہی تھی شادی کے دو روز بعد سے ہی جاب کا آغاز کر دوں گی۔ جب سے تم نے بتایا کہ تمہیں شادی کے لیے صرف دو روز کی چھٹیاں ملی ہیں تو میں نے بھی یہی سوچ لیا تھا کہ تمہارے ساتھ ہی دو روز مکمل کر کے آفس جانے

لگوں گی۔" مسہری سے ٹیک لگاتے ہوئے لب کچلتے ساتھ بولی۔ اماں دوسرے کمرے میں گھر جانے کے لیے بیگ باندھ رہی تھیں۔ سنگھار میز کے آگے کھڑے ہوتے میر ویس نے آئینے کے عکس میں اس کا چہرہ دیکھا۔

"تمہیں جاب کرنے سے کوئی منع نہیں کر رہا عاشی۔" صبح سے دوپہر ہو آئی تھی اور وہ اس کا اداس چہرہ کتنے گھنٹوں سے نوٹ کر رہا تھا۔

"مگر مجھے لگتا ہے تمہاری اماں نہیں چاہتیں۔ "

"تمہارے نزدیک میری بات کی زیادہ اہمیت ہونی چاہئیے۔ جب میں نے کہہ دیا کہ میری جانب سے کوئی روک ٹوک نہیں تو بلاوجہ کی پریشانی کیوں؟۔" وہ چلتے ہوئے اس کے نزدیک آ کر بیٹھا۔

عشنا مسکرا دی۔ اگر ایک جگہ 'میر ویس سے شادی کے نقصانات' کی لسٹ وہ تیار کر رہی تھی تو دوسری جگہ خوف بخود 'میر ویس سے شادی کے فوائد' والی لسٹ میں اضافہ ہو رہا تھا۔

"رات کا کھانا اماں کی طرف ہے۔ تمہیں یاد ہے نا؟۔" کھلے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ جوڑا باندھنے کی تیاری کرنے لگی۔ ابھی وہ بالوں کو گھماتی ہی کہ میر ویس نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"بالوں کو کھلا رہنے دو۔ مجھے یاد نہیں آج سے پہلے میں نے تمہیں کب کھلے بالوں میں دیکھا تھا۔ شاید چھ سال قبل جب یونیورسٹی میں فیشن ایونٹ تھا اور تم تیار ہو کر آئی تھی۔۔ تب میں نے تمہیں سیدھا اپنے دل میں اترتا محسوس کیا تھا۔" اس کی باتیں دل موہ لینے والی تھیں۔ گھٹنوں پر ہاتھ بچھا کر اس نے اپنا سر ٹکایا۔ میر ویس کی سیاہ آنکھوں میں اس کا ہی عکس تھا۔

"مینجر کی دی گئی پارٹی میں بھی میں بال کھول کر ہی گئی تھی۔۔" اس نے یاد دلایا۔

"نہیں۔۔تم نے ہلکا کیچر لگا کر اپنے بال ذرا سے باندھے ہوئے تھے۔ بھلا میری نگاہوں سے تمہارا دیدار کیسے چھوٹ سکتا تھا۔"وہ آج بھی بے یقین تھا۔ایک لڑکی اس کے سامنے تھی۔۔ مسکراتی ہوئی اس کی باتوں پر کچھ حیرانی سے اسے تکتی ہوئی۔

"تمہیں یاد ہے؟اتنی پرانی باتیں؟۔"حیران ہونا فطری تھا۔چھ سال پرانا قصہ اب بھی اس کی زبان پر تھا۔

"مجھے سب یاد ہے عاشی۔"اس کی زلف کو چھوتے ہوئے وہ بے پناہ محبت سے بولا۔

"اچھا بتاؤ اس دن میں نے کون سے رنگ کا سوٹ پہنا تھا؟۔"امتحان لینے کا وقت ہوا جاتا تھا۔اسے لگا وہ دل ہی دل میں گھبرا گیا ہوگا۔

"تم نے میکسی پہنی تھی۔جامنی رنگ کی۔۔بال کھولے ہوئے تھے۔تم میری محبت کو ایسے نہیں آزما سکتی۔"ناک چھوتے ہوئے وہ سرگوشی کر گیا۔

"میں دیکھنا چاہتی ہوں تمہاری محبت کتنی گہری ہے۔"عاشی جواباً ہنس دی۔

"میری محبت کا کوئی اختتام نہیں۔۔یہ بس تم سے ہے۔ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔میرے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔۔"

"اور اگر میں تمہیں چھوڑ کر چلی گئی تو؟۔"یہ سوال اس نے شرارت میں کیا تھا مگر میر ویس کا ساکت ہوتا چہرہ نگاہوں سے اوجھل نہ ہوسکا۔وہ ٹھہر سا گیا تھا۔اس کا چہرہ تکتے ہوئے ہر تاثرات سے عاری،اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم مجھے کیوں چھوڑ کر جاؤ گی۔میں نے تو کچھ غلط نہیں کیا۔"عشنا کو وہ اس لمحے ایک معصوم بچے کی مانند لگا جو سزا سے قبل کہتا ہے کہ اس نے تو کوئی غلطی نہیں کی۔۔پھر اسے کیوں سزا دی جا رہی ہے۔

عشنا کچھ بھی نہ کہہ سی۔

"فرض کرو مستقبل میں تم نے میرا دل بری طرح دکھایا تو؟ تو پھر بھی تم چاہو گے کہ عشنا تمہارے ساتھ ہی رہے؟۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

"میں تمہارا دل دکھا ہی نہیں سکتا۔" وہ یہ کبھی نہیں مان سکتا تھا۔

"کچھ بھی ہو سکتا ہے میر ویس۔۔ "

"پھر تم مجھے ڈانٹ دینا۔" اسے مزید کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر وہ تیزی سے بولا۔ "ویسے بھی تم بلکل پروفیسر کریم کی طرح ڈانٹتی ہو۔" اس نے یونیورسٹی کے پروفیسر کی مثال دی۔ عشنا مسکرا دی۔ "لیکن مجھے چھوڑ کر مت جانا۔ ہم جتنا بھی لڑیں گے، ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑنے کی بات نہیں کریں گے عاشی۔۔ میرے پانچ سال کا انتظار ہو تم۔۔ ملن کے بعد یہ بچھڑنے کی باتیں برداشت کرنا میرے لیے مشکل ہیں۔" اس کے ہاتھ کی پشت سہلاتے ہوئے وہ کھوئے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ عاشی پیار سے اسے دیکھنے لگی جس کی باتیں واقعی اس کے دل میں اپنی محبت کا جال بچھا رہی تھیں۔

"جب میں نے تم سے شادی کا کہا تھا تو ابا بڑے خفا ہوئے تھے۔ پھر بھی میں نے تم سے شادی کی۔۔ کیا ہم کوئی ٹین ایجرز ہیں جو جذباتی فیصلہ لے کر اس سے پیچھے ہٹنے کی کوشش کریں گے؟ تم میرے شوہر ہو اور میں تمہاری بیوی! ہم لڑیں گے بھی اور پیار بھری باتیں بھی کریں گے۔۔ مگر کوشش کریں گے کہ لڑائی کبھی اس حد تک نہ بڑھے کہ ہم علیحدگی کا سوچیں۔۔" اس کی تازہ تازہ شیو عاشی کو بھلی معلوم ہوئی۔ وہ مسکرا دیا۔ یہ مسکراہٹ پہلے سے زیادہ گہری تھی۔

"ہم شادی کے اگلے روز علیحدگی کا ذکر کر رہے ہیں۔" وہ قہقہہ لگا کر گویا ہوا تو عشنا بھی ہنس پڑی۔ اس نے شوہر کی خوشی کے لیے بال نہیں باندھے تھے۔ شانوں پر لہراتے بال میر ویس کی توجہ کے مرکز تھے۔ وہ انہیں دھیرے دھیرے سلجھا رہی تھی اور میر ویس کی نگاہ اس کے بالوں پر ہی ٹکی تھی۔

---★★★---

چائے کا مگ لبوں سے لگاتے ہوئے اس نے آنگن میں اترتی شام محسوس کی۔۔ آج کا دن گزرے دن سے کچھ مختلف نہیں تھا۔ ہاں بس ایک فرق تھا۔۔ غنایہ نے واشنگ مشین لگائی تھی۔ چند ہی کپڑے تھے جنہیں وہ آج ہی دھو لینا چاہتی تھی۔ آج کا کام کل پر ڈالنا اس کی عادت میں شمار نہیں تھا۔

"تمہارے امتحان کب سے ہیں؟۔" وہ چلتا ہوا باہر صحن میں آ گیا۔

"اگلے ہفتے سے۔۔" اگلا سمیسٹر کا آغاز ہونے والا تھا۔ غنایہ نے اس سے ایک بار بھی یہ نہ پوچھا کہ وہ اس کے سمیسٹر کی فیس بھر پائے گا بھی یا نہیں۔۔

وہ اس کے چہرے پر تھکاوٹ کے آثار نوٹ کر رہا تھا۔ آدھے گھنٹے سے اوپر ہو چلا آیا تھا مگر یہ 'چند' کپڑے ختم ہونے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ یہی وہ پل تھا جب ساویز نے خود کو کمزور سا محسوس کیا۔ نجانے کیا کیا خواہشات تھیں۔۔ کیا خواب تھے جو اب نہیں تھے۔ اس نے غنایہ کے لیے کیا کیا سوچا تھا اور کیا ہو چلا تھا۔

"تم تھک گئی ہو۔" گھمبیر آواز ابھری۔ پوچھا نہیں جا رہا تھا۔۔ غنایہ نے نگاہ اٹھا کر شوہر کو دیکھا۔ کرتی کا دامن بھیگا ہوا تھا۔ ڈوپٹہ کام کے درمیان آنے لگا تو اس نے اتار کر رسی پر لٹکا دیا۔

"ابھی تھوڑا کام باقی ہے ساویز۔۔یہاں کافی زیادہ پانی ہو رہا ہے۔ آپ کمرے میں بیٹھ جائیں ورنہ پانی کے چھینٹے کپڑوں پر لگیں گی۔" صحن بڑا نہیں تھا۔۔

کافی دیر تک بیوی کو تکنے کے بعد بلآخر وہ کھڑا ہو گیا۔ مگ کھڑکی پر رکھا اور شرٹ درست کرتا ہوا واشنگ مشین تک آیا۔ زمین پر رکھے کپڑوں کو خالی گھومتی واشنگ مشین میں ڈالتے ہوئے اس نے غنایہ کو دیکھا جو آنکھیں پوری کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔

"آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ میں کر لوں گی۔" آنکھیں حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔

"اتنی حیرانی کی بات تو نہیں زوجہ محترمہ! جتنا آپ حیران ہو رہی ہیں۔" لبوں پر شریر سی مسکراہٹ تھی۔ اس نے دھلے ہوئے گیلے کپڑوں کو کرسی سے اٹھایا۔

"نہیں ساویز۔۔ میں یہ سب کر لوں گی۔ آپ کیوں خود کو تھکا رہے ہیں۔" اس نے کپڑے ہاتھ سے چھیننے چاہے مگر وہ ساویز کی گرفت میں تھے۔

"میں نے کہا نا حیران مت ہو۔ میں بھی تمہاری مدد کروں گا۔" وہ اسے اکیلے کام کرنے نہیں دینا چاہتا تھا۔ دوسرا یہ کہ وہ یوں فارغ رہ کر اب تھک چکا تھا۔

"نہیں! میں آپ کو کیسے اجازت دوں کہ میرے ساتھ کپڑے دھوئیں؟ بلکل نہیں۔۔" غنایہ نے اپنی جانب سے زور لگا کر کپڑے کھینچے جو ساویز رسی پر ڈالنے جا رہا تھا۔

"مجھے اچھا لگتا ہے تمہاری مدد کرنا۔۔ اب چھوڑو چلو! مجھے بی سیکھاؤ یہ کپڑے کیسے دھلتے ہیں۔ میرے پاس ویسے بھی ابھی کوئی کام نہیں۔۔"ساویز نے اپنی جانب وہ گیلے کپڑے کھینچے۔ دونوں میں ہی اب بحث شروع ہو گئی۔ دونوں کی پیشانی پر ایک سے بل نمودار تھے۔

"آپ نے کبھی کپڑے نہیں دھوئے!۔ "

"ہاں مگر میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ "

"آپ کے کپڑوں بھیگ جائیں گے۔"

"تو بھیگ جائیں۔۔ میں تبدیل کر لوں گا۔"اسی کھینچا تانی میں کب غنایہ کے ہاتھ سے کپڑا چھوٹا اور کب ساویز جھٹکے سے دور ہٹا دونوں کو اندازہ نہ ہو سکا۔ دونوں ہی جھٹکے سے دور ہٹ کر زمین پر گر گئے۔ ساویز کمر اور کہنی سہلاتے ہوئے سیدھا ہوا۔ نگاہ غنایہ سے پر پڑی تو وہ بھی بازو پکڑے بیٹھی تھی۔ نظریں ملیں تو قہقہے کا چھوٹ گیا۔ وہ ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوتے ہوئے وہیں لیٹ گئی جبکہ ساویز دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

"سب آپ کی وجہ سے ہوا تھا۔"ہنسی رکی تو اس نے خفا خفا سی نگاہ اس پر ڈالی۔

"میری وجہ سے؟ تم نے زبردستی مجھ سے کپڑے چھیننے چاہے۔"کپڑوں کا ذکر کرتے ہی اسے وہ یاد آئے۔ نگاہ ادھر ادھر ڈالی تو ٹھہر سی گئی۔ دونوں کا ہی منہ حیرت سے کھل گیا۔ وہ گیلے کپڑے گرد سے اٹے گملے کے اوپر پڑے تھے۔

"کام بڑھا دیا آپ نے۔۔"وہ جھنجلا اٹھی۔

"تم نے!! میں تو رسی پر ڈال رہا تھا۔"وہ بھی اسے گھورتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ کپڑے اٹھائے اور انہیں باری باری دوبارہ چلتی واشنگ مشین میں ڈال دیے۔ غنایہ یکدم ہی غم سے چیخی۔

"یہ کیا کیا آپ نے؟؟؟۔" پیشانی پر زور سے ہاتھ مار کر وہ اب بے بسی سے ساویز کو دیکھ رہی تھی۔

"تمہاری مدد کرنے کے لیے یہ کپڑے دوبارہ ڈال دیے ہیں۔ اب یہ دھل جائیں گے تو میں رسی پر ڈال دوں گا۔" بھرے بھرے بازو پر ہاتھ پھیرتا ہوا سنجیدگی سے بولا۔

"مشین اتنے سارے کپڑے کیسے ایک ساتھ دھوئے گی؟ یا اللہ!! اس میں پہلے ہی اتنے کپڑے ہیں آپ نے اوپر اور ڈال دیے۔ ایسے نہیں دھلا کرتے میرے پیارے شوہر۔۔" اس نے اٹھ کر مشین بند کی اور کچھ کپڑے باہر نکالنے لگی۔ ساویز حیران ہوتا ہوا اسے یہ عمل کرتے دیکھنے لگا۔

"اب اس کا الزام مجھے مت دو۔ یہ تم نے مجھے نہیں بتایا تھا۔" اس نے برابر بیوی کا گھورا۔

"ساری خطا ہماری ہے سرکار۔۔ آپ بیٹھ جائیں اور مجھے صرف کام کرتے ہوئے دیکھیں۔ ورنہ آپ کے ساتھ میرا ایک گھنٹے کا کام چار گھنٹے میں ہو گا۔" اپنا ہاتھ اس کے سینے پر رکھتے ہوئے وہ اسے دور کر رہی تھی مگر ساویز جیسا کھڑا تھا ویسا ہی رہا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اچھا میں کپڑے رسی پر تو ڈال سکتا ہوں نا؟۔" یہ کام آسان تھا۔ وہ ہنس پڑی۔

"کرسی پر رکھے ہیں۔" اس نے کپڑوں کی جانب اشارہ کیا۔ ساویز مبہم سا مسکراتے ہوئے کپڑے رسی پر ڈالنے لگا۔

"تم جانتی بھی ہو کہ یہ تمہارے بھیگے کپڑے تمہیں بیمار کر سکتے ہیں مگر پھر بھی اس ٹھنڈک میں کام کر رہی ہو۔" وہ کچھ حیران تھا۔ ترچھی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے غنایہ کا ڈوپٹہ رسی ہر پھیلایا۔

"اب کام تو روکے نہیں جا سکتے نا ساویز۔۔ آپ بھی تو بھیگ گئے ہیں۔ مجھے تو اس کھلی فضا میں کام کرنا اچھا لگ رہا ہے۔" وہ مشین چلا کر اسے کپڑے ڈالتا دیکھ رہی تھی۔

"اور مجھے تمہارے ساتھ۔۔جانتی ہو میں نے کبھی اپنے بھی کپڑے نہیں دھوئے۔۔ذرا سی ٹی شرٹ بھی نہیں! مگر تمہارے ساتھ تو ہر کام لطف محسوس ہوتا ہے۔" لہجے پر دھیمی سی مسکراہٹ بہت بھلی معلوم ہو رہی تھی۔"اب میں چائے بنانا بھی سیکھ گیا ہوں۔" وہ بلکل کسی چھوٹے بچے کی طرح اپنے نئے کام بتا رہا تھا۔غنایہ کی نظروں میں اس کے لیے بے پناہ محبت تھی کہ وہ پوری شام اس کو دیکھنے میں بھی گزار سکتی تھی۔

"میں آپ کو سب سیکھا دوں گی۔" آواز میں لگن تھی۔

"مجھے تم سے انسیت ہے غنایہ۔۔مجھے لگتا ہے اب تمہارے بنا نہیں رہ سکوں گا۔۔ کبھی بھی نہیں۔" بھوری آنکھوں میں ایک چمک تھی۔

"اور اگر کبھی رہنا پڑ گیا تو؟۔" اس نے دلچسپی سے پوچھا۔۔

"مشکل ہے۔۔بہت دشوار ہے۔میں سوچ بھی نہیں سکتا۔۔اور سوچنا بھی نہیں چاہتا۔۔"اس نے سر جھٹک کر جواب دیا۔

"میں امی کے گھر ایک رات رکنے جانا چاہتی ہوں۔"اس نے اب تک باصم کے بارے میں نہیں بتایا تھا اور وہ اسے بتانا بھی نہیں چاہتی تھی۔

ساویز نے وہیں سے سر گھما کر اسے دیکھا۔آنکھیں پھیلنے لگیں اور بھنویں چڑھ گئیں۔

"تم مجھے چھوڑ کر جانا چاہتی ہو؟۔" غم سا محسوس ہوا۔غنایہ چونکی۔

"چھوڑ کر؟ میں بس اماں کے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتی ہوں۔ایک رات گزار کر صبح آجاؤں گی۔"اس نے واضح کیا۔

"ایک ہی بات ہے۔" نگاہیں پھیر لی گئیں۔

"میں وعدہ کر رہی ہوں بس ایک رات گزاروں گی ساویز۔۔ بھلے سے صبح ہوتے ہی آپ مجھے لے آئے گا۔" اب منانا تو تھا۔

"ایک رات؟ میں تمہیں رات کا کچھ حصہ بھی نہ گزارنے دوں غنایہ۔۔ میرے ساتھ زندگی گزارنے کی باتیں کرتی ہو اور مجھے چھوڑ کر چلی جاؤ گی؟ جانتی ہو تمہارے بنا ایک رات بھی کرب اذیت ہے۔ یہ گھر تو ویسے ہی تمہارا بنا کھنڈر ہے غنایہ۔۔ میں یہاں کیا کروں گا۔ پوری رات دیواروں کو تکتے ہوئے گزاروں گا؟۔" خفا خفا سا لہجہ۔۔ وہ ٹھیک کہتا تھا۔۔ یہ گھر تو کچھ بھی نہیں تھا۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک رہ جائے تو شاید تنہائی سے مر جائے۔ "تم جتنی دفعہ چاہو دن میں اپنی امی کے گھر جا سکتی ہو مگر رات نہیں۔۔ پلیز مجھے فورس مت کرنا۔" اس نے گزارش کی۔ غنایہ حیرت سے دیکھتے ساتھ ہی مسکرا دی۔

"ٹھیک ہے۔" ہاتھ ساویز کے بازو پر رکھا۔ "اب آپ اندر جائیں۔۔ یہ کام بس ختم ہو گیا ہے۔ میں بھی اندر آ رہی ہوں۔" گیلے کپڑوں سے ٹپکتا پانی ساویز کی ٹی شرٹ بھگا گیا تھا۔ خون جمانے والی ہوا کا دور چلا تو ساویز اسے لیے ساتھ ہی اندر بڑھ گیا۔۔ وہ اسے بیماری کی دہلیز پر کھڑا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

---★★★---

"ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔" عفت والہانہ انداز میں کہتی ہوئیں میرویس کے گال پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔ وہ ان کی محبت پر مسکراتا عشنا کے ہمراہ چھوٹے سے لاؤنج میں داخل ہوا۔

"پہلی بار تمہارے ابا نے اتنی عزت دے کر گھر کے اندر بلایا ہے۔۔ورنہ ہر بار ڈرائنگ روم سے رخصت کر دیتے تھے۔"ترچھی نگاہ ابا پر تھی اور کانوں میں سرگوشی وہ عاشی کے کانوں میں کر رہا تھا۔

عشنا نے اسے جواباً گھور کر خاموش رہنے کو کہا۔ ابا پیچھے ہی ان کے ساتھ لاؤنج میں بڑھنے لگے۔

"میں نے تم لوگوں کے لیے کھانے کا بہترین اہتمام کیا ہے۔ تم لوگوں کو پسند آئے گا۔"میز پہلے سے ہی سجی ہوئی تھی۔

"اس کی کیا ضرورت تھی آنٹی۔ آپ بس سادہ سا کھانا بنا لیتیں۔اب تو میں بھی گھر کا ہی فرد ہوں۔"اس نے کہتے ساتھ ہی ابرار کا چہرہ دیکھا جو سنجیدہ تھا۔'ایک تو یہ انکل کبھی مجھے اپنے گھر کا فرد نہیں مانیں گے'۔وہ دل ہی دل میں گویا ہوا۔

"ہاں میرے بچے! اب تم گھر کا ہی فرد ہو مگر ذرا ہمیں بھی تو موقع تو خاطر مدارت کرنے کا۔۔"عفت کا انداز ہمیشہ کی طرح محبت بھرا تھا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR

عفت کے کھانوں میں ذائقہ تھا۔اس نے پہلا لقمہ لیتے ہوئے عشنا کو دیکھا تھا جو اس کے ساتھ کھانے میں مصروف تھی۔

"تم بھی ایسا ہی ذائقہ دار کھانا بناتی ہو گی؟۔"اب ظاہر تھا۔۔اماں اتنا اچھا کھانا بناتی تھیں تو عشنا کے ہاتھ بھی ذائقہ ہو گا۔عشنا گڑبڑا گئی۔

"ہ۔ہاں۔"اسے کچھ سمجھ نہ آیا تو جلدی سے کہہ پڑی۔اس بات سے کون انکار کر سکتا تھا کہ عشنا کو کھانا بنانا آتا ہی نہیں۔۔۔پھر ذائقہ کس بات کا۔۔وہ ہمیشہ سے کوئی نہ کوئی ڈش جلا دینے کی عادی تھی۔

کھانے کا دور ختم ہوا تو ابرار صاحب اندر چلے گئے۔ اسے بھی اگلی صبح جاب پر جانا تھا اور وہ رک نہیں سکتا تھا۔ تین گھنٹے گزار کر وہ دوبارہ اپارٹمنٹ لوٹ آئے۔

"تم ابا کے بارے میں اتنا سوچا مت کرو۔ کچھ وقت گزرے گا تو وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔" اسے لیپ ٹاپ پر کام کرتا دیکھتے ہوئے وہ ٹھہر کر بولی۔ عجیب سی بات تھی۔۔ وہ شادی کے اگلے روز ہی آفس کا کام کر رہا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے میر ویس برا مانے گا؟۔" میر ہنس پڑا۔ "مجھے بس اس حوالے سے تمہیں تنگ کرنا پسند ہے۔ سو وہ میں کرتا ہوں۔" عشنا کپڑے تبدیل کر چکی تھی۔ سادہ سالان کا سوٹ پہن کر وہ اس کے بہت قریب سامنے بیٹھ گئی۔

"تم کل آفس چلے جاؤ گے۔" معصوم لہجہ۔۔ میر ویس اس کے جملے سے زیادہ اس کے لہجے پر چونکا۔

"ہاں۔ "

"میں گھر میں نہیں بیٹھنا چاہتی۔" جانے وہ اب رافع کی وجہ سے اسے وہاں جاب کرنے دے بھی یا نہیں۔۔

"ہمارے درمیان یہ بات پہلے ہی ہو چکی ہے۔ تم اپنی مرضی کے مطابق جاب کر سکتی ہو۔" وہ سمجھ نہ سکا۔

"ہاں مگر کل جب تم چلے جاؤ گے تو میں اکیلی ہو جاؤں گی۔ میں سوچ رہی ہوں مجھے بھی کل سے جوائن کر لینا چاہئیے۔"

میر ویس اس کا چہرہ تکتا رہ گیا۔

"میرا آفس کل سے جوائن کرنا مجبوری ہے عاشی۔۔ مگر تمہاری تو کوئی مجبوری نہیں ہے۔ چند دن میرے ساتھ گزارو اور اس اپارٹمنٹ کو اپنے مطابق سنوارو۔۔ دو تین دنوں میں جوائن کر لینا۔"

"جب تم گھر میں ہو گے ہی نہیں تو کیسے گزاروں گی تمہارے ساتھ وقت؟۔" خفا خفا سا لہجہ۔۔

"دو چار دنوں تک روز جلدی آیا کروں گا۔ تم کچھ وقت خود کے ساتھ بھی گزارو۔۔ اپنا سوٹ کیس کھول کر وارڈروب سیٹ کرو۔ اپارٹمنٹ بھی ٹھیک طریقے سے نہیں دیکھا۔ میں جتنی جلدی آنے کی کوشش کر سکتا ہوں، کروں گا۔" اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ سمجھانے کے انداز میں بولا۔ عشنا اس کا چہرہ بغور دیکھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ ویسے دو چار دنوں بعد جب میں آفس جانے لگوں گی تو میری ٹائمنگز تم سے کم ہوں گی۔ میں ہمیشہ تم سے جلدی آجایا کروں گی۔" لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے وہ سنگھار میز تک آئی اور بالوں کو کھول دوبارہ سے بنانے لگی۔

"یہ سارے پرفیومز تمہارے ہیں؟۔" میز پر قطار سے چھ سات پرفیوم کی بوتلیں رکھی تھیں جنہیں نوٹ کر کے وہ پل بھر کو حیران ہوئی تھی۔

"میرے علاوہ یہاں اور کون رہتا تھا عاشی۔" نگاہ لیپ ٹاپ کی اسکرین پر تھی۔

"اب انہیں کنارے پر رکھو۔ میرا سنگھار کہاں جائے گا؟۔" مصنوعی گھوری سے نواز کر وہ اس کا سامان میز کے ایک کنارے پر رکھنے لگی۔ میر ویس نے جھٹ اس کا چہرہ دیکھا۔

"میز پر اور بھی کافی جگہ ہے۔ پرفیومز نہ بھی ہٹاؤ تو اپنا سامان رکھ سکتی ہو۔" اس نے بھی جواباً گھورا۔

"میرا سامان یہ پوری سنگھار میز کی جگہ گھیر لے گا۔ پھر تمہیں اپنے یہ پرفیومز وارڈروب میں رکھنے پڑیں گے۔" وہ بس اسے تنگ کر رہی تھی۔

"تم تو ہر موقع پر یہ احساس دلا رہی ہو کہ اب میں شادی شدہ ہوں۔" بے بسی سے نفی میں سر ہلایا۔

عشنا کھل کر مسکرائی۔

"پھر تمہارے پرفیومز کہاں رکھوں؟۔" اس نے چھیڑتے ہوئے پوچھا۔ وہ اس کی کوئی بھی چیز میز نہیں ہٹانے والی تھی مگر چونکہ میر ویس اسے صبح سے ہی تنگ کر رہا تھا اس لیے وہ کچھ اپنا فرض بھی ادا کرتے ہوئے اسے چھیڑنے لگی۔

"وارڈروب میں رکھ دو۔۔ اب تم سے بڑھ کر بھی کوئی چیز ہو سکتی ہے۔" کی بورڈ پر انگلیاں تیزی سے چل رہی تھیں اور عشنا آئینے کے عکس میں اپنے شوہر کو دیکھ رہی تھی۔ لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ سنگھار میز میر ویس کے سامان سے جس طرح سجی ہوئی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اپنے پرفیومز اور دوسری چند چیزوں کا کتنا خیال رکھتا ہے۔

اس کے پرفیومز ہٹانے کے بجائے اس نے سجاتے ہوئے انہیں اپنے سامان کے ساتھ رکھ دیا۔ وہ مزید اب فارغ بیٹھ کر میر ویس کو کام کرتا دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔

میر بھی کچھ وقفے سے اسے میز پر سامان رکھتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ آئینے کے عکس میں اس کا مسکراتا چہرہ چھپ نہ سکا۔ عشنا نے ایک نگاہ اس پر ڈالی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا، اور اپنے کام میں دوبارہ مصروف ہو گئی۔ میر ویس مسکرائے بنا نہ رہ سکا۔

Safare-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

---★★★---

جاب کے لیے آئی میلز چیک کرنے کی نیت سے وہ آج جلدی اٹھا تھا۔ غنایہ باہر رکھے پودوں کو پانی ڈال کر کمرے میں داخل ہوئی۔

گھر کا راشن ختم ہونے کو آیا تھا۔ وہ چاہ کر بھی ساویز سے یہ نہیں کہہ پا رہی تھی کہ راشن دوبارہ خریدنے کا وقت ہو گیا تھا۔ اب کی بار ہاتھ پہلے سے زیادہ تنگ تھے۔

"مجھے نیلے رنگ کی ٹی شرٹ نہیں مل رہی۔ کہیں وہ بھی تو نہیں دھو دی تم نے؟۔" تہہ شدہ کپڑوں کو باری باری اٹھاتا ہوا وہ اپنی شرٹ ڈھونڈ رہا تھا۔

"میں ڈھونڈ کر دے دیتی ہوں۔" گیلے ہاتھوں کو تولیے سے صاف کرتے ہوئے وہ کمرے میں داخل ہوئی۔ یکدم ہی ساویز کی نظر اس ٹی شرٹ پر پڑی۔

"نہیں مجھے مل گئی۔" کپڑوں کے سب سے نیچے رکھی تھی۔ اسے کھینچ کر الماری سے نکالا اور کھول کر نگاہ دوڑائی گئی۔ وہ ابھی ٹی شرٹ کو بستر پر ہی رکھنے بڑھ رہا تھا جب ایک لفافہ شرٹ پوری کھولنے کی وجہ سے فرش پر گرا۔ جہاں غنایہ کا چہرہ سفید پڑا وہیں ساویز نے کچھ الجھ کر لفافہ اٹھایا۔ غنایہ کو کچھ کہنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔

"یہ کیا ہے؟۔" پیشانی پر الجھن کے بل نمودار ہوئے۔ کہتے ساتھ ہی لفافہ کھول کر اندر جھانکا۔ نیلے رنگ کی کئی نوٹیں اس میں موجود تھیں۔ ساویز کی آنکھیں پھٹیں۔ بھلا یہ کس کی رقم تھی اور یوں اس کی الماری میں؟ غنایہ کی جانب دماغ ہی نہ گیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس کے پاس پیسے نہیں تھے۔۔

Safa-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یہ کس کے پیسے ہیں؟۔" یہ بات اسے وہ ہی بتا سکتی تھی۔ الماری میں کپڑے رکھنے اور نکالنے والا کام وہ ہی سرانجام دیتی تھی۔ غنایہ کا سفید چہرہ اس معاملہ کو مزید الجھا گیا۔

"میرے۔۔" وہ جھوٹ نہیں کہہ سکتی تھی۔ تھوک نگل کر اس نے تیزی سے دوسری جانب دیکھا۔ ساویز کو لگا جیسے سننے میں غلطی ہو گئی ہو۔ بھلا یہ کیسے ممکن تھا؟

"تمہارے پیسے؟۔" بھنویں حیرانی سے اٹھیں۔

"جی۔" آواز گھٹی گھٹی سی تھی۔

"یہ کون سے پیسے ہیں؟۔" وہ سیدھے طریقے سے نہ پوچھ سکا کہ 'یہ پیسے کہاں سے آئے؟۔ '

غنایہ کی آنکھیں اس پر ٹھہر گئیں۔وہ کچھ بھی نہ کہہ سکی۔

"غنایہ؟۔" جواب نہ ملنے پر وہ ذرا شک مبتلا ہوا۔

"امی نے دیے تھے۔" جھوٹ کہنا یا بات چھپانا اسے کبھی درست نہیں لگا۔ساویز کی نگاہ ساکت ہوئی۔وہ بغیر پلک جھپکے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیوں؟۔" کاش کہ غنایہ وہ نہ کہے جو ساویز سوچ رہا تھا۔

"ہمارے خرچے کے لیے۔۔" وہ یقیناً اس کی بات سے کتنا زیادہ ہرٹ ہوا ہو گا۔

چہرہ سرخ ہو گیا۔محسوس ہوا جیسے کسی نے مٹھی میں اس کا دل جکڑ لیا ہو۔حلق کی گلٹی دھیرے سے نمودار ہو کر غائب ہوئی تھی۔اس نے تیزی سے آنکھیں جھپکیں۔

"کیوں؟۔ "

"اس کیوں کا کوئی جواب نہیں ہے میرے پاس۔۔" آنکھوں میں نمی پیدا ہونے لگی تو وہ بستر پر گرنے کے انداز میں بیٹھی۔

ساویز کو لگا جیسے اس کا دل پھٹ رہا ہو۔

"کیا میں تمہارے خرچے پورے کرنے کے لیے کافی نہیں؟۔" چہرہ سخت ہوا۔وہ سسکتی رہی،کچھ کہہ نہ سکی۔

"ایسا نہیں ہے۔۔میں جانتی ہوں آپ بہت پریشان ہیں۔یہ پیسے ہماری مدد کر سکتے ہیں۔ہم بعد میں لوٹا دیں گے۔" رخسار گیلے ہو رہے تھے۔اس کی سسکیاں پورے کمرے میں گونجنے لگیں۔

"میں پریشان ہوں یا ڈپریشن سے مر رہا ہوں!ان پیسوں کی ضرورت پھر بھی نہیں تھی جو آپ نے اپنی امی سے مانگے!۔"خود پر قابو نہ رہا تو وہ سختی سے بلند آواز میں بولا۔"میرے پیسے کافی نہیں تھے غنایہ؟کیا تم مجھے یہ احساس دلانا چاہتی تھی کہ میں تمہارے اخراجات اٹھانے کے لیے ناکافی ہوں؟۔"کہتے کہتے کب آنکھیں بھیگ گئیں وہ جان ہی نہ سکا۔"ڈھونڈ رہا تھا میں جاب۔۔اس ایک ہفتے میں کتنے انٹرویوز دیے ہیں۔مجھے اپنی فکر نہیں تھی۔میں تو کسی طرح بھی کر لیتا گزارا۔۔تمہارے اخراجات،خواہشات پوری کرنے کے لیے ہی تو اتنے پاپڑ بیل رہا ہوں۔۔صرف اس لیے کہ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانے پڑیں اور تم نے۔۔"جملہ مکمل نہ ہو سکا۔آنکھیں نم تھیں۔غنایہ کے آنسوؤں میں اضافہ ہوا۔اس کا دل پھٹنے کو ہوا۔وہ رکا نہیں تھا۔لفافہ بستر پر پھینکتے ہوئے باہر نکل گیا۔بستر پر بیٹھی غنایہ وہیں لیٹ گئی۔آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے تکلیف سے سوچا۔شدت سے احساس ہوا کہ وہ پیسے امی سے نہیں لینا چاہتے تھے۔اسی وقت سے وہ ڈرا کرتی تھی۔نجانے ساویز اس کے بارے میں کیا سوچ رہا ہو گا۔پیسوں کا وہ لفافہ اس کی تکلیف میں اضافہ کر رہا تھا۔ہچکیاں کمرے میں گونجنے لگیں تو اس نے تکیے کے نیچے اپنا سر رکھ لیا۔یہ پہلی بار تھا کہ ان کے درمیان کوئی ناراضگی پیدا ہوئی تھی۔۔اور شاید یہی تکلیف دہ بات تھی۔

---★★★---

الارم کی آواز پر میر ویس کی آنکھ کھلی تھی۔نگاہ گھڑی پر ڈال کر کروٹ لی جو سات بجا رہی تھی۔وہ ٹھہر گیا۔برابر میں کوئی نہیں تھا۔۔تو پھر عشنا کہاں تھی؟دماغ میں جھماکا ہوا تو آنکھیں کسی بات پر پھٹیں۔اس نے تیزی سے اٹھ کر فرش پر دیکھا جہاں عشنا کے علاوہ بھی بہت ساری چیزیں تھیں۔

"یااللہ خیر !میری بیوی۔۔"دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔بستر سے اترتا ہوا وہ اس کی جانب آیا جو گہری نیند میں تھی۔

بیچاری بستر سے گرائے جانے کے بعد بھی سکون سے سو رہی تھی۔دھیرے سے اسے اٹھاتے ہوئے وہ بستر پر لٹا رہا تھا جب عشنا کی آنکھ کھلی۔

"کیا کر رہے ہو؟میں سو رہی ہوں نا!۔"اسے یوں اتنے قریب دیکھ کر وہ نیند میں بولی۔میر ویس چونکا۔تو کیا اسے نہیں پتا تھا کہ وہ بستر کے "اوپر" نہیں تھی۔

"کچھ نہیں۔"اسے لٹاتے ہوئے جلدی سے چادر اوڑھانے لگا۔

"تم کہاں جا رہے ہو؟۔"اسے یاد تھا کہ وہ آج آفس جانے والا تھا۔سوچا تھا کہ وہ اسے جانے سے قبل اٹھا دے گا۔

"کہیں نہیں۔تمہارے پاس ہوں۔۔"اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے وہ محبت سے بولا۔عشنا اس کے لہجے پر مسکرائی اور میر ویس کے بازو پر ہاتھ مارتے ہوئے آنکھیں موند گئی۔اس کے انداز پر وہ بھی مسکرا دیا۔

کافی دیر یونہی ٹھہر کر اسے دیکھنے کے بعد وہ تیار ہونے واش روم کی جانب بڑھا۔اسے آٹھ بجے تک آفس پہنچنا تھا۔

---★★★---

"تم نے مجھے کیوں نہیں اٹھایا۔"آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔وہ غصہ ضبط کرتی ہوئی بولی۔

"ضروری نہیں سمجھا۔"فون کی دوسری جانب سے بھاری آواز ابھری۔"تمہاری نیند کیسے خراب کرتا۔"

"تمہیں مجھے اٹھانا چاہیئے تھا۔"آنسو رخسار پر بہنے لگے۔اس کی بھیگی آواز میر ویس کے کانوں پر پڑی تو وہ پریشان سا ہوا۔

"تو کیا ہوا عاشی اگر میں نے تمہیں نہیں اٹھایا تو۔۔" وہ چونک اٹھا تھا۔ بھلا اس میں رونے والی کیا بات تھی۔ اس کا یوں رونا اس لیے بھی عجیب تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عشنا کو اس سے اتنی بھی محبت نہیں کہ وہ اس کے لیے یوں روئے۔

"میں تمہیں ناشتہ دے دیتی۔ تم ناشتہ بھی نہیں کر کے گئے۔ دیکھا ہے میں نے کچن میں۔۔ کچھ بھی نہیں بکھرا ہوا۔ بہت زیادہ بد تمیز ہو۔ خود غرض ہو۔ میں سو رہی تھی تو کیا اس کا مطلب یہ تھا کہ کبھی نہیں اٹھوں گی؟ کیسے کر سکتے ہو تم ایسا۔۔" جانے وہ کیا کیا بول پڑی۔ آنسوؤں میں روانی تھی اور اس سب میں میر ویس کو اندازہ ہو چکا تھا کہ بات کچھ اور ہے۔

"کیا ہوا ہے؟۔" فائل میز پر رکھتا ہوا وہ سنجیدگی سے پوچھنے لگا۔ عشنا نے سسکی بھری۔

"کچھ بھی نہیں ہوا۔ خدا حافظ!۔" دل مزید بھر آیا۔ وہ کال کاٹنے ہی لگی تھی جب میر ویس کی آواز ابھری۔

"کال مت کاٹنا۔ "

"مجھے تمہیں کچھ نہیں بتانا ہے!۔ "

"مجھے نہیں بتاؤ گی؟۔" وہ جانتا تھا کہ اگر عشنا نے اسے نہیں بتایا تو یقیناً وہ پورا دن بے چین رہے گا۔

"مجھے تو۔۔" وہ تیزی سے کہتے کہتے رکی۔۔ خود پر ضبط کیا گیا۔ "مجھے تو تم سے بات بھی نہیں کرنی۔ "

"لیکن اگر تم نے نہیں بتایا تو میں پریشان رہوں گا۔ مجھ سے کوئی کام نہیں ہو گا۔ آج اہم میٹنگ بھی ہے۔ میری کبھی پرفارمینس خراب نہیں رہی۔ لیکن تمہارے نہ بتانے سے خراب ہو سکتی ہو۔ تم چاہو گی کہ تمہارا شوہر یوں بے چین اور پریشان رہے؟۔" ایک یہی طریقہ تھا کہ وہ اسے موبائل کے ذریعے سمجھا کر پوچھ سکتا تھا۔

عشنا خاموشی سے سنتی رہی۔ لب کاٹتے ہوئے اس نے ایک بار موبائل کو دیکھا۔

"ان دو دنوں میں اکیلے رہنے کی عادت ختم ہو گئی ہے۔ تمہارے جانے کے بعد ایسا لگ رہا ہے جیسے میں اکیلی ہو گئی ہوں۔ گھبراہٹ ہو رہی ہے۔" آنسوؤں کے درمیان سب بتا دیا۔ وہ خود بھی حیران تھی کہ میر ویس کے ساتھ گزارے گئے چند گھنٹے اس کی اتنی جلدی اکیلے رہنے والی عادت ختم کر گئے۔ میر ویس کو یہ بات صحیح معنوں میں فکر مند کر گئی۔ "اگر تم مجھے اٹھا دیتے تو ہم تھوڑا وقت ساتھ گزار لیتے۔" کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ میر ویس کے لیے اتنا زیادہ روئے گی۔ ایسا نہیں تھا کہ اسے میر ویس سے بے پناہ محبت تھی۔ ہاں مگر اب ایک احساس تھا کسی کے ساتھ ہونے کا۔۔

میر ویس مبہم سا مسکرایا۔

یہ کتنا بھلا معلوم ہو رہا تھا۔

اس نے آنکھیں موند کر ایک احساس سے دوچار ہوتے ہوئے کھولیں۔

"کہاں بیٹھی ہو؟۔ "

"کمرے میں۔۔" سسک کر کہا۔

"ناشتہ کیا؟۔ "

"دل نہیں چاہ رہا۔ "

"اور بھوک؟۔"

"بھوک لگ رہی ہے۔ "

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مگر ناشتہ نہیں کرو گی؟۔ "

"نہیں۔۔ "

"کر لو۔ "

"نہیں کروں گی۔"

"ضد مت کرو۔ "

"تمہیں مجھے اٹھانا چاہئیے تھا۔اب نہیں کروں گی۔"غصہ۔۔

"غلطی ہو گئی۔ "

"یہ سب بے فائدہ ہے۔"

"میری باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑے گا؟۔"

"میں تمہاری باتوں کو اہمیت نہیں دیتی۔"

"کبھی نہیں دو گی؟۔ "

کبھی نہیں دوں گی۔"خفا خفا سا لہجہ۔۔ "

وہ مسکرایا۔

"اچھا اٹھو اور کھڑکیوں سے پردے ہٹاؤ۔ روشنی کو اندر آنے کا موقع دو۔ کھڑکی کھول دو۔ تازہ ہوا اندر آئے گی تو اچھا محسوس کرو گی۔ "

"میں کمرے سے باہر صرف کچن تک گئی تھی۔۔ کچھ دیر پہلے ہی اٹھی ہوں۔" آواز دھیمی ہو گئی۔

"کمرا صاف کرواور جھاڑو لگاؤ۔" وہ چھیڑ چھاڑ کرنے لگا۔

"بد تمیزی مت کرو۔" وہ برہم ہوئی۔

"اچھا نہیں کرتا۔۔ لیکن تم اٹھ کر کمرا روشن کرو۔ "

"کچھ فائدہ نہیں ہو گا۔ میں پھر بھی یونہی تمہارے آنے تک بستر پر بیٹھی رہوں گی۔ پھر کمرہ روشن کرنے کا فائدہ؟۔"

"وارڈروب سے اچھا سا سوٹ نکالو اور کپڑے تبدیل کرو۔ اچھا سا میک اپ کرواور ہاں۔۔ جو تمہاری ہلکے رنگ کی گلابی لپ اسٹک ہے اسے لگا لینا۔ بال ڈرائے کر کے ڈھیلا جوڑا باندھ لینا۔ میرے پرفیومز کو ہاتھ لگائے بنا سارا سنگھار کرنا۔" ساتھ خبر دار بھی کیا گیا۔

"کیوں کروں اور کس لیے کروں؟۔" پھر سے غصہ آنے لگا۔ وہ یہ سوچ کر ہی رہ گیا کہ یہ لڑکی غصہ کیے بنا نہیں رہ سکتی۔

"میری بات مکمل ہونے دو گی؟۔ "

عشنا اس کی بات پر ٹھہری۔

"ہاں۔" آواز ایک بار پھر دھیمی ہو گئی۔

"دو کپ چائے بناؤ اور میز پر میرا انتظار کرو۔ پورے تیس منٹ میں تمہیں اپنے پاس ملوں گا۔"

اس کا کہنا تھا کہ عشنا نے آنکھیں پھاڑ کر موبائل کو گھورا۔

"سچ کہہ رہے ہو؟۔ "

"میر ویس اپنی عاشی سے جھوٹ کیوں کہے گا۔" کہتے ساتھ اس نے مسکراتے ہوئے کال رکھ دی۔ دوسری جانب عشنا پر ایک سکوت طاری ہو گیا۔ بھلا یہ کیسے ممکن تھا۔ اس نے وقت دیکھا تو ساڑھے گیارہ ہو رہے تھے۔ تیزی سے بستر سے اٹھتے ہوئے وہ وارڈروب کی جانب بڑھی۔

---★★★---

حالت بحال ہوئی تو اس نے ساویز کے موبائل پر کال ملائی۔ بارہ بجنے کو آئے تھے اور اس کی اب تک کوئی خبر نہیں تھی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہیلو؟۔" ساویز کی بھاری گھمبیر آواز ابھری۔

"کہاں ہیں آپ؟۔" وہ تڑپ کر بولی۔ دوسری جانب لمبی خاموشی چھا گئی۔

"تھوڑی دیر تک آرہا ہوں۔" روٹھا لہجہ۔

"میں ناشتہ بنا رہی ہوں۔ پلیز جلدی آجائیں۔ "

"ہوں۔" مختصر جواب۔۔

"آرہے ہیں نا؟۔" اس کا لہجہ محسوس کرتی ہوئی وہ مزید بات کو بڑھانے لگی۔

"ہوں۔" اسے ساویز کی آواز دور خلا سے آتی محسوس ہوئی۔۔ جیسے وہ گھر ہی نہ آنا چاہتا ہو۔ دل سکڑنے لگا۔

"انتظار کر رہی ہوں۔" آنکھ میں آنسو چمکنے لگا۔

"اچھا۔" یہ کہتے ساتھ ہی کال رکھ دی گئی تھی۔ غنایہ وہیں بیٹھ گئی۔ آنکھوں میں ایک بار پھر آنسو لیے وہ تکلیف سے رونے لگی۔ ساویز کا دل بہت بری طرح دکھایا گیا تھا۔ غنایہ جانتی تھی کہ وہ کتنا خوددار مرد ہے مگر پھر بھی امی کے فورس کرنے پر وہ لفافہ لے بیٹھی تھی۔ گھڑی میں ایک نظر وقت دیکھا اور آنکھیں موند لیں۔

---★★★---

اپارٹمنٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے وہ نگاہ دوڑاتا ہوا اندر داخل ہوا۔ عشنا آس پاس کہیں نظر نہ آئی تو وہ دھیرے سے آگے بڑھتے ہوئے کمرے کی جانب بڑھنے لگا۔ ابھی وہ کمرے میں داخل ہی ہوتا کہ کچن سے آتی آواز نے اسے رکنے پر مجبور کیا۔ لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ یوں ہی ٹرے ہاتھوں میں تھامی وہ کچن سے باہر نکلی۔ آنچل کندھے سے ہوتا زمین کو چھو رہا تھا۔ آنکھوں پر آتی لٹ الجھنے لگی تو سر کو جھٹکا دے کر اسے پیچھے کرتی ہوئی میز کی جانب بڑھنے لگی۔ میر ویس اسے دیکھ کر مبہم سا مسکرایا۔ ابھی وہ میز کے نزدیک پہنچتی کہ نگاہ شوہر پر پڑی۔ وہ وہیں چونک کر ٹھہر گئی۔ خوشگوار حیرت سے دیوار پر لگی گھڑی کو دیکھا جہاں پورے بارہ بج رہے تھے۔ وہ اپنی بات کا پکا ثابت ہوا تھا۔

"تم آ گئے۔" چہرے پر تبسم پھیل گیا۔ وہ واقعی اس کے کہے کے مطابق تیار ہوئی تھی۔ وہی ہلکے رنگ کی گلابی لپ اسٹک تھی۔۔ لان کے سادے مگر خوبصورت سوٹ میں ملبوس عشنا اسے خود بھی خوبصورت معلوم ہوئی۔

"اسلام علیکم۔" وہ چلتا ہوا اس کے نزدیک پہنچ کر گلے لگاتے ہوئے بولا۔

"وعلیکم سلام۔" اس نے ٹرے جلدی سے میز پر رکھی جس میں دو کپ چائے سے لبالب تھے۔

بازو پر رکھے کوٹ کو اٹھاتے ہوئے میر نے کرسی کی پشت رکھا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم نے کہا تھا تمہاری میٹنگ ہے۔ پھر اس میٹنگ کا کیا ہوا؟۔" لبوں سے مسکراہٹ جدا ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"باس جانتے ہیں کہ میری بیوی نئی نویلی ہے اور اسے میری ضرورت پڑ سکتی ہے۔ سو میری ریکوسٹ پر مجھے اجازت دے دی گئی۔" وہ مسکراتا ہوا ٹرے سے مگ اٹھانے لگا۔ عشنا کو اس پر بے جا پیار آیا۔ "تم اب ٹھیک ہو؟۔" وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ یہ میز چار لوگوں کے حساب سے تھی۔

"ہاں۔۔ اب تم آگئے ہو نا۔" اس نے اپنا مگ لبوں سے لگاتے ہوئے کہا۔

"گھبراہٹ کیوں ہو رہی تھی؟۔" وہ اب سنجیدگی سے اس موضوع پر بات کرنا چاہتا تھا۔

"گھر میں کوئی نہیں تھا۔ تم نے مجھے آفس جانے سے پہلے بتایا بھی نہیں۔۔ حالانکہ میں ہمیشہ الگ گھر میں تنہا رہی ہوں مگر ایک دن تمہارے ساتھ رہنے کے بعد مجھے نہ جانے کیا ہوا ہے کہ تم بن گھر سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ کوئی بھی بات کرنے والا نہیں تھا۔۔" لب کچلتے ہوئے دھیرے سے بات مکمل کی۔

"تو تمہیں پورا دن کوئی بات کرنے والا چاہیئے؟۔" لہجہ شریر ہوا۔

"مجھے تمہاری موجودگی چاہیئے تھی۔ بھلے سے ایک جگہ بیٹھ کر تم اپنے لیپ ٹاپ پر ہی مصروف رہو۔ دل کو ایک سہارا رہے گا کہ تم گھر میں موجود ہو۔" تو اصل وجہ یہ تھی۔۔

"تو تم یہ کہنا چاہ رہی ہو کہ تم کسی کے ساتھ کی عادت ہو رہی ہے۔" اسے تو جیسے موقع ملا ہو۔

"ایسا بھی نہیں ہے۔" عشنا نے آنکھیں چرائیں۔

"یوں مت کرو! محبت ہو جائے گی۔ "

"مجھے اتنی آسانی سے نہیں ہو گی تم سے محبت! اس لیے خوش فہمی مت پالو۔" مسکراہٹ چھپاتے ہوئے وہ مگ کو دیکھتے ہوئے بولی۔ آنکھوں میں دیکھتی تو ہنس پڑتی۔

"تم نے ناشتہ کیا؟۔" سب باتوں کو نظر انداز کرتا ہوا وہ یاد آنے پر بولا۔

"نہیں۔۔ "

میر ویس نے سانس خارج کی۔

"اپنی ضد کی پکی ہو۔" کرسی سے اٹھتے ہوئے وہ اپنی ٹائی ڈھیلی کرتا ہوا کچن کی جانب بڑھنے لگا۔

"کہاں جا رہے ہو؟۔" اس نے چونک کر پوچھا۔

"تمہارے لیے ناشتہ بنا رہا ہوں۔ خاموشی کے ساتھ ناشتہ کر لینا ورنہ میں خود اپنے ہاتھوں سے کھلاؤں گا۔" وہ کچن میں جا چکا تھا اور عشنا حیرت سے اس کے پیچھے لپکی تھی۔ آستین کے کف فولڈ کرتے ہوئے اس نے کہنیوں تک چڑھائے اور فریج سے انڈہ نکالا۔ عشنا نے اس کی ڈریسنگ دیکھی۔ چوڑا کشادہ سینہ اور بھرے بھرے بازو اس کی شرٹ سے نمایاں ہو رہے تھے۔ ان بازوؤں کے مسلز پر عشنا کو اپنی نگاہ ٹکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ کوٹ اتار چکا تھا مگر اندر پہنی کالر والی سفید شرٹ اس پر سج رہی تھی۔ سیاہ ٹائی ڈھیلی کر دی گئی تھی مگر وہ اب گلے میں جھول رہی تھی۔ بال کچھ بکھرے ہوئے تھے اور بازوؤں کی ابھری رگیں واضح نظر آ رہی تھیں۔ وہ اونچا لمبا شخص اب انڈہ پیالہ میں ڈال کر پھینٹ رہا تھا۔ کنارے سے پیاز نکال کر اسے کاٹی اور فرائی پین چولہے پر رکھ جلایا۔

"میں فریج میں رکھے کل کے سینڈوچز کھا لیتی۔ تمہیں بنانے کی کیا ضرورت ہے۔"عشنا کی بات پر اس نے سر گھما کر اسے دیکھا۔

"تم کیوں کل کا پرانا کھانا کھاتی ؟۔ "

"تو اس میں کیا برائی ہے۔۔تم بھی تو کھاتے ہو۔"

"تو وہ میں کھاتا ہوں۔۔تم تازہ کھانا کھایا کرو۔"بال بکھر کر آنکھوں کے آگے آرہے تھے۔وہ خاموش رہی۔

"میں تمہاری مدد کر دیتی ہوں۔"عشنا جلدی سے اندر داخل ہوتے ہوئے فریج سے گوندھا ہوا آٹا نکالنے لگی۔

"میں کر رہا ہوں ناعاشی۔۔تم اپنی تیاری خراب کیوں کر رہی ہو۔"نمک مرچ ڈال کر اس نے انڈہ دوبارہ پھینٹا۔

"میں صرف تمہاری مدد کر رہی ہوں۔"خشک آٹا نکال کر اس نے روٹی بیلنی چاہی۔میر ویس انڈہ فرائی پین میں الٹ کر اب اسے روٹی بیلتے دیکھ رہا تھا جو اپنی کوشش میں ناکام ہو رہی تھی۔

"یہ نہیں بن رہی۔"زبردستی اس پر بیلن چلاتے ہوئے وہ ناکامی سے بولی۔میر ویس قدرے امپریس ہوا۔وہ روٹی کا حشر نشر کر چکی تھی۔

"چھوڑو اسے۔"اس نے دھیرے سے کہا۔عشنا نے اس کا چہرہ دیکھا اور بیلن سے ہاتھ دور کیے۔"وہاں جا کر کھڑی ہو جاؤ۔"چولہے سے دور دیوار کے پاس اشارہ کیا۔

"کھڑی کیوں ؟۔"وہ ناسمجھی میں بولی۔

"یا پھر کرسی لگا کر بیٹھ جاؤ مگر اس جگہ سے دور ہٹو۔" عام سے لہجے میں اسے دیوار کے پاس جانے کا کہا تو وہ اسے گھورتی رہی گئی۔

"میں مدد کرنا چاہتی ہوں۔" اس کی بات پر ایک نظر میر ویس نے اسے دیکھا اور اس بیچاری روٹی کو۔۔ایسی مدد؟ وہ کام بڑھتا ہوا دیکھ رہا تھا۔

"جب میں کچن میں کام کر رہا ہوں تو تم کچن میں نہیں آؤ گی۔ ٹھیک ہے؟۔" عام سے لہجے میں سمجھاتے ہوئے اس نے جواب سننا چاہا۔

"کیوں؟۔ "

"کیونکہ یہ وہ ایک ہی جگہ ہے جہاں میں کسی کی شرکت برداشت نہیں کرتا۔ اگر تم کچن میں کام کر رہی ہو گی تو میں نہیں دخل نہیں دوں گا۔۔ اور اگر میں کر رہا ہوں گا تو تم اندر داخل بھی نہیں ہو گی۔"

"تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو۔" ماتھے پر غصے کے بل نمودار ہوئے۔

"میں جب کھانا بناتا ہوں تو سکون اور آرام سے بناتا ہوں۔ کسی کی دخل اندازی مجھے میرا کام کرنے سے روکتی ہے۔ اس لیے جب بھی میں کچن میں ہوں تم مجھ سے کوئی بات نہیں کرو گی۔" آئبرو اچکا کر پیار سے سمجھایا۔ عشنا اس کی بات پر سانس خارج کرتی دور جا کھڑی ہوئی۔ وہ واقعی ٹھیک کہتا تھا۔ اس کے بعد وہ بے حد خاموشی سے کام کر رہا تھا۔ ماحول میں سکون کی لہر دوڑنے لگی۔۔ بے حد آرام اور نفاست سے کام کرتے ہوئے وہ ایک بار بھی کچھ نہ بولا تھا۔ فریج سے کوئی چیز نکالنے سے توے پر ڈالنے تک ہر کام وہ خود کر رہا تھا۔ عشنا حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ پراٹھا پلیٹ میں ڈالتے ہوئے اس نے سلیقے سے ٹرے میں دونوں پلیٹیں سجائیں اور ایک ہاتھ سے ٹرے تھامے اس کی جانب بڑھا۔

بائیں ہاتھ سے اس کا ہاتھ تھاما اور باہر بڑھ گیا۔ عشنا اب تک دنگ تھی۔ اس کے ساتھ چلتے ہوئے میز تک پہنچی تو میر ویس نے ٹرے میز پر رکھی۔

"تم یہ ناشتہ پورا کرو۔" وہ یہی رویہ روما کے ساتھ بھی رکھتا تھا۔ اس کے مطابق انسان کو کھانے پر کوئی کامپرامائز نہیں کرنا چاہئیے۔ یعنی کھانا پلیٹ میں چھوڑنا نہیں چاہئیے۔

"تم نے بھی نہیں کیا ناشتہ۔۔" اس نے میر ویس کو دیکھا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے عاشی۔" اس کی ناک چھوتے ہوئے لمحے بھر کو مسکرایا۔

"ہم ساتھ مل کر یہ ناشتہ کرتے ہیں میر۔۔ میں جانتی ہوں تمہیں بھی بھوک ہے۔" اس کا بازو پکڑتی ہوئی وہ بیٹھنے کا اشارہ دینے لگی تو وہ کرسی دھکیلتے ہوئے بیٹھ گیا۔

"ایسا مت کرو۔ مجھے تمہاری عادت ہو جائے گی۔" میر ویس کا بھاری لہجہ عشنا کی ساری توجہ کھینچنے لگا۔ عشنا ایک بار پھر چونکی۔ اگر یہ الفاظ وہ کہتی تو درست رہتا۔۔ اس نے تو صرف میر ویس کو ناشتے کی آفر دی تھی۔

"یہ عادتیں اچھی ہوتی ہیں۔ کتنا اچھا ہو جائے گر تمہیں میری عادت ہو جائے۔" پراٹھے کا ٹکڑا آملیٹ میں لپیٹتے ہوئے اس نے میر ویس کے قریب کیا۔ میز پر دونوں ہاتھ رکھ کر اس نے سینے پر باندھے ہوئے تھے۔ اس کا چہرہ تکتے ہوئے وہ محبت سے مسکرایا۔ یہ لڑکی اس دل کا ایک ٹکڑا تھی۔ میر ویس نے اس کے ہاتھ سے نوالہ منہ ڈالا۔

"تھینک یو۔ "

"کس لیے ؟۔" بھاری لہجہ۔۔

"تم میرے لیے آفس سے آئے۔ "

اس کی بات پر وہ کھل کر مسکرایا۔

"تمہارے سامنے یہ کچھ بھی نہیں۔۔ میری محبت کا اس بات سے اندازہ نہیں لگانا۔ ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں۔" اس کی سیاہ و بھوری آنکھیں توجہ کا مرکز بن گئیں۔ وہ انہیں دن رات بھی تکتا تو تھکتا نہیں۔

عشنا نے اس کے ہاتھ کی ابھری رگوں کو دیکھ کر اس کی ہلکی ہلکی شیو پر نگاہ ڈالی۔ پتا وہ اس کی کون سی نیکی کا صلہ تھا۔

---★★★---

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" وہ ناشتہ بنا رہی تھی جب ساویز نے کچن سے گزرتے ہوئے اس سے کہا تھا۔ ہاتھ میں پکڑی کفگیر ساکت رہ گئی۔ اس کے پیچھے مڑ کر دیکھنے تک وہ کمرے میں چلا گیا تھا۔ تھکی تھکی سی گہری سانس خارج کرتے ہوئے وہ اپنا موبائل کی جانب باہر میز پر بڑھی۔

"اسلام علیکم۔" کال اٹھالی گئی تھی۔

"وعلیکم السلام بیٹا۔ کیسی ہو؟۔" عفت کی میٹھی آواز پر وہ لب کاٹتی رہ گئی۔

"میں ٹھیک نہیں ہوں امی۔ اگلی ملاقات پر آپ کو وہ پیسوں کا لفافہ لوٹا دوں گی۔ میں نے کہا تھا نا آپ سے۔۔ وہ خفا ہو گئے ہیں۔ ان کا دل دکھا ہے اماں۔۔" تھوک نگلتے ہوئے اس نے بات مکمل کی۔ "آپ سے بعد میں بات کرتی ہوں۔ انہوں نے صبح سے کچھ نہیں کھایا ہے اور اب مجھے ہی کچھ کرنا ہو گا۔" کہتے ساتھ ہی اس نے کال رکھ دی۔ تھکی تھکی سی نگاہ اپنے موبائل پر ڈالتی ہوئی وہ کمرے میں بڑھ گئی۔

لیپ ٹاپ پر بے حد سنجیدگی سے مصروف ساویز نے ایک نظر اسے دیکھا تھا اور دوبارہ کام میں مصروف ہو گیا تھا۔

"میں نے امی سے کہہ دیا ہے۔لفافہ لوٹا دوں گی۔" لب کچلتے ہوئے اس نے دھیرے سے بتایا۔ساویز نے ایک بار پھر نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا اور جھکا لیں۔

"آپ بات بھی نہیں کریں گے ؟۔" اس کا دل بھر آنے لگا۔

"جس جاب کے لیے پچھلے ہفتے انٹرویو دے کر آیا تھا وہاں سے جواب آگیا ہے۔کل سے جوائن کرنا ہے۔" لہجہ بھی تاثرات کی طرح سنجیدہ تھا۔غنایہ کی آنکھیں حیرت سے کھلیں۔

"یعنی آپ کو رکھ لیا گیا ہے ؟۔ "

"ہوں۔" لہجہ اب بھی ناراض ناراض تھا۔غنایہ کا چہرہ کھل اٹھا۔

"مجھے واقعی یقین نہیں آرہا۔" خوشی سے پکارتی ہوئی وہ اس کے ساتھ آکر بیٹھی۔

"ہاں شاید جب ہی وہ سب ہوا۔" نگاہ لیپ ٹاپ پر ہی چپکی ہوئی تھی۔

غنایہ کی مسکراہٹ مدھم ہوئی۔

"ایسا نہیں ہے۔ "

"بہرحال! تمہیں اب پیسوں کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت تھی۔پہلے بھی خرچہ میں ہی اٹھا رہا تھا اور آگے بھی میں ہی اٹھاؤں گا۔" اپنا لیپ ٹاپ اٹھاتے ہوئے وہ ایک نظر اسے دیکھتا ہوا وہ باہر نکل گیا۔غنایہ نے لب بھینچ کر اسے باہر جاتا دیکھا تو خود کچن میں بڑھ گئی۔

---★★★---

"بادل گرج رہے ہیں۔" کھڑکی سے سیاہ آسمان پر گرجتے بادلوں کو دیکھتے ہوئے وہ مسکرا دی۔ لہجہ خوش باش تھا۔ میرویس نے فائل سے نگاہ اٹھا کر عشنا کو دیکھا جس کے چہرے پر تبسم پھیلا ہوا تھا۔ پردے کھڑکیوں سے ہٹاتے ہوئے عشنا نے ٹھنڈی ہوا کو اندر داخل ہونے کا موقع دیا۔ ٹیرس کا دروازہ وہ پہلے ہی کھول چکی تھی۔ تیز ہوا کی ٹھنڈک خون جمانے کے لیے کافی تھی۔

"کل اماں کے گھر چلیں گے۔" وہ کام کرتے ساتھ بولا۔

"ٹھیک ہے۔" حامی بھرتی وہ اس کی سائڈ میز کی جانب آئی۔

"یہ تمہیں میری چیزوں سے اتنی دلچسپی کیا ہے؟ کبھی میرا وارڈروب کھنگالتی رہتی ہو تو کبھی میری دوسری چیزوں میں گھس کر تلاشی لیتی ہو۔ کرتی کیا ہو تم بی بی؟۔" مصنوعی گھوری سے نوازتے ہوئے وہ نگاہ جھکا کر اسے دیکھنے لگا جو فرش پر ٹانگیں فولڈ کر کے بیٹھی اس کی دراز کھول رہی تھی۔ سائڈ پر رکھا میرویس کا والٹ اور گاڑی کی چابی پر نگاہ ڈالتی ہوئی عشنا نے اسے دیکھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"دیکھتی ہوں کہ کوئی دل بہلانے کی چیز مل جائے۔ تم کتابیں نہیں پڑھتے؟۔" دراز میں موجود اس کی کئی فائلز دیکھ کر اس نے منہ لٹکایا تھا۔

"مجھے کتابوں میں دلچسپی نہیں۔۔" اس گھورتے ہوئے وہ دوبارہ فائل پر جھک گیا۔

"بھلا یہ کیا بات ہوئی؟ کتابیں پڑھو گے تو تمہارے علم میں اضافہ ہو گا۔" وہ اب اس کی دوسری دراز کھول کر دیکھنے لگی۔

"میں لوگوں کی آنکھیں پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ تاکہ ان کی ذات کی کہانی جان سکوں۔ "

"واقعی؟جب میں پہلی بار تم سے ملی تھی تو تم نے میری آنکھوں میں کیا دیکھا تھا؟۔ "

"یہی کہ تمہیں ایک عدد میر ویس کی ضرورت ہے۔" کہتے ساتھ ہی شریر مسکراہٹ لبوں پر پھیل گئی۔عشنا نے اسے چڑ کر گھورا۔

"مجھے کبھی میر ویس کی ضرورت نہیں تھی۔ تنہا اچھی زندگی گزار رہی تھی۔پتا نہیں کہاں سے تم مل گئے اور نصیب تم سے آ جڑا۔" وہ دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

"ہاں۔۔جب ہی تو تمہیں آج صبح میر ویس کے نام کی گھبراہٹ ہو رہی تھی۔" وہ کبھی جو اسے چھیڑنے سے باز آ جائے۔

"اب تم میری حالت کا مذاق مت بناؤ۔" نگاہ دراز پر رکھے لائٹر اور سگریٹ پر پڑی تو اس کی ایک آ ئبرو خود بخود اچک کر اوپر ہوئی۔"تم یہ اب بھی پیتے ہو؟۔" اس نے سگریٹ کا پیکٹ باہر نکالا۔

"یہ میری محبت ہے۔" سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس نے سگریٹ چھیننی چاہی مگر عشنا نے تیزی سے اسے پیچھے کیا۔

"یہ یہاں کیا کر رہی ہے میر ویس؟ میں سنجیدہ ہوں۔" ماتھے پر بل نمودار ہوئے۔

"محترمہ! آپ میری زندگی میں دو دن پہلے ہی شامل ہوئی ہیں۔اس لیے تفتیشی نگاہوں سے مجھے دیکھنے کے بجائے انہیں دوبارہ اپنی جگہ پر رکھ دیں۔" اس نے رکھنے کا اشارہ دیا۔

"یہ دراز میں نہیں جائیں گی اب۔۔" نفی میں تیزی سے سر ہلاتے ہوئے وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی۔

"تو پھر؟۔" وہ ٹھٹھکا۔"میں اتنی زیادہ نہیں پیتا یار۔۔بس ہفتے میں دو تین بار۔۔باخدا۔۔" اس نے روکنا چاہا۔

"ہفتے میں ایک پیتے ہو یا مہینوں میں۔۔ یہ دراز میں نہیں رہے گی۔" جواباً سختی سے گھورا۔

"اچھا چلو میری وارڈروب میں رکھ دو۔"

اس کی بات پر عشنا نے عجیب طریقے سے منہ کھولا۔ یہ کیا بات تھی بھلا؟

"یہ ڈبہ ڈسٹ بن میں جائے گا میرویس!۔" کہتے ساتھ ہی اس نے ڈسٹ بن میں ڈبہ پھینک دیا۔ میرویس نے لب بھینچ کر اس دشمن جاں کو دیکھا جو آنکھیں پھاڑ کر اسے گھور رہی تھی۔

"تمہیں لگتا ہے یہ ڈبہ پھینک دو گی تو میں سگریٹ چھوڑ دوں گا؟۔" وہ مسکرایا اور پھر ہنس پڑا۔

عشنا کی مسکراہٹ سمٹی۔

"تم سگریٹ اب نہیں پیو گے۔" اس نے خبردار کیا۔

"اچھا؟ تو کیا کرو گی؟۔" دلچسپی سے اسے سنتے ہوئے وہ سینے پر ہاتھ باندھتا ہوا بولا۔ "اور کونسا میں تمہارے سامنے پیوں گا۔ ہو سکتا ہے باہر سے پی کر آجاؤں۔ "

"یہ بات تو جانتے ہی ہو گے کہ سگریٹ کی مہک کتنی آسانی سے پتا چل جاتی ہے۔ میں روز تمہیں چیک کروں گی اور اگر کبھی مجھے شک ہوا تو تمہیں باہر کھڑا کر کے اندر سے اپارٹمنٹ کا دروازہ لاک کر دوں گی۔" عشنا جواباً غصے میں بولی۔

میرویس قدرے امپریس ہوتا ہوا اسے دیکھنے لگا جس کے ارادے خطرناک تھے۔

"دیکھو عاشی یہ سگریٹ کی لت بہت بری ہوتی ہے۔۔ اور مجھے اس کی لت ہے۔ پچھلے ایک سال میں کتنی کم کی ہے جانتی ہو؟ ایک سال قبل دس گیارہ سگریٹ ایک دن میں پیا کرتا تھا مگر اب خود سے ہی عادت کم کر کے بمشکل ہفتے میں دو تین بار پیتا ہوں۔ اب تم ایسا کرو گی تو ظلم نہیں؟۔ "

"تو تم سگریٹ پینا نہیں چھوڑو گے ؟۔" اس نے برابر گھورا۔

"میری جان کا پیارا سا عذاب! میں سگریٹ چھوڑنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ کچھ وقت تک مکمل چھوڑ دوں گا مگر یوں تو نہ روکو۔"

التجائیہ نظریں عشنا کا دل موڑنے لگیں۔

"اچھا ٹھیک ہے۔" وہ تھوڑی دیر میں ہی مان گئی۔ "مگر ڈبہ میں نے ڈسٹ بن میں پھینک دی ہے۔"

"یہ کمرے کا ڈسٹ بن ہے اس لیے زیادہ گندا نہیں ہے۔۔ میں پیکٹ اٹھا لوں گا مگر تم اب میرے سامان سے دور رہنا۔ یہ کھوج کے چکر میں تم مجھے پھنسوا دو گی۔" فائلز کھولتے ہوئے وہ دوبارہ مصروف ہو گیا۔ عشنا ناراضگی سے اسے گھورتے ہوئے بستر پر دوسری طرف آ بیٹھی۔

"تم سے بات کرنا بیکار ہے۔ اس وقت میرا موڈ خراب کر دیا۔ اس سے اچھا ہے کہ میں۔۔۔" دانت پیس کر کہتی وہ میر ویس کو اپنی جانب متوجہ ہوتے دیکھ کر ٹھہری۔

"اس سے اچھا ہے کہ ؟۔" اس نے بھنویں اچکا کر جملہ مکمل کرنے کو کہا۔

"کہ میں سو ہی جاؤں۔ ہونہہ!۔" رضائی کھولتے ہوئے وہ اس کے برابر کچھ فاصلے سے لیٹ گئی۔ رضائی پورے منہ تک اوڑھ لی تاکہ اب میر ویس سے کوئی رابطہ نہ رہے۔ وہ ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلاتا رہ گیا۔ اس لڑکی کا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

---★★★---

"ہاہاہا ایک بار پھر میں جیت گیا۔" تاش کے پتے میز پر رکھتے ہوئے وہ کسی جوش سے ہنستے ہوئے بولے۔

"میں آپ سے کبھی بازی نہیں لے سکتا۔" پیشانی پر انگلی رگڑتے ہوئے اس نے کسی پریشانی سے تاش کے پتوں کو دیکھا۔

"لڑکے ہم اس کھیل کے بادشاہ ہیں۔" ساتویں بار جیتنے کے بعد ان کے چہرے پر جیت کا جوش ہے۔

"مجھے نہیں لگتا انکل کہ آپ کو کبھی کوئی ہرا پایا ہو گا۔" ٹانگ پر ٹانگ جماتے ہوئے باریال نے قدرے مسکرا کر دیکھا۔

"ساویز بھی یہی کہتا تھا مگر جانتے ہو وہ مجھے ایک بار مات دے چکا ہے۔" بات مکمل کرتے ساتھ ہی وہ خود ہی خاموش ہو گئے۔ جانے انجانے میں وہ ساویز کا ذکر کر بیٹھے۔ جب یاد آیا تو زبان کو تالے پڑ گئے۔ ایک محرومی کا احساس ہوا تو انہوں نے نگاہ کھلے آسمان کی جانب مرکوز کر لی۔ باریال یکدم ہی مسکرایا۔

"یہ کب کی بات ہے؟۔" اس نے جان کر سوال کیا تا کہ تقی کو جواب دینا پڑے۔

گھڑی صبح کے گیارہ بجا رہی تھی۔ آسمان پر پھیلتے سیاہ بادل اور ہلکی پھوار ماحول کو یکدم ہی خوشگوار کر گئی۔

دل ویران ہوتا ہوا محسوس ہوا تو انہوں نے آنکھیں موند لیں۔

"جب وہ اٹھارہ سال کا تھا۔۔ اس کی ماں کے مرنے کے بعد میں نے اسے اپنی تمام تر توجہ کا مرکز بنا لیا تھا۔ تب میں نے اسے تاش کھیلنا سکھایا تھا۔" پرانی باتیں دہراتے ہوئے کب لبوں پر مسکراہٹ آئی وہ جان ہی نہ سکے۔ "میں نہیں جانتا تھا کہ جس الو کے پٹھے کو دل جمعی سے تاش سکھا رہا ہوں اگلے دن وہ ہی مجھے اس کھیل میں ہرا دے گا۔" آخری میں قہقہہ چھوٹ گیا اور کب آنسو آنکھوں میں ظاہر ہوئے وہ جان ہی نہ سکے۔ ہوش آیا تو باریال انہیں بغور دیکھ رہا تھا۔ تقی نے اپنی آنکھوں میں نمی محسوس کی تو اٹھ کھڑے ہوئے۔

"مجھے آرام کرنا ہے۔" دونوں ہاتھ کمر پر باندھتے ہوئے اندر بڑھ گئے جبکہ باریال وہیں ٹھہر گیا۔ یہ گھر کسی کو یاد کر رہا تھا۔۔شدت سے۔۔۔

---★★★---

تیز برستی بارش میں شہر بھیگ رہا تھا اور وہ کھڑکی پر دونوں ہاتھ رکھے اس اپارٹمنٹ سے پورے شہر کو دیکھ رہی تھی۔ بچپن کے بعد آج پہلی بار اسے بارش میں بھیگنے کی آرزو ہوئی۔ پہلے بارش اس کی پریشانی میں اضافہ کر دیا کرتی تھی مگر اب اس کو کسی کے ساتھ کی طلب ہونے لگی۔ چار بج رہے تھے اور سورج کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ سیاہ بادلوں میں شہر ڈھکا ہوا تھا۔ دل نے یکدم ہی میر ویس کی موجودگی کی خواہش کی۔۔ کاش کہ وہ اس کے پاس ہو اور دونوں ٹیرس میں رکھی کرسیوں پر بیٹھ کر اس موسم کا لطف اٹھائیں۔۔ مگر ہر آرزو مکمل نہیں ہوتی۔ وہ کل اس کے لیے جلدی آ گیا تھا مگر آج کیسے آ پاتا۔

وہ گزرے ہوئے ان تین دنوں کو سوچنے لگی جو اس نے میر ویس کے سنگ گزارے تھے۔ موبائل پر ہوتی بات نے اس کی توجہ کھینچی۔

"بارش ہو رہی ہے۔" میر ویس کا میسج تھا۔

"بہت زیادہ تیز۔۔ "

"تمہیں اچھا لگ رہا ہے؟۔ "

"ہاں۔ میں کھڑکی سے موسم کا مزہ لے رہی ہوں۔ "

"ٹیرس میں چلی جاؤ۔ وہاں زیادہ مزہ آئے گا۔ "

"نہیں۔۔"وہ اس کے بناوہاں کیسے چلی جائے؟اگر کوئی بجلی چمکی یاوہ بارش کاٹھنڈاپانی برداشت نہ کر سکی تو؟

"آسمان سیاہ ہو رہاہے۔ "

"ایسالگ رہاہے جیسے شام کاوقت ختم ہو رہاہو۔ "

"اور میری یاد؟۔ "

"تمہاری یاد نہیں آرہی۔"وہ کہہ ہی نہ دے کہ وہ اس موسم میں اسے اپنے ساتھ دیکھنا چاہتی ہے۔

"میرے اس غم پر یہ بادل برس رہے ہیں۔"وہ ہنس پڑا۔

"نہیں۔۔وہ اس لیے برس رہے ہیں کیونکہ اپنا بوجھ ہلکا کرنا چاہتے ہیں۔"وہ بھی مسکرادی۔

"تمہاری یاد آرہی ہے۔ "

"بھول سے بھی میری یاد کو نہ بھلانا۔۔یہ موسم جب بھی آئے گا تمہیں میری یادیونہی دلائے گا میر ویس۔۔"میسج بھیج کر اس نے موبائل میز پر رکھ دیا اور آسمان کو دیکھ کر آنکھیں موند گئی۔

---★★★---

"جانے کیا ہو گیا ہے باس کو! آخر دل سے بھی تسلیم کیوں نہیں کر لیتے کہ ان کی بہن کا قاتل ساویز ہی ہے۔" جھنجھلا کر کہتے ہوئے اس نے دیوار پر مکا مارا۔

"تم کیوں پریشان ہوتے ہو۔باس جو کہیں گے ہمیں صرف وہی کرنا ہے۔ویسے بھی وہ ٹھیک ہی کر رہے ہیں۔بلاوجہ کسی کو موت کی گھاٹ اتار دینا کہاں کا انصاف ہوا۔"عادل نے پستول پر کپڑا پھیرا۔

"تم بیوقوف ہو! وہی شخص کائنہ کا قاتل ہے۔۔بہن تو بہت عزیز تھی انہیں! اب اس کے قاتل کو گولی نہیں ماری جا رہی۔" سر جھٹکتے ہوئے غصے سے چڑتا ہوا بولا۔

"تم چاہتے ہو باس ساویز کی جان لے لیں؟۔"کافی دنوں سے وہ خرم کے لہجے میں کچھ نوٹ کر رہا تھا۔ آئبر واچکا کر ایک نگاہ اس پر ڈالی۔

"ہاں بس ایک گولی!! ایک گولی ہی اس کا کام تمام کر سکتی ہے۔ "

"مجھے سمجھ نہیں آتا کہ اس کو مروانے کے لیے تم کیوں اتنی کوشش کر رہے ہو۔ حالانکہ اس سب سے ہمارا کوئی تعلق نہیں!۔ "

خرم گڑبڑایا۔

"نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ زندہ رہا تو باس کے خلاف بھی کوئی سازش کر سکتا ہے۔"

"اور تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ ساویز نے ہی میڈم کا قتل کیا ہے؟ باس اب بھی اس معاملے کو سلجھا نہیں پا رہے۔"

عادل کی نگاہ خرم کو بغور دیکھ رہی تھی جبکہ خرم کو اپنی سانس گھٹتی محسوس ہونے لگی۔

"میں اور دوسرے گارڈز انیکسی میں تھے جب کائنہ کی چیخ کی آواز آئی تھی۔ نہ صرف باس بلکہ میں نے بھی اسے بھاگتے دیکھا تھا۔" جانے یہ کہانی اس نے کتنی جلدی کیسے سنا دی تھی۔

"اگر تم نے اسے دیکھ ہی لیا تھا تو اس کے پیچھے کیوں نہیں بھاگے؟۔" یہ وہ سوال تھا جہاں خرم واقعی لاجواب ہوا تھا۔ لمبی خاموشی چھا گئی۔

"بات کہاں سے کہاں جا پہنچی ہے۔میں تو بس اتنا کہہ رہا تھا کہ باس کو اب مزید نہیں سوچنا چاہئیے۔میں ان سے بات کروں گا۔" کہتے ساتھ بنا رکے وہ باہر چلا گیا۔

جبکہ عادل اس کا یوں بات کو گھمانا بہت واضح طور پر محسوس کر گیا تھا۔

---★★★---

اس نے کھڑکی سے باہر جھانکا جہاں بادل برس کر آگے بڑھ گئے تھے۔آسمان صاف ہو رہا تھا۔کمرہ بلکل خالی تھا۔آج صبح ساویز کو آفس بھیجتے ہوئے وہ بہت خوش تھی۔اس لیے نہیں کہ اب حالات بہتر ہو جائیں گے۔۔بلکہ اس لیے کہ ساویز مصروف ہو جائے گا۔۔اور جب مصروف ہو جائے گا تو وہ گھر بیٹھ کر خرچوں کے معاملے میں پریشان نہیں ہو گا۔ صبح جانے سے قبل وہ خاموش ہی تھا۔غنایہ نے اسے پہلی بار ٹائی پہنائی تھی جبکہ اسے ٹائی باندھنا آتی بھی نہیں تھی۔

"میں لیٹ ہو رہا ہوں۔" پانچ منٹ سے کھڑی غنایہ اب تک ٹائی کے لیے کوشش کر رہی تھی۔ساویز نے غنایہ کے ہاتھوں کو دیکھا سنگھار میز کے آئینے میں دیکھنے لگا۔

بہتر پر پریشانی اور الجھنوں کی شکنیں نمودار تھیں۔وہ کسی طور اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو پا رہی تھی جبکہ ساویز اب چاہتا کہ وہ ٹائی اس کو خود باندھنے دے۔

"میں کوشش کر رہی ہوں۔ "

ساویز نے بنھویں اچکا کر جھکائیں اور پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر آئینے میں دیکھنے لگا۔کالر ٹائی کے لیے کھڑے کیے ہوئے تھے۔پانچ منٹ مزید بیتنے کے بعد اس نے غنایہ کا ہاتھ نرمی سے ٹائی سے ہٹایا اور اسے باندھنا سکھانے لگا۔ شاید یہ بھلا طریقہ تھا۔وہ جلد ہی سیکھ گئی۔اچھے سے ٹائی پہنا کر اسے رخصت کیا تھا۔اب پورے گھر کا کام نبٹا کر وہ

پڑھنے کے ارادے سے بستر پر بیٹھی تھی۔ چند دنوں میں سمیسٹر کی فیس جانے والی تھی اور اس لیے وہ فکر مند بھی تھی۔ چائے کا کپ سرہانے رکھتی ہوئی بستر پر کتابیں رکھ کر بیٹھ گئی۔ تیز بارش نے اب موسم کو خوشگوار بنا دیا تھا۔ موسم میں مزید ٹھنڈک گھل گئی تھی۔ ہلکی شال میں خود کو ڈھانپ کر اس نے گرم چائے کا گھونٹ بھرا۔

امید ہے اب سب کچھ بہتر ہو جائے گا۔

بڑے گھر کو چھوڑنے کے بعد سے اس نے ایک بار بھی ساویز کے منہ سے تقی کا نام نہیں سنا تھا۔

تو کیا وہ انہیں یاد نہیں کرتا تھا؟

اسے باریال کا خیال آیا جو اب بھی اس گھر میں رہ رہا تھا۔

شاید ساویز محسوس کرتا ہو کہ باریال بھی اس سے ملنے نہ آیا۔

جانے قسمت اب کون سا کھیل کھیلنے والی تھی۔

---★★★---

گلابی رنگ کی سادی سی میکسی میں ملبوس وہ ہلکا پھلکا میک اپ کر رہی تھی۔

"کتنا میک اپ کرتی ہو چھی چھی۔" عجیب طرح سے نگاہ اس پر ڈالتا ہوا وہ پرفیوم خود پر چھڑکنے لگا۔

عشنا نے بلش لگاتے ہوئے اسے گھورا۔

"کتنا زیادہ پرفیوم چھڑک رہے ہو چھی چھی۔" اس نے بھی جواباً کہا۔ میر ویس مسکرایا۔

"اصلی چہرہ چھپانے کی کیا ضرورت تھی عورت!۔" ٹھوڑی سے اس کا چہرہ پکڑتے ہوئے شریر لہجے میں بولا۔ عشنا نے 'عورت' لفظ پر دانت کچکچائے۔ "اماں کہتی ہیں شادی کے بعد ہر لڑکی عورت کہلاتی ہے۔" وہ جو کوئی موقع ہاتھ سے جانے دے۔

"تم بھی شادی کے بعد سے آدمی لگنے لگے ہو۔" اس کا ہاتھ چھڑاتے ہوئے وہ تیزی سے بلش لگانے لگی۔

"مجھے برا نہیں لگتا۔" وہ کبھی جو برا مانے۔ کندھے اچکاتا ہوا دراز سے لائٹر اور سگریٹ نکالنے لگا۔

"تم ابھی یہ کیوں نکال رہے ہو؟۔" اس نے آئینے کے عکس میں دیکھا۔

"میری ماں بہت ذائقہ دار کھانا بناتی ہے۔" اس نے مسکراہٹ ایسے چھپاتے ہوئے عشنا سے کہا کہ وہ اس کی مسکراہٹ پکڑ گئی تھی۔

ہاں ہاں تم طنز کرو! مگر میں تمہیں ایک اچھی روٹی بنا کر دکھاؤں گی۔" "

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

میر ویس کا قہقہہ جاندار تھا۔

"میں طنز نہیں کر رہا میری عاشی! کہہ رہا ہوں کہ اماں کے ہاتھ کا مزیدار کھانا کھانے کے بعد میں لازمی سگریٹ پیتا ہوں۔ اس لیے اسے رکھ رہا ہوں۔ تم فکر نہ کرو! میں اپنی ماں کے گھر جا کر ہی پیوں گا۔" آئبرو اچکا کر کہتا ہوا وہ چھیڑتے ساتھ باہر نکل گیا۔ عشنا ضبط کرتی رہ گئی۔ "پانچ منٹ میں تیار ہو کر نیچے پہنچو! دروازے پر تالا لگا دینا۔" باہر سے آواز آئی تو تیاری میں تیزی پکڑتے ہوئے جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگی۔

---★★★---

"کیسا رہا دن؟۔" اس کی ٹائی ڈھیلی کرتی ہوئی وہ محبت سے بولی۔ باچھیں کھلی کھلی سی تھیں۔

"ٹھیک رہا۔" اس نے ٹائی گلے سے اتار کر بستر پر رکھی۔

"میں پانی لے کر آتی ہوں۔" وہ باہر کی جانب بڑھنے لگی جب ساویز نے اسے روکا۔

"کھانا بھی لگادو۔ بہت تھک گیا اور بھوک بھی لگی ہے۔ شاور لے کر باہر ہی آرہا ہوں۔" سنگھار میز کے آئینے میں اپنے بالوں کی بکھری حالت دیکھ کر وہ کچھ سوچ کر رہ گیا تھا۔

وہ چلی گئی تھی مگر ساویز اپنی حالت دیکھتا ہوا وہیں ٹھہر گیا تھا۔

یہ سب وہ تو نہیں تھا جو اس نے کبھی سوچا تھا۔ بکھرے بال، تھکاوٹ، پسینہ، اور آفس میں کسی اور کی تابع کرنا۔

شاید وہ خود 'باس' کے خمار سے نکلا نہیں تھا۔

کتنا مشکل تھا۔۔۔

ہاں مگر اب بیوی تھی جس میں اس کی جان تھی۔۔

ایک چھوٹا گھر تھا مگر سکون تھا جس کا وہ متلاشی تھا۔

محبت تھی جو اس نے غنایہ سے پہلے کسی سے نہیں کی تھی۔

اس سب کے سامنے یہ تھکاوٹ، یہ اداسی کہیں بہت پیچھے رہ گئی تھی۔ اس کے پاس سکون تو تھا۔۔ اس کا سکون!

کپڑے اٹھاتا ہوا وہ واش روم کی جانب بڑھ گیا۔

---★★★---

"اچھی لگ رہی ہو۔" اماں کی آواز پر وہ چونکی۔

"جزاک اللہ آنٹی۔ "

لفظ 'آنٹی' پر اماں نے نگاہ اٹھائی۔

"مجھے لگا تھا تم بھی مجھے میر ویس کی طرح اماں بولو گی۔ہاں مگر باہر والی لڑکی سے کیا توقع رکھنا۔" بنا کوئی تاثرات دیے وہ طنزیہ لہجے میں بولیں۔

"نہیں نہیں ایسی بات نہیں ہے آنٹی۔۔ مطلب اماں۔۔ کچھ دنوں میں اماں بولنے کی عادت ہو جائے گی۔" وہ زبردستی مسکرائی۔

"اتنا سج سنور کر کیوں آئی ہو؟۔" نگاہ اب اس کے حلیے پر پڑی۔ "اتنی جیولری پہننے کی کیا ضرورت تھی۔ جانتی ہو نا شہر کے حالات!۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

عشنا کا دل چھوٹا ہونے لگا۔

"نہیں اماں یہ سونا نہیں ہے۔" اس نے تصحیح کی۔

"میں جانتی ہوں یہ بات۔۔" یہ کہتے ہوئے انہوں نے اسے بغور دیکھا تھا۔ "مگر یہ بلکل سونے کے زیورات معلوم ہوتے ہیں اس لیے احتیاط کیا کرو۔ میر ویس کی بھی عقل میں بات نہیں آتی۔ دونوں ہی میاں بیوی باؤلے ہو گئے ہو۔" چادر تہہ کرتے ساتھ وہ غصہ کرنے لگیں۔

اس نے تھوک نگل کر دروازے پر کھڑی روما کو دیکھا جسے عاشی کے لیے برا لگ رہا تھا۔

"بھابھی آئیں میں آپ کو اپنا کمرہ دکھاتی ہوں۔" اس نے جان کر عشنا کو باہر بلایا تھا تاکہ وہ اب اماں سے دور رہے۔

اماں کی غصے بھری آنکھوں نے روما کو بھی گھورا تھا مگر وہ فراموش کرتی باہر نکل گئی۔ عشنا کی جان میں جان آئی۔ اس نے آنکھوں میں آتی ہلکی ہلکی نمی کو جلدی سے سمیٹا۔

ان کا یہ رویہ اس کے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔ وہ چاہ کر بھی ان کے رویے کو ذہن سے جھٹک نہیں پا رہی تھی۔ عشنا جو یہاں آنے کے لیے خوش تھی، اماں کی باتوں نے اس کا مزاج خاموش کر دیا۔ وہ کھانے کے دوران بھی زیادہ کچھ نہ بولی۔

ہونٹ ویران پڑے تھے جیسے عرصوں سے اس پر مسکراہٹ نہ کھلی ہو۔ میر ویس نے اسے بغور نوٹ کیا تھا مگر یوں سب کے درمیان کچھ پوچھنا نہیں چاہتا تھا۔

"کچھ ہوا ہے روما؟" وہ جانے سے پہلے روما کے پاس آیا تھا۔

"اماں کی باتوں نے عشنا بھابھی کا دل دکھا دیا ہے۔" اس کے انکشاف پر وہ بے بسی سے سانس ہی خارج کرتا رہ گیا۔ ایک نظر گاڑی میں بیٹھی عشنا پر ڈالی جو خاموش تھی اور اماں سے ملتا ہوا ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔

"تمہیں کھانا کیسا لگا؟" بات کا آغاز ہوا۔ سیٹ بیلٹ باندھتے ہوئے اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور آگے بڑھانے لگا۔

"ہوں۔ اچھا تھا۔" پرس گود میں رکھتے ہوئے ہاتھوں کی انگلیوں پر نگاہ ڈالی۔

"اور میٹھا؟ کھیر کیسی لگی؟"

"وہ بھی اچھی تھی۔"

"اور تم بھی اچھی لگ رہی تھی۔ "

"نہیں میں نہیں!۔" اس نے آہستہ آہستہ کر کے اپنی ساری انگھوٹیاں اتار کر پرس میں رکھ دیں۔

"کوئی مجھ سے پوچھے!۔" لبوں پر مسکراہٹ ابھری۔ عشنا خاموش رہی۔ ذہن سوچوں میں ہی الجھا ہوا تھا۔ کھڑکی کھول کر اس نے اپنی پوری توجہ باہر مرکوز کرلی۔ میر ویس کو دیکھنے کا بھی دل نہ چاہا۔

منزل پر گاڑی رکی تو وہ اپنا پرس سنبھالتی ہوئی اوپر چلی گئی۔ گاڑی کی چھت پر دونوں ہاتھ رکھ کر اگر کوئی ٹھہر گیا تو میر ویس!

---★★★---

ایک ہفتہ مزید بیت گیا۔ وہ آج بلآخر اس سے ملنے چلا آیا تھا۔

شاندار بڑا اور کشادہ آفس۔۔

اس کا گارڈ عادل اپنے ساتھ وجاہت کے روم میں لایا تھا۔

"اسلام علیکم۔" داخل ہوتے ساتھ وہ ذرا سا مسکرایا۔ وجاہت نے فائل سے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ لبوں پر حیرت زدہ گہری مسکراہٹ ابھری۔

"وعلیکم السلام۔۔ تم!۔" اٹھ کر گلے لگتے ہوئے اس نے خوشی کا اظہار کیا۔

"سوچا ملنے چلے آوں۔ "

"بہت اچھا کیا۔ آؤ بیٹھو۔" اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ دے کر وہ خود بھی بیٹھ گیا۔

"کیسا چل رہا ہے تمہارا بزنس؟۔ "

"بہت بہترین! تم کراچی کب آئے؟۔"ہاں اسے وہاج کے آنے کا علم ضرور تھا مگر وہ کب کراچی پہنچا یہ نہیں جانتا تھا۔

"میر ویس کی شادی سے ایک روز پہلے۔۔شاید ایک مہینہ مزید ٹھہروں کراچی میں۔۔پھر لاہور چلا جاؤں گا۔چند دن اماں ابا کے پاس گزار کر پھر سفر کا سامان باندھ کر انگلینڈ!۔"پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ بتایا گیا۔

"تمہیں اپنوں کی یاد آتی ہو گی۔مجھے بھی آتی ہے۔۔کچھ اپنوں کی یاد۔"مسکراہٹ اس کا دکھ نہ چھپا سکی۔وہاج اس کی بات محسوس کرتا ہوا دور اس لڑکی کی تصویر کو دیکھنا لگا۔

اس نے مزید دیکھنا چاہا مگر دل میں ایک تکلیف سی جاگنے تو اس نے نگاہ پھیر لی۔

"مجھے افسوس ہے تمہارے لیے۔۔"سانس لینے میں دشواری ہوئی تھی مگر وہ بظاہر اطمینان بھرے لہجے میں بولا۔

"اس سب سے میری بہن واپس نہیں آسکتی وہاج۔"زخمی مسکراہٹ لبوں پر پھیل گئی۔

"مگر جو طریقہ تم اپنا رہے ہو وجاہت! تمہاری بہن اس سے بھی واپس نہیں آسکتی۔"لہجہ ذو معنی ہوا۔وجاہت کو گویا خاموشی لگ گئی۔

"میں جو کر رہا ہوں، مجھے کرنے دو۔"تھوک نگل کر اس نے رخ موڑ لیا۔

"یعنی تم کسی کی جان لینے والے ہو۔"وہاج اپنے مخصوص ٹھہرے ہوئے لہجے میں گویا ہوا۔

"جان؟۔"وہ کہتے ساتھ ہی استہزایہ ہنسا۔"جان سے مارنا ہوتا تو کائنہ کے مرنے کے اگلے دن ہی اسے موت کی گھاٹ اتار دیتا۔"ڈمپل گہرا ہوا۔اس کی چال میں وقار تھا کہ جس طرح وہ اٹھ کھڑا ہوا اور شان سے چلتا ہوا گلاس ونڈو تک آیا۔

"اس کی زندگی عذاب مت بناؤ وجاہت!کسی کا بھی ذہنی سکون ڈسٹرب کرنے کا تمہارا کوئی حق نہیں جب تمہارے پاس کوئی ٹھوس ثبوت ہی نہیں۔۔آؤ اور مجھے کوئی ایسا ثبوت دکھاؤ کہ میں آنکھوں دیکھی پر یقین کرلوں۔"وہاج نے گھومنے والی کرسی تھوڑی سی گھما کر اس کی جانب موڑی۔

"اس کی آنکھوں میں ایک ایسی چمک ہے جو اس رات میں نے دیکھی۔۔ "

"یہ کوئی ٹھوس ثبوت نہیں۔۔وہ کوئی بھی ہو سکتا تھا۔"اسے لگا جیسا وجاہت انتقام کی آگ میں پاگل ہو گیا ہے۔

"تو پھر کیوں ہے میرا دل اتنا مطمئن؟۔"اس بار آواز بلند تھی۔

"کیونکہ تم مکمل طور پاگل ہو چکے ہو!یہ معاملے دل سے نہیں سلجھائے جاتے!ایسا نہ ہو کہ عنقریب تمہیں اس سب کے لیے پچھتانا پڑے۔"اسے گھورتے ساتھ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"تو تم بھی ساویز کی سفارش کے لیے آئے تھے۔"ہری آنکھوں میں دکھ جبکہ ہونٹوں پر ہنسی۔

"ساویز کو کسی مدد کی ضرورت نہیں۔میں جانتا ہوں کائنہ تمہارے لیے کیا تھی۔مگر ایسا نہیں ہو تا وجاہت!میرا یقین کرو یہ غلط ہے۔۔میں اس بات کی آج بھی مزاحمت کرتا ہوں اور کل بھی کروں گا۔یہ ضرور سوچ لینا کہ اتنے سارے لوگ ایک وقت میں غلط نہیں ہو سکتے۔"

"میں وجاہت سلطان ہمیشہ محبت میں ناکام شخص ہی ٹھہرا ہے۔ماں باپ کی محبت نصیب نہ ہوئی اور جس سے بیٹی سمجھ کر محبت کی وہ مر گئی۔" آنکھیں کب سرخ ہو گئیں اسے علم نہ ہوا۔" دوست بچھڑ گئے اور دھوکا دے گئے۔۔اب جو واحد میری زندگی میں ہے،اس کے حوالے سے ایک ڈر دل میں بیٹھا ہوا ہے۔کوئی چھین نہ لے۔۔ مجھ سے دور نہ کر دے۔کیسے جیے گا وجاہت سلطان؟کتنا ڈرتا ہے یہ وجاہت سلطان!دو گارڈز میں نے صرف اپنی بیوی کے لیے رکھے ہیں تاکہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔" وہ اپنا پاگل پن بتا رہا تھا۔۔ جنونی ہوتے وجاہت کی آنکھوں سے کب پانی نکلا وہ جان نہ سکا۔

"میں جانتا ہوں!کائنہ کا قتل ایک راز رہ گیا ہے۔اور تم اس راز کو جاننے کے بجائے ایک شخص کے پیچھے مسلسل پڑ گئے ہو۔اس کہانی میں کوئی ملوث نہیں۔۔ میں جب تک یہاں پر ہوں تمہارے ساتھ معاملے کی جانچ پڑتال کرنے کی کوشش کروں گا۔یہ مجرم اندر کا آدمی ہی ہو سکتا ہے۔۔ورنہ کوئی گھر میں داخل ہو اور تمہارے گارڈز کو معلوم نہ ہو ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔" وہ اٹھ کر اس کے نزدیک آیا۔وجاہت خاموش رہا۔" تمہیں اپنے گارڈز پر پورا بھروسہ ہے؟۔"

"کافی سالوں کا بھروسہ ہے وہاج!یہ ابھی سے نہیں!بہت پہلے سے میرے لیے کام کر رہے ہیں۔ "

"حل ضرور نکلے گا۔۔ "

"اگر ایک ماہ میں تم خود بھی اس معاملے کو نہ سلجھا سکے تو مجھ سے امید مت رکھنا کہ میں ساویز کو یوں چھوڑ دوں گا۔"

وہاج نے گہری سانس بھری اور وجاہت کو خدا حافظ کہتا باہر نکل گیا۔

باہر دوسرے گارڈز کے ساتھ کھڑا اخرم اس کی توجہ کا مرکز تھا۔جانے کیوں وہ اسے عجیب لگتا تھا۔

گزرتے ہوئے ایک مشکوک نگاہ اس پر ڈالی تھی جس سے خرم بچ نہیں سکتا تھا۔ وہاج کی خود پر نظریں اسے کچھ مختلف محسوس ہوئی تھیں۔

---★★★---

ولیمہ امید سے بھی زیادہ بہترین گزرا۔ گھر پہنچ کر جیولری اتارتے ہوئے اس نے آئینے کے عکس میں میر ویس کو دیکھا جو اسے تک رہا تھا۔

"ایسے کیوں دیکھ رہے ہو؟۔" اس نے پوچھا۔ "جانتے ہو نا کہ رات کا ایک بجنے آیا ہے اور کل ہم دونوں کو ہی آفس جانا ہے۔" اس نے جھمکے اتارتے ہوئے کیس میں رکھے۔

"تم اچھی لگ رہی ہو۔ اب دیکھوں بھی نہیں؟۔" وہ کوٹ اتار چکا تھا۔ کرسی کی پشت پر ہاتھ رکھتا ہوا وہ بیٹھ کر اسے فرصت سے دیکھنے لگا۔

"میں کوئی حسین و جمیل دوشیزہ نہیں کہ اس کا شہزادہ اسے ساری تکتا رہے۔" وہ ہنس پڑی۔

"مجھے شہزادہ کہنے کا شکریہ۔" اپنی تعریف اپنے آپ کرتے ہوئے وہ آنکھیں اس کے بالوں پر ٹکایا ہوا تھا۔

"جب میں حسین و جمیل دوشیزہ نہیں تو تم بھی شہزادے نہیں ہو سکتے۔" رخ اس کی جانب موڑ کر وہ پیار سے اسے دیکھنے لگی جو واقعی آج ولیمے میں شہزادہ لگ رہا تھا۔

"جانتی ہو دو لڑکیاں مجھے دیکھ رہی تھیں۔۔ مجھے لگتا ہے کہ وہ دونوں مجھے دیکھتے ہوئے کچھ سوچ رہی تھیں۔"

عشنا نے لڑکیوں کے ذکر پر مسکراتے ہوئے سر اٹھایا۔

"کیا سوچ رہی تھیں؟۔" میر ویس کی حرکتیں اتنی رات کو سونے والی نہیں تھیں۔ وہ شاید بیٹھ کر مزید باتیں کرنا چاہتا تھا۔

"شاید یہی کہ یہ لڑکا ہاتھ سے نکل گیا۔۔ چڑیل کھا گئی میر ویس کو۔۔" کہتے ساتھ ہی زور دار قہقہہ گونجا۔ وہ خود کو کہنے سے روک نہ پایا۔ عشنا جو گھورنے کا ارادہ رکھتی تھی مسکرا دی۔

"تمہیں صرف میں ہی برداشت کر سکتی ہوں! کوئی اور ہوتی تو روز صبح آنکھ فرش پر کھلنے کی وجہ سے تمہیں چھوڑ چکی ہوتی۔ لیکن دیکھو میں کتنی صابر ہوں! تمہارے ساتھ ہوں۔" اس کے بالوں کو آنکھوں میں آنے سے روکتی ہوئی وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"تمہیں مجھ سے محبت ہو رہی ہے؟۔" اس کا ہر انداز والہانہ تھا۔

"نہیں۔۔ مجھے تم پر پیار آرہا ہے۔" چلو وہ سچ تو کہتی تھی کہ اسے ابھی محبت نہیں ہوئی۔

"میرے بغیر رہ سکتی ہو؟۔"

"ابھی تک تو۔۔ آگے کا نہیں پتا۔" اس کے بال کو دھیرے سے کھینچتی ہوئی وہ اسے بغور دیکھنے لگی۔

"یہ آنکھیں مجھے اپنی طرح سیاہ لگتی ہیں۔"

"ان آنکھوں میں ڈوبنا مت!۔" وہ ہنس پڑی۔

"ڈوب ہی تو گیا ہوں اور اب مجھے تیرنا نہیں آرہا۔ لگتا ہے ان آنکھوں کے سمندر میں کھو گیا ہوں۔"

"تمہاری باتیں کسی کا بھی دل مول لینے والی ہیں میر ویس۔" ہاں وہ سحر رکھتی تھیں۔

"نہیں۔۔میں چاہتا ہوں یہ صرف تمہارے دل پر قابض ہو جائیں۔ دنیا جہاں جائے مجھے کیا پرواہ!۔"اس کی باتوں میں سحر تھا تو کیا۔۔عشنا اپنی سیاہ و بھوری آنکھوں میں سحر رکھتی تھی۔

"تمہاری ان باتوں کا طرز اور انداز بہت مختلف ہے۔میں نے کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔"جانے اس کی باتوں میں سحر تھا یا عشنا کا دل اس میں لگنے لگا تھا۔

"میں نے کبھی کسی کو یہ سب نہیں کہا۔ تمہیں دیکھتا ہوں تو الفاظ خود بننے لگتے ہیں۔میں کہہ دیتا ہوں تو تم احساس دلاتی ہو کہ یہ الفاظ بہت حسین ہیں۔ "

"یہ الفاظ کسی کا دل اپنی جانب راغب کرنے کا ہنر رکھتے ہیں۔تم ایسی باتیں نہیں کیا کرو میر ویس۔مجھے کبھی کسی کی نہ عادت ہوئی نہ میں نے ہونے دی۔یہ عادت بہت بری چیز ہوتی ہے۔دماغ جدائی کو تسلیم کر بھی لے تو دل نہیں کرتا۔ وہ ٹھہر جاتا ہے کسی بھٹکے ہوئے مسافر کی مانند۔۔اور میں نہیں چاہتی کہ مجھے تمہاری عادت ہو۔مگر یہ الفاظ مجھے ہر بار تمہاری جانب کھینچتے ہو اور جلد امکان ہے کہ تم میری زندگی کو لازم و ملزوم ہو جاؤ گے۔اگر عادت ہو گئی تو میں تم سے دو پل بھی دور نہیں رہ پاؤں گی۔میرے ساتھ ایسا مت کرو۔"اس کے مردانہ بھاری ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتی ہوئی وہ التجا کرنے لگی جبکہ میر ویس صرف مسکراتا ہی رہا۔

"مجھے نہیں لگتا میں تمہاری بات مانوں گا۔مجھے لگتا ہے مطلبی ہو جاؤں گا۔ "

اس کی بات پر عشنا نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا تھا۔

"بدتمیز۔۔۔"رخ موڑتے ہوئے وہ دوبارہ آئینے کے عکس میں اسے دیکھنے لگی جو اب پہلے کی طرح صدیوں کی فرصت لیے اسے اشتیاق بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

---★★★---

آج بہت دنوں بعد باریال اور تقی نے تاش کے پتے سجائے تھے۔

"تم جانتے بھی ہو کہ ہار جاؤ گے۔ پھر بھی پتے نئے کھیل کے لیے سجانے لگتے ہو۔" وہ مسکرا رہے تھے۔

"اب ہارنے میں بھی لطف محسوس ہوتا ہے انکل!۔" اس نے پہلا پتا پھینکا۔

"ہوں۔ میں چاہتا ہوں تم ساویز کے گھر جاؤ۔ اس سے مل کر آؤ اور پھر مجھے بتاؤ۔"

"انکل میرا ملنا ضروری نہیں۔۔ مگر آپ کا ہے۔ آپ کو نہیں لگتا کہ یہ قطع تعلقی بہت طویل ہو گئی ہے؟۔"

تقی کو سانپ سونگھا۔

"وہ میری بات نہیں مانتا۔ "

"کوئی اپنی بیوی کیسے چھوڑ سکتا ہے جسے وہ چاہ سے اپنا کر لایا ہو۔" اس نے گہری سانس بھری۔

"کیا باپ کی اہمیت نہیں؟۔" پیشانی پر بل نمودار ہونے لگے۔ باریال تکتا رہ گیا۔

" آپ اس سے ملنے نہیں جائیں گے؟ حالانکہ میں جانتا بھی ہوں کہ آپ کو ساویز بھائی کی یاد آرہی ہے۔"

"نہیں۔۔ ہاں وہ میرا بیٹا ہے مگر میں اس سب کے بعد خود اس سے ملنے نہیں جاؤں گا۔ اسے میری یاد آئے تو چلا آئے گا۔" وہ منہ پھیر کر گویا ہوئے۔

"موقعے ہاتھ سے پھسل جائیں دوبارہ نصیب نہیں ہوتے!۔" یہ جملہ ان کے دماغ میں اٹکا تھا اور وہ خود کو تاش کے پتوں میں الجھاتے رہ گئے تھے۔

Safar-e-ADAB

---★★★---

جانے یہ پروگرام کیسے بنا اور کس نے آغاز کیا۔ وہ آفس ٹیبل پر رکھے نوٹ پیڈ پر کچھ لکھ رہی تھی میرویس نے اسے کال کر کے سب کچھ بتایا۔

"اتنا اچانک پلان؟۔" وہ حیران تھی۔

"ہاں۔ میں آدھے گھنٹے تک تمہیں لینے آجاؤں گا۔ وہاج کی کوئی بیوی تو ہے نہیں کہ اسے میری طرح خوار ہونا پڑے تو وہ ڈائریکٹ وہیں پہنچ جائے گا۔ جب تک تم اپنے اس بے وقوف مینجر سے چھٹی کی درخواست کر دو۔" کال رکھی جا چکی تھی اور عشنا کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ صوفیہ کو بتاتے ہوئے وہ اپنا سامان سمیٹنے لگی۔ تقریباً آدھے گھنٹے میں وہ اپنے آفس کے باہر کھڑی تھی۔

"میرے پاس ڈارلا ہے۔ پھر تمہیں آنے کی ضرورت نہیں۔ "

"عاشی ہم دونوں الگ الگ گاڑیوں میں جاتے اچھے لگیں گے؟ بہر حال تم گھر آؤ اور اپنی ڈارلا کو پارک کر دو۔ میں وہیں آتا ہوں۔" عشنا نے دانت پیسے تھے۔

"تم میری ڈارلا سے شرمندگی محسوس کرتے ہو نا؟ کہ کیا سوچیں گے لوگ اسے دیکھ کر؟۔"

میرویس کی آنکھیں پھٹ کر رہ گئیں۔

"تمہارا دماغ درست ہے؟ میں ایسا کیوں سوچوں گا۔ وقت نہیں ہے یار۔ جلدی آجاؤ۔ میں آفس سے نکل چکا ہوں۔" کال رکھ کر اسے آنے کا حکم دیتے ہوئے وہ عشنا کو مزید جھنجھلا چکا تھا۔ وہ اپنی گاڑی کی جانب بڑھی۔

---★★★---

سمندر میں ڈوبتا سورج دیکھنے کا اسے بہت اشتیاق تھا۔پلٹ کر ساویز کو دیکھا جو ہٹ کی دیوار پر بیٹھا وہاج سے کوئی بات کر رہا تھا۔دوسری جانب عشنا اور میر ویس تھے جو آپس میں ہی لڑ رہے تھے۔غنایہ کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ یکدم ہی میر ویس کے بلبلا کر چیخنے کی آواز آئی تو ساویز اور وہاج سے پہلے غنایہ نے مڑ دیکھا۔عشنا نے اس کے بازو پر قوت سے چٹکی کاٹی تھی اور اب تیزی سے لوگوں کو متوجہ ہوتے دیکھ کر اس کے پیر مڑنے کا بہانہ بنا رہی تھی۔

"ان کا پیر مڑ گیا ہے۔" گڑبڑا کر کہا گیا۔حالانکہ میر ویس کی گھورتی نظریں اس کا جھوٹ پکڑنے کے لیے کافی تھیں۔ غنایہ مسکرا کر دوبارہ آگے دیکھنے لگی۔سمندر کی لہریں اس کے پاؤں کو چھوتی ہوئی پیچھے جا رہی تھیں۔

وہ ساتھ کھانے پینے کا سامان لائی تھی جو ہٹ میں رکھا تھا۔ساویز اسے دیکھ کر مبہم سا مسکرایا تھا اور وہ نہال ہو گئی تھی۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

پندرہ منٹ بعد منظر کچھ مختلف تھا۔

عشنا اور غنایہ آپس میں گفتگو کر رہی تھیں اور ساویز کھانے کا سامان لگا رہا تھا۔میر ویس کے ساتھ وہاج باتیں کر رہا تھا۔ سورج کچھ اور نیچے آ گیا تھا۔

"تم نے شادی کیوں نہیں کی؟۔"

وہاج کے ذہن میں کسی کا چہرہ گھوم گھوم کر گھومنے لگا۔اب وہ اسے کیا ہی بتاتا کہ شادی کوئی گڑیا گڈا کا کھیل نہیں۔۔انسان اکثر اسی سے شادی کرتا ہے جسے وہ اپنی بعد کی زندگی کے لئے تسلیم کر لیتا ہے۔اس کی زندگی میں ایک ایسا شخص آ کر جا چکا ہے اور اب یہ شادی اس کے بس کی بات نہیں۔ابھی وہ جواب ہی دیتا کہ عشنا کی دور سے آواز آئی۔

"میں نے تم سے کہا تھا نا کہ کولڈ ڈرنک رکھ لینا؟ لیکن تم تو بیوی کو بھی بیوقوف سمجھتے ہو۔" چڑ کر کہا گیا۔ایک نظر بیوی کو دیکھا اور وہاج کو۔۔

"اس لیے شادی نہیں کی۔۔" وہاج سنجیدہ ہوا۔ اس کا اشارہ عشنا کی جانب تھا۔ میر ویس کا قہقہہ چھوٹا اگر وہ عشنا کو نہ دیکھ لیتا۔

---★★★---

"آپ پین کیکز نہیں کھاتے؟۔" غنایہ نے نوٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے یہ سب سے زیادہ پسند ہیں۔۔ مگر صرف امی جان کے ہاتھوں سے بنے ہوئے۔" ماں کا ذکر کرتے ہوئے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "اب بھی جاؤں گا تو امی سے پین کیکز ہی فرمائش کروں گا۔" سب ساتھ ہی بیٹھے ہوئے تھے اور اسے بغور سن رہے تھے۔

"آپ کی امی آپ کو یاد کرتی ہوں گی۔"

"اور جتنا وہ کرتی ہیں۔۔ میں بھی اتنا ہی کرتا ہوں۔ خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ بلآخر اتنے سالوں بعد میں اپنی ماں سے مل سکوں گا۔" چائے میں بسکٹ میں ڈباتے ہوئے اس نے ایک نظر ڈوبتے سورج پر ڈالی۔

"یہ استاد ہے ہمارا۔۔۔ پیشہ ورانہ طور پر بھی استاد ہی ہے۔" میر ویس کے جملے پر ساویز ہنسا۔ اب اس کا یوں 'استاد' کہنا یقیناً وہاج کو نہیں بھایا تھا۔

"میں ایک پروفیسر اور جیسے کوئی پروفیسر کتاب یاد رکھتا ہے اسی طرح میں بھی لوگوں کی باتیں یاد رکھتا ہوں۔۔ اور چہرے بھی۔۔"

عشنا مسکرا دی۔

"آپ پروفیسر ہیں۔ پھر تو یقیناً اپنے اسکول، کالج ٹائم پر ٹاپ کیا کرتے ہوں گے۔"عشنا کے سوال جہاں وہاج کے لبوں پر مسکراہٹ ابھری وہیں میر ویس کا قہقہہ گونجا۔ ایسا تو کبھی نہیں ہوا ہو گا۔

"میں نے کبھی ٹاپ نہیں کیا۔ مجھے یاد ہے کمیسٹری کا پیپر دے کر جب میں کلاس سے نکلا تھا تو میری ہم جماعت نے مجھے ڈانٹا تھا۔ اس کا نام صبا تھا۔ کہنے لگی 'تمہیں شرم نہیں آتی وہاج؟ تمہارے مارکس کتنے کم آتے ہیں' اور میں بس یہی کہتا رہتا تھا کہ مجھے ٹاپ کرنے کا کوئی شوق نہیں۔ میں اتنا پڑھتا ہوں کہ پاس ہو سکوں! یا جتنی سکت ہے۔۔ سچ کہوں تو مجھے ان سے چڑ ہے۔ ٹیسٹ میں دو نمبر کم لانے پر بھی وہ روتے ہیں اور میں دو نمبر سے پاس بھی ہو جاؤں تو خوشی سے پاگل ہونے لگتا تھا۔" اس کی باتیں واقعی سب کو ہنسا دینے والی تھیں۔

"آدھے گھنٹے میں سامان سمیٹنا ہے۔ اندھیرہ پھیلنے لگا گا۔" ساویز نے غنایہ کے ہاتھوں سے چائے کا کپ تھاما۔ اس کی بات پر سب نے ہی اتفاق کیا۔

Safar e ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

---★★★---

"آپ مجھ سے اب ناراض تو نہیں ہیں؟ وہ پیسے میں نے خود سے نہیں مانگے تھے۔ امی دینے آئی تھیں۔" رات کو سونے سے قبل غنایہ نے شوہر سے پوچھا تھا۔

"میں پہلے بھی ناراض نہیں تھا غنایہ۔ بس مجھے تکلیف ہوئی تھی۔۔ اور یہ تکلیف کا ہی اثر تھا کہ میرا دل نہیں مان رہا تھا۔" ٹھنڈ بڑھ رہی تھی۔ لحاف میں گھستے ہوئے وہ دھیرے سے اس کا ہاتھ تھامتا ہوا آنکھیں موند کر لیٹ گیا۔

"میں بہت اداس ہو گئی تھی۔ "

"اور مجھے تکلیف ہوئی تھی۔۔ مگر میں جانتا ہوں جو تم نے کیا وہ صرف میرے لیے تھا۔" ہاتھوں کی پشت چومی گئی۔ وہ مسکرا دی اور کتاب پڑھنے لگی۔

"لائٹ بند کر دوں؟۔" یہ سوچ کر وہ اپنے نوٹس نہیں پڑھ پائے گی ساویز نے منع کر دیا۔

"نہیں۔۔ مجھے تو اب ویسے بھی لائٹ میں سونے کی عادت ہوتی جا رہی ہے۔" اس کا ہاتھ اب بھی ہاتھ میں تھا اور آنکھوں میں نیند بھری تھی۔ وہ آنکھیں موندے ساتھ ہی سو گیا تھا اور غنایہ اسے محبت سے تکتی رہ گئی۔

---★★★---

ایک مہینہ کب بیتا خبر ہی نہ ہو سکی۔ وہاج جو اپنی وکیشنز کے آخری بیس دن اپنی ماں کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا ساویز اور وجاہت کی وجہ سے دس دن کراچی میں مزید ٹھہر گیا۔ دس دن بعد اب اس کی لاہور کی فلائٹ تھی جہاں ماں کے ساتھ مزید دس دن گزار کر وہ انگلینڈ لوٹ جاتا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

آج کل وہ اپنا زیادہ تر وقت وجاہت کے آفس میں گزارا کرتا تھا۔ اس ایک مہینے میں اس کا خرم پر شک مزید بڑھ گیا۔ اس کی حرکتیں، جذباتیت کبھی سمجھ نہ آتیں۔

میر ویس کی روٹین ٹف ہو گئی۔ وہ جو پہلے ہی رات آٹھ بجے لوٹا کرتا تھا، اب بارہ بجے تک آنے لگا۔ شاید یہ مہینہ اس کی جاب کے لیے کافی بھاری تھا۔ مزاج میں سنجیدگی لوٹ رہی تھی۔ آفس میں وہ جب فری ہو پاتا عشنا کو کال لازمی کیا کرتا۔ اپنے کام کے بوجھ سے تنگ ہو کر وہ اس سے ڈھیرے ساری باتیں کیا کرتا تھا اور رات لوٹتے ہی مزاج میں

سنجیدگی لوٹ آتی تھی۔ بات بات پر چڑنے لگا تھا جو اس کی تھکاوٹ کی نشانی تھی۔ عشنا اس کا انتظار کرتے کرتے رات کا کھانا اکیلے ہی کھا لیتی تھی مگر اس کے گھر آنے کے بعد جب وہ خود ڈنر کرتا تو اسے بلکل اپنے بازو میں بٹھایا کرتا تھا۔ کھانے کے درمیان وہ پہلے بھی کوئی بات نہ کرنے کا عادی تھا اس لیے پورے دورانیے میں وہ دونوں خاموش ہی ہوتے تھے۔ عشنا کبھی اٹھنا چاہتی تو اس کا ہاتھ تھام کر وہ اسے جانے سے روک لیتا۔ گھر لوٹنے کے بعد اسے عشنا کی موجودگی چاہئیے ہوتی۔

ساویز جو پہلے کبھی ماضی کے بارے میں سوچا کرتا تھا، اب مزاج میں کافی تبدیلی آگئی تھی۔ اس نے پوری طرح سے خوش رہنا سیکھ لیا تھا۔ اس گھر کی اب عادت ہونے لگی تھی۔ یہ ماحول اور محلہ! اب کوئی دروازہ پیٹ بھی دیتا تو وہ چونکتا نہیں تھا۔ غنایہ کے ساتھ کپڑے دھوتے ہوئے وہ کوئی غلطی نہیں کرتا تھا۔ اے سی کی اب کمی محسوس نہ ہوتی اور گاڑی چلانے کے لیے دل نہیں تڑپتا تھا۔ دونوں کا دن ہی ہنستے ہنستے گزر جاتا اور خبر بھی نہ ہوتی۔ ہر اتوار کو ضرور باہر نکلتے اور ساتھ واک کیا کرتے تاکہ پورے ہفتے کی باتیں 'ایک بار پھر' ایک دوسرے شئیر کر سکیں۔

البتہ تقی اکیلے میں خوف محسوس کر رہے تھے۔ باریال کی موجودگی سے انہیں کچھ ڈھارس تھی مگر سگی اولاد تو پھر اپنی ہوتی ہے۔ پرانے البم دیکھتے ہوئے وہ بیٹے کی ہر تصویر پر ہاتھ پھیر رہے تھے۔ انہیں ماضی یاد آنے لگتا۔

یہ سوچ کر تکلیف ہونے لگی کہ وہ کیسے اپنے انیس سال کے لڑکے کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ مزید پیسہ جمع کرنے کی خواہش نے انہیں اپنوں سے جدا کر دیا تھا۔

روز سونے سے قبل ایک بار البم دیکھ لیتے تو دل کو ذرا قرار مل جاتا اور نیند بھی میٹھی آیا کرتی۔

ساویز وہاج سے اکثر لاہور لوٹنے پر اصرار کرتا تھا۔۔ مگر وہ یہی کہہ کر ٹال دیتا کہ جب تک تمہارا معاملہ حل نہیں ہو گا میں ان دس دنوں سے پہلے نہیں جاؤں گا۔ اسے یاد تھا جب وہاج اسے اپنا موبائل پکڑا کر کسی کام سے باہر گیا تھا اور موبائل پر اس کی اماں کی کال آ گئی تھی۔ کال اٹھانے پر اسے احساس ہوا کہ اب وہاج کو لاہور چلے جانا چاہئیے۔ اس کی اماں اسے بہت یاد کرتی تھیں۔ روز اپنے ماں باپ سے بات کر کے سویا کرتا تھا کہ اسے خود بھی ڈھارس رہے اور اس کے ماں باپ کو بھی۔۔ بھائی کے روز میسجز بتاتے تھے کہ وہ اسے کتنا یاد کرتا ہے اور وہاج روز ہی اسے یقین دلاتا تھا کہ عنقریب وہ اس سے ملنے آ رہا ہے۔

اور بلآخر وہاج۔۔ آج اتنے دنوں بعد وجاہت کو یہ بتانے جا رہا تھا کہ اسے وجاہت کے خاص بندے پر شک ہے۔ خرم خود پر اس کی مشکوک نظریں محسوس کر کے بہت کچھ سمجھ رہا تھا۔ یعنی خطرہ بڑھ رہا تھا۔۔

---★★★---

"تمہیں غصہ نہیں آتا؟ میں نے کبھی تمہیں غصے میں نہیں دیکھا۔" وہ دونوں اپنے لیے چائے اور کافی بنا رہے تھے۔ عشنا کو کافی میں دلچسپی نہیں تھی اس لیے وہ اسے بنانا بھی نہیں جانتی تھی۔

"میں غصہ کر سکتا ہوں مگر کرتا نہیں۔" لبوں پر مسکراہٹ ابھری۔

"کیوں؟ کیوں نہیں کرتے غصہ؟۔" عجیب شخصیت تھا۔۔ ہر وقت مسکراتا رہتا تھا۔ (سوائے رات کے کہ جب آفس سے تاخیر ہو جایا کرتی تھی)

"میرے پیار میں کپکپا جاؤ گی۔" ہنس کر گویا ہوتے ہوئے وہ مگ میں چمچ گھمانے لگا۔

"تم جانتے ہو مجھے بھی غصہ آتا ہے۔" اتنے ہی پیار سے عشنا نے کہا تھا۔

"ہاں جسے میں روز دیکھتا ہوں۔" اس کی چائے میں چینی ڈالتے ہوئے وہ شریر لہجے میں کہنے لگا۔ "ویسے شوہر کے حقوق تو پڑھے ہی ہوں گے ؟۔" ترچھی نگاہوں سے کہتا ہوا وہ بظاہر سرسری بولا۔

" کبھی اتنا ضروری نہیں سمجھا۔" مذاق کا جواب مذاق میں دیتی ہوئی وہ سنجیدگی سے بولی تو میر ویس کڑھ کر رہ گیا۔۔

"تمہاری زندگی کی کتاب میں صرف تین نام درج ہیں۔ پہلا میر ویس، دوسرا میر ویس، تیسرا میر ویس۔۔" ایک انداز سے کہا گیا۔ عشنا اس کا چہرہ ہی تکتی رہ گئی۔

"پورا نام لیا کرو! پہلا میر ویس چوہدری، دوسرا میر ویس افتخار، تیسرا میر ویس جہانگیر!۔" وہ اس کی بات کو بگاڑ کر اسی پر موڑ کر گئی۔ میر ویس کا چہرہ سرخ ہوا۔

"میری بات سنو! تمہاری زندگی میں میرے علاوہ کوئی آ بھی نہیں سکتا!۔" ڈپٹ کر سمجھایا۔

عشنا کھکھلا دی۔۔

"تو مت چھیڑا کرو نا مجھے! اب دیکھو میں نے تمہیں چھیڑ دیا تو کتنا برا لگ گیا ہے تمہیں۔۔" چائے گھونٹ بھرتے ہوئے مسکراتے ہوئے بولی۔

"تم کیسے کسی اور مرد کی میرے سامنے بات کر سکتی ہو۔" وہ چڑ گیا تھا۔

"میں نے یونہی کہہ دیا تھا کیا ہو گیا ہے میر ویس؟ وہ مرد کون ہیں مجھے علم بھی نہیں۔" اسے سنجیدہ ہوتے دیکھ کر وہ چونکی۔ "آفس کی وجہ سے تو ویسے ہی تم چڑچڑے ہونے لگے ہو۔ "

"میں کروں کسی لڑکی کا ذکر تو تمہارا موڈ بگڑ جاتا ہے۔ "

"ہاں تو مت کیا کرو!۔" وہ بھی برابر میدان کو دی۔

"اور تم کرو تو درست ہے؟۔" لڑائی کا ایک بار پھر آغاز ہوا۔

"میرے منہ مت لگو اور اپنی کافی پیو! ورنہ تم دونوں کو ڈسٹ بن میں پٹخ دوں گی۔ "

" جتنی تمہاری صحت ہے نا! میں تمہیں کمرے کے ٹیرس سے باہر پھینک سکتا ہوں۔" ایک بار پھر دھان پان سی عشنا پر حملہ کیا گیا۔ عشنا کا چہرہ سرخ ہوا۔

" صحیح کیا تھا تمہاری پہلی منگیتر نے تمہیں چھوڑ کر۔۔ کون رہتا تمہارے ساتھ! میں ہوں جس نے صبر کیا۔۔" وہ خود کو مظلوم پیش کرنے لگی۔۔

"وہ سب تمہاری محبت میں تھا۔۔ ورنہ پسند تو وہ بھی مجھے بے تحاشہ کرتی تھی۔ "

"بس بس! کتنی لڑکیاں تم پر مرتی تھیں مجھے یہ جاننے میں ذرا دلچسپی نہیں۔ فالحال تو میں تمہارے گھر والوں کا 'رائمہ نامہ' سن رہی ہوں۔" وہ مزید اسے غصہ دلانے لگی۔

"دماغ کی پھرکی مت گھماؤ۔" میر ویس نے اسے گھوری سے نوازا۔

"میں کون ہوں جانتے بھی ہو؟۔" عشنا کو طیش آیا۔

"ہاں! ٹینشن ہو تم! اوپر سے شادی بھی کر لی میں نے تم سے۔۔" اسے سر تا پیر دیکھتے ہوئے کافی مگ تھام کر وہ دوسرے روم میں چلا گیا جبکہ عشنا بھی غصے سے اپنے کمرے میں بڑھ گئی۔ دونوں نے الگ الگ کمروں میں جاکر اندر سے دروازہ ہی لاک کر دیا تا کہ کوئی کانٹیکٹ نہ ہو سکے۔

---★★★---

آج وہ اس کے آفس کسی مقصد سے آیا تھا۔ ایک بار پھر خرم سے سامنا ہوا تھا مگر اسے نظر انداز کرتا ہوا وہ وجاہت کے روم میں داخل ہوا۔

"میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا اور یہ انتظار تو بہت بڑھ گیا تھا جب تم نے کہا کہ تمہیں مجھ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" وجاہت کی مسکراہٹ کے باعث ڈمپل گہرے ہوئے۔

وہاج مروتاً مسکرایا۔ نجانے اس نے ایسا کیوں سوچا مگر اسے لگتا تھا کہ جانے سے قبل اب یہ بات اسے وجاہت کو بتا دینی چاہیئے۔

مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کا یہاں آنے کا فیصلہ ہی غلط تھا۔۔ قیامت خیز فیصلہ!

"ہوں۔ چند دن مزید یہاں پر ہوں پھر جانے کب آنا ہو۔۔ چار سال، پانچ سال بعد! اگر آ بھی سکا تو کراچی نہیں آسکوں گا۔" وہ دوست کو دیکھتے خیال کر رہا تھا کہ ایک بار انگلینڈ جانے کے بعد وہ دوبارہ اپنے دوستوں کو دیکھ سکے گا یا نہیں۔۔ مستقبل کون جانتا ہے۔ سو وہ بھی نہیں۔ ورنہ وہ کبھی ایسا نہ کرتا۔

"گھر والوں سے دور رہنا کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے۔" وہ جو جملہ خود اس کے لیے کہہ رہا تھا، خود پر بھی محسوس کر رہا تھا۔

"بہت زیادہ وجاہت! بہت زیادہ۔" اسے وہ گزرے ہوئے چار سال یاد آئے تو بول پڑا۔ "ماں باپ، بھائی! وہاں کوئی دوست بھی اپنا نہیں لگتا۔ چار سال بعد کی ملاقات میں تڑپ بہت ہے۔ مجھے لگتا ہے جب میں گھر والوں سے ملنے جاؤں گا تو اس کے بعد انگلینڈ نہیں جاسکوں گا! قدم ٹھہر جائیں گے میرے۔۔۔ الوداع نہیں کہا جاتا۔" دل میں ایک بوجھ کے ساتھ وہ اپنے دل کا حال سنا رہا تھا۔

"الوداع۔۔" وجاہت اس لفظ میں کھو گیا۔ "مجھ سے بھی نہیں کہا جا رہا تھا۔۔ کہنا پڑا۔" دیوار پر لگی کائنہ کی تصویریں اس کی توجہ کا مرکز تھیں۔

"میں آخری بار تمہارے آفس آرہا ہوں۔ اس کے بعد اگر ہم ملے تو تمہارے آفس میں نہیں ملیں گے۔۔ اور جانے سے پہلے یہ چاہتا ہوں کہ تم کو اپنا خیال سنا دوں کہ میں اس معاملے میں کیا سوچتا ہوں۔" اس کی نگاہ یکدم ہی کائنہ کی تصویر پر ٹھہر گئی۔ عجیب تھا۔۔ دل سنسان تھا کہ وہ اب کبھی کراچی نہیں لوٹ سکے گا۔۔ پہلے کسی کو دیکھ کر دل میں محبت جنم لیتی تھی مگر اب وہ صرف اس کی تصویر تکا کرتا تھا۔۔ ایک بات تو طے تھی! قصہ ختم ہو گیا۔ اب نہ وہ شخص تھا اور نہ اب اس کی تصویر رہنے والی تھی۔

Safar e ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم مجھ سے کچھ بات کرنے والے تھے۔" وجاہت نے اسے ہوش دلایا تو وہ چونک اٹھا۔ وجاہت نے اس کے یوں چونکنے پر اس کی نگاہوں کے تعاقب میں کائنہ کی تصویر دیکھی۔

"خرم! مجھے وہ بے حد مشکوک معلوم ہوتا ہے۔ کیا تم نے اس کی جانچ پڑتال کی ہے؟۔" بلآخر وہ بول پڑا۔

"خرم؟۔" وجاہت جی بھر کر چونکا۔ "تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے۔ یہ ناممکن ہے۔"

"کیونکہ ایسا ہی ہے وجاہت! یا پھر مجھے ایسا لگتا ہے۔" اس نے ٹانگ پر ٹانگ جمائی۔

"تمہیں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہو گی۔ ایسا ممکن نہیں وہاج! وہ میرا خاص بندہ ہے اور ابھی سے نہیں! ہمیشہ سے۔۔۔ اتنے سالوں میں اس نے ایسا کوئی کام نہیں کیا۔ بہر حال تم یقیناً غلط سمجھ بیٹھے ہو گے۔ کوئی بات نہیں اگر تم اس معاملے کو سلجھا نہیں پائے۔ میرا شک ابھی بھی ساویز پر ہی ہے۔" کہتے ساتھ ہی اس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ وہاج گہری سانس بھر کر رہ گیا۔ "تین بجنے والے ہیں اور مجھے اپنی دوسری برانچ جانا ہے۔ تم سے ملاقات ہوتی ہے۔" اس سے ہاتھ ملاتا ہوا وہ اپنا لیپ ٹاپ اٹھا کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔ وہاج کو لگا وہ اسے کبھی سمجھا نہیں پائے گا۔ بے بسی سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ابھی وہ پلٹ ہی رہا تھا جب کائنہ کی تصویر نے اس کے قدم جکڑے۔ ارادہ تبدیل کرتا ہوا وہ میز تک آیا اور اس کی تصویر اٹھا کر دیکھنے لگا۔ یہ کمرہ کائنہ کی تصویروں سے بھرا ہوا تھا۔ پانچ منٹ تک اسے تکنے کے بعد وہ سر جھٹک کر تصویر دوبارہ جگہ پر رکھتا ہوا باہر نکل گیا۔ ابھی وہ لفٹ کی جانب بڑھ رہا تھا جب ایک کمرے سے آتی آواز نے اسے رکنے پر مجبور کیا۔ کمرے کا دروازہ ادھ کھلا تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہاں میری پسند کائنہ!۔ "

"وہ خون بھی۔۔ "

"بہت بہا تھا۔ "

"وہ کبھی نہیں جان پائے گا۔" کہتے ساتھ ہی زور دار قہقہہ۔ نہ صرف یہ جملے بلکہ وہ آواز بھی خرم کی تھی۔۔ دیکھتے ساتھ ہی وہاج نے پوری کہانی سنی تھی۔ یہ جانے بغیر کے باہر کوئی بھی کھڑا ہو کر ان کی باتیں سن سکتا ہے خرم اور احسن دونوں ہی باتیں کر رہے تھے۔

ہاں شاید انہیں خبر تھی کہ وجاہت جا چکا ہے۔

مگر وہ دونوں یہ نہیں جانتے تھے وہاج موجود ہے۔

اس کو لگا کہ سانسیں ٹھہر جائیں گی۔ قدم بھاری ہونے لگے اور سانس سینے میں گھٹنے لگیں تو اس نے سفید ہوتے چہرے کے ساتھ دروازہ پورا قوت سے کھولا۔

ایک آواز پیدا ہوئی اور خرم، احسن کے چہروں کی ہوائیاں اڑ گئیں۔

"کیا بات ہے یار۔۔ جو کہانی میں ایک مہینے سے کھوجنے کی صرف کوشش کرتا رہ گیا وہ مجھے وجاہت کے ہی آفس کے کسی کمرے سے ملی۔" لبوں پر ہلکی مسکراہٹ پھیلی۔ خرم نے تھوک نگل کر اسے دیکھا۔ "اب شاید راز نہ چھپا رہے۔" وہ کہتے ساتھ ہی باہر کی جانب تیزی سے بڑھا۔

خرم بوکھلا کر رہ گیا۔ وہاج کی پہلی غلطی کمرے کا دروازہ کھولنا تھی۔۔ اس کا احساس بھی اسے عنقریب ہونے والا تھا۔

خرم نے احسن کا چہرہ دیکھا جو سہم کر سیاہ پڑ رہا تھا۔

"وہ باس کے پیچھے جا رہا ہے۔ ہمیں کچھ کرنا ہو گا خرم!" اس کی گھٹی گھٹی آواز خرم کو ہوش میں لانے کے لیے کافی تھی۔

"صحیح کہہ رہے ہو۔۔ ہمیں کچھ کرنا ہو گا۔" جیب سے پستول نکالتے ہوئے وہ اس کو اشارہ کرتا ہوا وہاج کے پیچھے بھاگا۔

جب تک وہ عمارت سے باہر نکلے وہاج گاڑی ان کے سامنے سے نکالتا ہوا زن سے آگے بڑھ گیا۔

"گاڑی نکالو۔" اس نے بلند آواز میں احسن حکم دیا۔

اب منظر کچھ مختلف تھا۔ وہاج تیزی سے ڈرائیونگ کرتا ہوا بہت دور وجاہت کے پیچھے جا رہا تھا۔ جبکہ پیچھے آتے وہ دونوں اس کو ختم کرنے ارادہ رکھتے تھے۔

دس منٹ وہ گاڑیاں سڑک پر دوڑتی ہوئی نظر آئی تھیں۔ وہاج نے بیک مرر سے پیچھے آتی اس گاڑی کو دیکھا۔ پل سنسان تھا۔ اسی اثناء میں اس کی گاڑی پر گولی ماری گئی جس کی آواز کان پھاڑ دینے والی تھی۔ وہاج اس گولی سے بچتا ہوا کسی طرح جلدی سے پل کراس کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ پل کے دونوں طرف گہری کھائی تھی۔ وہ جانتا تھا اگر یہاں ٹریفک ہوتا تو وہ لوگ فائر نہیں کرتے۔ خرم کی گاڑی نے سائڈ سے اس بری طرح ہٹ کیا تھا کہ وہ گاڑی کھائی کی طرف کھنچتی چلی گئی تھی۔

اس کا سر آگے اتنی زور سے لگا کہ سر گھوم گیا۔ کب خون بہنے لگا اسے تب علم ہوا جب پیشانی سے نیچے تک کچھ نمی سی محسوس ہوئی۔ وہاج نے ماتھا چھو کر دیکھا تو ہاتھ خون سے سرخ تھا۔ وہ تیزی سے تکلیف سے کراہتا ہوا باہر نکلا۔ خرم نے گاڑی پیچھے کی۔ وہ اب شاید پیچھے سے تیز رفتاری سے گاڑی ہٹ کرنے والا تھا۔ اس کے ارادے جان کر وہاج جلدی سے باہر نکلا۔ گاڑی تیزی سے آگے آئی اور وہاج کی گاڑی کو پہلے سے زیادہ زور سے ہٹ کیا۔ زوردار آواز کے ساتھ وہ پل سے نیچے گر گئی۔ پل اب بھی سنسان تھا۔ وہاج اپنی زخمی پیشانی پر ہاتھ رکھتا ہوا دور ہٹا تھا۔ ماحول میں یکدم ہی خاموشی چھا گئی۔ خرم گاڑی سے نکلتا ہوا اس کی جانب مسکراتا ہوا بڑھا۔

میر وہاج خاقان ان مردوں میں سے نہیں تھا جو بھاگ نکلتا۔ وہ ڈٹ کر اس زخمی حالت میں بھی کھڑا ہی رہا۔

پستول اس کے ہاتھوں میں تھی اور اب وہ اس کے بلکل سامنے کھڑا تھا۔ گولی کا نشانہ اس کی پیشانی کو بنایا گیا۔

"تمہاری پہلی غلطی اس کمرے کا دروازہ کھولنا تھی۔ اگر تمہاری موجودگی کا ہمیں علم نہ ہوتا تو تم بچ نکلتے۔" شاطرانہ انداز میں کہتا وہ وہاج کو بری احساس دلا گیا۔ آگے کچھ نہیں تھا۔۔ وہاج کو اندھیرہ محسوس ہوا۔ آواز کہیں حلق میں ہی

پھنس گئی تھی۔ اسے افسوس تھا۔۔ دکھ تھا۔۔ تکلیف تھی۔ ان سے قبل اسے وجاہت کے پاس پہنچنا تھا اور یہ ایک آرزو ہی رہ گئی۔ وہ وجاہت کے پاس کبھی نہ پہنچ سکا۔ وہ وجاہت کو بتا نہیں سکا۔۔ سب کچھ جان لینے کے بعد بھی وہ اسے خبردار نہ کر سکا۔ اس پر سچ نہ عیاں کر سکا۔ اس سے قبل وہ اس پستول کے نشانے پر آنکھیں سختی سے موندلیتا خرم بول پڑا۔

"میں تمہیں پستول سے نہیں ماروں گا۔" استہزایہ لہجہ۔ وہاج نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"میں مرنا نہیں چاہتا۔" خیال میں ماں کا چہرہ ابھرا تو اسے احساس ہوا وہ کتنا مجبور ہے۔ بس ایک بار وہ اپنی بیمار ماں، بوڑھے باپ اور چھوٹے بھائی سے ملنا چاہتا تھا۔۔ وہ جن کے لیے اس نے چار سال لمبی وکیشنز کا انتظار کیا۔ وہ جن کے دیدار کے لیے تڑپ رہا تھا۔ بس ایک بار! ایک بار اسے ملاقات مہلت دی جائے۔ وہ یوں مرنا نہیں چاہتا تھا۔ کم از کم ایسے نہیں۔۔ خرم کا قہقہہ گونجا تھا۔

"کوئی نہیں مرنا چاہتا میر وہاج خاقان!۔" کہتے ساتھ ہی خرم نے پوری قوت سے اس کے سینے پر زور سے دھکا دیا۔ وہاج اس سب کے لیے تیار نہیں تھا اس لیے توازن برقرار نہ رکھ سکا اور دور ہٹنے لگا۔ کب پیروں تلے زمین نکلی اسے خبر ہی نہ ہو سکی۔ خرم کو اس کی چیخ کی بھرپور آواز آئی تھی۔ وہ مسکرا دیا۔ ذرا سا آگے پہنچ کر اس نے کھائی میں جھانکا۔

"کھائی تو بہت گہری ہے یار۔۔ لیکن اتنی نہیں کہ اس کی ہڈیاں نہ مل سکیں۔" اب وہ پہلے کی طرح پریشان نہیں تھا۔ یہ سوچ کر وہ پرسکون ہو چکا تھا کہ چلو اب کوئی خطرہ نہیں۔۔

"تم نے اسے مار دیا۔" احسن چیختا ہوا گاڑی سے نکلا تھا۔

"ہاں۔" خرم نے پستول کوٹ میں رکھی۔

"تم۔۔تم نے یہ کیا کیا خرم! باس تمہیں جان سے مار دیں گے۔" اسے علم نہیں تھا کہ خرم اپنی بات پر پورا اترتے ہوئے اسے واقعی مار دے گا۔

"انہیں کون بتائے گا؟۔" اس نے کہتے ساتھ ہی پستول جیب سے نکال کر اس کی جانب نشانہ کیا۔ "یقیناً تم نہیں بتاؤ گے! ہے نا؟۔" یہ دھمکی تھی۔ احسن کو موت منظور نہیں تھی۔ اس نے تیزی سے نفی میں سر ہلایا۔

"میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ "

خرم یکدم ہی مسکرایا۔

"چلو! اب ہمیں گھر بھی جانا ہے۔" گاڑی کی جانب بڑھتے ہوئے اس نے ایک بار ارد گرد دیکھا تھا۔ یہ علاقہ کھنڈر سا علاقہ تھا۔ اسے امید تھی یہاں کم از کم یہ ثبوت نہیں مل پائے گا وہاج کا قاتل کون ہے۔

وہ ایک شخص کی زندگی لے چکا تھا۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

---★★★---

"وہاج کی ڈیتھ ہو گئی ہے باس!۔" خرم بھاگتا ہوا چہرے کے اڑتے رنگ کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا تھا۔ وجاہت جو سونے کا ارادہ رکھتا تھا بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔

"کیا مطلب؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟۔" ایک عجیب سا ڈر اس کے دل میں جاگا۔

"پولیس کو اس کی لاش کھائی سے ملی ہے۔ میڈیا کچھ نہیں بتا رہی۔ لگتا ہے بات چھپائی جا رہی ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ وہ غلط ڈرائیونگ کی وجہ سے سنبھل نہ پایا اور گاڑی سمیت کھائی میں گر گیا۔ گرتے وقت اس نے کھڑکی سے کودنے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں اس کا سر ایک بڑے پتھر سے ٹکرایا اور وہ موقع پر جان دے بیٹھا۔"

وجاہت کو اپنی سانس رکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ چہرہ سفید ہو گیا۔ اس کو لگا وہ کبھی بول نہیں پائے گا۔ آنکھوں کی پتلیاں ساکت رہ گئیں۔

"کہاں ہے وہ؟۔" کچھ پھنسی پھنسی آواز۔۔

"اس کی باڈی کھائی سے نکال رہے ہیں۔ مجھے عادل کی کال آئی تھی۔ "

یہ وہی وقت تھا جب وجاہت تیزی سے اٹھا تھا۔ اپنا موبائل پکڑتے وہ اندھا دھن باہر کی جانب بھاگا۔

نہیں یہ ممکن نہیں تھا۔۔

اس کا دوست یوں نہیں مر سکتا تھا۔

ابھی تین بجے ہی تو ملاقات ہوئی تھی۔

وہ ایسے کیسے بچھڑ سکتا تھا۔

---★★★---

ایمبولنس کی تیز آواز اور لوگوں کی بلند گفتگو ماحول میں شور پیدا کر رہی تھی۔

ایک شخص اس باڈی کو دیکھنا چاہتا تھا مگر پولیس نے اسے روک کر رکھا تھا۔

"مجھے ایک بار اپنے دوست کو دیکھنے دیں انسپکٹر!۔" آنکھیں نم تھیں اور لہجہ بھیگا ہوا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آپ کا اس کیا رشتہ ہے ؟۔" وہ انکوائری کر رہا تھا۔

"میرا نام وجدان ہے۔ وجدان قریشی! یہ میرا بچپن کا گہرا دوست ہے۔ ایک بار اسے دیکھ کر تسلی کر دینے دیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ مرا نہیں ہے۔ سب جھوٹ ہے۔ بس ایک بار۔۔"

اور پیچھے سے بوکھلائے ہوئے آتے میر ویس اور ساویز اس کی بات سن کر سکتے میں آ گئے تھے۔

"ہمیں ان کی باڈی ملی ہے وجدان صاحب! ابھی تک جو معلومات ہمیں ملی ہے اس کے مطابق ان کا سر ایک ایسی چیز سے ٹکرایا ہے جس سے ان کی موقع پر ڈیتھ ہو گئی ہے۔ ان کی باڈی ایمبولینس میں رکھنے کے بعد آپ دیکھ سکیں گے۔" وجدان ساکت رہ گیا۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑنے لگے۔ وہ لڑکھڑا کر گر پڑتا اگر ساویز اسے مضبوطی سے نہ تھامتا۔ پتا نہیں کون شخص تھا۔۔ شاید وہی جس کے بارے میں وہاج دو چار بار ساویز سے ذکر کر چکا تھا۔ میر ویس سے رہا نہ گیا تو آنسوؤں سے رو پڑا۔ باڈی کی حالت دیکھی جانے والی نہیں تھی مگر پھر بھی وجدان قریشی نے اس کی باڈی دیکھی۔ ساویز نے تھوک نگل کر نم آنکھوں سے پلٹ کر میر کو ڈھونڈا جو دوسری طرف پل پر کسی چیز سے ٹیک لگائے بے سدھ بیٹھا تھا۔ ساویز غنایہ کی آتی پریشانی میں کال بھی نہ اٹھا سکا۔

یکدم ہی وجاہت کی گاڑی رکی تھی اور اس نے پھولی ہوئی سانسوں سے ایمبولینس کی جانب دوڑ لگائی تھی۔ وہاج کا چہرہ خون سے سرخ تھا۔ سر پتھر پر لگنے کی وجہ سے کھل گیا تھا۔ وہ خوف سے دور ہٹا۔ سانسیں تیز تیز چلنے لگیں۔

"پلیز آپ سب دور ہو جائیے۔" سب کو دور کرتے ہوئے ایمبولنس کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ اس کے خون کے کچھ دھبے ایمبولنس کے دروازے پر لگے ہوئے تھے۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں جانتا ہوں یہ کوئی ایکسیڈنٹ نہیں۔۔ تم لوگ اصل بات دبا رہے ہو۔ وہ چند دن پہلے اپنے دوست کی مدد کرنے کی کوششوں میں لگا تھا۔ تم لوگ چھپا رہے ہو۔۔ اسے مارا گیا ہے۔" وجدان نامی شخص دھاڑ گونجی رہی تھی جب ساویز اس کی بات پر ٹھٹھکا۔ نگاہ تیزی سے وجاہت پر اٹھیں جو خود بے یقین دھچکے میں کھڑا تھا۔

یہ معاملہ سمجھنا اتنا مشکل نہیں تھا۔

ساویز کمزور پڑتے ہوئے میر ویس کے برابر بیٹھ گیا۔

---★★★---

سب ٹوٹ کر بکھر گیا۔

خواب، یادیں، امیدیں، انتظار۔۔

انہیں سمیٹنے والا بھی کوئی نہیں تھا۔

سب ایک جھٹکے میں ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔

ماں کا انتظار اور باپ کی تڑپ۔۔

بھائی کی محبت!

لاہور کی گلیوں کے ایک کچے مکان میں عورت کے ہاتھ پر چھری چل گئی تھی۔ وہ کراہ کر دور ہٹی۔

"کیا ہوا امی۔" ایک لڑکا ماں کے کراہنے پر باہر آیا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"نہیں بس۔۔سبزی کاٹ رہی تھی ہلکی چھری انگلی پر لگ گئی۔" وہ بہتے خون کو بغور دیکھ رہی تھی۔ جلدی سے وقت دیکھا تو رات کے نو بج رہے تھے۔ "چلو دن تو گزر گیا۔ اب ساڑھے نو دن بچے ہیں وہاج کو آنے میں۔۔" چہرے پر گہری مسکراہٹ ابھری۔

"امی یہ کیسا حساب ہے۔" بیٹا ہنستا ہوا اندر چلا گیا اور ماں خود اپنی بات پر ہنس پڑی۔

یہ تو ماں تھی نا۔۔

اپنی اولاد کے لیے تڑپ رہی تھی۔۔

کہتی تھی

"تیری تصویروں سے دل نہیں بھرتا وہاج! تو ملنے چلے آ۔۔ مجھے تیرا چہرہ اپنے ہاتھوں سے محسوس کرنا ہے۔"

"تو کتنا بدل گیا ہے وہاج۔۔ ہلکی ہلکی شیو تجھ پر اچھی لگتی ہے۔"

"تیرے لئے لڑکی دیکھ رکھی ہے۔ میں جانتی ہوں میری بات سن کر تو خفا ہو گا مگر کیا کروں۔۔ ماں ہوں نا۔۔ چاہتی ہوں کہ تو شادی کر لے۔"

"کب آؤ گے وہاج؟ تمہارا باپ بوڑھا ہو رہا ہے۔ کہتا ہے بیٹے سے ملنا ہے۔ اس کے اعصاب کمزور ہو رہے ہیں۔ چاہتا ہے کہ مرنے سے پہلے ایک دفعہ ہی سہی مگر تجھے دیکھ لے۔"

"یہ دس دن گزر ہی نہیں رہے بیٹا۔ گھڑی کی سوئی کب سے ایک ہی ہندسے پر اٹکی رہتی ہے۔ دن گزرتا ہی نہیں! یہ انتظار کتنا طویل ہے۔"

"کراچی کیا اتنا بھا گیا ہے کہ تو دس دن سے پہلے لاہور آنا ہی نہیں چاہتا؟ میں یاد کر رہی ہوں۔ بس آ جا میرے بیٹے۔۔ اور انتظار نہیں ہو رہا۔"

وہ آ گیا تھا۔۔

مگر خود چل کر نہیں۔۔

اسے لایا گیا تھا۔ ایمبولنس کی آواز پورے محلے میں گونج رہی تھی۔

چار سال بعد وہ ماں سے ملنے آیا تھا۔

زندہ نہیں۔۔

مگر مردہ!

اس بار ماں اسے دیکھ کر خوش نہیں ہوئی تھی۔

اپنے حواس کھوتے ہوئے بے ہوش ہو گئی تھی۔

بوڑھا باپ پاگل ہو گیا تھا اور بھائی وہاج کے قدموں میں بیٹھا اس سے اٹھ جانے کی گزارش کر رہا تھا۔

وہ یہ بھی نہیں کہہ سکا کہ ماں تم رو نہیں! میں پردیس سے لوٹ آیا ہوں۔ اب میں تیرے آغوش میں چند دن گزاروں گا۔

وہ یہ بھی نہیں بول سکا جو وہ ان چار سالوں میں کہنا چاہتا تھا۔ کہ ماں مجھے وہاں رہنے کا جی نہیں چاہتا۔ جو زندگی صبح اٹھ کر سب سے پہلے تیرا چہرہ دیکھنے میں ہے وہ یہاں نہیں ماں۔۔ میں تھک گیا ہوں۔۔ مجھے بلا لے۔"

اور ماں کو انتظار ہی رہ گیا کب اس کی اولاد مسکرا کر اسے دیکھے گی اور کہے گی کہ 'میں لوٹ گیا ہوں امی۔۔ '

"گھر تو وہ ہے اماں جو لاہور میں ہے۔۔ انگلینڈ میں صرف مکان ہے میرا۔۔ جہاں وقتی رہتا ہوں۔"

اب نہ وہ مسکرانے والا شخص تھا اور نہ انتظار۔۔

وقت کی سوئیوں میں کچھ کھو گئے کچھ برباد ہو گئے۔

اس کے سارے خواب جل کر راکھ ہو گئے۔

---★★★---

وہاج کی موت کو ایک ہفتہ مزید بیت گیا۔ میر ویس جب سے لاہور سے لوٹا تھا کچھ خاموش سا تھا۔ روٹین ویسے ہی ٹف تھی۔ صبح آٹھ بجے آفس جانا اور بارہ بجے لوٹنا۔ وہ اتنا کام کرتا کہ تھک جاتا۔ طرح طرح کے لوگوں کو فیس کر کے رات تاخیر سے پہنچتا تو خاموش ہی رہتا تھا۔

آج رات بھی دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے اس کے تاثرات سپاٹ تھے۔

"لاؤ مجھے لیپ ٹاپ بیگ دے دو۔" اس نے میر ویس کے ہاتھوں سے بیگ لینا چاہا مگر میر ویس نے بیگ دور کیا۔

"ضرورت نہیں ہے۔" وہ اسے کوئی بوجھ اٹھانے دینا نہیں چاہتا تھا۔ عشنا نے اس کی ٹائی ڈھیلی کرتے ہوئے اتار دی۔

"میں نے تمہارے لیے کپڑے نکال دیے ہیں۔ اب کھانا نکال دیتی ہوں۔" وہ ضرورت کے علاوہ کوئی اور بات نہیں کر رہی تھی۔ میر ویس کی پیشانی پر شکنیں نمودار تھیں۔

"کیا بنایا ہے؟۔ "

"آلو مٹر۔۔ تمہارا پسندیدہ۔" کہتے ہوئے لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہوں۔ میں شاور لے کر آتا ہوں۔" کپڑے بستر سے اٹھاتے ہوئے مزید ٹھہرے بنا واش روم کی جانب بڑھ گیا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ دونوں ہی ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے تھے۔ عشنا جو پہلے ہی کھانا کھا چکی تھی اب اس کے حکم پر ساتھ بیٹھی تھی۔ میر ویس نے کھانے کا پہلا لقمہ ڈالتے ساتھ ہی سالن کے پیالے کو دیکھا تھا۔ شاید کھانے میں نمک نہیں تھا۔۔ نمک میں کھانا تھا۔ منہ میں نمک محسوس کرتے ہوئے میر ویس نے عشنا کو دیکھا اور دوبارہ کھانے میں مصروف ہو گیا۔ وہ کسی ارادے سے اٹھنے لگی تھی جب میر ویس نے ترچھی نگاہ اس پر ڈالی۔

"کہاں جا رہی ہو؟۔ "

"تمہارے لیے پانی لے کر آتی ہوں۔ "

"ضرورت نہیں ہے۔۔ بیٹھ جاؤ۔" نگاہوں میں سختی تھی۔

"اچھا چاول اور لانے دو۔" اس نے ٹرے اٹھانی چاہی مگر میر نے اس کا پکڑ کر زبردستی بٹھایا۔

"اتنا ہی کھاؤں گا۔ مزید کی ضرورت نہیں۔۔" گیلے بال بکھرے ہوئے تھے۔ چہرے پر سنجیدگی کے بھرپور آثار نمودار تھے۔

"تم نے آج کل اپنا کھانا پینا کافی کم کیا ہوا ہے۔ تمہاری صحت گر رہی ہے۔ اپنی حالت دیکھو۔ صبح اٹھ کر بھی جم جانا ضروری ہے مگر رات کا کھانا تم روما سے بھی کم کھاتے ہو۔ آخر چاہتے کیا ہو میر ویس؟۔" وہ فکرمندی سے اسے تقریباً ڈانٹتے ہوئے بولی۔

"کھانا کھالیا ہے تم نے؟۔" اس کی بات کو نظر انداز کرتا ہوا وہ دھیرے سے پوچھنے لگا۔

"ہاں۔ "

"تو میرا دماغ کیوں کھا رہی ہو؟۔" پیشانی پر غصے کے بل نمودار ہوئے۔ عشنا کی چلتی زبان خاموش ہوئی۔ وہ اسے بہت آرام سے لاجواب کر گیا تھا۔

"میں آئندہ تمہارے ساتھ نہیں بیٹھوں گی۔ اکیلے کرنا ڈنر!۔" منہ پھیرتے ہوئے وہ دوسرے جانب رخ کر کے بیٹھ گئی۔ اس نے ذرا سا مسکراتے ہوئے عشنا پر نگاہ ڈالی اور کھانا ختم کرنے لگا۔

---★★★---

"مجھے اب بھی ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وہ سب کل کی بات ہو۔" غنایہ کی آواز نے اس کی نیند میں خلل پیدا کیا تھا۔

"اور مجھے لگتا ہے جیسے وہ ہمارے درمیان ہو۔" ساویز کی بھاری آواز ابھری۔

"ان کی امی کے لیے مجھے بہت تکلیف محسوس ہوتی ہے۔میر ویس بھائی نے بتایا تھا کہ وہ اب تک اس کی موت کو قبول نہیں کر پائیں۔"

"جوان اولاد کا دکھ ایسا ہی ہوتا ہے غنایہ۔ "

"ایسے کیسے ہو سکتا ہے وہ ایکسیڈنٹ ہو جبکہ وہ پل اکثر سنسان پڑا رہتا ہے۔"غنایہ کی بات پر ساویز نے کچھ سوچا تھا۔کم از کم یہ اکسیڈنٹ نہیں تھا۔

---★★★---

"کتنا سر کھاتی ہو تم!۔" آدھے گھنٹے سے اس کی مستقل باتیں سنتے ہوئے وہ بلاآخر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

عشنا جی بھر کر چونکی۔۔بلکہ بوکھلا گئی۔اسے کیا ہوا تھا؟ابھی تو اچھا خاصا بیٹھ کر اس کی باتیں سن رہا تھا۔۔

"میں تم سے آج کے دن کی باتیں کر رہی تھی۔"خفا خفا سا لہجہ۔۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"باتیں؟ باتیں وہ ہوتی ہیں جو دو لوگ آپس میں کرتے یعنی کچھ تم کہو،کچھ میں!مگر یہاں صرف تم ہی کہہ رہی ہو وہ بھی آدھے گھنٹے سے۔۔"اس کی ٹھوڑی کھینچتے ہوئے وہ اپنی جگہ پر لیٹ گیا۔

عشنا کو اس کا یوں کہنا بہت برا لگا۔آنکھیں بھر آتیں اگر وہ رخ موڑ کر اپنی جگہ پر جلدی سے لیٹ نہ جاتی۔میر ویس نے اسے تیزی سے لیٹتے ہوئے دیکھا تو جان گیا کہ وہ ناراض ہو گئی ہے۔

"مذاق کر رہا ہوں یار۔دیکھو تمہارے لیے ہی لیٹا ہوں تاکہ زیادہ سکون سے بات سن سکوں۔"وہ کہتا ہوا اس کا بازو تھپتھپانے لگا تاکہ وہ اٹھ جائے۔

"تم سے نہیں کرنی مجھے کوئی بھی بات!۔" بھرائی ہوئی آواز میر ویس کے کانوں پر پڑی تو سٹپٹا گیا۔

"عاشی اٹھو!۔" وہ اب لیٹے لیٹے ہی اس کا بازو کھینچ رہا تھا۔

"میں نے کہا نا میر ویس نہیں کرنی مجھے کوئی بات۔ ہاتھ دور کرو سونا ہے مجھے۔" غصے سے اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے وہ تھوڑا آگے سرکی۔

"عاشی تنگ نہیں کرو۔" اس کو بازو سے کھینچ کر سختی سے جانب کیا۔ "اتنی دنوں بعد ایسا ہوا کہ آفس سے آنے کے بعد میں غصہ نہیں کر رہا۔ پلیز غصہ مت دلاؤ۔" اسے اپنے نزدیک کرتے ہوئے وہ اس کا موڈ مزید خراب کر گیا۔

"غصہ نہیں کر رہا؟ کھانے کے دوران بھی تم نے غصہ کیا۔" وہ جھٹکے سے اٹھ کر اس سے لڑنے کے لیے بیٹھی۔

"اچھا؟ بتاؤ کیا کہا تھا؟" دلچسپی سے کہتے ہوئے وہ اسے بغور سننے لگا۔

"دماغ کیوں کھا رہی ہو میرا اگر کھانا کھا لیا ہے تو۔۔" اس کی نقل اتارتے ہوئے وہ بھڑکی۔ "میرے پاس بیٹھے رہا کرو۔۔ ہزار بار کہا ہے کھانے کے دوران میں باتیں نہیں کرتا۔ میرے پاس سے ہلنا بھی مت۔۔ کھانا حلق میں پھنسنے کی وجہ سے میں مر بھی رہا ہوں تو بھی پانی لے کر آنے کے لیے میرے پاس سے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔" باری باری اس کے سارے جملوں کی نقل اتارتے ہوئے وہ میر ویس کو زور سے قہقہہ لگانے پر مجبور کر گئی۔

"اتنا بھیانک انداز میں کہتا ہوں میں؟۔" اس کے شریر لہجے پر وہ ہنسی نہ روک سکی۔

"اچھا مجھ سے باتیں کرو۔ پھر آگے کیا کہہ رہی تھیں؟ اصغر نے تمہاری ہی چائے میں چینی نہیں ملائی اور تمہیں پھیکی پینی پڑی۔۔ غصہ تو آیا ہو گا۔۔ آگے؟۔" بے حد وثوق سے اسے دیکھتے ہوئے اشتیاق بھرے لہجے میں بولا۔

"اب نہیں کرنی مجھے اس موضوع پر بات۔" ناراضگی دوبارہ واضح ہونے لگی۔

"مگر مجھے کرنی ہے۔ میں تمہیں چھیڑ رہا تھا۔ سچ کہوں تو اس لیے لیٹا تھا کہ سکون سے بات سن سکوں۔" اس کا ہاتھ چومتے ہوئے وہ محبت سے بولا تو عشنا کو غصہ آیا۔

"تم بہت زیادہ غصہ کرنے لگے ہو۔ "

"ابھی کب کیا میں نے ؟۔" وہ الٹا حیرت زدہ ہوا۔

"تو جب سے تمہاری روٹین ٹف ہوئی ہے تب سے تو غصہ کر رہے ہو نا۔ "

"یار میں تھک جاتا ہوں۔" اس کے ہاتھوں کو اپنی آنکھوں پر رکھتے ہوئے وہ اس کا لمس محسوس کرنے لگا۔" دن میں اتنے لوگوں کا سامنا کرنا، ڈھیر سارا کام، پھر سب ایمپلائیز کو دیکھنا۔ صبح آٹھ بجے کا نکلا شخص جب رات بارہ بجے گھر میں داخل ہو گا تو دو پل سکون ہی مانگے گا نا۔" نظروں میں اس کے لیے بے پناہ محبت اُمڈی۔

"میں تمہیں سکون نہیں دیتی؟"عشنا کا دل بوجھل ہوا۔

"تم ہی تو سکون دیتی ہو۔ اس لیے کھانے کے بعد میں تم سے آدھی رات تک باتیں کرتا رہتا ہوں۔"

"مجھ سے اکتا جاتے ہو گے۔"عشنا نے لب کچلے۔

"تم سے ؟۔" قہقہہ گونجا۔ "ہوش میں ہو؟۔ "

"درست کہہ رہی ہوں۔ "

"بلکل غلط کہہ رہی ہو۔ آفس میں پورا وقت بس وقت گزرنے کا انتظار کرتا ہوں۔ تاکہ گھر آسکوں۔ اور گھر میں کون ہے؟ تم! ورنہ گھر تو میں پہلے بھی آتا تھا۔ مگر پہلے اتنی دلچسپی نہیں تھی جلدی گھر آنے کی۔۔ اب ہے!۔" وہ بھلا اس

سے کیسے اکتا سکتا تھا۔" دن میں آٹھ دس بار کال کرتا ہوں لیکن تم بڑی ظالم ہو۔ مجھے آج کال پر ہی ڈانٹ دیا یہ کہہ کر میں آفس میں مصروف ہوں اور مجھے کال کم کیا کرو!۔" آخر میں وہ خفا ہوا۔ عشنا مسکرا دی۔

"مجھے اس وقت غصہ تھا۔ اپنے حصے کا کام کر کے میری آف ہونے لگی تھی مگر مینیجر نے اور کام پکڑا دیا۔ اس لیے تم سے یوں کہہ دیا۔" اس کی سیاہ آنکھیں بولتی تھی۔ عاشی اس کی آنکھوں کو دیکھتی رہ گئی۔ وہ صاف بتاتی تھیں کہ اسے عشنا سے کتنی محبت ہے۔

"اگر تم نے مجھے اب یوں ڈانٹا ناتو۔۔" دھمکی۔

"کیا کرو گے ؟۔" اس نے بھی بھنویں اچکائیں۔

"گھر نہیں آؤں گا۔ انتظار کرتی رہنا میرا۔۔" وہ اس کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔

"پھر میں اپنی ڈارلا کو لے کر تمہیں ڈھونڈنے باہر چلی جاؤں گی۔" وہ بھی جواباً بولی۔

"یا خدایا نہیں! تم اور تمہاری بے شرم ڈارلا۔۔" ساتھ ہی ہنسی کی آواز آئی۔

"اف ہو! میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ تمہیں میری ڈارلا سے شرمندگی محسوس ہوتی ہے۔ ہاں ٹھیک ہے! وہ نہیں ہے تمہاری کرولا کے برابر مگر عشنا کی جان ہے اس میں۔۔ "

"میری بھی تم میں جان ہے۔ مجھے بھی اتنا عزیز رکھو۔" وہ اسے چھیڑ رہا تھا جب عشنا یکدم ہی سرخ ہوئی۔

"تم بھی عزیز ہو مجھے۔۔ ایسی بات نہیں ہے۔ "

"لانگ ڈرائیو پر چلیں؟"

"جی نہیں! صبح آپ نے آفس جانا ہے۔ میں لائٹ بند کر رہی ہوں۔" وہ لائٹ بند کرنے بڑھی تو وہ اس کی بات پر مسکراتا رہ گیا۔

---★★★---

"میں نے عادل سے کہہ دیا ہے۔ ساویز کو ایک بار پھر ڈرانا دھمکانا ضروری ہے باس! ورنہ وہ بھول رہا ہے۔۔ سمجھتا ہو گا کہ آپ اپنی بہن کو بھول گئے ہیں۔" خرم نے جان کر اسے مزید بھڑکایا تھا۔

"میں اپنی بہن کو بھول نہیں سکتا۔" اس کا چہرہ سرخ ہوا۔ "وجاہت کا قصہ اس کی زندگی سے اتنی جلدی ختم نہیں ہو سکتا۔"

"آپ کیا کرنے والے ہیں؟ اس کو مارنا ٹھیک رہے گا۔" وہ یکدم ہی خوش ہوا۔ اگر ساویز زندہ رہا تو شاید خرم کی جان سینے میں ہی اٹکی رہے گی۔

وجاہت ایک انداز سے مسکرایا۔ بائیں گال کر ڈمپل گہرا ہوا۔

"میں اس سے بھی کچھ زیادہ برا کرنے والا ہوں۔" ذہن میں کسی کا چہرہ ابھرا تھا اور وہ شاطرانہ ہنسی ہنستا ہوا کام میں مصروف ہو گیا تھا۔

---★★★---

"تم تھکتے نہیں؟۔" تقی کا زوردار قہقہہ گونجا تھا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کس لیے ؟۔" باریال نے افسوس سے تاش کے پتے میز پر رکھے۔

"ہر کھیل میں مات حاصل کرتے ہوئے ؟۔" کہتے ساتھ بیچارگی سے نفی میں سر ہلانے لگے۔

"اب تو لگ رہا ہے میرے نصیب میں تاش میں جیتنا ہے ہی نہیں۔۔" اس نے افسوس سے نفی میں سر ہلایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

تقی محض مسکرا کر رہ گئے۔ ایک وہی تو تھا جس کی وجہ سے اس بڑے گھر میں ان کا دل بہلا رہتا تھا۔ وہ ابھی اندر ہی جا رہا تھا جب کچھ یاد آنے پر مڑ کر انہیں دیکھنے لگا۔

"مجھے آپ کو ایک اطلاع دینی تھی۔ کل صبح کی گاڑی سے میں گاؤں واپس جا رہا ہوں۔ پہلے آپ کے لیے مزید ٹھہر گیا تھا مگر اب اماں چاہتی ہیں میں گاؤں لوٹ جاؤں۔ امتحانات بھی ختم ہو گئے ورنہ کوئی نہ کوئی بہانہ کر ہی دیتا۔" اس کے چہرے سے صاف محسوس ہوتا کہ وہ یہاں سے جانا نہیں چاہتا مگر مجبوری ہے۔ تقی کی آنکھوں کی پتلیاں اس کے چہرے پر ساکت رہ گئیں۔ وہ جا رہا تھا۔۔ یعنی وہ مکمل طور تنہا ہونے والے تھے۔ سنگاپور پلٹ جاتے اگر انہیں اس بڑے گھر اور بزنس کو یوں چھوڑ دینے کا خوف نہ ہوتا۔ ان کی مجبوری تھی۔۔ مگر یہ گھر انہیں ان کے بیٹے کی یاد دلاتا تھا۔ گزری رات وہ اس کے کمرے میں سوئے تو احساس ہوا کہ اس کا کمرہ بھی اس کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔ دل میں ایک عجیب سا درد ہوا۔ وہ اسے تھامتے رہ گئے۔۔ باریال کمرے میں جا چکا تھا۔ تقی نے تکلیف سے ہوا میں سانس خارج کی۔۔

---★★★---

"مجھے ساویز پسند ہے۔" اس رات وہ بیرسٹر محمود کے بیٹے کو بے دھیانی میں تھپڑ مار کر تھر تھراتے ہوئے گھر پہنچی تھی۔ اس کی دوست نے یہ کہہ کر مزید سہما دیا کہ وہ نہیں جانتی کہ حذیفہ محمود کیا کر سکتا ہے۔

رات اس پارٹی میں جس طرح وہ بار بار اس کا ہاتھ تھامنے کی کوشش کر رہا تھا، کائنہ برداشت نہ کر سکی۔ ہاتھوں میں ڈرنک تھی جو حذیفہ محمود کے ہاتھ سے گر کر زمین پر چھناکے کی آواز سے ٹوٹی تھی۔ سب ساکت رہ گئے تھے۔ گانا بھی روک دیا گیا۔ وہ جو اس بار گارڈز سے بچ بچا کر پارٹی میں گئی تھی وہاں سے نکلنا محال ہو گیا تھا۔ اس کی دھمکیاں سنتی کائنہ کا حلق خشک تھا جب اس کی دوست نے اسے یہاں سے فوراً جانے کو کہا۔۔ اور ساتھ یہ بھی تاکید کی کہ چند دنوں تک گھر میں ہی ٹھہرنا۔۔

اس دن وجاہت نے اس کے چہرے پر ایک خوف محسوس کیا تھا۔ وہ سارا دن اپنے کمرے کی کھڑکی پر ہی بیٹھی رہی تھی۔ یہ جانے بغیر کے نیچے لان سے کوئی اوپر اسے فرصت سے دیکھ رہا ہے۔ جس کی نگاہوں میں محبت کا شعلہ ہے۔ کمرے کے دروازے پر کھڑا وجاہت جب اسے یوں چاند کو تکتے پایا تو اندر آ گیا۔

Safar e ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم ٹھیک ہو کائنہ ؟ "

"ہاں بھائی!" وہ سہم اٹھی۔

"تو پھر چاند کو کیوں تک رہی ہو؟" لبوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ ابھری۔ "حالانکہ چاند کو تکنا تو محبت کی نشانی سمجھی جاتی ہے۔" نگاہوں میں شفقت تھی۔ کائنہ نے سیاہ آسمان سے نگاہ لان پر ڈالی جہاں اسے کوئی وثوق سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کائنہ کی نگاہ پڑتے ہی اپنی نظریں دوسری جانب مرکوز کر لی۔ "کیا دیکھ رہی ہو؟۔" جواب موصول نہ ہونے وہ الجھ کر بولا۔

"کچھ نہیں۔۔تم ٹھیک کہہ ہو۔چاند کو اکثر وہی لوگ دیکھتے ہیں جنہیں محبت ہو۔۔اور میں بھی اس لیے دیکھ رہی ہوں۔" کھڑکی کھلی ہوئی تھی اور ان دونوں کی گفتگو نیچے لان میں کھڑا وہ شخص بھی سن رہا تھا۔

"کس سے ؟۔"وجاہت کو تجسس ہوا۔

"تم اسے جانتے ہو۔"یوں صاف صاف بتانا اسے ٹھیک نہیں لگا۔

"میر ویس ؟۔"وہ چونکا۔

"نہیں وجاہت!اس کی تو منگنی ہونے والی ہے۔"وہ جھنجھلائی۔

"تو؟۔ "

"مجھے ساویز پسند ہے۔"اس نے سانس روک کر بتایا۔وجاہت نے اپنے یار کا نام سن کر آنکھیں پھاڑیں۔۔اور تب کائنہ کو محسوس ہوا کہ شاید وہ غلط بول اٹھی ہے۔نیچے کھڑا وہ آدمی کائنہ کے اظہار پر لال بھبھوکا ہوا تھا۔دانت پیس کر اس نے دیوار پر مکا مارا۔

"تمہیں اچھا نہیں لگا؟ "

"ایسا نہیں ہے یار۔۔"اس کا چہرہ یکدم ہی خوشی میں بدلا۔ہنستا ہوا محبت سے بہن کو دیکھنے لگا۔"مجھے کیوں نہیں اچھے لگے گا۔۔اور کیا ہی اچھا ہو جائے اگر وہ میرا بہنوئی بن جائے۔"

"میں شادی کرنا چاہتی ہوں۔"اسے حوصلہ ملا تو وہ مسکرا دیا۔

"میں اس سے بات کروں گا اور وہ مان بھی جائے گا۔ جانے میں نے اس بارے میں پہلے کیوں نہیں سوچا۔" خود پر ہی ہنستے ہوئے وہ باہر نکل گیا تھا۔۔ اور اس سب میں کائنہ اسے آج شام ہوئے واقعہ چھپا گئی تھی۔۔ مگر شاید جان کر وجاہت غصہ کرتا۔ یہ بات وجاہت سے ہمیشہ چھپی رہی۔

کائنہ کی جو عادتیں وجاہت سے اب تک چھپی ہوئی تھیں، ساویز اسے ہمیشہ سے جانتا تھا۔

اسے لڑکے لڑکیوں کا یوں بے تکلف ہونا کبھی نہیں بھایا اس لیے خود کائنہ سے کھینچا کھینچا رہتا تھا۔

اس کی عادت اور مشغلوں کی وجہ سے کبھی وہ اس کو پسند نہ آسکی۔ یہ بات میر ویس ہی جانتا تھا کہ وہ کائنہ کی موجودگی سے بھی کتنا چڑتا ہے۔

وجاہت کو لگا تھا ساویز مان جائے گا مگر توقع کے برعکس وہ بپھر گیا تھا۔ اس سے شادی سے صاف انکار کر کے مزید ٹھہرے بنا ہی مڑ گیا۔ وجاہت کو اتنا برا لگا کہ ایک مہینے تک دونوں کے درمیان کوئی گفتگو نہ ہوئی۔ نہ وجاہت ملنے گیا اور نہ ساویز۔۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

دوست تو دوست ہوتے ہیں۔۔ دوستی میں تڑپ اٹھی تو ساویز گھر ملنے چلا آیا۔

وہ شادی اب بھی نہیں کرنے والا تھا مگر وجاہت سے دوستی برقرار رہے، اس لیے ملنے آگیا۔ دونوں میں اتنی بے تکلفی تو تھی ہی ایک دوسرے کے کمرے میں جاسکیں۔ وہ جب اوپر پہنچا تو کمرہ خالی تھا۔ کائنہ اس کی موجودگی پا کر باہر نکل آئی اور اسے وجاہت کے آفس میں ہونے کا علم دیا۔ ساویز نے فون پر اسے اپنے آنے کا بتایا تو وجاہت نے گھر آنے کا فیصلہ کیا۔

وجاہت کے لوٹنے تک سب ختم ہو چکا تھا۔ آدھے لباس میں موجود بے جان کائنہ اس کی سانسیں روک چکی تھی۔

---★★★---

"میں نے محسوس کیا ہے غنایہ۔۔ تم میرے دل بستی جا رہی ہو۔ اب کہ سوچتا ہوں کہ یہ عادت اتنی گہری ہے' کہیں میری جان نہ لیلے۔" اس کے دونوں ہاتھ تھام کر کہتے ہوئے اس نے محبت سے پیشانی چومی۔

"اللہ نہ کرے۔ میں روز نماز میں آپ کی سلامتی کی دعا مانگتی ہوں۔۔ اور اللہ سے یہ بھی کہتی ہوں کہ وجاہت کے شر سے آپ کو دور رکھے۔" وہ آخر میں ہنس پڑی تو ساویز بھی مسکرا دیا۔

"تمہاری دعائیں بھی تمہاری طرح بہت اچھی ہوتی ہیں۔ اپنا خیال رکھنا۔ اب یہ میرا کوئی بزنس تو ہے نہیں کہ میں تاخیر سے دس بارہ بجے تک جاؤں۔" اس کا قہقہہ گونجا تو وہ ایک بار پھر ہنس دی۔

اسے رخصت کرتے ہوئے وہ بار بار مسکرا رہی تھی۔ امتحانات ختم ہوئے کافی وقت ہو چلا تھا۔ ساویز کی سیلری سے اس کی یونیورسٹی کی فیس بھر گئی تھی اور اب وہ بے حد مطمئن تھی۔ زندگی اب پہلے سے زیادہ پر سکون تھی۔ ساویز ذہنی طور پر مطمئن تھا اور اب اسے اس ماحول کی عادت ہو چلی تھی۔ کام والی کے آنے میں کچھ ہی دیر باقی تھی اس لیے وہ گھر سمیٹنے کی نیت سے جلدی سے اندر بڑھ گئی۔

---★★★---

"بارش ہو رہی ہے۔۔" آفس کی گلاس وال سے باہر شہر دیکھتے ہوئے وہ ہونقوں کی طرح بولی۔

"ہاں اور پہلی بار نہیں ہو رہی ہے۔" صوفیہ اس کے انداز پر مسکرائی۔

"وہ مجھے یاد کر رہا ہو گا۔" میر ویس اس کی رگ رگ میں بستا جا رہا تھا۔

صوفیہ نے اپنے گلاسز چڑھا کر اسے دیکھا۔

"شادی کے بعد سے تمہیں تو ہر چیز میں شوہر کا عکس نظر آرہا ہے عشنا۔ کیا بات ہے؟ محبت ہو گئی ہے؟"

عشنا ہنس دی۔

"میر ویس شوہر ہے میرا۔۔ محبت نہ بھی ہو تو ایک انسیت تو ہوتی ہے۔۔ رشتے کے اعتبار سے پیار تو ہوتا ہے۔" دونوں ہاتھ گلاس پر رکھتے ہوئے وہ ٹھنڈ محسوس کرنے لگی۔

"تو تم نہیں مانو گی کہ تمہیں اس سے محبت ہے؟ "

"مجھے اس کی عادت ہے، انسیت ہے، کبھی کبھی بہت زیادہ پیار بھی آجاتا ہے مگر میں اسے محبت کیوں کہوں صوفیہ جب میرا دل اسے محبت کا نام دینے کے لیے ابھی نہیں مان رہا۔"

صوفیہ نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ پھر سے بارش دیکھنے لگی۔

"مجھے حیرت ہو رہی ہے۔ اس کی نہ تو کال آئی اور نہ کوئی میسج۔۔ حالانکہ جب بھی بارش ہوتی ہے ہم دونوں ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔" دل اداس ہونے لگا۔

"کیوں کرے گا وہ تمہیں کال؟ یاد نہیں تم نے کل اس سے کتنی سختی سے بات کی تھی۔ اور ڈانٹ بھی دیا تھا۔ اب تڑپو!۔" صوفیہ نے ترچھی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ عشنا نے لب بھینچ لیے۔

"مجھے اس کی یاد کیوں آرہی ہے؟ حالانکہ یہ تو میں نے کہا تھا اس سے کہ بارش تمہیں ہمیشہ میری یاد دلائے گی۔۔ لیکن اس بارش میں مجھے اس کی یاد آرہی ہے اور بے تحاشہ آرہی ہے۔" شہر بھیگ رہا تھا۔ بارش کی آواز کانوں کو سکون پہنچا رہی تھی۔

"کیونکہ تمہیں اس سے محبت ہو گئی ہے۔" بھاری اور گھمبیر جانی پہچانی آواز نے اس کو ششدر کیا۔ وہ تیزی سے پلٹی جہاں میر ویس اس سے کچھ ہی فاصلے پر کھڑا اپنے لمبے سے کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ لبوں پر مسکراہٹ تھی اور اتنی گہری تھی اس کی عشنا واری واری جا رہی تھی۔

"تم۔۔۔" دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہ ایک خواب سا معلوم ہو رہا تھا۔ صوفیہ نے اسے دیکھ کر حیرت سے منہ کھولا۔ دونوں کینٹین میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ آس پاس چند ہی لوگ تھے جو ان سے بہت دور کھڑے تھے۔

"جہاں تم وہاں ہم!۔" وقار سے چلتا ہوا وہ اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔ عشنا کی آنکھیں نم ہو جاتیں اگر وہ ضبط نہ کرتی۔ صوفیہ وہاں سے اپنا سامان اٹھاتی باہر جانے کا اشارہ کر کے نکل گئی۔

"کیسے۔۔" ایسا بھلا کیسے ممکن تھا کہ اس کی دعا اتنی جلدی قبول ہو گئی تھی۔

"بھول گئی؟ تمہاری کھٹارا کمپنی کے ساتھ جانی مانی فاری کمپنی کا کانٹریکٹ سائن ہوا تھا؟ اب تو یہاں آنا جانا لگا رہے گا۔۔ خیر سے بیوی اپنی ہی ہے۔" اس کی آنکھوں میں چمک ابھری تو وہ ذرا سا مسکرا دی۔

"کوٹ اس قدر کیوں بھیگا ہوا ہے؟۔" اسے فکر مندی ہوئی تو چیک کرنے لگی۔

"جی محترمہ! چھتری کی کمی ہو گئی تھی اس لیے ایسے آنا پڑا۔ آپ سنائیں! بارش میں کس کو یاد کر رہی تھیں؟۔" وہ دونوں ہی اب گلاس وال سے باہر دیکھ رہے تھے۔

"میر ویس افتخار کا۔" نجانے اسے کیا سوجھا۔ پل بھر میں میر ویس کے تاثرات تبدیل ہوئے تھے۔ بری شکل بنا کر اسے دیکھتا ہوا وہ مڑنے لگا جب عشنا نے جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑا۔ "مگر میر ویس چوہدری زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔" یہ جملہ اس کے لبوں پر مسکراہٹ لے آیا۔

"یہ تم آج کل میر ویس کیوں بنتی جا رہی ہو؟ یہ چھیڑ چھاڑ صرف مجھ پر سوٹ کرتی ہے۔ تم صرف مجھے تنگ کرتی رہو۔"

"میر ویس تم نے مجھے بھی اپنی طرح بنا لیا ہے۔" اس کا بھیگا ہوا کوٹ بازو کی طرف سے پکڑتے ہوئے وہ محبت سے بولی۔

"مجھ سے دور ہٹو ورنہ کوٹ کی وجہ سے گیلی ہو جاؤ گی۔" اسے جان کر خود سے دور کرتا ہوا وہ تاکید کرنے لگا۔

"اور اگر تمہیں بخار چڑھ گیا تو؟ پورے کے پورے بھیگے ہوئے ہو۔ عجیب کھٹارا کمپنی ہے تمہاری! اپنے مینجر کو چھتری بھی مہیا نہ کر سکی۔" جان کر اس کی کمپنی پر چوٹ کر گئی۔

"میری کمپنی کو کچھ مت کہنا۔ تمہاری دو نمبر کمپنی سے بہت بہتر ہے۔ جو کانٹریکٹ ہمیں اپنے ایک درجہ اوپر والی کمپنی سے سائن کروانا چاہیئے تھا وہ تم لوگوں کے ساتھ کر لیا۔"

"میری کمپنی زیادہ بہتر ہے۔"

"ہاں بہت زیادہ بہتر ہے۔۔ جو اپنے ایمپلائز کو وقت پر تنخواہ بھی نہیں دیتی۔" وہ طنزیہ ہنسا۔۔

"آپ کی معلومات کے لیے عرض کہ آج ہی میری سیلری میرے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دی گئی ہے۔" اسے سنجیدگی سے دیکھتے ہوئے کچھ اترائی۔

"اچھا؟" وہ چونکا۔ "پھر ٹریٹ کب دے رہی ہو؟"

"کس بات کی؟"

"اپنی شادی کی۔ "

"ہونہہ! تم سے ہی ہوئی تھی۔ بہر حال میں اپنا پیسہ تم پر خرچ نہیں کرنے والی۔" اس نے نگاہوں کا رخ موڑا۔

"آؤ آج میک ڈونلڈز چلتے ہیں۔ بیوی کے پیسوں کی تھوڑی عیاشی کر کے گھر لوٹ جائیں گے۔ بتاؤ کیا کھلاؤ گی اپنے غریب شوہر کو؟" وہ اس 'غریب شوہر' پر ٹھہر گئی۔ ہاں وہی غریب شوہر جو اس سے دگنا کماتا تھا۔

"ڈانٹ!۔" منہ پھیر کر وہ اپنے کیبن کی طرف مڑ گئی جبکہ میر ویس مسکراتا رہ گیا۔

---★★★---

شام کا وقت تھا جب وہ سارا کام کر کے فارغ ہو گئی تھی۔ اس نے گھڑی دیکھ کر ساویز کے آنے کا اندازہ لگایا۔ الماری سے اچھے کپڑے نکالے اور شاور لے آئی۔ روز اس کے آنے سے قبل تیار ہونا اسے اچھا لگتا تھا۔ وہ چاہتی تھی ساویز کے آفس کی تھکن اسے دیکھتے ساتھ ہی اتر جائے۔

کانوں میں بالیاں پہنتے ہوئے اس نے ہونٹوں پر لپ اسٹک لگائی۔ بالوں کو خشک کرنے کے لیے کھلا ہی چھوڑ دیا۔ کچن میں دو کپ چائے کا پانی چڑھا کر اس نے پتی ڈالی۔ یکدم ہی بیل بجی تو اسے ساویز کے آنے کا گمان ہوا۔ گھڑی چھ بجا رہی تھی۔ چولہے کی آنچ دھیمی کرتی ہوئی وہ اس کا دروازہ کھولنے تقریباً بھاگتے ہوئے گئی تھی۔

"کون ہے؟۔" پوچھتے ہوئے وہ جواب کا انتظار کیے بنا ہی دروازہ کھول بیٹھی۔ بھلا اس کے سوا اور کون ہو سکتا تھا مگر جب سامنے نگاہ پڑی تو روح فنا ہو گئی۔

"اتنا تیار؟ میرے لیے ہی ہوئی ہو گی۔" دروازے پر ہاتھ رکھ وہ سیدھا اندر داخل ہوا تھا

"یہاں سے جاؤ!۔" غنایہ سہم کر دور پٹی مگر وہ سیدھا اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"ابھی ابھی تو آیا ہوں۔ ٹھہرو ذرا۔۔ دیدار تو کرلوں۔" وہ اس کی جانب لپکا تھا اور غنایہ اوپر والے مالک مکان کے پورشن میں بڑھنے کے لیے بھاگی تھی۔ باصم اس کا ہاتھ سیڑھیوں کی طرف جانے سے قبل ہی گرفت میں لے چکا تھا۔

"کہا بھی تھا کہ میرا انتظار کرنا۔ مگر تم لوگوں نے باصم کو کبھی اہمیت ہی نہیں دی۔" اس نے دانت پیس کر اسے سختی سے اپنی جانب کھینچا۔ غنایہ نے چیخنے کی کوشش کی مگر باصم کا ہاتھ اس کے منہ پر تھا۔ "بہت بہادر ہوگئی ہو تم تو۔۔ اب پہلے کی طرح زبان بند نہیں رہتی۔" اس کا چہرہ دبوچتے ہوئے وہ اپنی جانب کرتا ہوا بولا۔

"چھوڑو مجھے۔۔" اس کی چیخ دبنے لگی۔ آنسو تیزی سے بہہ رہے تھے۔ خود کو اس سے چھڑاتے ہوئے وہ اسے دھکا دینے کی بھرپور کوشش کررہی تھی۔

"ابھی سے ؟۔" سختی سے مسکرا کر کہتے ہوئے وہ اسے گھسیٹ کر کمرے میں لے جانے لگا۔ غنایہ کا دل حلق میں آچکا تھا۔ وہ اس کی گرفت سے خود کو چھڑانے کی بھرپور کوشش کررہی تھی۔ "بہت خوبصورت ہو تم۔۔ شادی کے بعد تو اور بھی خوبصورت ہوگئی ہو۔ جس طرح مسکراتے ہوئے تم نے دروازہ کھولا تھا لگتا ہے میرے آنے پر بہت خوش تھیں ؟۔"

Safar e ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ مزید اس کی گرفت میں رہتی تو بے ہوش ہو جاتی۔ ابھی وہ کچھ کہتا ہی کہ کمرے کے دروازہ پر کوئی ظاہر ہوا۔ دونوں نے ہونق ہوتے ہوئے دروازے کی جانب دیکھا۔ ساویز کی نگاہ ساکت باصم کے چہرے پر ٹکی تھی۔

باصم تیزی سے دور ہٹا۔

"اس نے مجھے بلایا تھا۔" چہرے کا رنگ بدلا۔ غنایہ ششدر رہ گئی۔ وہ کافی لمحوں تک دونوں کو دیکھتا رہ گیا۔

"اس نے ہی کہا تھا کہ میرا شوہر گھر پر نہیں۔ ملنے کا مناسب موقع ہے۔" خشک لبوں پر زبان پھیری۔

وہ تقریباً بھاگتے ہوئے ساویز کے پاس آئی۔

"میں جانتا ہوں۔ بہر حال تم جاؤ۔" ساویز کی گھمبیر آواز اسے تلوار کی طرح محسوس ہوئی۔ جہاں باصم مطمئن ہو کر باہر نکل گیا تھا وہیں غنایہ نے خود کو دلدل میں دھنستے پایا تھا۔

"ایسا نہیں ہے ساویز۔" وہ زار و قطار رو دی۔

"تم کیوں رو رہی ہو؟۔" اسے خود سے قریب کرتے ہوئے وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولا۔ تھوڑی دیر پہلے کا منظر نگاہوں سے دور کرنا بہت دشوار محسوس ہو رہا تھا۔

"آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں؟ میں نے اسے نہیں بلایا ساویز۔۔ میں اسے کیوں بلاؤں گی۔ مجھے تو معلوم بھی نہیں تھا کہ دروازے کے اس پار باصم ہو گا۔ میں تو آپ کا انتظار کر رہی تھی ساویز۔" اس سے بڑا اور کیا ہی تکلیف ہوتی کہ ساویز اس کا اعتبار نہ کرتا۔

"میں تمہیں غلط نہیں سمجھ رہا غنایہ۔ اب رومت اور ختم کرو اس بات کو۔ دروازہ ہمیشہ پوچھ کر کھولا جاتا ہے۔" اسے خود سے دور کرتے ہوئے وہ اب اس کی پھیلی ہوئی کہ اسٹک ٹشو سے صاف کر رہا تھا۔ دنگ کھڑی غنایہ ساکت ہی رہ گئی۔ وہ کچھ کیوں نہ بولا؟ اگر اس کو غنایہ پر اعتبار تھا تو وہ باصم کو یونہی جانے کیسے دے سکتا تھا؟ اتنے اطمینان بھرے لہجے میں کیسے بات کر سکتا تھا؟

"تم چائے بنا رہی تھیں؟ میں شاور لے کر آرہا ہوں پھر دونوں ساتھ مل کر چائے پئیں گے۔ تب تک تم یہ لپ اسٹک دوبارہ لگالو۔ آنسو بھی صاف کرو۔ مجھے روتی ہوئی غنایہ نہیں چاہیئے۔" اپنے بکھرے ہوئے بالوں پر ہاتھ پھیرتا ہوا وہ

غنایہ کے نکالے ہوئے کپڑے اٹھانے بڑھا جو وہ پہلے ہی استری کر چکی تھی۔ غنایہ کو اس کا ٹھنڈا لہجہ اندر سے کوڑے مار رہا تھا۔ تو کیا اسے کوئی فرق نہیں پڑتا اگر کوئی غیر مرد اس کی بیوی کے اس قدر پاس کھڑا ہو؟

بمشکل قدم بڑھاتے ہوئے وہ سنگھار میز تک پہنچی اور مرے مرے ہاتھوں سے لپ اسٹک اٹھا کر لگانے لگی۔ نہ چہرے پر کسی قسم کے تاثرات تھے نہ آنکھوں میں آنسو۔۔

---★★★---

"مجھے رات میں امی کے پاس جانا ہے۔" ماحول کی خاموشی توڑتی ہوئی وہ مگ میز سے اٹھاتے ساتھ بولی۔ ساویز اس کی آواز پر بری طرح چونکا جیسے غنایہ کی آواز نے اس کے خیالوں میں خلل پیدا کیا ہو۔

"ہاں؟ کچھ کہہ رہی ہو؟۔" نجانے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔

"مجھے امی کے پاس جانا ہے۔" نم آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو روکتے ہوئے وہ پھر سے بولی۔

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ چھوڑ آؤ گا۔ بلکہ رات میں کیوں؟ ابھی چلتے ہیں۔" مگ میں آدھی چائے چھوڑتا ہوا وہ اٹھ کر گھر کی چابی ڈھونڈنے لگا۔ غنایہ نے اسے پھر حیرت سے دیکھا۔ وہ عجیب طرح سے برتاؤ کر رہا تھا۔

"میں باہر تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔" اسے باہر آنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ باہر نکل گیا۔ غنایہ کمرے کی جانب بڑھی۔

---★★★---

"کیا بات ہے۔ مجھے لگا تھا میر ویس تمہارا دوست ہے۔ اس سے شادی کر سکتی تھی تو مجھ سے کیوں نہیں؟ میری باتیں تمہیں کیوں بری لگتی تھیں؟۔" وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ رہی تھی جب رافع کی آواز کانوں پر پڑی۔

"کیونکہ میرے یار شادی انسانوں سے کی جاتی ہے۔اور تم تو وحشی درندے ہو جو عورتوں کو چیر پھاڑ کر کے اپنے لیے استعمال کرنا جانتے ہو۔" اسی دم پیچھے آتے میر ویس نے رافع کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔رافع کی سٹی گم ہوئی جبکہ عشنا مسکرا دی۔"شادی ان لوگوں سے کی جاتی ہے جن کی عزت ہو۔۔۔اور بس اسی بات پر تم مارے گئے۔" افسوس سے کہتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔"اس دن بھی دیکھا تھا میں نے تمہیں! مرزا چاچا کے گھر کے باہر ان کے بیٹوں سے پٹ رہے تھے۔یقیناً ان کی بیٹی کو چھیڑ رہے ہو گے۔اب جو انسان روز ہی کسی سے پٹ پٹا کر گھر لوٹتا ہو تو کون بیچاری کرے گی اس سے شادی؟۔" جان کر اس کے کندھے پر اپنے بازو کا وزن بڑھاتا ہوا وہ اسے تکلیف میں مبتلا کرنے لگا۔رافع کراہنے لگا۔

"میں تو بس اس سے یونہی پوچھ رہا تھا۔" لہجہ بھیگی بلی بن گیا۔

"نہ میری جان! وہ دیکھو۔" اس نے رخ عشنا کی جانب موڑا۔"وہ لڑکی صرف میری بیوی نہیں۔۔محبت بھی ہے، دوست بھی ہے۔۔اور اگر وہ تمہارے بارے میں کوئی جھوٹی شکایت بھی لگائے گی نا تو آنکھوں پر پٹی باندھ کر تمہیں دھونے آؤں گا۔میر ویس کی گھر والی سے اپنی ہوس زدہ نظریں دور رکھو راجہ بھیا ورنہ میرا ہاتھ اور میری بیوی کی چپل! دونوں ہی بھاری ہیں۔۔ساتھ پڑیں گے تو اگلی نماز آپ کی میت پر سارے آفس کے مرد پڑھیں گے۔۔" مسکراتے وہ اس کا کالر درست کرتا ہوا پیٹھ تھپتھپانے لگا۔عشنا کا دل چاہا زور سے ہنس پڑے۔میر ویس واقعی لاکھوں میں ایک تھا۔اس کی باتیں واقعی دل موہ لینے والی تھی۔گاڑی میں بیٹھ کر بھی وہ کتنی دیر تک ہنستی رہی تھی۔رافع معافی مانگتا ہوا اوپر بھاگ گیا تھا جبکہ میر ویس اس کی جانب آیا۔

"اتنی بہادر لڑکی کبھی نہیں دیکھی جو آگے سے ایک جواب نہ دے سکے۔" گاڑی کی چھت پر ہاتھ رکھ کر کیا خوبصورت طنز کیا تھا۔

"میں کہنے ہی والی تھی کہ تم آ گئے۔"عشنا بھی اپنے نام کی تھی۔"گھر کب تک آؤ گے ؟۔"

"تمہارے ساتھ ہی چل لیتا اگر گاڑی کا کوئی کام نہ کروانا ہوتا۔تم جاؤ میں پندرہ منٹ تک پہنچتا ہوں۔"وہ گاڑی سے دور ہٹنے لگا تا کہ وہ چلا سکے۔

"پھر میں تمہارا انتظار کرتی ہوں۔"عاشی خوشی سے بولی۔

"ایک کام کرتے ہیں۔اماں سے ملتے ہوئے چلتے ہیں۔تم اماں کے گھر پہنچو۔میں وہیں آجاؤں گا۔شام کی چائے پی کر ساتھ ہی گھر چلیں گے۔"عشنا مان گئی تھی۔اثبات میں سر ہلاتی ہوئی وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھ گئی۔اس کو جاتے دیکھ کر میر ویس اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

---★★★---

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اماں کے گلے لگتے ہوئے نجانے اسے پھر سے کیوں رونا آگیا تھا۔ابرار گھر پر نہیں تھے ورنہ پریشان ہو جاتے۔

"کیا ہوا ہے ؟۔"عفت تو گھبرا ہی گئی تھیں۔

"تم پھر رو رہی ہو ؟۔"ساویز کی نگاہوں نے اسے گھورا تھا مگر وہ اس بار بھی چپ نہیں ہوئی تھی۔اس کو دیکھتے ہوئے وہ غصے سے مٹھی بھینچ کر باہر نکل گیا۔عفت داماد کو طیش میں نکلتا دیکھ کر مزید گھبرا گئیں۔

"وہ تمہیں یہاں چھوڑ کر کیوں چلا گیا؟۔"کہیں ان کے درمیان یہ کوئی لڑائی تو نہیں تھی ؟

"امی مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔باصم آج گھر تک آگیا تھا۔ساویز نے ہم دونوں کو ساتھ دیکھ لیا۔وہ کمینہ شخص میرے چہرے کو سختی سے دبوچا ہوا تھا امی۔۔میں بہت زیادہ ڈر گئی تھی۔مجھے لگا تھا ساویز میرا یقین کریں گے۔"وہ ہچکیوں سے رو دی۔عفت کو لگا ان کا دل پھٹ جائے گا۔

"اس نے تمہارا یقین نہیں کیا؟۔" وہ سناٹے میں بولیں۔

"انہوں نے کچھ کہا ہی نہیں اماں۔۔ انہوں نے ایسا کچھ نہیں کہا جس سے میں اندازہ لگا پاتی کہ وہ اس سب کو کیا سمجھے ہیں۔" اسے مزید رونا آنے لگا۔ وہ نڈھال ہوتے ہوئے ماں کے سینے سے جا لگی۔

---★★★---

"میری دوستیں ٹھیک کہتی تھیں۔ تم شادی کے بعد پہلے والے میرو نہیں رہو گے۔" وہ اس پر اپنی بھڑاس نکالتے ہوئے کمرے میں چلی گئی تھی۔ کمرا بند ہونے کی زوردار آواز پر عشنا چونک اٹھی۔ میرویس نے ماں کو دیکھا تو وہ کندھے اچکانے لگیں۔ مسکراتے ہوئے صوفے سے اٹھا اور اس کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ عشنا نے پلیٹ سے بسکٹ اٹھا کر اپنی چائے میں ڈبایا اور ایک نظر جاتے میرویس کو دیکھنے لگی جو دروازہ کھول کر اندر بڑھ چکا تھا۔

"اسے میرویس کا کافی انتظار رہتا ہے اور جب اتنی دنوں سے ملنے نہیں آیا تو خفا ہو گئی۔ ان کی بات پر وہ محض مسکرا دی تھی۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کبھی آفس سے جلدی فارغ ہو جاؤ تو بتانا۔ میرویس کی خالہ سے ملوانے لے جاؤں گی۔ بڑی سگھڑ بچی ہے میری بہن کی۔۔ اگر یہاں تم نہ ہوتی تو رائمہ میرے میرویس کی بیوی ہوتی۔" بڑی چاہ سے کہتی ہوئیں وہ اس کو اندر تک جلا کر راکھ کر گئیں۔ عشنا نے بمشکل خود پر ضبط کیا تھا۔

---★★★---

دروازہ کھلتے ہی وہ دھڑکے سے اندر داخل ہوا تھا۔ سامنے میز کے ساتھ لگی کرسی پر بیٹھے شخص کو دیکھ کر آنکھوں میں اشتعال ابھرا۔ پوری قوت سے اس کا گلے پکڑتے ہوئے جھٹکے سے دیوار پر مارا۔

"کون ہو تم۔۔۔" وہ عورت زور سے چیخ رہی تھی۔ لڑکا گھبرا کر اس سے خود کو چھڑانے لگا تھا مگر ساویز کی گرفت سخت تھی۔ ساتھ اس نے زوردار مکا اس کی ناک مارا تو وہ کراہتا ہوا نیچے گر گیا۔

"جب اپنا بیٹا سنبھالا نہیں جاتا تو اس کی رسی کیوں کھولتے ہیں؟۔" وہ پوری قوت سے چیخا۔ گھر میں دھاڑ گونج رہی تھی جب تایا بھی کمرے میں داخل ہوئے۔

"ارے کیا کیا میرے لڑکے نے تمہارے ساتھ۔۔" اس بار تایا چیخے تھے۔

"آپ کا آوارہ بدمعاش لڑکا میری بیوی نظر رکھتا ہے۔" کہتے ساتھ باصم کا گریبان پکڑا۔

"اس نے مجھے خود بلایا تھا۔" باصم برابر چیخا۔

"اس نے بلایا تھا یا تو زبان نکالتا ہوا گھر تک آیا تھا؟" دیکھتے ساتھ ہی اس نے اسے بری طرح مارنا شروع کر دیا۔

"ارے چھوڑو میرے لڑکے کو۔۔ ہم معافی مانگتے ہیں۔" بیٹے کے سر سے خون نکلتا دیکھ کر وہ گھبرا گئے۔

"میں مر جاؤں گا۔" وہ کراہ رہا تھا۔

"اسی لیے ہی تو مار رہا ہوں۔۔ تاکہ تم مر جاؤ۔" وہ دھاڑا۔

"ہم معافی مانگتے ہیں بیٹا۔ خدارا ایسا مت کرو!" تائی بھی رونے کو ہوئیں۔۔

"معافی تو یہ مانگے گا۔ میری بیوی سے۔۔" سختی سے اسے کھڑا کرتے ہوئے وہ اسے گھسیٹتا ہوا گھر سے باہر نکلا۔ آس پاس شور سے محلہ اکٹھا ہو رہا تھا۔ تایا تائی تیزی سے اس کے پیچھے لپکے۔ اس کی ناک منہ سے خون آ رہا تھا۔ جبڑا تقریباً

ٹوٹ چکا تھا مگر ساویز کا غصہ اب بھی کم نہیں ہوا تھا۔ گھر کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے دروازہ بجایا۔ لوگ خبر لینے کے لیے اس کے ساتھ آئے۔

"کون؟"

"ساویز۔ "

ابرار نے تقریباً گھبرا کر کھولا تھا۔

"تم کہاں گئے تھے بیٹا اور یہ کیوں رو رہی ہے؟۔" پیچھے بیٹی پر نگاہ ڈالتے ہوئے جب انہوں نے آگے دیکھا تو دنگ رہ گئے۔ غنایہ کی آنکھیں پھٹنے کو ہوئیں۔

"یہ۔ یہ کیا ہے۔" وہ بوکھلائے۔

ساویز نے باصم کو گریبان سے پکڑ کر دروازے کے اندر کیا۔ غنایہ کی سوجی ہوئی آنکھیں ساکت رہ گئیں۔

"اپنے داماد سے کہو ہمارے بیٹے کو چھوڑ دے خدارا! ایسا نہ کرے۔۔ مر جائے گا میرا بیٹا۔" تایا کی گزارشیں ابرار کے لیے حیرت کے باعث تھیں۔

"معافی مانگو!!۔" غنایہ کے پاؤں پر اس کا وجود پھینکتے ہوئے غرایا۔ غنایہ سہم کے پیچھے ہٹی۔

"آئم سوری۔۔ میں آئندہ تمہیں اپنی شکل بھی نہیں دکھاؤں گا۔" وہ بمشکل اٹھ کر کھڑا ہوا۔

"میں نے کہا تھا نا غنایہ۔ ایک دن آئے گا جب تم اس کا مقابلہ کر سکو گی۔" چہرہ غضب ناک تھا۔ غنایہ نے ایک نظر شوہر کو دیکھا اور پھر باصم کو۔۔

یہ وہ لمحہ تھا جس کا وہ کبھی شدت سے انتظار کیا کرتی تھی۔

"مجھے تم سے نفرت ہے۔یاد ہے تم نے کہا تھا کہ ایک دن تم مجھ پر الزام لگا کر پورے محلے میں بدنام کرو گے۔" آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہنے لگے۔"آج تم بدنام ہو گئے ہو باصم! پیچھے مڑ کر دیکھو۔۔محلے والے تمہیں ذلیل ہوتا دیکھنے آئے ہیں۔"اس کے کہتے ہی باصم نے حیرانی سے مڑ کر دیکھا تھا۔واقعی۔۔وہاں ہجوم لگ چکا تھا۔سب کھڑے اس کا تماشا دیکھ رہے تھے اور تایا اپنے ہاتھ ملتے رہ گئے تھے۔

"ساویز نے تمہارا حشر کر دیا۔"وہ کہتے ساتھ زور سے ہنس دی۔باصم کا چہرہ سرخ ہوا "تم لوگوں نے ہمیشہ ہمارا حق کھایا اور دیکھو ذرا۔۔کھیل کیسا پلٹ گیا۔"ساویز نے اس کے چہرے کی معصومیت اپنے اندر جذب کر لینی چاہی۔

"یہ لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں ابرار صاحب!"ساویز نے کہتے ساتھ تایا کو دیکھا۔"دوسروں کے مال پر ناحق قبضہ کر کے اپنا اور اپنی اولادوں کا پیٹ بھرتے ہیں۔" لہجے کی کڑواہٹ تایا کو مزید شرمندہ کر گئی۔یہ بے عزتی سہنا بہت مشکل تھا۔

"ہاں دے دوں گا تم لوگوں کا حق۔۔اس گھر سے مل جائے گا حصہ! مگر میرے بیٹے کو چھوڑ دو۔میری اکلوتی اولاد ہے۔"وہ روتے ہوئے ساویز کے آگے التجا کرنے لگے تو ساویز نے باصم کو اپنی جانب موڑا۔

"لے جائیں اپنا اوباش قسم کا لڑکا۔بیغیرت آدمی"تایا کی طرف اسے دھکا دیتے ہوئے وہ انہیں باہر جانے کا اشارہ دینے لگا۔

پانچ منٹ میں ہی ہجوم صاف ہو گیا۔ساویز بھی یہ کہہ کر چلا گیا کہ وہ آدھے گھنٹے میں اسے لے جائے گا۔ابرار صاحب کا دل چاہا تھا کہ ساویز کا ماتھا چوم لے۔آبدیدہ ہوتے ہوئے غنایہ کو گلے لگا کر وہ آنکھیں موند گئے۔

---★★★---

"کیا تم نے روما کو منا لیا تھا۔" وہ اپنی فائلز سمیٹتے ہوئے پرس میں رکھ تھی۔ بستر پر لیٹے میر ویس نے موبائل سے نگاہ ہٹا کر اسے دیکھا۔

"میں مناؤں اور وہ نہ مانے؟ ایسا بھلا کیسے ہو سکتا ہے۔" ہنستے ہوئے بتایا گیا۔

"تمہاری یہ ٹف روٹین کب بحال ہو گی؟ کیونکہ اب میرے اندر اتنی ہمت نہیں ہے کہ تمہارا چڑچڑا پن مزید برداشت کر سکوں۔" آج کتنے دنوں بعد وہ آفس سے لیٹ نہیں آیا تھا۔

"اب یہ مت کہنا کہ اس چڑچڑے پن سے تھک کر تم مجھے چھوڑنے والی ہو۔" لبوں پر مسکراہٹ قائم تھی۔

"تمہیں چھوڑوں گی نہیں البتہ اپارٹمنٹ کے باہر تمہارے لیے ایک کمرہ بنوا دوں گی۔ جس وقت موڈ خراب ہونے لگے تو میرا موڈ خراب کرنے کے بجائے اس کمرے میں چلے جانا۔" اب وہ چادر سمیٹ رہی تھی۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

میر ویس اٹھتا ہوا سنگھار میز کی جانب بڑھنے لگا جب فرش پر پھیلے پانی سے پھسلتا ہوا وہ دھڑام سے نیچے گرا۔ تیزی سے کمر میں تکلیف کا احساس ہوا تو اس نے عشنا کو دیکھا تاکہ کچھ ہمدردی حاصل کر سکے۔ عشنا اسے دیکھ کر کام میں مصروف ہو چکی تھی۔ لبوں پر ایک جاندار مسکراہٹ تھی جس سے میر ویس واقعی چڑ گیا تھا۔

"گر گیا ہوں میں۔۔" بھرم ہوتے ہوئے احساس دلایا۔

"نظروں سے؟" بھلا عشنا کہاں پیچھے رہ سکتی تھی۔ چہرہ لال بھبھوکا ہوا۔ اسے اتنا برا لگا کہ سنگھار میز سے لیپ ٹاپ لینے کے بجائے دوبارہ بستر پر آ گیا۔ چادر چہرے تک ڈال کر کروٹ لیتے ہوئے کمر اس کی جانب کی۔ عشنا کھکھلا دی۔

"تم اتنی جلدی ناراض ہو گئے؟" وہ حیران نہ ہوتی تو کیا ہوتی۔

"مجھے تو پہلے ہی پتا تھا تمہیں میری فکر نہیں ہے۔۔ آج ثابت بھی کر دیا۔" وہ آگ دوبارہ موبائل استعمال کر رہا تھا۔ لہجہ خفا خفا سا تھا مگر عشنا کو اسے منانا آتا تھا۔

"اچھا ناراض مت ہو! تمہیں میری شادی کی ٹریٹ چاہیئے تھی نا؟ چلتے ہیں۔" ہنستے ہوئے وہ شوخ لہجے میں بولی تو میر ویس نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"ایک بج رہا ہے۔ "

"تو کیا ہوا؟ سڑکوں پر گاڑی دوڑاتے ہوئے آوارہ گردی کرتے ہیں۔ "

اگلے ہی لمحے وہ جلدی سے بستر سے اٹھ کر اب تیار ہو رہے تھے۔ میر ویس نے پرفیوم چھڑکا تھا اور عشنا نے اس کے اتنا پرفیوم چھڑکنے پر چھینک ماری تھی۔ ڈوپٹہ سنبھالتی ہوئی وہ اس کے پیچھے بڑھ گئی۔

---★★★---

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مجھے پتا ہے تم کھانا کم کیوں کھا رہی ہو۔" عفت نے بیٹی کو ڈپٹا۔

"نہیں امی۔ یہ دیکھیں میں نے سالن لیا تو ہے۔" ساویز اب تک گھر نہیں لوٹا تھا۔

ابرار نے اس کی پلیٹ میں اور شوربہ ڈالا تو وہ باپ کا چہرہ تکتی رہ گئی۔۔

"کھانے سے کیا ناراضگی بیٹا۔ "

غنایہ زیر لب مسکرائی۔۔

"اماں ساویز کے لیے سالن نکال دیا ہے نا۔" اس نے پتیلی میں جھانکا جو خالی ہو گئی تھی۔

"ہاں کچن میں رکھ دیا ہے۔" عفت اپنے حصے کا کھانا ختم کرتی ہوئی برتن سمیٹ رہی تھیں۔ ابا بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ غنایہ نے ارد گرد دیکھا جہاں کوئی بھی نہیں تھا اور خاموشی سے کچن میں داخل ہوئی۔ ساویز کے لیے نکالے گئے سالن کو عفت نے پیالے میں رکھا ہوا تھا۔ اس نے پیالہ ڈھکن اٹھا کر اندر شوربہ دیکھا۔ وہ اتنا نہیں کہ ساویز پیٹ کر کھا پاتا۔ ابرار اور عفت کم ہی کھانا کھایا کرتے تھے اس لیے عفت بھی زیادہ نہیں بنایا کرتی تھیں۔ غنایہ نے اپنی پلیٹ کا شوربہ اس پیالے میں الٹ دیا۔ گوشت کے ٹکڑے بھی اس میں ہی ڈال کر ڈھکن لگا دیا۔

"پتا تھا مجھے تم کچن میں یہی کام کرنے گئی ہو گئی۔" پیچھے سے عفت داخل ہوئیں تو مصنوعی گھوری سے نواز کر بھرا ہوا پیالہ دیکھنے لگیں۔

"نہیں اماں۔۔ اچھا ہے نا گھر جا کر ساویز کے ساتھ بھی تھوڑا کھا لوں گی۔ ویسے بھی پچھلے دو ہفتوں سے طبیعت زیادہ بہتر نہیں۔ الٹیاں اور کمزوری ہو رہی ہے۔ گھر جاؤں گی تو ساویز یہ جاننے کے بعد بھی دوبارہ سے کھانا کھلائیں گے کہ میں کھا چکی ہوں۔"

Safar-e ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں دوبارہ بنا لیتی سالن مگر تمہیں کھانا پورا کھانا چاہئیے تھا۔" ان کے خفا لہجہ محسوس کرتے ہوئے غنایہ نے انہیں کس کر گلے لگایا۔ اب وہ شام کے برعکس بہت مطمئن تھی۔

---★★★---

رات کے اس اندھیرے میں ہلکے لیمپ کی روشنی میں انہوں نے البم کھولا تھا۔ یہ گھر ویران تھا۔ بس ایک چھوٹا لڑکا جو اپنے کام میں ہی مصروف رہتا تھا۔ نوفل کو دیکھ کر انہیں ہمیشہ ساویز کی یاد آئی۔ لگتا تھا جیسے ہمیشہ سے خاموش طبیعت کا مالک ساویز اپنے کھیلنے میں مصروف ہے۔ پیسہ کمانے میں وہ اتنا مصروف رہ گئے کہ ایک نظر بیٹے کو بھی نہ دیکھا۔

انہوں نے دھیرے سے ساویز کی تصویر پر ہاتھ پھیرا جو اپنی ماں کی گود میں بیٹھا ہنس رہا تھا۔ دل میں ایک تکلیف اٹھی اور اتنی زور سے اٹھی کہ انہیں مجبوراً دل تھامنا پڑا۔

ساویز کی ماں تقی کی خالہ زاد تھیں مگر ان کی پسند نہیں۔ وہ جس لڑکی سے شادی کرنا چاہتے تھے وہ ان کے انتظار میں دو سال تک بیٹھی رہی۔ یہاں پڑھائی ختم ہوئی اور وہاں بزنس سنبھال لیا۔ اماں سے سبین سے شادی کا اظہار کیا تو اماں پہلے تو صاف انکار کر گئیں۔ وہ اپنی بھانجی کو بہو بنا کر لانا چاہتی تھیں مگر تقی کے دل میں ان کے لیے ذرا چاہت نہیں تھی۔ جتنا وقت تقی کو اپنی اماں کو منانے میں لگا' سبین کے گھر والوں نے اس کا رشتہ پکا کر دیا۔ وہ گزارش کرنے بھی گئے مگر یہ کہہ کر صاف انکار ہو گیا کہ ہم تمہارے لیے اپنی لڑکی کو مزید گھر نہیں بٹھا سکتے۔ کون جانے کہ جو تقی کی اماں پھر انکار کر دیں۔ تین مہینے اور آٹھ دن انہوں نے تکلیف میں گزاری۔ اب کی بار اماں نے جب اپنی بھانجی سے شادی کو کہا تو وہ محض سر ہلا کر ہی رہ گئے۔ یوں رشتہ پکا ہوا اور شادی ہو کر وہ گھر آ گئیں۔ ان سے دس سال چھوٹی نازک اور پیاری سی لڑکی جس کے لیے تقی کے دل میں ذرا الفت نہیں تھی۔

صبیحہ پہلے بھی ان کی توجہ کا مرکز نہیں تھیں اور چند سالوں میں ساویز کے آنے کے بعد تو ان کی طرف ذرا توجہ ہی نہ رہی۔ بیٹے کے آنے کی خوشی صرف اس کی پیدائش تک ہی تھی۔ مصروفیت بڑھتی گئیں جس کی وجہ سے ان کی گھر پر موجودگی دن بہ دن گھٹتی چلی گئی۔

ساویز جتنا باپ کے قریب ہونے کی کوشش کرتا' تقی اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر دوبارہ کام میں مصروف ہو جاتے۔

صبیحہ نے ان سے کبھی ان دوریوں کا شکوہ نہیں کیا۔ کوئی بحث، اختلاف نہ ہونے کے باوجود بھی تعلق کی ڈوری کچی تھی۔

"مجھے آپ کا چاند دیکھنا نہیں پسند۔" چھوٹے ساویز نے بلآخر ماں سے چڑ کر کہا تھا۔ پچیس سال کی صبیحہ بیٹے کی بات سن کر ہنس پڑیں۔

"ایسا کیوں؟ مجھے تو پسند ہے۔ میں روز آپ کے سو جانے کے بعد یہاں بیٹھتی ہوں۔" جانے کب نیند سے اٹھ کر ان کے پاس آیا تھا۔

"کیونکہ آپ اس کے لیے مجھے اگنور کرتی ہیں۔" منہ پھیر لیا۔ صبیحہ نے آنکھیں حیرت سے پھاڑیں۔۔

"آپ کو؟ آپ بیٹے ہیں میرے۔۔ بھلا میں کیوں اگنور کروں گی۔ "

"آپ چاند سے کیا کہتی ہیں؟ "

"میں؟ کچھ نہیں۔" وہ چونکیں۔

"میں نے سنا تھا آپ کچھ کہہ رہی تھیں۔"

صبیحہ جھینپ گئیں۔

"اب بتائیں بھی اماں۔ "

"میں اس سے تمہاری باتیں کرتی ہوں۔ ہم چاند سے ان کی باتیں کرتے ہیں جن سے ہم محبت کرتے ہیں۔۔ اور مجھے تم پسند ہو! کیونکہ تم میرے بہت پیارے بیٹے ہو۔" وہ مسکرائی تھیں اور ساویز نہال ہو گیا تھا۔

"اور بابا؟ آپ بابا کی باتیں نہیں کرتیں؟ کیا وہ آپ کو پسند نہیں؟" بیٹے کی بات پر جہاں وہ ٹھٹھکی تھیں وہیں دروازے سے باہر ذرا چھپ کر کھڑے تقی بھی حیران ہوئے تھے۔

اب وہ کیا ہی جواب دیتیں۔۔

تقی بھی اپنی موجودگی ظاہر نہ کرتے ہوئے باہر نکل گئے۔ سبین کا یوں بچھڑنا وہ سہہ نہ سکے۔ زندگی بھر کے لیے خاموش ہی ہو گئے۔ کوشش کرتے کہ زیادہ وقت کاروبار کے سلسلے میں باہر ہی رہیں۔ بزنس بڑھا تو سنگاپور میں بھی چل گیا۔ گویا انہیں اب باہر رہنے کا موقع مل گیا۔ کبھی دل بیوی کی جانب لگنے لگتا تو وہ فوراً جھٹک دیتے۔ انا کی دیواریں اونچی ہوتی چلی گئیں۔

صبیحہ کے مرنے کے بعد وہ پہلی بار ساویز کی جانب پوری طرح سے متوجہ ہوئے تھے۔

ساویز کو لگا باپ دیر سے ہی سہی' قریب تو آرہا ہے۔ ماں کا مرنے کی تکلیف کم نہیں ہوئی تھی جب آنے والی سالگرہ سے ایک روز قبل باپ بھی دور ہو گیا۔

حال میں بیٹھے تقی کا دل کچھ اور درد کرنے لگا تو وہ پشت ٹکا کر بیٹھ گئے۔ حلق سوکھ گیا تھا۔ آنکھیں ویران اور ساکت تھیں۔ کب آنسو نکلا اور رخسار کو گیلا کر گیا۔ وقت ہاتھوں سے پانی کی طرح بہہ گیا تھا۔ جس وقت ان کی اولاد کو باپ کی ضرورت تھی وہ تب دولت بنانے میں مصروف تھے اور آج انہیں ساویز کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ وہ بیٹا جو بچپن سے اب تک ان کی ہر آواز پر 'جی' کہتا تھا۔ حالانکہ اب وہ خود کو اس قابل بھی نہیں سمجھتے تھے۔

جانے اس عورت نے اپنی مختصر زندگی میں بیٹے کی کیسی تربیت کی تھی کہ وہ جوانی دہلیز پر کھڑے ہو کر اپنے باپ کا تابعدار تھا۔

مگر اس بار وہ بغاوت کر گیا تھا۔

ہاں شاید وہ ٹھیک ہی کہتا تھا۔

سکون کا متلاشی 'سکون کو پہنچے تو سکون کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔

زندگی میں پہلی بار وہ تنہا رہ گئے۔

ساویز نے اپنا کہا سچ کر دکھایا تھا۔

وہ جی رہا تھا اپنی زندگی جیسے اس نے کہا تھا کہ وہ زندہ رہ کر دکھائے گا۔ ان کی دولت، یہ بڑا کشادہ گھر، بزنس ان کے پاس تھا مگر وہ پھر بھی تنہا تھے۔

بیٹا دل و دماغ پر حاوی ہونے لگا تو سسکتے ہوئے رو دیے۔

---★★★---

"ڈبل چیز پزا کھاتے ہوئے تم بیوی کو بھی ایک نظر دیکھ سکتے ہو جو صرف کافی پر گزارا کر رہی ہے۔" اس نے میر ویس کو دیکھا جو ایک ہاتھ سے موبائل چلانے کے ساتھ ساتھ آدھے سے زیادہ پزا کھا چکا تھا۔ اس کی آواز پر وہ یکدم چونکا۔

"تم نے اپنے لیے کچھ نہیں منگوایا؟" اس نے میز پر رکھی کافی دیکھی۔

"نہیں کیونکہ میرا اتنا بجٹ نہیں ہے۔ میں نے بینک سے چند ہزار ہی نکالے تھے۔ مجھے کیا پتا تھا تم ڈبل چیز لارج پزا منگواؤ گے۔" اس نے جواباً گھورا۔ میر ویس نے مسکراتے ہوئے پین اس کے آگے کیا۔

"یہ لو تم بھی کھالو۔" پین میں صرف تین پیس رکھے تھے۔

"تم بارہ پیس میں سے نو پیس کھا گئے؟" عشنا جی بھر کو چونکی۔

"اچھا؟ ایک دن پہلے تو کہہ رہی تھی کہ تم نے غذا بہت کم کرلی ہے اپنی! کھانے کا خیال رکھا کرو فلانہ فلانہ۔۔اب کیا ہوا؟"

"تمہارے پیٹ میں اب تو جگہ بھی نہیں بچی ہوگی۔ کتنا سارا کھا گئے۔" وہ اب تک ششدر تھی۔

"آپ کے فادر کا کھا رہا ہوں؟" میر ویس کو اس کا یوں کھانے پر ٹوکنا اچھا نہ لگا۔

"یہ زیادہ صحیح رہے گا کہ تم میرا کھا رہے ہو۔" دانت پیس کر کہتی ہوئی پزا کا سلائس اٹھانے لگی۔ سر جھٹک کر وہ ارد گرد دیکھنے لگا۔ اسے دو چھوٹے بچے نظر آئے جو کیچپ کے نلکے سے منہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ آنکھیں پھاڑ کر ان بچوں کو دیکھنے لگا جو بہت چھوٹے تھے۔

"اب میری باری ہے ایلا۔" اس کو دور کرتا ہوا اب وہ نلکے کے نیچے منہ کھول کر نلکا کھولنے لگا۔

"عشنا میرے سیدھی جانب دیکھو۔۔ وہ دو گدھے کے بچے۔" اس نے عشنا کو بھی متوجہ کروایا۔ عشنا نے بھی چونک کر اس کی تعاقب میں دیکھا۔

"کسی کے بچوں کو ایسا مت کہو!" اس نے ساتھ آنکھیں دکھائیں۔

"شکر ہے یہ میرے بچے نہیں ہیں۔۔ ان کے ماں باپ انہیں دیکھ لیں تو کتنا شرمندہ ہو جائیں گے۔" وہ شرمندگی سے انہیں الٹی سیدھی حرکتیں کرتا ہوا دیکھنے لگا۔

"تم انہیں سمجھا دو۔ ہو سکتا ہے انہیں تمہاری مدد کی ضرورت ہو۔" اس کے کہنے پر وہ مجبوراً اٹھ کر ان کی جانب گیا تھا۔

"تم لوگوں کو میری مدد کی ضرورت ہے؟" اس نے باری باری دونوں کو دیکھا جو ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس رہے تھے۔

"نہیں انکل!" ایلیا نام کی لڑکی کا یوں یوں کہنا میرویس کو لب بھینچنے پر مجبور کر گیا۔ اچھا خاصا ہینڈسم لڑکا 'انکل' کیسے ہو سکتا تھا۔

"میں اور ایلیا تو بس تفریح کر رہے تھے۔ "

"کیا تم لوگوں کو کیچپ چاہئیے؟ ٹرے کہاں ہے؟ "

"نہیں! ہم کھانا کھا چکے ہیں۔ میں نے کہا تھا ہمایوں کو کہ آؤ کیچپ کھاتے ہیں۔ "

'کیچپ کھاتے ہیں؟؟؟؟؟؟'

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کل ویسے بھی اس کے بابا نے اسے ڈانٹا تھا اس لیے ہم آج اسے یہاں لے آئے۔" ہمایوں نے جان کر اس کو شرمندہ کیا۔ ایلیا نے اسے چٹکی نوچی تھی۔

"جانتے ہیں سب اسے ڈیمونیو کہتے ہیں۔ شیطان کی بڑی آنت ہے یہ۔۔" ایلیا نے بدلہ اتارا تو ہمایوں نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"میرے بارے میں ایسا مت کہو۔ "

وہ مسکرا دی۔ میرویس بے بسی سے نفی میں سر ہلاتا ہوا مڑ ہی رہا تھا کہ ایک کپل بچوں کے پاس آیا۔

"تم لوگوں کو میں اسی لیے کہیں نہیں لاتا۔ میلے بن جاتے ہو۔" وہ شخص ان دونوں کو گھور رہا تھا۔

"میں نے کچھ نہیں کیا چاچا۔" بچہ اپنی عمر سے زیادہ بھرم بازی دکھاتا ہوا بولا تو اس شخص نے چپت لگائی۔

"مت مارو اسے!" وہ شاید اس کی بیوی تھی جو ہمایوں نامی بچے کو اب اپنی جانب کھینچ رہی تھی۔

"معافی چاہتا ہوں اگر انہوں نے آپ کو تنگ کیا ہو۔ میرا نام زمان ہے۔" اس نے ہاتھ بڑھایا۔ البتہ وہ لڑکی ایلیا کھی کھی کر رہی تھی۔

"نہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔ آپ سے مل کر اچھا لگا۔ میں میر ویس ہوں۔" عشنا بھی سامان سمیٹتی ہوئی ان کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

"دراصل ہم میاں بیوی خود ہی آ رہے تھے مگر یہ بچے تو جان ہی نہیں چھوڑتے۔" اس نے باری باری دونوں کو گھورا۔

"کوئی بات نہیں۔ بچے تو ایسا کرتے ہی ہیں۔" عشنا نے مسکرا تسلی دی۔

"آپ دونوں بھی میرڈ ہیں؟" اس بار آواز اس کی بیوی فاطمہ کی تھی۔

"جی زیادہ وقت نہیں ہوا۔" لبوں پر مسکراہٹ سجی ہوئی تھی۔ عشنا کو وہ کپل بھی سادہ اور خوبصورت محسوس ہوا۔

"مبارک ہو۔"

"شکریہ۔" وہ مزید ٹھہرے بنا خدا حافظ کرتے بل ادا کرنے بڑھے۔ عشنا اسے اپنا کریڈٹ کارڈ دے کر باہر چلی گئی تھی تاکہ وہ بل ادا کر کے پارکنگ ایریا میں ہی آ جائے۔ میر ویس اس کا کارڈ جیب میں رکھتا ہوا اپنے کارڈ سے بل ادا کرنے لگا۔ عشنا نے جو چند ہزار بینک سے نکالے تھے وہ آج کا بل پورا کرنے کے لیے کافی نہیں تھے۔۔ اور وہ اس کا کریڈٹ کارڈ استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بل ادا کرتے ہوئے اس نے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔

---★★★---

"میں تم سے کہتا ہوں مجھے تم سے محبت ہے اور دوسرے لمحے تم پر شک کر لیتا ہوں۔۔ بھلا اس محبت کا کیا فائدہ جس میں اعتبار ہی نہ ہو۔اعتبار تو محبت کا بیج ہوتا ہے۔بڑھتا ہے تو محبت جنم لیتی ہے۔" وہ دونوں مسہری سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔۔ساویز کا بازو غنایہ کے کندھے پر تھا اور وہ اسے محبت سے سمجھا رہا تھا۔

"مجھے لگا تھا آپ میری بات کا یقین نہیں کریں گے۔" ناک سر سر کر رہی تھی۔

"تمہیں ایسا کیوں لگا تھا؟ بھلا محبت کا تعلق کچی ڈور کی مانند ہوتا ہے کہ جہاں ذرا سے شک نے جنم لیا اور تعلق کی ڈوری ٹوٹ گئی۔جب میں نے تم سے کہا کہ مجھے تم سے محبت ہے تو تم کیا سمجھی تھی؟ اس محبت لفظ میں کچھ اور بھی چھپا ہوتا ہے۔اعتبار، انسیت، فکر ان سب کا مجموعہ محبت ہے۔کہ اب کی بار میں تمہیں سے کہوں محبت! تو تم سمجھنا" انسیت" اور دماغ میں بٹھا لینا" اندھا اعتبار"۔جانے وہ کیسے لوگ ہوتے ہیں جو ذرا سے شک میں مبتلا ہو کر تعلق توڑ دیتے ہیں' محبت چھوڑ دیتے ہیں۔پھر وہ محبت نہیں ہوتی غنایہ!" اس کے الفاظ غنایہ کی جان لینے لگے۔آنسو ٹپ ٹپ بہتے ہوئے رخسار کو بگھونے لگے۔"میں تمہارا اعتبار کیوں نہ کرتا کہ جب میری خوشیوں کی ڈور تم سے بندھی ہیں۔تم مسکراتی ہو' میں مسکراتا ہوں۔تمہارے بغیر یہ گھر صرف چار دیوار ہیں۔گھر تو اسے کہتے ہیں جو آپ کے احساسات، جذبات، پریشانیاں، غم سب اپنے اندر جذب کر لے۔جب مجھے علم ہے کہ زندگی تمہارے ساتھ گزارنی ہے تو تیسرے شخص کا اعتبار ہی کیوں؟" گھمبیر آواز خاموش ماحول میں گونج رہی تھی۔غنایہ کو اس کی یہ محبت بھری باتیں مزید رلانے لگیں۔اللہ نے اسے بہتر سے بہترین نوازا تھا۔کندھے پر سر رکھ کر اس کی شرٹ بھگانے لگی تو وہ زیر لب مسکرا دیا۔

"میں آپ کے دور ہونے سے ڈر جاتی ہوں۔جس شخص نے مجھے چند مہینوں میں اتنا حوصلہ دیا' اگر وہ چھن جائے تو زخم بھر نہیں پاتے۔" ہچکیاں دخل دینے لگی۔"مجھے آپ سے دور نہیں ہونا۔"

"ایسی باتیں کرتی ہو تو اپنی اپنی لگتی ہو۔ کیا بات کرتی ہو! ابھی میں تم سے کہہ رہا تھا کہ میں یہ تعلق کبھی نہیں توڑ سکتا اور اب تم کہہ رہی ہو کہ میرے دور ہونے کا سوچ کر ڈر جاتی ہو۔" بھاری لہجہ۔ غنایہ نے آنکھیں موند لیں۔

---★★★---

چند دن مزید گزر گئے اور خوشیوں کا پیغام لے آئے۔ وہ اس دن خوشی سے چیخ پڑا تھا جب اسے معلوم ہوا کہ ان کی فیملی میں ننھی سی جان کا اضافہ ہونے والا ہے۔

"مجھے تو یقین نہیں آرہا۔" ساویز کے بولنے سے قبل ہی وہ بول پڑی تھی۔ ساویز ہنس پڑا تھا۔

"سوچ کر ہی کتنا اچھا محسوس ہو رہا ہے۔ یعنی ہماری زندگی مزید مصروف ہونے والی ہے۔" اسے خود سے لگاتے ہوئے وہ محبت سے بولا۔

"میری طبیعت کافی ٹائم سے بہتر نہیں تھی۔ میں نے اماں کو چند دن پہلے ہی بتایا تو انہوں نے مجھے ڈاکٹر کے پاس جانے کا مشورہ دیا۔ کتنا اچھا ہو گیا کہ ہم نے فیصلہ لیا۔" وہ اسے پوری کہانی سنا رہی تھی اور وہ بار بار مسکرا رہا تھا۔

"تو یعنی تم میرے جگر کا ٹکڑا بہت پہلے سے چھپا رہی تھی؟"

غنایہ اس کی بات پر کھلکھلائی۔

"جانے کون سا مہینہ لگا ہے۔"

"اب تم کپڑے دھونے اور اس طرح کے کاموں سے دور رہو گی۔ میں جلد ایک کام والی افورڈ کر لوں گا جس سے تم اپنی موجودگی میں کام کروا لینا۔" اس کا رخسار کھینچ کر کہا تو وہ جھنجھلائی۔

"پہلے بھی کہا ہے آپ سے میرا گال مت کھینچا کریں۔ درد ہوتا ہے۔" وہ اپنا گال سہلانے لگی۔

ساویز نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر آنکھوں میں دیکھا۔

"زندگی کتنی خوبصورت ہے تمہارے ساتھ۔" یہ الفاظ سحر رکھتے تھے۔ غنایہ نے آنکھیں موندلیں۔

---★★★---

صبح الارم کی آواز سے اس کی آنکھ کھلی تھی۔ ساتھ ہی مڑ کر کونے میں لیٹی عشنا کو دیکھا تو گہری سانس بھری۔ بلآخر آج وہ فرش کی نذر نہیں ہوئی تھی۔ البتہ وہ اپنی جگہ کے بلکل کنارے پر لیٹی تھی۔ اسے اپنی جانب کھینچتے ہوئے درمیان میں لٹایا تاکہ کروٹ لیتے ہوئے گر نہ جائے۔ انگڑائی لیتا ہوا کرسی سے کپڑے اٹھانے بڑھا۔ عشنا اس کا کوٹ ہمیشہ رات میں ہی استری کر دیا کرتی تھی۔ وہ شاور لے کر جب تک باہر آیا تھا عشنا کروٹ بدل چکی تھی۔ کالر والی شرٹ کے بٹن لگاتے ہوئے اس نے اپنے بھیگے بالوں کو دیکھا جہاں سے پانی بوندوں کی صورت میں ٹپک رہا تھا۔ بالوں پر کنگھا پھیرتے ہوئے عشنا کو آواز لگائی۔

"آئیندہ ہم کبھی بارہ بجے کے بعد گھر سے نہیں نکلیں گے۔" اپنا سن ہوتا دماغ پکڑتے ہوئے وہ نیند سے بھری آواز میں بولی۔ رات دیر تک لانگ ڈرائیو کے بعد وہ دونوں ہی بہت تاخیر سے سوئے تھے۔ میرویس خود پر پرفیوم چھڑکتے ہوئے زیرلب ہنسا۔

"نہ بھی جائیں تو بھی ہم تاخیر سے ہی سوتے ہیں یار۔۔ میں بارہ بجے آتا ہوں۔ دو بج جاتے ہیں ہمیں سوتے سوتے! اور پھر تمہاری لاتعداد باتیں۔۔" آخری جملے پر وہ ایک پر پھر مسکرایا۔ عشنا نے اسے گھورا۔

"صرف میری نہیں۔۔ تم بھی اپنے قصے کہانیاں شروع کرتے ہو۔" چپلوں میں پیر اڑستے ہوئے وہ وارڈروب سے کپڑے نکالنے بڑھی۔

"منہ تو دھولو۔" اسے یونہی کپڑے نکالتا دیکھ کر وہ جان کر بولا۔

"تمہارا کیا جارہا ہے؟ خود تم اٹھ کر اپنی سلطنت کے کام نبٹا کر منہ دھونے جاتے ہو۔ کپڑے نکال کر واش روم ہی جا رہی ہوں۔" صبح صبح میرویس بلکل ایکٹو ہو جایا کرتا تھا۔۔ اور دن کے اختتام پر حد کا چڑچڑا۔

وہ مسکرا دیا۔

"روز تمہیں بستر سے گرے دیکھ کر مجھے محسوس ہوتا ہے گرے پڑے شخص کا کیا مطلب ہوتا ہے۔" صبح ہی صبح اس کا موڈ خراب کرنے کے لیے میرویس ہی کافی تھا۔ وہ دانت کچکچا کر رہ گئی۔

"مجھے تم سے نفرت ہو رہی ہے میرویس! اپنا منہ بند رکھو۔" کپڑوں نکالتی ہوئی وہ بگڑی بلی بنی ہوئی تھی۔ میرویس کا قہقہہ گونجا۔

ناشتے کے دوران بھی وہ مسلسل اسے زچ کر رہا تھا۔

"تم مجھے کیوں تنگ کر رہے ہو؟" وہ رو دینے کو ہوئی۔

"کسے تنگ کروں پھر؟ پڑوس والوں کی بیٹی نائلہ کے پاس چلا جاتا ہوں۔ اسے تنگ کر لیتا ہوں۔" وہ تیزی سے بولا تو عشنا نے دانت پیسے۔

"اسی کے ہی پاس چلے جاؤ۔ ویسے بھی تمہیں کوئی آدھے گھنٹے سے برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ تو۔۔۔" وہ ابھی مکمل ہی کرتی کہ میرویس نے کاٹ کر جملہ خود مکمل کیا۔

"میں ہوں جو صبر کر رہی ہوں۔ تم ہی تو مظلوم ہو!" میز کے درمیان سے چنوں کا جار اٹھاتے ہوئے وہ چگنے لگا۔

"تم آفس کے لیے لیٹ نہیں ہو رہے؟" لہجہ سنجیدہ ہوا۔

"بلکل نہیں! بیوی کو تنگ کرنے کے لیے میرے پاس ٹائم ہی ٹائم ہے۔ "

"تھک گئی ہوں میں۔۔" وہ میز پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی۔

"ابھی سے؟ ابھی تو پوری زندگی میرے ساتھ گزارنی ہے۔ "

عشنا کا دل چاہا رو پڑے۔

"یہی موڈ تمہارا رات میں کیوں نہیں ہوتا؟ تب کیوں شیر بنے پھرتے ہو؟ میں رات میں تمہارے مزاج کے خلاف کوئی بات نہیں کرتی نا تو تمہیں بھی چاہیئے کہ صبح جب میرا موڈ خراب ہو' مجھے تنگ نہ کرو۔"

"خراب موڈ میں تھوڑی سی عشنا۔ "

وہ جو اس کی بات دیر سے سمجھی تھی گھورتی ہی رہ گئی۔۔

"تمہارا شوہر سارے رات بخار میں تپتا رہا مگر تمہیں ذرا فکر نہیں تھی کہ اٹھ کر دیکھ ہی لو کہ بیچارہ زندہ ہے یا مر گیا۔" بے بسی سے نفی میں سر ہلایا گیا۔

عشنا چونکی۔

"تمہیں بخار ہے؟" کہتے ہوئے اس کی گردن پر اپنے ہاتھ کی پشت رکھی۔ "کافی تیز ہو رہا ہے میر ویس۔ کیوں جا رہے ہو پھر؟" وہ یکدم ہی فکر مند ہوئی۔

"مرد کو درد نہیں ہوتا۔" اس کی ناک چھوتے ہوئے چابی جیب میں ڈالتا ہوا باہر کی جانب بڑھنے لگا۔

میر ویس سے ہر بات کے الٹے جواب کی توقع رکھی جا سکتی تھی۔

"مجھے بھی جانا ہے رکو ساتھ نکلتے ہیں۔" عشنا نے تیزی سے برتن سمیٹے اور اس کے پیچھے بھاگی۔

اپارٹمنٹ لاک کرتے ہوئے وہ پارکنگ ایریا میں پہنچے۔

"ٹھہر جاؤ میر ویس۔۔ مجھے فکر رہے گی۔ بخار مزید بڑھ نہ جائے۔ تم ایک بار تو مجھے اٹھاتے۔ میں رات میں ہی دوائی کھلا دیتی۔" لہجہ بے حد دھیما تھا۔ اس کی فکر عشنا کی جان کھا رہی تھی۔

"کیا کروں گا چھٹی کر کے؟ جب گھر میں تم ہی نہیں ہو گی تو۔" اپنی اپنی گاڑیوں کا لاک کھولتے ہوئے وہ بیٹھنے لگے۔

عشنا واقعی سوچنے پر مجبور ہو گئی۔ میر ویس صحیح کہہ رہا تھا۔ کیا کر سکتا تھا گھر میں ٹھہر کر جب تیمارداری کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں پھر تمہیں کال کروں گی۔ "

میر ویس اس کا پریشان لہجہ بھانپ چکا تھا۔

"میں اٹھاؤں گا ہی نہیں۔۔" اسے تنگ کرتے ہوئے وہ اسے گاڑی نکالنے کا اشارہ دینے لگا۔

"طبیعت زیادہ خراب ہو تو گھر چلے جانا۔ "

"اچھا ٹھیک ہے۔ تم دونوں کو خدا حافظ!" اس نے ہاتھ ہلایا۔

"کون دونوں؟" وہ گاڑی سے ہی زور آواز میں حیرت سے بولی۔

"تم اور تمہاری بے شرم ڈارلا۔" لبوں پر شریر مسکراہٹ ابھری تو وہ لب بھینچتے ہوئے باہر نکل گئی۔

---★★★---

وہ آفس میں تھا جب اسے پرانے گھر کے پڑوسیوں کی کال ریسیو ہوئی۔ دل جہاں کا تہاں رہ گیا۔ وہ باس سے اجازت لیتا ہوا بیس منٹ کا فاصلہ دس منٹ میں طے کرتا ہوا گھر پہنچا تھا۔ سانسیں بری طرح پھولی ہوئی تھیں۔

"بابا۔" ہونٹ خشک ہوئے تھے۔

"میں نے انہیں بستر پر لٹا دیا تھا بیٹا۔ ڈاکٹر صاحب چیک اپ کر رہے ہیں۔" پڑوس کے طفیل صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوا وہ زینوں کی طرف بڑھا۔

ڈاکٹر ان کا مکمل چیک اپ کر رہا تھا جب ساویز کمرے میں داخل ہوا۔ آج پہلی بار اس نے باپ کو یوں مجبور اور نڈھال دیکھا تھا۔ لیٹے ہوئے کھلی کھڑکی کی جانب آسودگی سے دیکھ رہے تھے۔

"کیا سب کچھ ٹھیک ہے ڈاکٹر؟" کہتے ہوئے وہ تھوڑا تذبذب کا شکار ہوا۔ اس کی گھمبیر آواز پر تقی نے تیزی سے اسے دیکھا۔

"آپ پیشنٹ کے کون ہیں؟" کچھ بھی بتانے سے پہلے وہ معلومات لینا چاہتے تھے۔ ساویز نے باپ کی آنکھوں میں دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"میں ان کا بیٹا ہوں۔ چند دنوں سے مصروفیت کی بنا پر یہاں نہیں تھا مگر اب مجھے بتائیں۔ کیسی طبیعت ہے ان کی۔"

"مجھے حیرت ہے کہ پیشنٹ کا پہلے کیوں نہیں ٹریٹمنٹ کیا گیا۔ اتنا اندازہ ہو گیا ہے کہ ان کے دل میں درد چند دنوں سے تھا۔ ہارٹ اٹیک بھی ہو سکتا ہے اگر احتیاط نہیں کی گئی۔ میں کچھ دوائیاں لکھ دیتا ہوں۔ ساتھ ہر ہفتے ان کا چیک اپ ہونا

ضروری ہے۔ کوشش کریں کہ پیشنٹ اسٹریس کم لیں۔" وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ چند ایک بات کرنے کے بعد طفیل صاحب ڈاکٹر کو رخصت کر کے اپنے گھر چلے گئے۔

"کیا چاہتے ہیں آپ۔؟" وہ کمرے داخل ہوتے انہیں بغور دیکھنے لگا۔ "میں آپ سے پوچھ رہا ہوں آپ کیا چاہتے ہیں تقی صاحب!" اس بار آواز پہلے سے تھوڑی بلند تھی۔

یک ٹک اس کا چہرہ دیکھتے تقی نے وہ نقش اپنے دماغ میں بیٹھانے لینے چاہے۔

"تم بلکل اپنی ماں جیسے دکھتے ہو۔" لبوں میں جنبش ہوئی۔ ساویز نے کچھ حیرانی سے اسے دیکھا۔

"میری ماں کا یہاں کوئی ذکر نہیں ہے۔ میں آپ سے پوچھ رہا ہوں۔ کیا چاہتے ہیں آپ؟ یہی چاہتے ہیں کہ میں مر جاؤں؟ یا خود کو ختم کر لوں؟"

"میں نے ایسا کبھی نہیں چاہا۔" ان کی کمزور آواز ساویز کے کانوں پر پڑی تھی۔ آنکھ سے آنسو نکل کر تقی کے رخسار پر بہنے لگا۔

"تو پھر یہ سب کیوں کر رہے ہیں آپ؟ جو بھی ہوا لیکن بیٹے سے اتنی نفرت ہو گئی تھی کہ ایک کال نہیں کر سکتے تھے؟" لہجہ گیلا ہونے لگی تو آواز مزید بھاری ہو گئی۔ باپ کو اس حالت میں دیکھنا بہت کٹھن مرحلہ تھا۔ باپ بھی وہ جو ہمیشہ سے ایک دیوار کی طرح مضبوط رہا ہو۔

آج وہ بستر پر لیٹے کمزور سی حالت میں بہت مجبور لگ رہے تھے۔

"میں نے تم سے نفرت نہیں کی ساویز۔ باپ اپنی اولاد سے کیسے نفرت کر سکتا ہے۔" لہجہ رندھ گیا۔

"ایک کال نہیں کر سکے۔ کتنے دن سے تکلیف میں تھے؟ میں جانتا ہوں آپ نے ڈاکٹر سے جھوٹ کہا ہے کہ تکلیف آپ کو صرف رات میں ہی اٹھی تھی۔" ان کے نزدیک پہنچ کر وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

"جب سے تم گئے ہو۔" آنسوؤں میں روانی آگئی۔

ساویز بے یقین ہوا۔ بھلا ایسا کب سے ہونے لگا کہ تقی اسے یاد کرنے لگے تھے۔

"آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ "

"میں نے تمہیں بچپن سے تکلیف پہنچائی ہے۔ کبھی ایک اچھا باپ نہ بن سکا۔" وہ رو رہے تھے اور ساویز کچھ کہہ ہی نہ سکا۔ ان کا یہ انداز نیا تھا۔

"میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں۔ میری سکون بھری زندگی میں اکثر بھونچال آتے رہتے ہیں۔ مجھے مزید تکلیف مت دیں بابا۔ کسی کو کھونا میں برداشت نہیں کر سکتا۔"

"تمہیں اپنے باپ سے اب تک تو نفرت ہو جانی چاہیئے تھی۔ "

"مجھے آپ سے نفرت کیوں ہو گی!" وہ تڑپ اٹھا۔

"تمہاری ماں نے تمہاری تربیت بہت اچھی کی ہے ساویز۔ مگر میں تمہارے لیے کچھ نہ کر سکا۔ "

"جو بھی ہو۔۔ کچھ بھی ہو جائے! بھلے باپ سے جتنے اختلافات رہیں مگر رہتا تو وہ باپ ہی ہے، محبت تو رہتی ہے نا بابا۔ نہیں جانتے آپ جب طفیل صاحب نے آپ کی طبیعت کا بتایا۔ سب کچھ چھوڑ کر دوبارہ آپ کے پاس آگیا۔"

"میرے پاس رہنا ساویز۔ ورنہ یہ تنہائی مجھے مار ڈالے گی اور اس تنہائی کا حل صرف تم ہو۔" اس کا ہاتھ پکڑ کر انہوں نے سختی سے بھینچا۔ گرفت مضبوط تھی۔

"میں نے آپ کو کبھی برا نہیں سمجھا۔ مگر میں آپ کی وہ بات نہیں مان سکتا تھا جس کے لیے مجھے یہ گھر چھوڑنا پڑا۔" غنایہ کا تصور خیال میں ابھرا تو اسے یاد آیا کہ بابا کی طبیعت کا اسے بھی بتا دینا چاہئیے۔

"کیسی ہے غنایہ؟" کمزور آواز ابھری۔

"ٹھیک ہے۔ گھر میں خوشخبری ہے بابا۔" کہتے ہوئے وہ بات جو محسوس کرتا ہوا بھیگے لہجے میں بولا۔ تقی نے تیزی سے اس کی جانب دیکھا۔

"مطلب؟ "

"ہماری فیملی بڑھنے والی ہے۔ "

"آنگن میں خوشیاں اترنے والی ہیں؟" انہوں نے حیرت سے پوچھا۔ ساویز نے جذب سے اثبات میں سر ہلایا۔

"آپ خوش ہیں؟" ان کا ہاتھ تھام کر بے اختیار چوم لیا۔

"میں بہت زیادہ خوش ہوں اور اب بلکل ٹھیک ہو گیا ہوں۔ اپنی بیوی سے کہو سسر سے ملنے چلی آئے۔ مجھے نہیں معلوم میری سانسیں کب تک ہیں۔" آنکھوں میں خوشی کے آنسو چمکنے لگے۔

"اللہ نہ کرے بابا۔ میں پہلے آپ کے ساتھ وقت نہ گزار سکا مگر اب گزارنا چاہتا ہوں۔" آنکھوں پر ان کا ہاتھ رکھ وہ لمس محسوس کرنے لگا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مجھے تمہاری بہت یاد آئی۔ "

"اور آپ کی یاد تو میرے ساتھ ہی تھی۔" پیشانی چومتے ہوئے اس نے دوائیوں کی پرچی دیکھی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں باہر جا رہا ہوں۔" بنا کچھ مزید کہے وہ باہر نکلنے لگا جب تقی کی آواز نے اسے رکنے پر مجبور کیا۔

"مجھے تنہا کر رہے ہو؟ دوبارہ؟ "

"نہیں۔ میں دوائیاں لینے جا رہا ہوں۔ تب تک نوفل کو بھیج دیتا ہوں۔ اب آپ نے ریسٹ کرنا ہے۔ کوئی کام نہیں کریں گے۔" ان کی بات پر وہ ہولے سے مسکرائے تو ساویز باہر نکل گیا۔

---★★★---

شدید ٹھنڈ ہونے کے باوجود بھی اس کے کمرے کا ائیر کنڈیشنر تیز تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ساتھ ہی اس نے ٹھنڈ محسوس کی تو آپس میں ہاتھوں کو رگڑنے لگی۔ پورے کمرے میں سگریٹ کا دھواں بھرا ہوا تھا۔ وہ بستر کے نزدیک بڑھی جہاں ایک وجود گہری نیند میں تھا۔ سائیڈ میز کے اوپر بکھری سگریٹوں نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔ بنا کوئی ہلچل کرتی ہوئی وہ اب سگریٹ کو ڈبے میں ڈال رہی تھی۔ نجانے کیسے اس کے چوڑیوں سے کانچ کا گلاس ٹکرایا اور آواز پیدا ہوئی۔ یکدم ہی اس کی آنکھ کھلی تھی اور اس نے کھلی کھڑکی کی جانب دیکھا تھا۔

"تم سے پہلے بھی کہا ہے جب سو رہا ہوں تو ناک کیے بغیر اندر داخل نہ ہوا کرو۔" اس کی دھاڑ پر پریزے کی سانسیں رکیں۔

"وجاہت۔" نازک سی آواز نے وجاہت کی آنکھیں پوری طرح سے کھولی۔ وہ سرعت سے پلٹا۔

"تم؟ مجھے لگا خرم ہے۔" ہمیشہ کی طرح وہ آج بھی خوب تیار ہو کر اس سے ملنے آئی تھی۔ لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ ابھری۔ وہ سیدھا ہوتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ملنے آئی ہوں تم سے!" ہاتھوں کی چوڑیاں کھنکھناتی ہوئیں وجاہت کے کانوں میں رس گھول گئی۔

"چند دنوں سے تمہیں ہی یاد کر رہا تھا۔ یہ چوڑیاں تم پر بہت اچھی لگتی ہیں پریزے۔" اس کا ہاتھ تھامے ہوئے وہ اس کی آنکھوں میں محبت سے دیکھنے لگا۔

"اب تم بھی کپڑے چینج کرو۔ ہم ساتھ لنچ کریں گے۔ بابا نے کہا ہے شام سے پہلے آجانا۔ رات میں کہیں دعوت ہے۔" اس کے وارڈروب سے اپنی پسند کے کپڑے نکالتی ہوئی وہ میٹھے لہجے میں بولی۔

"کہاں؟"

"زیاد چاچا کے گھر۔ ان کی بیٹی کی منگنی ہے۔ "

"تمہارے گھر میں داماد کو بلانے کا رواج نہیں ہے؟" وہ ہنس کر بولا تھا۔

"جب میں پوری طرح رخصت ہو کر یہاں آجاؤں گی تو پھر ہی آئے گی آپ کی دعوت!" وہ اسے اب واش روم بھجوا رہی تھی تاکہ تیار ہو کر آسکے۔ وجاہت کا ڈمپل گہرا ہوا تھا۔

"ابھی مصروفیت بڑھی ہوئی ہے۔ چند ہفتوں میں ختم ہو گی تو میں گھر بات کرنے آنے والا ہوں۔" اس کی مسکراہٹ گہری کرتا ہوا وہ واش روم میں بڑھ چکا تھا۔

---★★★---

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مس عشنا۔ آپ کے لیے کسی نے کچھ بھیجا ہے۔" اس نے ملازم کو دیکھا جس نے ایک چھوٹا سا پیکٹ اس کی جانب بڑھایا تھا۔

"میرے لیے؟" وہ پہلے تو کافی حیران ہوئی۔

"جی۔ ساتھ تاکید کی گئی ہے کہ آپ اس پیکٹ کو ایسی جگہ کھولیں جہاں آس پاس کوئی نہ ہو۔" وہ جا چکا تھا اور عشنا نے ایک آئبرو آچکا کر اس پیکٹ کو دیکھا تھا۔

"کیا بیہودگی ہے۔" ملازم کی بات پر وہ محض یہی کہہ سکی۔ پیکٹ کے اوپر ایک نوٹ درج تھا۔ اس نے غور کیا۔

"میں جانتا ہوں کہ چند دنوں سے تمہیں بہت تنگ کر رہا ہوں۔ تمہارے لئے خاص تحفہ۔ میری عاشی!" وہ یہ لفظ پڑھ کر بے اختیار مسکرائی تھی۔

اسے بلکل یقین نہیں آرہا تھا کہ میرویس نے اسے تحفہ بھیجا ہے۔

"اب بھلا ایک تحفہ کھولنے کے لیے وہاں جانے کی کیا ضرورت جہاں کوئی نہ ہو!" وہ خود سے ہی سر جھٹکتی ہوئی پیکٹ کھولنے لگے۔ ارد گرد لوگ اپنے سسٹم پر کام کر رہے تھے۔ ابھی اس نے ڈبہ کھول کر دیکھا ہی تھا کہ اس کی زوردار چیخ نکلی۔ اس ڈبے میں مرا ہوا چوہا تھا جس کی لاش زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ ہال میں بیٹھا اسٹاف اس کی جانب متوجہ ہوا۔ صوفیہ تیزی سے سہم کر کھڑی ہوئی تھی۔ مینجر اپنے روم سے باہر نکلا اور دور کھڑی عشنا کو دیکھنے لگا جو اب ہکا بکا اسٹاف کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے؟ "

"چچ۔ چوہا۔" اس نے مرے ہوئے چوہے کی جانب اشارہ کیا۔

"یہ کہاں سے آیا؟"صوفیہ بدک کر دور ہٹی۔

"میں نہیں جانتی۔"وہ صاف مکر گئی۔اب کیسے کہتی کہ اس کے شوہر نے ہی بھیجا ہے۔دل رو دینے کو چاہا۔

"اچھا تم ریلیکس رہو۔ہم صفائی کرواتے ہیں۔ "

عشنا نے واش روم میں پہنچ کر پانی چہرے پر مارا۔وہ کتنا زیادہ ڈر گئی تھی۔سانسیں بحال کرتے ہوئے اس نے آنے والی کال پر نگاہ ڈالی۔نام پڑھ کر ہی سختی سے دانت پیس لیے تھے۔

"سنا ہے ایک چڑیل پورے آفس میں چیخ رہی تھی۔خیریت؟اب کیسی ہے وہ؟"میر ویس کی حیرت بھری آواز نے اسے مزید لال پیلا کر دیا۔اسے یقیناً نعمان نے بتایا ہو گا۔

"شٹ اپ!تم نے مجھے کتنا ڈرادیا تھا جانتے ہو؟اوپر سے پورا اسٹاف میری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ "

"پہلے مجھے لگتا تھا تمہارے اندر دماغ نہیں ہے۔لیکن پھر تم نے میرا شک دور کر دیا۔تمہارے اندر دماغ تو ہے مگر بھوسا بھرا۔جب کھلوایا بھی تھا کہ کسی ایسی جگہ کھولنا جہاں ارد گرد کوئی نہ ہو تو پھر سب کے درمیان کیوں کھولا؟"وہ الٹا اس پر برس پڑا۔

"تم ان باتوں کو چھوڑو مجھے یہ بتاؤ کہ یہ کیا حرکت تھی؟اس طرح کوئی کرتا ہے کسی کے ساتھ؟میں تمہاری بیوی ہوں!کوئی ٹین ایجر سہیلی نہیں جس کے ساتھ تم ایسا بیہودہ مذاق کرو۔ "

"ٹین ایجر نہ سہی مگر سہیلی تو ہو نا۔مجھے تو بڑا مزہ آیا۔تم اپنی سناؤ۔کیسا محسوس کر رہی ہو؟"بے حد دلچسپی سے پوچھا گیا۔

"میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ مجھے تم جیسا شوہر ملے گا۔"اس کی برداشت ختم ہو گئی تھی۔

"کیوں؟ امیدوں سے زیادہ مل گیا؟" وہ اسے زچ کرنے سے کبھی باز نہیں آسکتا تھا۔ عشنا کا دل چاہا اس کا فون میں سے ہی گلا پکڑ لے۔

"ہاں امیدوں سے زیادہ ہی مل گیا اسی لیے میں نے سوچا ہے کہ تمہیں آج رات کے کھانے سے محروم رکھا جائے۔ نہیں بناؤں گی میں کھانا۔" وہ آخری میں بلند آواز سے کہتے ہوئے کال کاٹ گئی تھی۔

---★★★---

"اب کیسے ہیں انکل؟" وہ فکر مند ہو گئی تھی۔

"ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے غنایہ۔ میں کافی پریشان ہوں۔ مجھے لگتا ہے آج رات ٹھہرنا پڑے گا۔ تھوڑی دیر میں آکر تمہیں تمہارے گھر چھوڑ دوں گا۔ ایک دن وہاں ٹھہر جانا۔"

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ٹھیک ہے۔ میں سامان باندھ لیتی ہوں۔"

مختصر سی بات ان کے درمیان ہوئی تھی۔ وہ کال کر رکھ تقی کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

---★★★---

"تم اب تو کچھ نہیں کرو گے نا وجاہت؟" اس کے سوال پر وہ خاموش رہا تھا۔ کھانے کا لقمہ لیتے ہوئے اس نے پانی کا گلاس اٹھایا۔

پریزے نے وجاہت کی خاموشی بھانپی۔

"یعنی تم اب تک ساویز کے پیچھے ہو۔" وہ خود سے ہی سمجھ گئی تھی۔

"ہاں کیونکہ مجھے یقین ہے۔ مجھے لگتا ہے پریزے اس بار تمہیں بھی میرا یقین کرنا چاہئیے۔"

"میں اب کسی بات کا یقین نہیں کروں گی۔" اسے پہلی بار وجاہت پر غصہ آیا۔ کھانے کی پلیٹ کسی صاف پلیٹ سے ڈھانپ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"پریزے پلیز۔۔" اس کے اندر گھٹن بڑھنے لگی۔ پہلے اس نے بات سے روکنا چاہا مگر وہ نہ رکی تو وجاہت پیچھے بڑھا۔ "میری بات سنو۔ ایسے نہیں جاؤ پریزے۔" اس سے پہلے دروازے تک پہنچ کر پریزے کا ہاتھ تھاما۔ "مت کرو۔" آنکھیں شدت ضبط سے سرخ ہونے لگیں۔ پریزے نے ہاتھ چھڑانا چاہا مگر گرفت مضبوط تھی۔

"میں ایسا نہیں چاہتی تھی۔۔ کبھی بھی نہیں کہ میرا شوہر اس طرح لوگوں کی زندگیاں برباد کرے۔" غصے میں بھی وہ اتنی ہی پیاری لگتی تھی۔

"کیا میں ایسا چاہتا ہوں پریزے؟ یہ سب میرے لیے کتنا مشکل ہے جانتی ہو نا تم؟ ساویز دوست تھا میرا۔۔ یہ الزام نہیں ہے پریزے۔ مجھے یہ سب سچ لگتا ہے۔ مجھے آخری بار اجازت دو۔ میرا آخری بار یقین کرو۔ خدا کی قسم میں دوبارہ اس کی دہلیز پر بھی نہیں جاؤں گا۔" اس کے لہجے میں نجانے کیا بات تھی پریزے کا دل چاہا اس پر بنا مزید کچھ سوچے یقین کر لے۔ تھوک نگل کر اس نے آنکھیں جھپکیں۔ اتنے مہینوں بعد بھی وجاہت کا غم کم نہیں ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا اس کی بہن چند دنوں پہلے ہی ماری گئی ہو۔

"آخری بار!" بلآخر وہ مان ہی گئی۔

"صرف آخری بار پریزے۔"

وجاہت اس کو اپنے ساتھ کھینچ کر اندر لایا تھا۔

"تم اس کی بیوی کا استعمال نہیں کرو گے نا؟" اسے یقین تھا وہ اپنے وعدے سے نہیں پھرے گا۔ ایک بار پھر وجاہت خاموش ہو کر اس کا چہرہ دیکھنے لگا تھا اور ایک بار پھر پریزے بے یقین ہوئی تھی۔

"خاموش کیوں ہو وجاہت؟ تم اس کے گھر کی عورت کا استعمال نہیں کرو گے۔ اگر ساویز مجرم ہوتا تو وہ اس وقت ہی سب سچ بتا دیتا جب تم اس کی بیوی سے ملنے گئے تھے۔" وہ غصے سے بولی۔

"مجھے آخری موقع چاہئیے۔" چہرے پر سنجیدہ تاثرات تھے۔

"اگر تم مجھ سے اجازت مانگ رہے ہو تو معذرت! میں تمہیں کسی چیز کی اجازت نہیں دوں گی۔ "

"آخری کوشش ہے۔ اس سب کے بعد کبھی ساویز کو پلٹ کر بھی نہیں دیکھوں گا مگر یہ آخری کوشش مجھے اپنے طریقے سے کرنے دو پریزے۔" آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ لہجہ لرز رہا تھا۔ وہ تکلیف میں تھا۔ اندرونی تکلیف جو باہر سے بھی نظر آ رہی تھی۔ چہرہ شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔

"مجھے تم سے ہمدردی ہے وجاہت کیونکہ تم میرے شوہر ہو۔ مگر میں بھی ایک لڑکی ہوں بلکل اسی طرح جس طرح ساویز کی بیوی ایک لڑکی ہے۔ جب تم برداشت نہیں کر سکتے کہ تمہاری بیوی کو کوئی ہاتھ لگائے تو وہ کیسے برداشت کرے گا؟" وجاہت کمزور پڑنے لگا۔

"جانتی ہو اس سب میں فرق کیا ہے؟ تمہارا شوہر قاتل نہیں ہے۔ "

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ ساویز قاتل ہے؟ یہ بھی پتا چل جائے گا جب تم اپنی آخری کوشش کرو گے۔" وہ دوبارہ پلٹنے لگی۔ "جا رہی ہوں میں اور اب مجھے مت روکنا۔ اگر تم نے غنایہ کا استعمال کیا تو کبھی میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔" زندگی میں پہلی بار وہ اس سے یوں خفا ہوئی تھی اور وجاہت ششدر اس کا چہرہ تکتا رہ گیا تھا۔

"مجھے چھوڑ کر جا رہی ہو۔" سانسیں تھمنے لگیں۔ اسے لگا اگلے لمحے وہ سانس نہیں لے سکے گا۔

"ہمیشہ تمہارے لیے کھڑی رہی ہوں۔ کائنہ کے بعد تمہیں ہر ہر لمحہ سنبھالا ہے۔ ہر بات، ہر کام میں ساتھ دیا۔ حالانکہ تمہاری باتوں سے مجھے بھی ساویز پر ہی شک رہا مگر اب نہیں وجاہت! میں تمہیں ایک عورت کی زندگی برباد نہیں کرنے دوں گی۔ جو کرنا چاہتے ہو 'کرو۔ مگر مجھ سے کوئی بعید مت رکھنا۔ میں پریزے ہوں۔ وجاہت کی پریزے۔ ایسا کوئی کام مت کرنا کہ میں اپنے نام کے آگے سے وجاہت سلطان کا نام اکھاڑ پھینکوں۔" آنکھیں کب نم ہوئیں پتا ہی نہ چلا۔

وجاہت کا وجود ڈھیلا پڑنے لگا۔

"تت۔ تم ایسا نہیں کر سکتی۔" نہیں ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کی پریزے کبھی یہ سب نہیں چاہ سکتی تھی۔ وہ خود کو وجاہت سے دور کیسے کر سکتی تھی۔

"تمہیں فیصلہ لینا ہے۔ مجھے اپنی زندگی ایک ایسے شخص کے ساتھ گزارنی ہے جسے ماضی کا کوئی پچھتاوا نہ ہو۔" بھرائی آواز میں کہتے ہوئے وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔ وجاہت کو اپنے اندر کچھ ٹوٹتا ہوا محسوس ہوا۔ ہاں شاید وہ دل تھا۔ ایک لمحہ مزید اور وہ صوفے پر ڈھ گیا۔ ساکت وجود میں چلتی سانسیں۔۔

اسے لگا وہ آہستہ آہستہ تنہا ہو رہا ہے۔ ختم ہو رہا ہے۔۔

---★★★---

رات کا کھانا عفت کے گھر کھاتے ہوئے وہ بلکل شرمندگی محسوس نہیں کر رہا تھا۔

"اگر مجھے پتا ہوتا کہ تم لوگ آرہے ہو تو میں مزید اچھا اہتمام کرتی۔" میرویس عفت کی بات پر مسکرایا تھا۔

"اتنی دنوں بعد اچھا کھانا کھا رہا ہوں۔ ایسا لگ رہا ہے پہلی بار کھا رہا ہوں۔" عفت کو مسکراتے ہوئے دیکھ کر جیسے ہی اس نے بیوی کو دیکھا' مسکراہٹ سمٹ گئی۔ عشنا اسے گھور رہی تھی۔ وہ جو سوچ رہی تھی کہ رات کا کھانا نہ بنا کر اسے سزا دے گی، میر ویس اس سے دو ہاتھ آگے تھا۔ سیدھا سسرال کھانا کھانے آگیا۔

دوسری جانب بیٹھی غنایہ نے مسکراتے ہوئے دونوں کو دیکھا۔ ڈوپٹہ اچھے سے سر پر لپیٹ کر اب وہ پلیٹ اٹھا رہی تھی۔

"اب خیر سے تم خالہ بننے والی ہو۔ غصہ کرنا چھوڑ دو! ورنہ بچے تمہارے قریب آنا چھوڑ دیں گے۔" عفت کے پہلے ہی جملے پر اٹکے میر ویس اور عاشی ششدر رہوئے تھے۔

"خالہ؟؟؟" وہ چیخی تھی جبکہ میر ویس نے آنکھیں پھاڑی تھیں۔

غنایہ کو اتنی زیادہ شرم آئی کہ وہ نظریں ہی جھکا گئی۔ بھلا امی کو کیا ضرورت تھی کہ میر ویس کی موجودگی میں بتاتیں۔

"ہاں۔ اب خوش ہو جاؤ تم لوگ! خالہ خالو بننے والے ہو۔" عفت خوشی سے پھولی نہ سما رہی تھیں۔

"میں خالو نہیں بننا چاہتا۔" میر ویس یکدم ہی صدمے سے بولا۔ سب کی نگاہیں ٹھٹک کر اس پر ٹک گئیں۔

"کیا کہہ رہے ہیں میر ویس بھائی۔" اس بار غنایہ غم کے مارے بولی۔

"مم۔ میرا مطلب ہے مجھ پر چاچو زیادہ اچھا لگے گا۔ یہ خالو بہت عجیب ہے۔ ساویز بھی میرا بھائی ہی ہے۔ میں چاچو بننا چاہتا ہوں۔" اس نے تصحیح کی۔ غنایہ مسکرا دی۔

"بہت مبارک ہو تمہیں۔۔ اللہ کا شکر ہے۔ مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے۔" عشنا نے تیزی سے اسے گلے سے لگایا۔ غنایہ اس کی محبت پر نہال ہو گئی۔ عشنا دوبارہ میر ویس کے برابر کرسی پر آبیٹھی۔

"بہت مبارک ہو تمہیں۔۔ساویز کو تو بعد میں دیکھ لوں گا جواب مجھ سے باتیں بھی چھپانے لگا ہے۔ "

"نہیں دراصل تقی انکل کے طبیعت کچھ خراب ہے جس کی وجہ سے وہ بہت مصروف رہنے لگے ہیں۔" غنایہ نے صفائی پیش کی۔

"خیریت؟" وہ چونکا۔

"دل کی تکلیف اٹھی تھی۔ "

میر ویس نے اثبات میں سر ہلایا۔ شاید اس بہانے تعلقات بہتر ہو جائیں۔

"چلو اچھا ہے ساویز باپ بننے والا ہے۔" مسکراتے ہوئے اس نے غنایہ کو دیکھتے عشنا کو دیکھا۔ وہ سٹپٹائی۔

"مم۔ مجھے کیوں ایسے دیکھ رہے ہو؟" گڑبڑا کر جلدی سے کہہ پڑی۔

"ویسے ہی دیکھ رہا ہوں۔ تم تو پتا نہیں کیا الٹا سیدھا سوچتی ہو۔ کھانے پر توجہ دو۔" اسے گھورتے ہوئے وہ پھر سے کھانے کے ساتھ انصاف کرنے لگا تھا۔

---★★★---

"تم یہیں ہو نا؟" ان کی آواز ابھری تو ساویز نے سائیڈ کا لیمپ جلایا جس کی روشنی بہت کم تھی۔

"جی بابا۔ "

"یہیں رہنا ساویز۔ "

"یہیں ہوں۔ "

"غنایہ کو کب ملوانے لاؤ گے؟ "

"آپ کی طبیعت کچھ بہتر ہو جانے پھر لے آؤں گا بابا۔" وہ ان کے سرہانے بیٹھ گیا۔

"واپس آجاؤ ساویز!" یہ الفاظ ساویز کو ساکت کر گئے۔ اس نے ارد گرد پورے کمرے میں نگاہ دوڑائی۔

"میں ایک کمپنی میں جاب کرتا ہوں۔۔ ایک چھوٹے سا تین کمروں کا گھر ہے میرا۔" وہ انہیں بتا رہا تھا۔

"تم ایک کمپنی کے مالک ہو! تمھیں کسی کا ملازم بننے ہی ضرورت نہیں۔ یہ گھر بھی تمہارا ہے۔ میں یہ سب تمہارے نام کر رہا ہوں۔"

"اس کمپنی کے مالک آپ ہیں بابا۔" وہ دنگ رہ گیا۔

"نہیں اب نہیں۔ مجھے نہیں لگتا کہ اب میں کسی بھی چیز کو سنبھالنے کی سکت رکھتا ہوں۔ بوڑھا ہو گیا ہوں نا۔ اب تم سنبھالو گے ساویز۔ تم ہی میری واحد اولاد ہو۔" ساویز کو ان کا ہاتھ اپنے کندھے پر محسوس ہوا۔ وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ "تم کیا سوچ رہے ہو؟"

وہ چونک اٹھا۔

"نہیں بس سوچ رہا ہوں کہ وقت پہلے سے کتنا مختلف ہے۔ اب وہ نہیں رہا جو رہا کرتا تھا۔ ہم سب ان وقتوں کو ماضی میں چھوڑ آئے۔"

"یہی زندگی ہے۔ جیسے البم دیکھتے دیکھتے مجھے پہلی بار اندازہ ہوا کہ مجھے تم سے کتنی محبت ہے۔" وہ زیر لب مسکرائے تو ساویز بھی مسکرا دیا۔

"تاش کیسا چل رہا ہے؟ آپ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ ہار جاتے ہوں گے۔ "

"تمہیں کس نے کہا میں بوڑھا ہو گیا ہوں؟ ہاں ٹھیک ہے میں نے خود کو تھوڑی دیر پہلے بوڑھا کہا' عمر بڑھ گئی ہے مگر دماغ اب بھی تیز ہے۔ میں اب بھی تاش میں سب کو مات دیتا ہوں۔" انہیں خود پر مان تھا۔ وہ ہنس دیا۔

"جلدی سے ٹھیک ہو جائیں پھر ہم تاش کھیلیں گے۔ "

"اور میری بہو اس گھر میں کب آئے گی؟" غنایہ کے دوبارہ ذکر پر وہ مسکرا دیا۔

"دو چار دنوں تک آجائے گی بابا۔ شفٹنگ میں وقت لگے گا۔ "

"تم اسے تنہا گھر پر چھوڑ آئے؟" انہیں فکر ہونے لگی۔

"نہیں وہ اپنی امی کے گھر ہے۔ میں چاہتا ہوں دو دن مزید وہیں رہے پھر میں یہیں لے آؤں گا۔"

"ہوں۔ یہ ٹھیک ہے۔ تم صبح ملازم سے کہنا کمروں کی صفائی کر دے۔ میں نہیں چاہتا غنایہ کو یہاں کوئی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔" ان کا بدلہ ہوا رویہ ایک نعمت تھا۔ وہ مسکرا کر رہ گیا۔

---★★★---

"خیال سے۔" وہ بستر پر لیٹ رہی تھی جب میر ویس نے کروٹ لیتے ہوئے جھٹکے سے کہا۔

"کیوں؟ "

"تمہیں بستر سے کہیں گرا نہ دوں۔" اس کے بولنے پر وہ محض اسے گھور کر رہ گئی تھی۔

"نیچے بچھا لوں اپنا بستر؟" لہجہ بے ساختہ طنزیہ ہوا۔

"طنز کرنے میں تو تم نے ڈگری لی ہوئی ہے ماشاء اللہ۔ بالکنی سے نیچے اپنی لمبی زبان نکال کر دیکھنا' نیچے زمین تک جائے گی۔" وہ دونوں بستر پر ایک دوسرے کی طرف کروٹ لے کر لیٹے ہوئے تھے۔

"اور جو تم مجھے روز فرش کے نذر کر دیتے ہو؟" عشنا خفا ہوئی۔

"تو روز صبح اٹھا بھی تو لیتا ہوں۔ اپنی نہ ہوتی تو دیکھ کر برابر سے نکل جاتا مگر اٹھا کر بستر پر نہ لٹاتا۔" اس کے پاس سارے سوالوں کے جواب موجود ہوتے تھے۔

"تو گراتے ہی کیوں ہو؟ عادت بدل نہیں سکتے؟" وہ زچ ہونے لگی۔

"لو تم اب تک سمجھی ہی نہیں۔ دراصل میں سونے کے بعد بیکار چیزوں کو نیچے پھینک دیتا ہوں۔" وہ جہاں ہنسی روک کر بولا تھا وہیں عشنا نے اس کے بازو پر مکا مارا تھا۔ میر ویس قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"کاش نکاح نامے پر پینسل سے دستخط کر دیتی تاکہ یہ وقت آنے پر مٹا سکتی۔" وہ رخ موڑنے لگی جب میر ویس نے ہنستے ہوئے اس کا کندھا تھاما۔

"اچھا کروٹ مت لو۔۔ تمہیں دیکھے بنا نیند نہیں آئے گی۔" اس کے کہنے پر وہ دل ہی دل میں مسکراتی ہوئی اس کی جانب مڑی۔

"ارے مجھے کیا یاد آیا۔ تم کل رات نیند میں چل رہے تھے میر ویس۔" اسے یاد آیا تو حیرت سے بتانے لگی۔ میر ویس یکدم ہی شرمندہ ہوا۔ یعنی وہ اپنی بے عزتی خود ہی کرواتا تھا۔

"کروٹ لے کر منہ دوسری طرف کرو اور مجھے سونے دو۔ "

عشنا ہنس پڑی۔

"کیوں چل رہے تھے؟ "

"خوامخواہ نیند میں چل رہا تھا؟خود اٹھ کر گیا تھا فریج تک۔۔"اس نے لوکیشن کا خود ہی اندازہ لگایا۔

"تم واقعی نیند میں چل رہے تھے۔"وہ ایک دم ہنسی۔"کیونکہ تم فریج کی طرف نہیں'بالکنی کی طرف گئے تھے۔"یہ کہتے ساتھ ہی وہ کافی دیر تک ہنستی رہی۔میر ویس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔"میں نے سوچا کہیں یہ وہیں سے کود نہ جائے'اس لیے اٹھ کر تمہیں دوبارہ لٹا دیا۔دراصل اتنی چھوٹی عمر میں بیوہ نہیں ہونا چاہتی میں۔۔"زبان چڑا کر اس نے سارا بدلہ نکالا تھا۔

"بہر حال مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔مجھے دو دن بعد لاہور جانا ہے آفس کے کام کے سلسلے میں۔"وہ جیسے جیسے اسے بتا رہا تھا عشنا کا چہرہ اترا رہا تھا۔

"کتنے دن کے لیے؟اور یوں اچانک؟ "

"آج ہی بتایا گیا ہے اور میں نے حامی بھر لی ہے عاشی۔اگر تم چاہو تو جب تک میں لاہور سے واپس نہیں آتا'اپنے گھر جا سکتی ہو۔"

"میں کیوں جاؤں گھر؟یہ ہے میرا گھر اور میں یہیں ٹھہروں گی۔"وہ فیصلہ کرتی ہوئی بولی۔

"کیا بیوقوفی ہے۔اکیلی کیسے رہو گی؟ "

"تم سے شادی سے قبل بھی میں اکیلے ہی رہتی تھی۔"اس نے ماضی یاد کروایا۔

"مگر پہلے تمہیں میر ویس کے نام کی گھبراہٹ نہیں ہوتی تھی نا۔"مسکراہٹ چھپاتے ہوئے میر ویس نے دھیرے سے چھیڑا۔عشنا نے'ہونہہ'کر کے منہ بگاڑا۔

میر ویس کی کھانسی کی آواز پر وہ چونکی ہوئی۔

"تمہاری اب بھی طبیعت خراب ہے؟" یہ فکر مند ہونے والی بات بھی تھی۔

"مجھے تو بخار بھی ہے۔ تمہیں آج بھی میری پرواہ نہیں! "

عشنا نے پھر سے چیک کیا۔ بخار اب واقعی پہلے سے تیز تھا۔

"تم کتنے لاپرواہ انسان ہو۔ مجھے لگا طبیعت بہتر ہو گئی ہو گی۔ ایک بار بھی نہیں بتا سکتے تھے؟" اسے ڈانٹتے ہوئے وہ اٹھ کر بیٹھی۔

"میں ہمیشہ سے ایسا ہی تھا عاشی! تم آج کر رہی ہو میری فکر۔۔" اتنی سردی نہیں تھی جتنا وہ ٹھٹھر رہا تھا۔ شاید یہ بخار کا اثر تھا۔

"تھرمامیٹر اور دوائی لے کر آتی ہوں۔" وہ بستر سے اٹھ ہی رہی تھی جب میر ویس نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا جو بخار سے تپ رہا تھا۔

"نہیں جاؤ۔ یہ شاید زیادہ کام اور نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ نیند پوری ہو جائے گی تو بخار اتر جائے گا۔ لیٹی رہو۔" وہ اس سے ہاتھ چھڑاتی رہ گئی مگر میر ویس نہ مانا۔ جب تک وہ لیٹ کر آنکھیں نہ موند گئی تب تک اس کا ہاتھ یونہی تھامارہا۔

---★★★---

اگلے دن وہ آفس جانے کے لیے اٹھی تو میر ویس کی حالت دیکھ کر گھبرا گئی۔ بخار تیز ہو رہا تھا اور کمزوری بڑھ رہی تھی۔ وہ آفس جانا چاہتا تھا مگر نقاہت کے باعث نہیں جا سکا۔ عشنا نے اس کے لیے سوپ چڑھا کر دوائی کھلائی۔

"تم جا رہی ہو؟" نجانے اس کے دل میں کیا بات آئی کہ پوچھ بیٹھا۔ وہ آفس کے لیے تیار ہو رہی تھی جب اس کی بات سن کر اسے اپنا یوں جانا برا لگنے لگا۔ شوہر بیمار تھا مگر آفس بھی ضروری تھا۔

"پہلے ہی بہت چھٹیاں ہو چکی ہیں۔ اب مزید نہیں کر سکتی میر ویس۔" اس کی بات پر وہ 'ہوں' کر کے رہ گیا۔ اس کے لیے سوپ نکال کر وہ ساری ضروری چیزیں بھی رکھ گئی تھی تاکہ میر ویس کو اٹھنا نہ پڑے۔

اسے افسوس ہو رہا تھا مگر جانا مجبوری تھی۔

دن کے وقت بھی اس نے چار بار کال کر کے اس کی طبیعت کا پوچھا تھا۔ میر ویس کے گلے میں تکلیف بڑھ رہی تھی۔ اس کی آواز عشنا کو بمشکل سمجھ آئی۔

ہاف ڈے کر کے وہ اپارٹمنٹ پہنچی تھی جب اسے میر ویس کہیں نظر نہ آیا۔ گھبرا کر تیزی سے کال ملائی تو دوسری ہی بیل پر کال اٹھالی گئی۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"باہر ہوں۔ "

"کیوں؟" وہ فکر مندی سے غصہ کر گئی۔ "تم گھر پر کیوں نہیں ہو؟" آواز بلند ہوئی۔

"دوست کے پاس ہوں۔ آرہا ہوں۔" وہ کال رکھ چکا تھا۔

تقریباً دس منٹ میں وہ اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

"تمہارے لیے میں کتنا پریشان ہوں جانتے بھی ہو؟" وہ چیخ پڑی تھی جب آنکھوں سے آنسو بھی نکل آئے۔ "اپنی حالت دیکھو۔ بخار اتر نہیں رہا، کمزوری ہو رہی ہے مگر پھر بھی تمہیں باہر جانے کی پڑی تھی۔"

"چیخومت عشنا۔"وہ خود پر ضبط کرتا ہوا بولا۔

"تو تم کیوں نہیں سدھر جاتے۔کتنا ڈر گئی تھی میں جب تم گھر پر نہیں ملے۔ "

"تو کوئی بچہ ہوں میں جو کھو گیا تھا؟"اب کی بار وہ بھی چیخا تھا۔"یا تمہیں بغیر بتائے میں گھر سے نکل نہیں سکتا۔"

پہلی بار وہ اس پر یوں چیخا تھا اور عشنا کا پارا مزید ہائی ہوا تھا۔

"جانتے بھی ہو تمہیں پرسوں لاہور جانا ہے مگر پھر بھی اتنی لاپرواہی۔ "

"لاہور جانا میرا مسلہ ہے'تمہارا نہیں!کیا کوئی دس سال کا بچہ ہوں جس کو کال کر کے تم اس پر چیخو گی؟جانتی ہو آس پاس کتنے لوگ تھے جنہوں نے تمہاری آواز سنی؟"اسے غصہ تھا۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تو کیا میں پاگل ہوں جو آفس میں بیٹھ کر تمہاری فکر کر رہی تھی؟ "

"مت کرو میری فکر!فکر تو انہیں ہوتی ہے جنہیں محبت ہوتی ہے۔۔اور تم خود کہتی ہو کہ تمہیں مجھ سے محبت نہیں۔ اس لیے تم فکر نہیں بھی کرو گی تو مجھے خاص فرق نہیں پڑے گا۔"وہ کیوں پھٹ پڑا اسے خود بھی نہیں پتا تھا۔لڑائی کہاں سے کہاں جا پہنچی تھی۔عشنا ٹھہر سی گئی۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔شکر ہے مجھے تم سے محبت نہیں ہوئی۔"کڑوے لہجے میں کہتی ہوئی وہ اپنے کپڑے اٹھا کر تبدیل کرنے واش روم میں بڑھ گئی۔

میر ویس نے دانت پیس کر اپنا موبائل پوری قوت سے دیوار پر مارا تھا۔

---★★★---

آج اس نے پورے دو مہینے بعد کائنہ کا کمرہ کھولا تھا۔ ساری رات کا جاگا تھوڑا سکون پانے اس کمرے میں داخل ہوا۔ پریزے نے آخری گفتگو کے بعد ایک بار بھی کال نہیں کی تھی۔ یہی اس کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ ثابت ہوا تھا۔

دو مہینے بعد جب آج یہ کمرہ کھلا تو مٹی میں اٹا ہوا تھا۔ پردے کھڑکیوں سے ہٹا کر وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ کائنہ کی موت کے چند دن بعد ہی یہ کمرہ چمکا دیا گیا تھا۔ ساری چیزیں بدلی ہوئی تھیں سوائے وارڈروب کے۔۔ وارڈروب میں رکھے کائنہ کے کپڑے اب بھی وہیں موجود تھے۔ وہ بس کبھی کبھی اس کمرے کا چکر لگا لیا کرتا تھا۔

بستر کے پیچھے والی دیوار پر لگی کائنہ کی بڑی تصویر اس پر نقاہت طاری کرنے لگی۔ پریزے کے الفاظ اب بھی خیالوں میں گردش کر رہے تھے۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ تنہا ہو چکا تھا۔

پریزے بیوی تھی اور کائنہ بہن!

ہاں وہ پریزے کو ٹوٹ کر چاہتا تھا مگر کائنہ کا بدلہ کیسے بھول سکتا تھا۔

وہ کیسے ہار مان سکتا تھا۔ ہری آنکھیں سرخ تھیں۔ لمبا چوڑا مرد بنا آواز کے آنسوؤں سے رو رہا تھا۔ آج اسے اتنے سالوں میں پہلی بار ماں باپ یاد آئے۔ وہ جن کی طلب رکھتا تھا وہی لوگ اس سے دور تھے۔

یکدم ہی دروازے پر دستک ہوئی تو اس نے اندر آنے کے لیے کہا۔ وہ عادل تھا جو اب وجاہت کے بھیگی آنکھیں دیکھ کر ساکت ہو گیا تھا۔

"جی باس۔ "

"ساویز پر نظر رکھو اور اس کی بیوی پر بھی۔ مجھے غنایہ سے ملنا ہے مگر اس کے لیے تم لوگوں کو اسے لانا ہو گا۔ فارم ہاؤس میں ملاقات ہو گی۔" وہ اسے دو دن بعد کا پلان بتا رہا تھا۔

"باس۔" اس کی بات پر وہ حیرت سے بولا۔

"ہاں۔ "

"میں بس کہہ رہا ہوں کہ آپ کو یاد ہے نا آخری بار آپ نے پریزے میڈم سے وعدہ کیا تھا کہ یہ آپ دوبارہ نہیں کریں گے۔ کیا آپ وعدہ توڑ دیں گے ؟" بھلا ایسے ممکن ہو سکتا تھا کہ وجاہت پریزے کا کہنا مانے۔

اس کی بات پر وجاہت صرف اس کا چہرہ تکتا رہ گیا تھا۔

"اگر میں نے ایسا نہیں کیا تو ساری زندگی خود کو ایک ناکام اور بے غیرت بھائی سمجھتا رہوں گا جو اپنی بہن کے قاتل کو ڈھونڈ بھی نہ سکا۔ میرا دل کیا چاہتا ہے کوئی نہیں جانتا عادل۔ مگر میرا دل کہتا ہے کہ ساویز ہی وہ شخص نے جس نے میری بہن پر گولی چلائی۔ یہ ہماری آخری کوشش ہو گی اور اس کے بعد اس گھر میں ساویز کا نام بھی نہیں پکارا جائے گا۔ میں پریزے کو منالوں گا۔ بیوی ہے وہ میری۔۔ مان جائے گی!"

اثبات میں سر ہلاتا عادل باہر نکل گیا تھا جبکہ وجاہت نے صوفے سے کمر ٹکالی تھی۔ وہ اب مزید کچھ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔

---★★★---

اس دن کے بات سے دونوں کے درمیان کوئی خاص بات نہ ہوئی۔ عشنا خاموش ہوگئی تھی اور میر ویس نے زبان کو تالا لگالیا تھا۔ جس رات اس کی فلائٹ تھی وہ پورا دن بالکنی میں بیٹھ کر سگریٹ ہی پھونکتا رہا تھا۔

انا کی دیواریں قائم ہونے لگیں تو عشنا نے اس کی جانب سے منہ پھیر لیا۔ وہ پورا دن ایک کرسی پر بیٹھا رہا تھا۔ نہ کچھ کھایا پیا' بخار میں تپ رہا تھا۔ ایک کے بعد ایک سگریٹ اس کی جان لے رہی تھی اور وہ سمجھ رہا تھا کہ دھوئیں کے ذریعے اپنے اندر کا غبار کم کر رہا ہو گا۔ جانے سے چند گھنٹے قبل اس نے سامان باندھنا شروع کیا تھا۔ عشنا اپنے میگزین میں مصروف رہی۔ کتنا عجیب تھا۔ آج کا دن سب سے مختلف گزر رہا تھا۔ نہ میر ویس کی چھیڑ چھاڑ اور نہ اس کا قہقہہ۔۔ وہ آج ایک بار بھی نہ مسکرائی۔

یہ سنجیدہ سا میر ویس بھلا معلوم نہ ہوا۔

وہ جب تک اسے تنگ نہ کرے چین سے نہ بیٹھتا تھا۔

عشنا اس کا پرانا لہجہ یاد کرتے ہوئے انا کی اونچی دیوار بنائے بیٹھی تھی۔

فلائٹ میں ٹائم تھا مگر وہ اماں سے ملتے ہوئے جانے والا تھا اس لیے تیار ہو کر باہر اس کے پاس آیا۔

"میں اماں سے ملتے ہوئے جاؤں گا۔ لاکر میں پیسے ہیں۔ اگر مزید کی ضرورت پڑے تو بتا دینا۔ میں ٹرانسفر کر دوں گا۔ خدا حافظ۔" سوٹ کیس گھسیٹتے ہوئے وہ ایک آخری بار اس کا چہرہ حفظ کرتا ہوا باہر کی طرف بڑھنے لگا۔

"میرے اکاؤنٹ میں میرے پیسے موجود ہیں۔ مجھے تمہارے پیسوں کی ضرورت نہیں۔" عشنا نے ایک بار بھی اس کی جانب نہیں دیکھا تھا۔

"وہ پیسے تمہارے ہیں۔۔یعنی انہیں تم اپنی ذات پر اپنی مرضی سے خرچ کرو۔گھر اور تم میری ذمہ داری ہو اور پیسے بھی میں ہی دوں گا۔" یہ اس کے آخری الفاظ تھے جو اس نے مضبوطی سے کہے تھے اور دروازے سے باہر نکل گیا تھا۔ اس کے جانے بعد عشنا نے اندر سے لاک لگالیا اور گہری سانس بھری۔قدم سست پڑ گئے۔

گھر ویران ہو گیا تھا۔نہ کوئی ہلچل نہ شور۔۔میر ویس چلا گیا تھا۔

---★★★---

"مجھے پتا ہے تو کچھ چھپا رہا ہے۔وہ تجھ سے جھگڑی ہے نا؟اسے چھوڑ دے میر ویس۔" ان کے الفاظ پر وہ ششدر رہ گیا تھا۔

"چھوڑ دوں؟" پل بھر کو اسے یقین نہ آیا۔

"میں تیری شادی رائمہ سے کروادوں گی۔ "

"اماں مجھے ایسی لڑکی کبھی دوبارہ نہیں ملے گی۔لاکھوں چہروں میں ایک بھی اس کے جیسا نہ ہو گا۔" وہ دھیرے سے مسکرا رہا تھا۔" آپ دس لڑکیوں کی قطار لگادیں مگر میں ہر بار عشنا کو ہی چنوں گا۔زندگی کے ہر حصے میں۔۔" روما کو پیار کرتا ہوا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔اماں رک سی گئیں۔

"میں جانتا ہوں آپ کا رویہ اسے بہت تکلیف دیتا ہے اماں۔ "

"وہ میری تجھ سے شکایت لگاتی ہے؟" اماں کے دل میں جہاں عشنا کے لیے نرمی پیدا ہوئی وہیں میر ویس کی بات سے ختم ہونے لگی۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"شکایت؟" وہ ہنس دیا۔ "اس نے مجھے کبھی کچھ نہیں بتایا۔ میں نے اسے ہمیشہ یہاں سے گھر جاتے ہوئے اداس دیکھا ہے۔ اس نے کبھی آپ کو غلط نہیں بولا۔ اس نے کبھی شکایت نہیں لگائی۔ میں جب جب یہاں آپ سے ملوانے لے کر آتا ہوں' ہمیشہ خوشی سے آتی ہے۔ وہ یہ نہیں کہتی کہ آج ہم نہیں جائیں گے یا وہ بہت تھک گئی ہے۔ وہ میرے دل کا ایک ٹکڑا ہے اماں۔ اسے تکلیف پہنچتی ہے تو مجھے پتا چل جاتا ہے۔ ان چھ سات سالوں سے 'میں' اس کے پیچھے تھا۔۔ وہ نہیں۔ مگر پھر بھی جب آپ نے یہ کہا کہ اس نے جان کر میر ویس کو پھنسایا ہے تو وہ محض مسکرا دی۔ حالانکہ اگر یہ بات اس کی ماں بولتی تو شاید اتنا غلط نہ ہوتا۔ میں نے اس سے شادی کی خواہش کی تھی۔ اس نے نہیں!" اماں شرمندہ ہو رہی تھیں اور میر ویس کو اس کی یاد آرہی تھی۔ عجیب تھا۔۔ وہ تو ابھی ائیرپورٹ بھی نہیں پہنچا تھا اور ابھی سے اس کی یاد ستانے لگی تھی۔ یہ ایک ہفتہ بہت مشکل سے گزرنے والا تھا۔

---★★★---

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

زندگی آسان ہو رہی تھی۔ جس دن وہ دوبارہ گھر میں داخل ہوئی اسے ڈر لگنے لگا۔

"اس میں ڈرنے والی کیا بات ہے۔" وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا تھا جب ساویز کو علم ہوا۔

"ڈر والی ہی بات ہے ساویز۔ مجھے ان سے ڈر لگتا ہے۔" وہ ان کے کمرے کے باہر کھڑی تھی۔ مزدور ان کا فرنیچر گھر میں شفٹ کر رہے تھے۔

"وہ تمہیں نہیں ڈرائیں گے۔" اس کا ہاتھ تھامے ہوئے وہ اس کے ہمراہ کمرے میں بڑھ گیا۔

"بابا آگئی ہے آپ کی بہو۔" اسے چھیڑتے ہوئے اس نے تقی کو آواز دی۔ غنایہ کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔ تقی نے حیرت سے اس کا چہرہ دیکھا اور اٹھ کر بیٹھنے لگے۔

"اسلام علیکم بابا۔" وہ ان کے نزدیک آئی۔

"وعلیکم سلام۔ کیسی ہو بیٹا؟" شرمندگی کے تاثرات چہرے پر عیاں ہوئے۔

"میں ٹھیک ہوں۔ آپ کیسے ہیں؟ ہم آپ کے لیے کافی فکر مند تھے۔" وہ کرسی پر آرام سے بیٹھتے ہوئے بولی۔

"ٹھیک ہوں بیٹا۔ اللہ کا شکر ہے۔ تم کتنی پیاری ہو۔" انہوں نے محبت سے اس کی ٹھوڑی پکڑی۔ وہ شرم سے سرخ ہونے لگی تو ساویز بے ساختہ مسکرایا۔

"یہ تو آپ کیا پیار ہے بابا۔" اسے ان پر بہت پیار آیا۔

"ابا زیادہ ڈھیل مت دیں۔ بہو سر پر چڑھ جاتی ہے۔" وہ بیوی کو تنگ کرنے لگا جب تقی ہنس پڑے۔

"تو ہم اس کے ناز نخرے اٹھا کر خود سر بٹھا دیں گے۔ اب میرے پاس ہی رہو گی نا بیٹا؟" انہیں خوف تھا کہ اپنے اب دور نہ ہو جائیں۔

"جی۔" لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "آپ اپنی دوائیاں وقت پر لے رہے ہیں نا؟ "

"دوائیاں مجھے ساویز ہی کھلاتا ہے۔ تم تھک گئی ہو گی۔ جاؤ اپنے کمرے آرام کرو۔" اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ اسے تاکید کرنے لگے تو غنایہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"جزاک اللہ۔ "

کمرے میں پہنچ کر اس نے پورے کمرے پر نگاہ دوڑائی تھی۔ کشادہ بڑا کمرہ اور ہر چیز ویسی ہی رکھی تھی جیسے وہ چھوڑ کر گئے تھے۔ کھڑکی سے چاند کو ابھی جی بھر کر دیکھا بھی نہیں تھا جب ساویز نے اسے کندھے سے تھام کر اپنی جانب موڑا۔ اس کی موجودگی محسوس کرتے ہوئے وہ مبہم سا مسکرائی۔

"جب تم ایسے چاند کو دیکھتی ہو تو مجھے میری ماں یاد آجاتی ہے۔ وہ بھی ایسا ہی کیا کرتی تھیں۔ کہتی تھیں کہ چاند کو وہ لوگ دیکھتے ہیں جنہیں محبت ہو۔ تمہیں کس سے محبت ہے؟" لہجہ شریر ہوا تو کھلکھلا دی۔

"مجھے آپ سے محبت ہے۔" اس کو اتنا حوصلہ دینے والا اس کے پاس کھڑا تھا۔ مضبوط کشادہ سینہ اور بھرے بھرے بازو۔۔ اس کی محبت کے حصار میں وہ خوش کھڑی تھی۔

"قسمتوں کے کھیل دیکھ رہی ہو۔" ساویز کا بھاری لہجہ اور لبوں کی مسکراہٹ سب بتا رہی تھی۔

"میں تو آپ کو بھی دیکھ رہی ہوں۔" شرارت سے کہا۔

"تو پھر مجھے ہی دیکھتی رہو۔" کہتے ساتھ ہی اس نے گجرے اس کی آنکھوں کے سامنے لہرائے تھے۔ وہ خوشگوار حیرت سے ہنس پڑی۔

"یہ بہت اچھا سرپرائز ہے۔" یہ گجرے اور ان کی بھینی بھینی خوشبو۔۔

"یہ تحفہ ہے تمہارا۔۔ جو تم نے مجھے دیا ہے۔ جو اللہ ہمیں دینے والا ہے۔" بھوری آنکھوں میں کچھ تو تھا کہ وہ اس کے سحر میں خود کو جکڑا ہوا محسوس کر رہی تھی۔

"میری محبت کسی کے آنے سے کم تو نہیں ہو جائے گی؟" آج وہ اس سے ڈھیروں باتیں کرنا چاہتی تھی۔

"محبت مکمل ہو جائے گی۔ تم جانتی ہو وہ خوش خبری میرے لیے کتنا معنی رکھتی ہے۔ میں کتنا خوش ہوں۔ کوئی ایسا بھی آنے والا ہے جو ہمارا حصہ ہے۔"

"میں کل عشنا کے ساتھ شاپنگ پر جاؤں گی۔ آپ اجازت دیں گے نا؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ بلکہ کل اتنے دنوں بعد میں آفس جاؤں گا تو چند دن مصروف ہی گزریں گے۔ اگلے ویک اینڈ پر ہم دوبارہ شاپنگ پر جائیں گے تاکہ کم وقت میں شاپنگ اچھی طرح پوری کر سکیں۔" اسے دھیرے سے گجرے پہنا کر وہ اس کا ہاتھ اپنے ہونٹوں تک لایا تھا۔ گلاب کی خوشبو اس کا دماغ فریش کر گئی۔ ہاتھوں کی پشت چوم کر وہ اس کی کاجل زدہ بھوری آنکھوں کو دیکھنے لگا جس میں اس کا عکس تھا۔ یہ زندگی کا ایک بہترین رخ ثابت ہوا تھا۔

وہ جتنا اللہ کا شکر کرتا' کم تھا۔

آج کسی بات کا غم تھا نہ دکھ۔۔ ایک باپ تھا جو اب ساتھ تھا۔۔ بیوی تھی جو پاس تھی۔ دوست تھا جو خوشحال تھا۔۔ یہ سب اس کی خوشی کا سامان تھا۔

---★★★---

گیارہ بجے اسے آفس کے لیے رخصت کرتے ہوئے وہ بہت خوش تھی۔ ٹائی پہنا کر اسے کوٹ پہنانے لگی۔

اس نے آج اتنے دنوں بعد ساویز کے چہرے پر چمک دیکھی تھی۔

"آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں؟" رخصت کرنے سے قبل پوچھا۔

"ایسالگ رہاہے اپنوں کے پاس آگیاہوں۔ یہاں سب کچھ میرا ہے۔" پرفیوم خود پر چھڑکتے ہوئے وہ اس کی جانب بڑھا۔ "جب خالہ گھر آجائیں تو مجھے میسج کر دینا۔ تم شاپنگ پر جاؤ گی تو خالہ بابا کا خیال رکھ لیں گی۔" اس کی بات پر وہ اثبات میں سر ہلانے لگی۔

"اتنے دنوں بعد آپ کو کوٹ میں دیکھ رہی ہوں۔ اب کچھ زیادہ اپنے اپنے لگ رہے ہیں۔" وہ کھکھلا دی تو ساویز بھی ہنس پڑا۔

تقی سے ملتا ہوا وہ گاڑی میں بیٹھ رہا تھا جب اس نے دور کھڑی مسکراتی غنایہ کو دیکھا جو ہمیشہ اس کے ساتھ ساتھ رہی تھی۔

"اللہ حافظ۔ "

"خدا حافظ۔۔" وہ بھی جواباً بولتا ہوا گاڑی باہر نکالنے لگا۔

---★★★---

بارہ بج رہے تھے جب اس کی آنکھ کھلی۔ گزرا ہوا دن یاد آیا تو دل بوجھل ہو گیا۔ اس نے کروٹ لیتے ہوئے میر ویس کی خالی جگہ دیکھی۔ وہ اس سے بہت دور تھا۔ جانے اسے یاد کر بھی رہا ہو گا یا نہیں۔۔ مگر عشنا کر رہی تھی۔ پوری رات بستر پر کروٹیں بدلتے ہوئے اگر وہ کسی کو سوچ رہی تھی تو میر ویس! اس کی باتیں۔۔ اس کے ساتھ گزارا ایک ایک لمحہ۔۔ آنکھوں میں آنسو تھے مگر وہ خود کو مضبوط پیش کر رہی تھی۔ اس نے آنکھ کھلتے ہی موبائل دیکھا جہاں نہ کوئی میسج تھا اور نہ اس کی کوئی کال۔ تکلیف سے آنکھیں بھر آئیں۔ جانے اس کی طبیعت کیسی تھی۔

جس قدر وہ لاپرواہ تھا وہ جانتی تھی کہ کبھی اپنا خیال نہیں رکھ سکتا تھا۔ زبردستی خود کو اٹھاتے ہوئے سنگھار میز کے آگے کھڑی ہوئی جہاں اس کے پرفیومز رکھے تھے۔ اس نے نیلے رنگ کی بوتل اٹھائی اور اس کی خوشبو محسوس کرنے لگی۔ میر ویس اکثر اسے ہی استعمال کیا کرتا تھا۔ اسے خود پر چھڑکنے کے بعد وہ اپنی سوجی ہوئی آنکھیں دیکھ رہی تھی جو سرخ ہو رہی تھیں۔ کیا اسے خود سے میسج کرنا چاہئیے؟

نہیں بلکل نہیں۔۔

کیا ہوا اگر وہ غصے میں اس سے بات کرنے سے ہی انکار کر دے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ اس سے بات کرنے سے انکار نہیں کر سکتا' وہ میسج ہی نہ کر سکی۔ اس نے اپنا حلیہ دیکھا جو بے حد سادہ سا تھا۔ ابھی وہ وارڈروب سے نئے کپڑے نکالنے کی نیت سے بڑھ رہی تھی جب قدم ٹھہر گئے۔

اب وہ کس لیے کرے تبدیل کپڑے اور کون دیکھے گا اس کا سنگھار۔۔ یہ سوچتے ہی وہ مزید کمزور پڑ گئی۔

---★★★---

"تم چلو گی نا میرے ساتھ؟" کچن میں تقی کے لیے سوپ بناتے ہوئے کال پر عشنا سے پوچھنے لگی۔

"ہاں۔ "

"تین بجے تک چلیں گے۔ اچھا ہے تمہارا بھی دل بہل جائے گا۔ "

"ٹھیک ہے۔ میں کال رکھتی ہوں۔" کال رکھتے ہوئے اس نے پھر سے نوٹیفکیشن چیک کرنی چاہیں۔

شاید اس کی مس کال آئی ہو۔۔ ایک میسج ہی سہی۔۔

اسے تو یہ بھی علم نہیں تھا کہ وہ بخیریت وعافیت پہنچا تھا یا نہیں۔ ابھی وہ ساویز کو کال کر کے میر ویس سے خیر خیریت پوچھنے کا کہتی ہی کہ یکدم ہی ایک خیال ابھرا۔ انا حاوی ہونے لگی۔

"میں کیوں کروں فکر جب اسے خود اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں!" موبائل بستر پر پھینکتی ہوئی وہ باہر جانے کے لیے کپڑے نکالنے بڑھ گئی۔

---★★★---

پوری رات کا جاگا میر ویس تھکن سے چور بیٹھا تھا۔

"سر ہم نے ان فائلز کو پوری توجہ سے کام کیا ہے۔ آپ دیکھ سکتے ہیں۔" لاہور کی اس برانچ میں بھی اس کے لیے ایک الگ روم تھا۔ ادھ کھلی آنکھیں نیند پوری نہ ہونے کی نشانی تھی۔

"میں ان فائلز کو چیک کر لیتا ہوں۔ پلیز ایک کپ کافی کا کہہ دیں۔" وہ بیزاریت سے کہتا ہوا فائل کھولنے لگا جبکہ سامنے کھڑا وہ شخص عجیب نظروں سے ان چار خالی مگوں کو دیکھنے لگا جنہیں میر ویس پی کر خالی کر چکا تھا۔ اس کے جانے کے بعد ہی میر ویس نے موبائل کھول کر ایک نظر نوٹیفکیشنز پر ڈالی تھیں۔ دل بے اختیار بوجھل ہوا تو فائل پر ہی سر جھکا کر آنکھیں موند گیا۔

---★★★---

"ابھی اتنی شاپنگ کافی ہے۔ گھر چلتے ہیں۔" سارے بیگز عشنا کے ہاتھ میں تھے۔

"تم کچھ کھانا نہیں چاہو گی۔" غنایہ نے حسرت سے کیفے کی جانب دیکھا۔ عشنا ہنس پڑی۔

"تمہیں بھوک لگ رہی ہے؟"

"آج کل تو بار بار لگ رہی ہے۔ لیکن میں جوس پینا چاہتی ہوں۔" اس کی بات پر عشنا اسے مسکرا کر دیکھتے ہوئے کیفے کی جانب بڑھ گئی۔ وہاں بیٹھنے کے بجائے پارسل لے کر وہ دونوں باہر نکل آئے تھے۔

"تمہاری گاڑی کس طرف کھڑی ہے عاشی؟" پارکنگ ایریا میں پہنچ کر اس نے ارد گرد ڈھونڈنا چاہا۔

"ڈارلا کہو۔"

"ہاں ہاں تمہاری ڈارلا! ہے تو گاڑی ہی! کہاں کھڑی ہے؟ "

"تم ادھر ہی ٹھہرو میں لے کر آتی ہوں۔ خوامخواہ تمہیں اتنا چلنا پڑے گا۔" چابی پرس سے نکالتی ہوئی وہ آگے بڑھ گئی تھی۔

دور کھڑی کالی گاڑی میں موجود خرم نے کان سے فون لگایا تھا۔

"باس وہ سامنے کھڑی ہے۔ ساتھ میر ویس کی بیوی بھی ہے مگر وہ ابھی اس کے ساتھ نہیں۔" کال ملی ہوئی تھی۔

"موقع کا فوراً فائدہ اٹھاؤ۔ مگر دھیان سے! اسے کوئی چوٹ نہیں پہنچنی چاہیئے۔" بھاری سنجیدہ آواز ابھری تو خرم نے مسکراتے ہوئے عادل کو گاڑی بڑھانے کا اشارہ دیا۔

عشنا گاڑی میں بیٹھ رہی تھی جب اس نے پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ وہ سماں ہی قیامت تھا۔ ایک آدمی گاڑی سے اتر کر غنایہ کو گاڑی کی پچھلی سیٹ میں زبردستی ڈال رہا تھا۔ غنایہ کو چیخنے کا موقع دیے بغیر ہی وہ اس کے منہ پر ہاتھ رکھ چکا تھا۔ عشنا پوری قوت سے چیختے ہوئے اس کے پیچھے بھاگی۔ یہ سب اتنا جلدی ہوا کہ اس کے پہنچنے سے قبل ہی وہ گاڑی اسٹارٹ کر

چکے تھے۔ حواس باختہ صورت مزید بوکھلا گئی۔ قدم بھاری ہونے لگے۔ غنایہ اس گاڑی میں تھی جس کے شیشے سے ایک چہرہ نکلا تھا۔ عشنا نے اسے بغور دیکھا۔ صورت مزید سفید پڑ گئی۔

گاڑی آگے نکل چکی تھی اور اسے لگ رہا وہ یہیں ڈھے جائے گی۔

---★★★---

"کسی کی کمزوری کا اندازہ ہی اس بات سے لگا لینا چاہئیے کہ وہ دشمنی سامنے سے نہیں نبھاتا۔ سب سے پہلے اس کی گھر والی کو نشانہ بناتا ہے۔" سامنے کھڑے پینٹ کوٹ میں ملبوس اس شخص کو دیکھ کر نفرت بھرے لہجے میں بولی تھی۔

"مجھے تمہاری کہانی میں ولن کا کردار نبھانا پسند ہے غنایہ۔" وہ مڑتے ساتھ ہی بولا تھا۔ ڈمپل گہرا ہوا۔ سلیقے سے بال بنے ہوئے تھے۔ ان ہری آنکھوں میں ڈھیروں اطمینان تھا۔

"تم ولن ہی ہو وجاہت اور سب کو ولن سے نفرت ہوتی ہے۔" اس کے اندر خوف نہیں تھا مگر غصہ تھا۔ وہ اب جان گئی تھی کہ وجاہت اتنا برا نہیں کہ عورت کو مفت کا مال سمجھ کر ان کا غلط فائدہ اٹھائے۔

"کتابوں، کہانیوں میں ولن کو پڑھنے والے اس سے نفرت کرتے ہیں مگر یہ نفرت اس کہانی کا لکھاری کرواتا ہے۔ لکھاری جو لکھے گا، جسے معصوم بنائے گا، ریڈرز اس کے طرز سے پڑھیں گے حالانکہ اس ولن کی اپنی کہانی دکھوں کی بھری کتاب ہوتی ہے۔ ہیرو کتنا بے قصور ہے وہ سب کو پتا ہوتا ہے مگر ولن کتنا بے گناہ ہے وہ صرف ولن ہی جانتا ہے اور یہ ہر کہانی کا سب سے تکلیف دہ حصہ ہے۔"

"تمہیں لگتا ہے تمہاری بہن کو میرے شوہر نے قتل کیا ہے؟ آج پھر تمہیں ناکامی ہی حاصل ہو گی۔"

"مجھے یہاں صرف تمہاری موجودگی چاہیئے تھی۔ یہ جان کر کے تم یہاں ہو'وہ طیش میں آجائے گا۔"لبوں پر مسکراہٹ کھل رہی تھی۔

"اور تمہیں لگتا ہے وہ اپنا کبھی نہ کیا جانے والا گناہ مان لیں گے؟ تم ہماری زندگی آسان کیوں نہیں کر دیتے وجاہت! چھوڑ دو ہمیں ہمارے حالوں پر۔"غنایہ رو نہیں رہی تھی۔اب وہ ڈٹ کر مقابلہ کر رہی تھی۔

"آج فیصلہ کا دن ہے بھابھی صاحبہ! یا تو آج موت ہو گی یا رہائی۔اور اگر رہائی ہو گئی تو میں قسم کھاتا ہوں آج کے بعد کبھی تمہیں اپنا چہرہ خود سے نہیں دکھاؤں گا۔"تھوک نگلتے ہوئے وہ رخ موڑ کر کھڑا ہو گیا۔غنایہ حیران ہوئی۔کیا واقعی وہ ان کی جان چھوڑ دینے والا تھا؟

"مزید پندرہ منٹ اور۔۔پھر ساویز بھی یہاں ہو گا۔"

---★★★---

گاڑی سڑک کے بھگاتے ہوئے وہ اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھا۔آنکھوں میں ایک خوف تھا مگر اسے یقین تھا وجاہت غنایہ کے ساتھ کچھ غلط نہیں کر سکتا۔خرم کا چہرہ خیالوں میں ابھرا تو اس نے دانت پیس لیے۔

وجاہت کے گھر کے آگے گاڑی روکتے ہوئے وہ کھلے دروازے سے اندر داخل ہوا تھا۔

دو گارڈز سامنے آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔اس کے یوں داخل ہونے پر چیختے ہوئے اس کی جانب بڑھنے لگے مگر وہ انہیں دھکا دے کر کنارے کرتے ہوئے لاؤنج میں داخل ہوا۔

"کہاں ہے وجاہت؟"وہ تقریباً دھاڑا تھا۔لاؤنج مکمل خالی تھا۔یکدم ہی اس کی نگاہ اوپر ریلنگ پر پڑی جہاں سے خرم اسے دیکھ رہا تھا۔

"وجاہت یا تمہاری بیوی؟" اس کا استہزائیہ قہقہہ گونجا۔ اس کی شکل دیکھ کر ہی ساویز کے اندر غصہ بڑھنے لگا۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھی جسے لیے وہ سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے بڑھ رہا تھا۔

"میں کہتا ہوں کہاں ہے وہ؟" بمشکل خود پر ضبط کرتے ہوئے اس نے دوبارہ پوچھا۔

"ہمارا کام تو بس تمہاری بیوی کو اغوا کرنا تھا۔ اب جو کرے گا وجاہت ہی کرے گا۔ یہاں نہیں ہے! اپنے فارم ہاؤس میں ہے۔" اس کا یوں 'باس' سے سیدھا 'وجاہت' پر آنا ساویز نے خود محسوس کیا تھا۔

"تمہیں تو بعد میں دیکھوں گا۔" ساویز اس کا مزید سامنا نہیں چاہتا تھا۔ ابھی مڑ ہی رہا تھا جب خرم کی آواز پر چہرہ سرخ ہوا۔

"ابھی کیوں نہیں؟ ویسے تمہاری بیوی ہے بہت خوبصورت! میں نہیں مانتا کہ یہ شادی مکمل ارینج ہوئی ہو گی۔ جب میں نے اس کو بازو سے پکڑ کر گاڑی میں ڈالا تو اس کی آنکھوں میں ایک خوف ابھرا تھا اور بس! خرم کو لگا جیسے وہ ان آنکھوں پر پگھل گیا ہو۔" جان کر ساویز کو مزید طیش دلاتے ہوئے طنزیہ ہنسا۔

ساویز چیختے ہوئے اس کی جانب بڑھا تھا جب خرم نے پستول کا رخ اس کی جانب کیا۔

"سوچو اگر میں نے تمہیں مار دیا تو؟ تمہاری بیوی بیوہ ہو جائے گی۔" ہنستے ہوئے ساویز کو مزید غصہ دلا رہا تھا۔

"مارو مجھے۔۔" اس کے برعکس خود پر بے پناہ قابو کرتا ساویز لمحے بھر کو مسکرایا۔ "پھر یاد رکھنا۔ یہ ارد گرد لگے کیمروں کی ریکارڈنگ جب وجاہت دیکھے گا تو خرم کے تو سارے راز کھل جائیں گے۔" اب کی بار وہ ہنسا تھا۔۔ اس کی بات سن کر خرم کی چال ڈھیلی ہوئی تھی جب ساویز نے اس بات کا فائدہ اٹھایا۔ تیزی سے اس کا ہاتھ موڑتے ہوئے پستول چھین کر اس کا رخ خرم کی جانب کیا۔ "وجاہت سے چھ سال کی گہری دوستی کے بعد آٹھ مہینوں کی دشمنی ہے۔ مگر یہ چھ سال

کا طویل عرصہ ہمارے درمیان انہونا سا اعتبار پیدا کر گیا ہے کہ اگر میں خود اس کو تمہارے رازوں سے واقف کروں تو کھڑے کھڑے یقین کر لے گا۔"اب کھیل پلٹ چکا تھا۔"پھونک پھونک کر قدم اٹھاؤ خرم۔ دھیان سے کہیں میرا ہی منہ نہ کھل جائے وجاہت کے آگے۔۔"ایک آئبرو اچکا کر اسے دیکھتے ہوئے وہ اب دھمکا رہا تھا۔

"تو تمہیں لگتا ہے تم بچ جاؤ گے؟ یا تمہارا ماضی بہت صاف ہے؟"وہ تڑخ کر بولا۔

"اس دن کا انتظار کرو جس دن میں خود اسے سب بتا دوں گا۔ "

"تمہیں لگتا ہے تم اپنی زندگی سکون سے گزار سکو گے؟ کبھی نہیں۔۔میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔"اس نے پورے یقین سے کہا۔

"اور سوچو اگر میں نے ٹریگر دبا دیا تو کیا ہو گا؟ اگر میں نے پستول چلائی تو یہ میرا پہلا تجربہ نہیں ہو گا۔ تم تو جانتے ہی ہو کہ اس سے پہلے یہ گولی میں نے کس کو ماری تھی۔"اس کا ذو معنی جملہ خرم کا چہرہ سفید کر گیا۔ وہ کیسے بھول سکتا تھا۔ ساویز استہزائیہ انداز میں بولا تھا جیسے اس پر ہنس رہا ہو اور خرم کو پورا ماضی یاد آ گیا تھا۔ ہاں وہ وقت جب کائنہ کمرے سے نکلی تھی اور ساویز سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر بڑھ رہا تھا۔ خون، حواس باختہ ساویز اور کائنہ کا وجود۔۔اسے سب یاد تھا۔ جلن کی آگ میں جلتا خرم، اور ساویز سے ہمیشہ کی نفرت۔۔ماضی کے وہ چند پل اسے بہت کچھ یاد کروا گئے تھے جن کا تعلق ساویز سے بہت گہرا تھا۔ اس کے آگے پستول پھینک کر ساویز جا چکا تھا۔ خوف دل پر پہرا دینے لگا۔

---★★★---

صوفے پر لیٹا وجاہت گیند اوپر اچھالتا ہوا کیچ کر رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں اس نے تذبذب کی کیفیت سے گھڑی میں وقت دیکھا۔

کچھ دور غنایہ رخ موڑے بیٹھی تھی۔ آدھے گھنٹے سے اوپر ہونے کو آیا تھا مگر ساویز اب تک نہیں پہنچا تھا۔

"تم نے کہا تھا اگر ساویز نہ آئے تو آدھے ہی گھنٹے میں گھر چھوڑ دو گے۔" بھنویں آپس میں ملی ہوئی تھیں۔

وجاہت اٹھ کر بیٹھا اور غور سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

جو بھی تھا یہ اس کی آخری کوشش کی تھی۔ ساویز آئے نہ آئے مگر اس کا دل بوجھل ہونے لگا تھا۔ اگر وہ نہ آیا تو اس کی یہ آخری کوشش رائیگاں چلی جائے گی۔ مزید پانچ منٹ انتظار کرتے ہوئے سنجیدگی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ایک بار گھڑی میں وقت دیکھا اور تھوک نگل کر غنایہ کو جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"عادل۔" اس نے گارڈ کو پکارا۔

"جی باس۔ "

"غنایہ کو گھر چھوڑ آؤ۔" جلد تھا کہ شدت ضبط سے آنکھیں سرخ ہو جاتیں۔ وہ پلٹ ہی رہا تھا جب کسی کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

"میری بیوی تک پہنچنے کی ہمت کیسے کر سکتے ہو تم۔۔" دروازے سے اندر داخل ہوتا ساویز دھاڑا تھا۔ وجاہت اس کی آواز پر ٹھہر کر مڑا۔ لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ساویز۔" غنایہ کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔ ساویز نے اسے دیکھا تو نزدیک آیا۔

"تم ٹھیک ہو؟" نگاہوں میں ڈھیروں فکر مندی تھی۔

وجاہت نے امپریس ہوتے ہوئے دونوں کو دیکھا۔

"ہاں۔" وہ یہاں سے جانا چاہتی تھی۔ ساویز وجاہت کے طرف بڑھا۔

"چاہتے کیا ہو تم؟ تم اپنی بہن کے قتل کا گناہ مجھے کیوں دے رہے ہو؟" چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔

"کیونکہ اسے تم نے مارا ہے۔" وجاہت نفرت انگیز لہجے میں بولا۔

"بس کرو وجاہت! خدا کا واسطہ ہے نکل آؤ خمار سے۔۔ مجھے تمہاری بہن کا قتل کرنا ہی ہوتا تو تمہارے ساتھ دوستی کیوں رکھتا۔ "

"کیونکہ وہ تم سے محبت کرتی تھی۔ جان دیتی تھی تم پر اور تم نے اس کی جان لے لی۔" کہتے ساتھ ہی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"کیا بس یہی ایک ثبوت ہے؟ زبانی ثبوت؟" وہ چیخا۔ "اگر یہی بات تم کسی سے باہر جا کر کرو گے تو لوگ تمہیں بے وقوف سمجھیں گے وجاہت۔ "

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اس رات تم گھر آئے تھے۔" وجاہت نے ماضی دہرایا۔

"ہاں آیا تھا مگر تم سے ملنے اور جب میں تمہارے کمرے میں پہنچا تو تم وہاں نہیں تھے۔ تب ہی اپنے کمرے سے باہر کائنہ نے قدم رکھا تھا اور مجھے تمہاری ناموجودگی کے بارے میں بتایا۔ میں جانے لگا تھا جب اس نے کہا مجھے ٹھہر جانا چاہئیے کیونکہ تم آنے والے تھے۔ میں انتظار کرتا اگر مجھے تمہارے تاخیر سے آنے کا اندازہ نہ ہوتا۔ میں پلٹ گیا وجاہت۔۔ اگر میں اسے مارنا ہی چاہتا تھا تو وہ چیخی کیوں نہیں؟ کیوں نہ آئے تمہارے گارڈز اسے بچانے؟" دانت پیس کر وہ ایک بار پھر یاددہانی کروا رہا تھا۔ "کیونکہ ایسا کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ تمہیں کیا لگا تھا؟ مجھے نقصان پہنچائے اور میرا ذہنی سکون برباد کرنے کے لیے تم میری بیسی کا استعمال کرو گے اور یوں ساویز کوئی بھی جرم قبول کرلے گا؟" یہ ایک

کشادہ بڑا کمرہ تھا جس میں ساویز کی آواز گونج رہی تھی۔ وجاہت ساکت کھڑا تھا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گر جاتا اگر عادل نہ اسے تھام لیتا۔ آج پہلی بار اس نے خود کو دنیا کا سب سے ناکامیاب شخص محسوس کیا۔ اس کی بیوی یہاں پر تھی۔ وہ یوں اس موقع پر جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔ تو کیا واقعی یہ سچ تھا؟ کیا واقعی وہ بے گناہ تھا؟ اور آج تک جو وہ ساویز کو نقصان پہنچاتا آیا، اس کی بیوی کو بھی معاملے میں شامل کیا۔ کیا وہ سب ایک غلطی بن کر رہ گئی تھی؟ اس نے تھوک نگلا تو حلق کی گلٹی نمودار ہو کر غائب ہوئی۔

"میں نے تم سے کہا تھا نا وجاہت۔۔ ایک دن آئے گا کہ تم پچھتاؤ گے اور یہ بھی کہا تھا کہ اس وقت سے بچو مگر تمہارے اندر لگی انتقام کی آگ بھڑک اٹھتی تھی۔" ساویز کی گھمبیر آواز وجاہت کو سن کر رہی تھی۔ پریزے ٹھیک کہتی تھی۔۔ اور ساویز بھی۔۔ وہ واقعی پچھتاوے میں گھر گیا تھا۔ انتقام کا یہ چکر اسے اس کی بیوی سے دور لے گیا۔ غنایہ شوہر کے پیچھے کھڑی تھی۔

"جا رہا ہوں میں۔۔ یاد ہے میں نے ایک بار تم سے کیا کہا تھا؟ دوست کا وار سہنے کی بھی ہمت رکھتا ہوں اور دیکھو آج تمہاری دی گئی ہر تکلیف سہہ رہا ہوں۔ تم نے سب کھو دیا وجاہت۔ تم نے سب کو خود سے دور کر دیا۔" وجاہت کو یوں حواسوں سے بیگانہ ہوتے دیکھ کر اسے دکھ ہوا۔ اس کی حالت قابلِ رحم تھی مگر ساویز ایک بار بھی آگے نہیں بڑھا تھا۔

"غنایہ۔" ساویز نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تاکہ وہ اسے تھام سکے۔ غنایہ نے ایک نظر اسے دیکھا اور وجاہت کو دیکھنے لگی۔ اسے لمحہ بھر ٹھہرنے کا اشارہ دیتے ہوئے وجاہت کے نزدیک آئی جسے عادل اب صوفے پر بٹھا چکا تھا۔

"مجھے تم سے پہلے بہت نفرت محسوس ہوتی تھی مگر اب مجھے تمہارے لیے دکھ ہے۔" یہ وہ الفاظ تھے جو غنایہ نے وجاہت سے کہے تھے جس پر وجاہت نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ اسے ہمدردی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے پلٹنے کے بعد وجاہت کی آنکھ سے آنسو نکلا تھا اور وہ خود پر ضبط کرتا رہ گیا تھا۔

---★★★---

"اللہ اسے غارت کرے جس نے میری بیٹی کی جانب بری نگاہ اٹھائی۔" تقی چیخ نہیں رہے تھے' بلکہ دھاڑ رہے تھے اور ساویز انہیں بار بار یاد دلا رہا تھا کہ وہ دل کے مریض ہیں۔ غنایہ نے نچلا لب دانتوں سے کچلا۔

"مجھے کچھ کہنے سے مت روکو ساویز۔ باپ ہوں تمہارا! غنایہ سے اس کی طبیعت پوچھو۔ اللہ نہ کرے کوئی ایسی ویسی بات ہو جائے۔"

اس سے قبل ساویز کچھ کہتا غنایہ بول پڑی۔

"میں ٹھیک ہوں بابا۔ اس نے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ آپ پریشان مت ہوں۔ کہیں دل میں تکلیف نہ اٹھ جائے۔" ان کے پاس آکر وہ قریب ہی بیٹھ گئی۔ پیار سے ہاتھ ان کے کندھے پر پھیرا تو وہ کچھ سکون میں آ گئے۔

ساویز قدرے امپریس ہوا۔

"آدھے گھنٹے سے جب میں سمجھا رہا تھا تو آپ مجھے الٹا ڈانٹ رہے تھے۔" کالر والی شرٹ کا پہلا بٹن کھولتے ہوئے وہ بستر پر بیٹھ گیا۔ غنایہ نے اس کی جانب کچھ اتراتے ہوئے دیکھا۔

"بیٹیوں کی بات کچھ اور ہوتی ہے۔" اپنی لٹوں کو انگلیوں پر گھماتے ہوئے اس نے تصدیق کے تحت تقی کو دیکھا تو وہ مسکرا دیے۔

"اس بات سے میں انکار نہیں کر سکتا۔" انہوں نے دھیرے سے اس کے سر ہاتھ پھیرا تو ساویز بھی مسکرا دیا۔

"یہاں میں جیلس ہونے کا حق رکھتا ہوں۔" بہت ہی آرام سے کہتے ہوئے وہ غنایہ کو گھورنے لگا۔ غنایہ کھلکھلا دی تھی۔

---★★★---

گروسری گاڑی میں رکھتے ہوئے اس نے مسکراتے ہوئے روما کی جانب بسکٹ کا پیکٹ بڑھایا۔ روما نے پہلے اس کے مسکراتے لب دیکھے اور جواباً خود بھی مسکرادی۔

"تھینک یو بھابھی۔" کریم والے بسکٹس اسے ہمیشہ سے پسند تھے۔

"تم نے اپنی پسند سے کیا لیا؟" ڈرائیونگ سے پر بیٹھتے ہوئے عشنا نے اشتیاق بھرے لہجے میں پوچھا۔

"یہ چاکلیٹس اور کسٹرڈ بنانے کا پیکٹ! جب میرو آئے گا تو میں اس کے لئے بناؤں گی۔" چاؤ سے کہتے ہوئے اس نے ڈبے کو دیکھا تو عشنا مسکرادی۔

"تمہارے بھائی کا دماغ گھٹنوں میں ہے۔" نجانے کیوں وہ طنزیہ بول پڑی۔ روما چونک اٹھی۔

"آپ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں۔" اگر یہ کہنے والی عشنا نہ ہوتی تو وہ یقیناً غصے میں آچکی ہوتی۔

"کیونکہ ایسا ہی ہے۔" خفا خفا سا لہجہ روما نے بھانپ لیا تھا۔

"انہوں نے آپ کو تکلیف پہنچائی؟ "

گاڑی آگے بڑھ رہی تھی۔

"بہت زیادہ۔۔"عشنا کو گزرا وقت یاد آنے لگا۔ "کیا فرق پڑتا ہے۔" اسے غصہ آنے لگا۔

"آپ انہیں یاد کر رہی ہیں بھابھی؟" روما مسکرائی۔

"نہیں بلکل نہیں۔ میں اسے بلکل بھی یاد نہیں کر رہی۔" وہ تیزی سے نفی میں سر ہلانے لگی۔ "مجھے تمہارا بھائی ذرا نہیں پسند۔"

"بھائی اتنا برا ہے؟" اسے برا لگ رہا تھا مگر وہ عشنا کی طرف داری کرنا چاہتی تھی۔

"بہت برا' بہت زیادہ۔ اتنا کہ وہ خود بھی نہیں جانتا۔" نجانے کب آنکھیں نم ہو گئیں اور آواز بھیگنے لگی۔ روما نے خاموش رہنا مناسب سمجھا۔ کیا واقعی میرو نے اس کی بھابھی کو اتنا رلایا تھا۔

"بے حس اور بد تمیز ہے۔ جانتی ہو اس نے کہا تھا کہ میرا دل کبھی نہیں دکھا سکتا مگر اس نے ایسا کیا روما۔" اتنی چھوٹی بچی کو وہ یہ کیوں بتا رہی تھی اسے خود بھی سمجھ نہیں آرہا تھا۔

"مجھے یقین نہیں آرہا۔ میرو نے آپ کا دل دکھایا؟ اس نے کبھی کسی کا دل نہیں دکھایا۔" وہ اس جملے پر ٹھٹکی۔

"تمہارا بھائی دو نمبر آدمی ہے جسے میں بلکل پسند نہیں کرتی۔ ذرا نہیں بھاتا ہے۔" گھر کے آگے گاڑی روکتے ہوئے اس کو اندازہ ہوا کہ وہ کیا کیا بول چکی ہے۔ دھیرے سے چہرہ موڑ کر اس نے روما کو دیکھا جو مسکرا رہی تھی۔

"آئم سوری! میں بس غصے میں تھی۔ جانے کیا کیا بول پڑی۔" سب کچھ گڈ مڈ ہونے لگا تو روما کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے باہر نکل گئی۔

"میں جانتی ہوں آپ میرو کو پسند کرتی ہیں اور ابھی آپ اس سے ناراض ہیں۔" ٹھنڈا لہجہ عشنا کے لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ لے آیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ کتنی سمجھدار معلوم ہو رہی تھی۔

---★★★---

"میں آگے کیسے پڑھ سکوں گی ساویز؟" مستقبل کے حوالے سے اسے پریشانی تھی۔

"سب ہو جائے گا غنایہ۔ یہ سمیسٹر تمہیں ڈراپ کرنا پڑے گا۔" وہ اس کے گھٹنوں پر سر رکھ کر لیٹا ہوا تھا۔

" کہنا کتنا آسان ہوتا ہے کہ سمیسٹر ڈراپ کرنا پڑے گا۔" نظریں بھی خفا تھیں۔" کتنی لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں جو اس حالت میں بھی پڑھتی ہیں۔ میں بھی ایسا کر سکتی ہوں ساویز۔" اس کے کہنے پر ساویز اسے دیکھتا رہ گیا۔ غنایہ نے لمبی خاموشی محسوس کی۔ یکدم ہی ساویز کا قہقہہ گونجا۔

" تمہیں لگتا ہے تم کر سکتی ہو؟ دو دن جا کر دکھا دو' مان جاؤں گا۔ تیسرے دن ہی تم تھک جاؤ گی۔" وہ یقین سے کہہ رہا تھا اور غنایہ اس سے خفا ہو رہی تھی' یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ ٹھیک ہی کہتا تھا۔ غنایہ جلد ہی تھک جائے گی۔

" آپ بلکل اچھے نہیں ہیں۔" کلائی میں پہنے گجروں کی خوشبو محسوس کرنے لگی۔ ساویز جانتا تھا کہ یہ اس کی خوشی کا سامان ہے اس لیے اکثر تحفتاً اس کے لیے لے آتا تھا۔

" میں آج پہلی بار بہت ڈر گیا تھا۔" وہ جو دونوں سوچ کر بیٹھے تھے کہ اب ماضی کی باتیں نہیں کریں گے' ساویز ٹھہر نہ سکا۔

" سن کر اچھا لگا مجھے۔۔" اس نے پوری بتیسی دکھائی۔" میرا شوہر میرے لیے ڈر گیا تھا۔ "

ساویز نہ چاہتے ہوئے مسکرا دیا۔

"ہنسو مت' میں سنجیدہ ہوں۔ مجھے لگا تم رو رہی ہو گی مگر تم تو بہادر بن کر بیٹھی تھی۔" سوچتے ہوئے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

" کیونکہ اب مجھے لوگوں کا سامنا کرنا آ گیا ہے۔ اب بلاوجہ میں روتی نہیں۔" آنکھیں چمک اٹھیں اور وہ کسی فخر سے اسے بتانے لگی۔ ساویز کی مسکراہٹ یکدم ہی گہری ہوئی۔ وہ اس کا چہرہ دیکھنے لگا جو پہلے سے زیادہ نکھر گیا تھا۔

"مجھے لگتا ہے ہمیں کچھ وقت ساتھ میں باہر گزارنا چاہئیے۔" اس کا ہاتھ تھام کو وہ پیار سے سہلاتا ہوا بولا۔

"ہم نے شادی کے بعد ایک بار بھی کہیں باہر ساتھ ڈنر نہیں کیا۔" وہ کب سے اس کے ساتھ ایک شام باہر گزارنا چاہتی تھی۔

"ہاں یہ بہترین ہے' مگر چند دنوں تک۔ بابا کی طبیعت مزید بہتر ہو جانے گی تو ہم ڈنر کہیں باہر کریں گے۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر آنکھوں سے لگا رہا تھا۔ غنایہ اس کے انداز پر مسکرائی جا رہی تھی۔

ساویز کو کچھ یاد آیا تو عشنا کو کال کرنے لگا۔

"اسلام علیکم "عشنا کی آواز ابھری۔

"وعلیکم سلام۔ کیسی ہو عشنا؟ "

"الحمد اللہ۔ آپ کیسے ہیں؟ "

"تمہاری بہن کے ساتھ ہوں۔ اب سمجھ لو کیسا ہوں گا۔" اس نے ٹھہر کر غنایہ کو دیکھا جو حیا سے نگاہ دوسری جانب کر گئی تھی۔

"یعنی میں بہترین سمجھوں؟" اس کی مسکراہٹ وہ دونوں موبائل کے دوسری جانب سے محسوس کر سکتے تھے۔

"ہاں بلکل! تمہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟ میر کراچی میں نہیں ہے اس لیے میں تم سے خیر خیریت معلوم کرتا رہوں گا۔" آواز ہمیشہ کی طرح گھمبیر تھی۔

"شکریہ ساویز مگر مجھے فالحال کسی چیز کی ضرورت نہیں۔" وہ اس کی بات پر مطمئن ہوا تھا۔

"اب مجھے بات کرنی ہے۔ موبائل دیں۔" اس کے ہاتھ سے موبائل زبردستی کے کر اس نے کان پر لگایا۔ البتہ ساویز اسے گھورتا رہ گیا تھا۔ اب دو بہنوں کی طویل اور کبھی نہ ختم ہونے والی گفتگو شروع ہو گئی تھی۔

---★★★---

یہ ایک ہفتہ اسے مکمل طور پر پاگل کرنے کے لیے کافی تھا۔ میر ویس کے لوٹنے سے ایک دن پہلے تک وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ ہچکیاں بندھ رہی تھیں مگر اسے احساس ہو رہا تھا کہ واقعی میر ویس اسے بے بس کر چکا تھا۔ وہ اپنی غیر موجودگی سے اسے بہت اچھی طرح سمجھا چکا تھا کہ عشنا کے لیے وہ کتنا اہمیت رکھتا ہے۔ یہ اپارٹمنٹ اس کے بنا کچھ نہیں تھا۔ آفس کی چوتھی بار چھٹی کر کے وہ کچن کے باہر رکھی میز کے ساتھ کرسی لگائے بیٹھی تھی۔ کمرے میں جانے سے نجانے اب کیوں وحشت ہوتی تھی۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ میر ویس بھی نہیں۔۔ رات بستر پر تنہا لیٹتے ہوئے اسے میر ویس اتنی شدت سے یاد آیا کہ وہ اٹھ بیٹھی۔ اس کے جانے کے بعد سے ایک رات بھی وہ سکون سے نہ سو سکی۔ آنکھوں کے نیچے نیند نہ ہونے کے باعث حلقے آ رہے تھے۔ آخری دو دن اس نے سسکتے سسکتے گزارے۔ دل بھرا بیٹھا تھا۔ وہ کمرے سے باہر نکل رہی تھی جب صوفے سے پاؤں کی چھوٹی انگلی ٹکرائی۔ درد کی ایک لہر دوڑی تو آنسو نکل آئے۔ مگر یہ آنسو جسمانی تکلیف کے نہیں تھے۔ وہ روپڑی اور اتنا روئی کے کب وقت گزرا علم بھی نہ ہو سکا۔

اسے لگا روئے گی تو غم کم ہو جائے گا مگر وہ بڑھتا جا رہا تھا۔ میر ویس کے لیے محبت بڑھتی جا رہی تھی۔ اس کا دل چاہا انا کی دیواریں توڑ کر وہ اسے ایک کال ہی کر لے مگر یہ سوچ کر نہ کر سکی کہ جانے اس ایک ہفتے میں اس کی شخصیت میں کیا تبدیلی آئی ہو گی۔

لب مسکرانا بھول رہے تھے۔ وہ دل ہی دل میں میر ویس کو پکارنے لگی کہ لوٹ آؤ قبل اس کے کہ یہ لب مسکرانا بھول جائیں۔

اسے خود پر بھی غصہ آیا۔ بھلا کیا ضرورت تھی میر ویس سے یہ کہنے کی کہ وہ اس سے محبت نہیں کرتی۔ کیا ضرورت تھی اس سے جھگڑنے کی۔۔

روز ساویز سے میر ویس کا حال احوال پوچھ کر وہ خود کو مطمئن کرتی۔ یہ ایک ہفتہ بھی ایک صدی کے برابر محسوس ہو رہا تھا۔ وقت تھا کہ گزرتا ہی نہیں تھا۔ بار دن آفس میں نہ آنے کی وجہ سے صوفیہ بلاآخر اسے گھر ملنے آ گئی۔ سرخ ادھ کھلی آنکھیں اور ہلکے حلقے اس کی تکلیف دہ حالت بتانے کے لیے کافی تھے۔ صوفیہ سکتے میں کھڑی ہی رہ گئی۔

"یہ سب کیا ہے۔" اس سے آگے الفاظ ہی نہ ملے۔

عشنا کو لگا وہ جلد دوبارہ سے رو دے گی۔

"آج چھٹا دن ہے اور میں آج بھی نہیں سو سکی۔" یکدم ہی سسکی بھری گئی۔ "مجھے اس کی بے پناہ یاد آتی ہے۔ کیا اسے بھی آتی ہو گی؟" آنسو بہنے لگے۔

"وہ تم سے محبت کرتا ہے' لازماً یاد کرتا ہو گا۔" اس کی کمر تھتھپاتے ہوئے وہ بے حد محبت سے بولی۔

"اس نے مجھے ایک بار بھی میسج نہیں کیا حالانکہ اس سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا صوفیہ۔ اس نے کبھی مجھے نظر انداز نہیں کیا۔"

"تمہیں اس کی کتنی یاد آ رہی ہے۔" صوفیہ نے ذو معنی لہجے میں پوچھا۔

"بہت زیادہ۔۔ اتنی کہ مزید دو دن اس کے بنا رہی تو پاگل ہو جاؤں گی۔ اٹھتے بیٹھتے مجھے اس کی آواز سنائی دے رہی ہیں جیسے وہ مجھے پکار رہا ہو۔ میں سوتی ہوں تو کسی آواز سے جھٹکے سے نیند کھل جاتی ہے اور پھر بقایہ رات جاگتے ہوئے گزر جاتی ہے۔" آنسو پینا مشکل تھے۔

"تمہیں اس سے محبت ہورہی ہے؟"لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہورہی ہے؟محبت ہوگئی ہے صوفیہ۔۔دوریاں احساس دلاتی ہیں کہ وہ شخص آپ کے لیے کتنا اہم ہے۔"

"اسے کال کیوں نہیں کرتی؟"صوفیہ کو غصہ آنے لگا۔"محبت میں انا کی بات نہیں چلتی۔"

"بس ایک بار وہ مجھے میسج ہی کردے۔میں اسے سیدھا کال ملادوں گی۔بس ایک بار وہ مجھے احساس دلادے کہ اتنے دنوں میں وہ مجھے بھولا نہیں ہے۔میں محبت کا اقرار کرلوں گی۔"

صوفیہ اب کی بار کچھ نہ بولی بس خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔بس پیار سے اس کا ہاتھ سہلاتی ہوئی تسلیاں دینے لگی۔

"مجھے یقین ہے وہ تمہیں تنگ کررہا ہے۔تم دیکھنا وہ کل جب لوٹے گا تو بلکل ویسا ہی ہوگا۔"آدھا گھنٹہ مزید رکتی اگر عشنا کی ساس اپنی بہو سے ملنے نہ آجاتیں۔وہ خدا حافظ کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

اماں کو دیکھ کر عشنا آنسو صاف کرتی ہوئی تیزی سے اٹھی تھی مگر اس کا اترا ہوا چہرہ ان کی نگاہوں سے چھپ نہیں سکا تھا۔

"اسلام علیکم۔کیسی ہیں اماں؟"لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔اماں اس کی حالت دیکھ کر بمشکل مسکرائیں۔"میں آپ کے لیے چائے بناکر لاتی ہوں۔کافی دنوں بعد آئی ہیں۔"چپل پیر میں پہنتے وہ تیزی سے کہتی ہوئی باہر نکلنے لگی جب روما کی آواز نے اسے روکا۔

"میں بنادیتی ہوں بھابھی۔"اور تب عشنا کو محسوس ہوا کہ وہ اپنے آنسو نہ روما سے چھپا پائی ہے اور نہ اماں سے۔۔

"ادھر آؤ بیٹا۔" اماں کی نرم آواز اس کے آنکھیں بھگونے لگیں۔ "روما تم چائے بنادو۔" انہوں نے بیٹی کو بھیجا تو اثبات میں سر ہلاتی ہوئی کچن میں بڑھ گئی۔

"کیسی ہیں آپ؟" وہ اب بھی کوشش کر رہی تھی کہ اپنی حالت اماں سے چھپا سکے۔

"پہلے تم مجھے بتاؤ کہ تم کیسی ہو؟" کندھے پر محبت سے ہاتھ رکھتے ہوئے وہ بے حد نرمی سے کہہ رہی تھی۔ ان کا یہ بدلا ہوا لہجہ وہ صاف محسوس کر گئی۔ دل چاہا سارا حال زبانی سنا دے۔ آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو انڈ آئے۔

"میں تو ٹھیک ہوں۔" ہچکیاں بندھ گئیں۔ وہ بلکل کسی بچوں کی طرح بولی تو اماں اس کی معصومیت پر مسکرا دیں۔ وہ کہیں سے ایک اٹھائیس سال کی لڑکی معلوم نہیں ہو رہی تھی۔ ان کا دل چاہا اسے گلے سے لگا لیں تو انہوں نے عشنا کا چہرہ اپنے کندھے پر ٹکا دیا۔

"تم بہت پیاری بچی ہو۔ میں جانتی ہوں یقیناً میر ویس نے ہی تمہارا دل دکھایا ہو گا۔ اپنی طبیعت کا ذرا خیال نہیں رکھتا، اور کوئی رکھے تو اسے بھی نہیں رکھنے دیتا۔" ان کے الفاظ عشنا کو سکون پہنچانے لگے۔

"ایسے کوئی غصہ کرتا ہے اماں؟ اس نے میری خیر خیریت بھی نہیں پوچھی۔ ایک ذرا سا میسج بھی نہیں۔"

"آنے دو ذرا، لوں گی میں خبر اس کی!" ماتھے پر بل نمودار ہوئے۔ "تم نے دوپہر میں کھانا کھایا تھا؟"

"نہیں۔" وہ سسک کر بولی۔

"اور ناشتہ؟"

"جی۔"

"کیا کھایا تھا؟" اس کی کمزور حالت دیکھ کر وہ قدرے پریشان تھیں۔

"ایک بریڈ کا پیس چائے کے ساتھ۔" اسے گویا اپنے دکھ سننے والا مل گیا۔

"یہ کیا ناشتہ ہوا بھلا؟" انہوں نے آنکھیں پھاڑیں۔

"میرا دل نہیں کرتا اماں۔" اس کا دل کا بوجھ ہلکا ہو رہا تھا۔

"وہ شوہر ہے تمہارا۔ کام سے لوٹ کر تمہارے پاس ہی آئے گا۔ جب دیکھے گا تمہاری کمزور حالت تو اسے بہت دکھ ہو گا۔ کیا تم چاہتی ہو اس کا دل دکھے؟" محبت سے ماتھا چوم کر وہ اسے سمجھانے لگیں۔

"اگر وہ مجھے بھول گیا تو؟" یہ سوچتے ساتھ ہی اس کو ایک بار پھر رونا آنے لگا۔

اماں ہنس دیں۔

"تو پگلا گئی ہے کیا عشنا؟ وہ تجھے بھول سکتا ہے؟ سماج کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس نے تجھ سے شادی کی ہے یعنی تو اس کے لیے انمول ہے۔ تم دیکھنا یہ بھی اس کی کوئی شرارت ہو گی۔"

عشنا خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگی۔

پھر یوں ہوا اماں نے خود اپنے ہاتھوں سے بنائے گئے پراٹھے اسے بہت محبت سے کھلائے۔ روما جب تک اپارٹمنٹ میں ٹھہری اسے باتوں میں مشغول کر کے رکھی رہی۔ سونے سے قبل وہ کچھ پر سکون تھی۔ بستر پر لیٹتے ہی اسے ایک بار پھر وحشت ہونے لگی۔ یکدم ہی فون بجنے لگا تو عشنا فوراً موبائل کی جانب لپکی۔ اسکرین پر جگمگاتا نام ہی اس کی زخمی روح کو مرہم لگانے کے لیے کافی تھا۔

"میر ویس۔" اس کے لبوں نے جنبش کی۔

کال اٹھا کر کانوں سے فون لگایا اور وہیں سنگھار میز کی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اب وہ اسے پکارے گا تو عشنا اسے دھیان سے سنے گی۔ یہ آواز سنے کتنا وقت بیت گیا تھا۔

"عاشی؟" بھاری گھمبیر آواز ابھری تو عشنا نے گہری سانس اندر کھینچی۔ لبوں نے پکارنا چاہا مگر آواز حلق میں دم توڑ گئی۔

"میں جانتا ہوں تم اب بھی خفا ہو۔" جواب نہ پا کر وہ خود سے ہی بول پڑا۔ "کل شام تک آجاؤں گا، آفس مت جانا۔ جلدی جلدی میں اپارٹمنٹ کی چابی وارڈروب میں ہی بھول گیا تھا اس لیے تمہیں دروازہ کھولنا پڑے گا۔ "

"میں لینے آجاؤں ایئر پورٹ؟" پھنسی پھنسی سی آواز حلق سے نکلی۔

"تم؟" اس کی آواز پر چونکا۔ تھوڑی بدلی ہوئی تھی۔ "تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟" لہجہ یکدم ہی فکر مند ہوا اور عشنا کو یقین آگیا کہ وہ بدلا نہیں۔۔ ویسا ہی تھا جیسے اس چھوڑ کر گیا تھا۔

"کئی راتوں سے سوئی نہیں ہوں۔ تھکی ہوئی ہوں۔" تھوک نگل کر اس نے اپنا حال سنایا۔ کیسے کہے کہ اس کی یاد عشنا کو ساری رات جگاتی تھی۔

"میں نے غلط وقت پر کال کر دی شاید۔۔ رات کے تین بج رہے ہیں مجھے لگا جاگ ہی رہی ہو گی کیونکہ ہم ہمیشہ تین بجے کے بعد ہی سوتے تھے۔" وہ کہتے کہتے رک سا گیا۔ "یہ بھی پرانی بات ہو گئی۔ بہر حال میں کال رکھتا ہوں تاکہ تم نیند لے سکو۔" حلق کی گلٹی دھیرے سے نمایاں ہوئی تھی۔ وہ کال رکھتا ہی کہ عشنا کی آواز ابھری۔

"جب تم آؤ گے پھر سوؤں گی۔ ایسے نیند نہیں آتی۔" اس کے الفاظوں پر میر ویس نے خود کو ٹھہرتے ہوئے محسوس کیا۔ کال رکھی جا چکی تھی اور وہ اب بھی موبائل کی روشن اسکرین پر جگمگاتا عشنا کا نام دیکھ رہا تھا۔ کیسے کہتا کہ یہ پل اس

نے عشنا کے بنا کس اذیت میں گزارے ہیں۔ موبائل میز پر رکھ کر اس نے کھلا لیپ ٹاپ بند کیا اور اسی میز پر سر رکھ کر آنکھیں موند گیا۔

---★★★---

"مجھے پریزے سے ملنا ہے۔" لہجہ رندھا ہوا تھا۔ آنکھوں سے گمان ہوتا تھا جیسے وہ کئی راتوں کا جاگا ہوا ہو۔

"اس نے کہا ہے وہ آپ سے ملنا نہیں چاہتی۔" اس کا پیغام پریشے نے تیسری بار بہن تک پہنچایا تھا اور ہر بار پریزے نے جم کر منع کیا تھا۔

"ایسا مت کرو۔ میرا اس سے ملنا ضروری ہے۔" چال لڑکھڑا رہی تھی جبکہ وہ خود تھکا اور نڈھال معلوم ہو رہا تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔

"میں نے اسے بہت کہا مگر اب اس نے دروازہ اندر سے لاک کر لیا ہے وجاہت بھائی۔" پریشے کو اس کی یہ حالت نہیں دیکھی جا رہی تھی۔ یکدم ہی اسے بہن پر غصہ آنے لگا۔ وجاہت کی سرخ ہوتی ہری آنکھوں کی پلکیں لرزا اٹھیں تو وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔

"اس سے کہنا ایک شوہر کو اپنی بیوی کی ضرورت ہے۔ وہ اسے کھو بھی سکتی ہے۔" اس کی حالت تشویش ناک تھی۔

ہارے ہوئے قدموں سے پلٹ گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد پریشے تن فن کرتی ہوئی اس کے سر پر آ کھڑی ہوئی۔

"تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئیے تھا۔" پریزے کمبل میں لیٹی بنا آواز کے سسک رہی تھی۔

"کیا یہ سب میں دل سے کر رہی ہوں؟ اس نے میری بات کا ذرا مان نہ رکھا پریشے۔" آنسو تیزی سے بہنے لگے۔

"انہیں پچھتاوا ہے۔ ایک نظر ان کی حالت تو دیکھو۔ "

"مجھے اذیت ہو رہی ہے۔ مجھے مت بتاؤ۔" وہ جانتی تھی اگر پریزے نے مزید اسے وجاہت کی خراب حالت کا بتایا تو وہ وجاہت کے پاس جانے سے خود کو روک نہیں پائے گی۔

"تو پھر کب بتاؤں؟ جب وہ مر جائیں گے؟ یا خودکشی کر لیں گے۔" پریزے ششدر ہوئی۔ "ایک بار ان کی حالت پر نگاہ تو ڈالو۔ تمہارا دل پگھل جائے گا۔ انہیں کسی ایسے شخص کی ضرورت ہے جس کے سامنے وہ رو سکیں اور وہ شخص تم ہو۔ آنکھوں میں ڈھیروں شرمندگی نظر آتی ہے۔ وجاہت بھائی ٹوٹ گئے ہیں۔۔ ان کو سمیٹ لو پریزے۔ "

پریزے کی آنکھوں کی پتلیاں ساکت اس کے چہرہ پر اٹک گئیں۔

"ایسا مت کہو۔" دل زور سے دھڑکنے لگا۔

"تو کیا کہوں؟ جھوٹ؟" غصے سے دیکھتے ہوئے وہ کمرے سے چلی گئی۔ گاڑی نکالنے کی آواز کانوں پر پڑی تھی جب پریزے اندھا دھن ننگے پیر بھاگتے ہوئے باہر کی طرف بڑھی تھی۔

"وجاہت!" اس نے دور سے ہی آواز لگائی تو وجاہت کا پیر بریک پر پڑا تھا۔ گویا جسم میں روح پھونک دی گئی ہو۔ "میں آ رہی ہوں۔ مجھے چھوڑ کر مت جانا۔" چند منٹ ٹھہرنے کا اشارہ دے کر وہ اپنا سامان لینے اندر بڑھی۔

---★★★---

سات آٹھ مہینوں سے اپنے ارادوں پر مضبوطی سے جما وہ ہری آنکھوں والا مضبوط مرد اس کے قدموں میں بیٹھ کر رو رہا تھا۔

"میں نے اپنے ہاتھوں سے سب خود ختم کر دیا پریزے۔" بیوی کا ہاتھ آنکھوں پر تھا اور نکلتے آنسو اس کے پچھتاوے کا ثبوت تھے۔

"میں نے تم سے کہا تھا وجاہت۔ بہت سمجھایا تھا تمہیں۔۔ مگر انتقام کی آگ تمہارے اندر بھڑکتی جا رہی تھی۔" اس کا یوں بکھرنا نا قابل برداشت تھا۔

"میں نے دوست بھی کھو دیے۔" اس کے گھٹنے پر سر رکھ کر وہ لرزتے ہوئے بولا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی دل چیر رہا ہو۔
"تمہیں بھی کھو دیتا اگر تاخیر ہو جاتی۔ میں تم سے دور نہیں ہونا چاہتا پریزے۔" اسے وحشت ہو رہی تھی۔ اپنے ارد گرد کے ماحول سے ایک عجیب کراہیت محسوس ہو رہی تھی۔

وہ پریزے کا ہاتھ اس قدر سختی سے پکڑا ہوا تھا گویا گمان ہو کہ وہ اسے چھوڑ جائے گی۔

"ایسا مت کہو۔ تمہاری بیوی ہوں۔" اس کے بالوں میں آہستگی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ اسے بار بار اوپر صوفے پر بیٹھنے کا کہہ رہی تھی مگر وجاہت کو اس کے قدموں میں بیٹھ کر نجانے کون سا سکون حاصل ہو رہا تھا۔

"میرے دوست۔۔ میرے یار۔ اس نے کہا تھا ایک دن آئے گا کہ میں پچھتاؤں گا۔ میں پچھتا ہی تو رہا ہوں۔ میرے درد دور کر دو پریزے۔۔ کچھ کرو ورنہ یہ سب میری جان لیلے گا۔" چہرہ شدت غم سے سرخ تھا۔

"مجھے تکلیف ہو رہی ہے وجاہت۔ جو گزر گیا وہ گزر گیا۔ "

"میرا دل پھٹ جائے گا۔ اگر آج بھی تم نہ آتی تو میری زندگی اب تک ختم ہو چکی ہوتی۔ میں بکھر گیا ہوں پری۔" اس کا ہاتھ دونوں ہاتھوں سے تھامتے ہوئے وہ کپکپا کر بولا۔

"میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہارے ساتھ رہوں گی وجاہت۔" آنکھ سے ایک آنسو لڑھکتے ہوئے رخسار پر بہنے لگا۔ وہ اس کا شوہر تھا، ہمدرد تھا، ساتھی تھا۔ ایک اذیت کی لہر رگوں میں دوڑ رہی تھی۔

"برسوں کی دوستی میری وجہ سے خراب ہوئی۔ تم ٹھیک کہتی تھی۔ پاگل دیوانہ تھا میں۔۔ مجرم کی بھوری آنکھوں سے ساویز کے قاتل ہونے کا گمان رکھتا تھا۔ سب ختم ہو گیا۔"

"اب تم کبھی ایسا نہیں کرو گے۔" اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے وہ مضبوطی سے بولی تو وجاہت نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تمہاری بات پہلے نہ مان کر غلطی کر ڈالی' اب دوبارہ غلطی کیسے کروں گا؟ میرے پاس ہمیشہ کے لیے آجاؤ پریزے۔ مجھ سے دور مت جانا۔" آواز لڑکھڑا رہی تھی۔

"بابا سے رخصتی بات کر لو۔ تمہیں تکلیف میں چھوڑنا اب محال ہے میرے لیے۔" اس کا ہاتھ سہلاتی ہوئی وہ جینے کی امید دلا رہی تھی۔ وجاہت اتفاق کرتا تھا اس لیے تیزی سے اثبات میں سر ہلانے لگا۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

---★★★---

اس نے کہا تھا محبت بڑھ رہی ہے یعنی معاملہ خطرناک ہو رہا ہے۔ اگر وہ نہ آیا تو گھٹ گھٹ کر مر جائے گی۔ شام پانچ بجے دروازے پر دستک ہوئی تھی اور گویا خوشی کی نوید آئی تھی۔ ننگے پیر بھاگتے ہوئے وہ دروازے کی جانب بڑھی۔ اس بار اس نے پوچھا نہیں تھا کہ دروازے کے اس پار کون ہے۔ جلدی سے دروازہ کھول کر اس نے سامنے دیکھا۔ اس کی صورت دیکھ کر آنکھیں نہال ہو گئیں۔ ایک ہاتھ میں سوٹ کیس تھا جبکہ کندھوں پر اس کا لیپ ٹاپ بیگ' بیوی کا چہرہ دیکھ کر اس کے دل میں ٹیس اٹھی تھی۔ بال بکھرے ہوئے، بنا چپلوں کے پیر اور آنکھوں کے گرد حلقے۔۔ وہ وہیں ساکت رہ گیا۔ عشنا ایسی تو نہیں تھی کہ کسی کے لیے اپنا یہ حال کر لیتی۔ آنکھوں کی پتلیاں اس کے چہرے پر ٹھہر

گئیں۔ عشنا ضبط نہ کر پائی اور تیزی سے اس کے سینے سے جا لگی۔ ہونٹ تیزی سے لرز رہے تھے۔ وہ بری طرح کانپ رہی تھی۔ میر ویس نے اس کی پیشانی اپنی ٹھوڑی پر محسوس کی تھی جو سردی سے ٹھنڈی ہو رہی تھی۔ عشنا کے آنسو میر ویس کے دل پر گر رہے تھے۔ وہ کچھ بھی نہ کہہ سکا۔

"مجھے چھوڑ کر مت جانا۔" آواز لرزنے لگی اور میر ویس نے سر جھکا کر اس کا چہرہ دیکھا جو آنسوؤں سے تر تھا۔ اس نے ایسا تو نہ چاہا تھا۔ سوٹ کیس کا ہینڈل ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ عشنا کا چہرہ ٹھوڑی سے اٹھاتے ہوئے وہ اس کی سسکیاں محسوس کر رہا تھا۔ پھیکا چہرہ ٹھنڈ سے سفید پڑ رہا تھا۔

پھٹے خشک ہونٹ جن سے ابھی خون نکلنے کا گمان ہوتا تھا۔

میر ویس نے تو خود سے قسم کھائی تھی کہ وہ کبھی عشنا کو تکلیف نہیں دے گا اور اسے آج محسوس ہو رہا تھا کہ وہ خود سے کھائی قسم بھی ہار گیا۔

"یہ سب کیا ہے؟" بمشکل آواز نکلی۔

"میں تمہارے بنا ایسی ہی ہوں۔" اس کی آنکھوں میں موجود آنسو اس کی محبت کا ثبوت تھے۔ یہ کتنا ناقابل یقین لمحہ تھا۔

"میں نے ایسا نہیں چاہا تھا۔" آواز مزید بھاری ہو گئی۔

"مجھ سے ناراض مت ہونا۔ کبھی بھی نہیں۔۔ میں خود کو جان گئی ہوں۔ میرا دل تمہارے بنا لوگوں میں نہیں لگتا۔" وہ رو رہی تھی اور میر ویس کو تکلیف ہو رہی تھی۔

"عاشی۔۔" اور آج زندگی میں پہلی بار وہ ایک عورت کے لیے رو دیا۔ آنکھ سے آنسو لڑھک کر رخسار پر بہنے لگا۔

"تمہاری حالت میرے لیے ناقابل برداشت ہے۔" اس کا ٹھنڈا ہاتھ پکڑتے ہوئے وہ بھیگی گھمبیر آواز میں بولا۔

"مجھے تمہارے ساتھ رہنا ہے۔" اس کے گھاؤ آہستہ آہستہ بھر رہے تھے۔ وہ اسے کمرے میں لے آیا تھا۔ ہیٹر چلاتے ہوئے اس نے کمرہ پوری طرح سے بند کر دیا۔ وہ اس کا ہاتھ نہیں چھوڑ رہی تھی اور نہ میر ویس نے چھڑانے کی کوشش کی تھی۔

آدھے گھنٹہ مزید پھر وہ پھٹ ہی پڑا۔

"کیا میری محبت اتنی کمزور تھی کہ تم نے اپنا یہ حال کر لیا۔" وہ بول نہیں رہا تھا' چیخ رہا تھا اور عشنا کو اس کا یہ چیخنا آج ذرا برا نہیں لگ رہا تھا۔ وہ اطمینان سے اسے سن رہی تھی۔

"ایک بار جب میر ویس وہاب منصور نے کہہ دیا کہ اسے عشنا ابرار سے محبت ہے تو تمہارے چھوٹے دماغ میں یہ خیال بھی کیسے آیا کہ میر ویس بدل گیا ہو گا؟" منزل اس کی آوازوں سے گونج رہی تھی۔ اپنی جیکٹ اور بھورے رنگ کی شال پہنا کر اسے ہیٹر سے کچھ فاصلے پر بٹھایا ہوا تھا۔ ہاتھ میں گرم چائے کی پیالی تھی جسے میر ویس نے اس کے لیے بنائی تھی۔ سرخ ہوتی ناک مستقل سر سر کر رہی تھی۔

"حالت دیکھو اپنی! کتنی کمزور ہو گئی ہو، صحت کتنی گر گئی ہے۔۔ یہ سفید پڑتا چہرہ! کیا ہے یہ سب؟" ایک بار پھر اس کی دھاڑ گونجی۔

"تمہاری محبت میں یہ سب ہوا ہے۔ میں نے جان کر نہیں کیا۔" وہ اب رو نہیں رہی تھی۔۔ میر ویس جواب پاس تھا۔

"ہاں میں چاہتا تھا کہ تم بھی مجھ سے اتنی ہی محبت کرو مگر ایسے؟" اس نے عشنا کی حالت کی طرف اشارہ کیا۔ "ایسے نہیں چاہا تھا۔" لہجہ تکلیف دہ تھا۔

"تم نے ایک بار بھی کال نہیں کی۔ خیریت بھی دریافت نہیں کی۔۔ جانے میں زندہ تھی یا مر گئی!" اس بات کا دکھ ابھی تک تھا۔

"ہاں مگر میں نے تمہاری ایک ایک خبر رکھی! ساویز سے روز تمہاری خیریت پوچھتا تھا کہ کہیں تمہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔ روما کو بھی میں نے ہی کہا تھا کہ اماں کے ساتھ تم سے ملنے آئے کیونکہ میں تمہاری جانب سے پریشان تھا۔" غصہ تھا کہ کم نہیں ہو رہا تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ بال کھل کر شانے پر بکھرے ہوئے تھے۔ "مجھے لگا میں گھر آؤں گا تو اپنی پرانی عشنا کو دیکھوں گا جسے تنگ کرنا مجھے اچھا لگتا ہے۔" وہ اسے یوں کمزور اور بگڑی حالت میں نہیں دیکھ پا رہا تھا۔ آنکھوں میں اس بار آنسو شدت کے تھے۔ عشنا دھیرے سے چلتے ہوئے اس کے نزدیک آئی۔

"میرے قریب آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نہیں لگاؤں گا تمہیں گلے۔۔" غصہ تھا، ناراضگی تھی۔

وہ کیسے سوچ سکتی تھی کہ میرویس کی محبت بدل جائے گی۔ عشنا اس کے دل کا ایک ٹکڑا تھا اور میرویس اپنے دل کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔

وہ اس کا چہرہ بغور دیکھنے لگی۔ شیو بڑھی ہوئی تھی۔ آنکھیں شدت ضبط کے باعث سرخ تھیں۔ آنکھوں میں غصہ اور غصہ کے پیچھے شدت کی محبت۔۔

چہرہ آخری حد تک سنجیدہ تھا اور وہ اس کی آنکھوں میں اپنی سیاہ آنکھیں ڈال کر دیکھ رہا تھا۔

عشنا نے اپنا سر اس کے کندھے پر رکھ دیا۔ اسے یہی چاہیئے تھا۔۔ میر ویس کا کندھا۔۔ میر ویس کا ساتھ۔۔ اور میر ویس تکلیف سے بیٹھتا ہی چلا گیا تھا۔ ہچکیاں بندھ گئی تھیں مگر اس نے ایک بار بھی خود کو روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"میں نے یوں نہیں چاہا تھا۔ میری محبت میری عاشی کو ایسے تکلیف نہیں پہنچا سکتی تھی۔" اس کی حالت دیکھنا برداشت کے قابل نہیں تھا۔ یہ چھ دن میر ویس کے لیے گزارنا خود ایک کڑا امتحان تھے۔

عشنا نے اسے پہلی بار یوں روتے ہوئے دیکھا تو سکتے میں آ گئی۔

"میر ویس میں ٹھیک ہو جاؤں گی۔ تم اب آ گئے ہو نا۔ "

"تم آئندہ اپنے ساتھ ایسا نہیں کرو گی۔" اس کا ہاتھ سختی سے پکڑتے ہوئے' کچھ بھینچ کر کہا۔ "جانے انجانے میں تمہیں بہت تکلیف پہنچا دی ہے۔ میں نے محبت کی ہے عاشی۔ میں نے ٹوٹ کر چاہا ہے۔ تمہارے علاوہ کسی کا کبھی نہیں سوچا۔ تم نہ بھی ملتی تو تمہارا انتظار کرتا مگر کسی کا ہاتھ نہ تھامتا۔ مجھے مجبوری کے رشتے نہیں بھاتے اس لیے تم سے شادی کی۔ تمہاری اجازت حاصل کی۔ تمہارے مطابق فیصلے لیے۔ آج تمہیں دیکھ کر احساس ہو رہا ہے کہ مجھے تم سے شادی نہیں کرنا چاہیئے تھی۔ کم از کم تم اس تکلیف سے تو نہ گزرتی۔"

"ایسا مت کہو میر ویس۔ میں تمہارے بنا ایسی ہی ہوں۔ تمہیں خوشی نہیں ہوئی؟" کیا وہ شخص خوش نہیں تھا کہ اس کی محبت کو اس سے محبت ہو گئی تھی۔ "میں تمہاری یاد میں بے رنگ ہو گئی۔ تمہیں تو خوشی ہونی چاہیئے کہ عاشی کو بھی تم سے محبت ہو گئی۔" اس کا کندھا سہلاتے ہوئے وہ بے حد جذب سے بولی۔

"محبت؟ میں تمہیں اپنی موت پر بھی یہ حالت بنانے کی اجازت نہ دوں' تم میری زندگی میں یہ سب کر گئی؟"

عشنا کو اس کے الفاظ سے تکلیف ہوئی۔

"ایسا مت کہو۔ تمہارے لیے موت کا ذکر کرنا کتنا آسان ہے۔ یہ چند دن میں نے تمہارے بنا جی کر دیکھیں ہیں۔ زندگی بے رنگ اور یہ گھر چار دیواری ہے۔ مجھ سے الگ ہونے کی باتیں مت کرو۔ میرا لیے اب یہ سوچنا بھی محال ہے۔" اس کا ہاتھ سختی سے اس کے ہاتھ میں تھا جب میرویس نے اس کے ہاتھ کی پشت اپنی آنکھوں پر رکھ لی۔ دونوں اب تک ہیٹر کے آگے فرش پر بیٹھے تھے۔ عشنا نے ایک بار بھی ہاتھ پیچھے نہیں کیا۔ وہ اس کا لمس محسوس کرنے لگی۔ اماں ٹھیک کہتی تھیں۔ وہ واقعی پاگل تھی جو یہ سمجھ بیٹھی تھی کہ میرویس اسے بھول گیا ہے۔ بھلا ایسا کبھی ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔ میرویس جان دے سکتا تھا مگر اسے اذیت نہیں۔۔

وہ ٹھیک کہتا تھا کہ اس کی محبت کو اظہار میں نہ ڈھونڈو۔ اس کی محبت تو اس کے ہر انداز سے چھلکے گی اور آج عشنا پورے اعتماد سے کہہ سکتی تھی میرویس کو اس سے عشق ہے۔

Safar ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

---★★★---

رات کے اس پہر ریسٹورینٹ میں بیٹھ کر وہ آرڈر دے رہا تھا۔ نگاہ سامنے اٹھی تو عشنا اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ لبوں پر گہری مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ایسے دیکھو گی تو مجھے لگے گا کہ تم میرے کھانے پر اپنی بری نظر رکھ رہی ہو۔" عشنا کا یوں دیکھنا اسے ہضم نہیں ہو رہا تھا۔

"میں تم پر نظر رکھ رہی ہوں۔" وہ ہنس دی۔

"عادت نہیں ہے۔ عادت مت ڈالو۔" لہجہ شریر ہوا۔ تھوڑی دیر میں ہی اس کا آرڈر آ گیا تھا۔

"اس بار پزا کھاتے ہوئے بیوی کو تو پوچھو گے نا؟"عشنا لگا پرانی سردراتیں لوٹ آئی ہوں۔

میر ویس کا قہقہہ گونجا۔

"میں نے تم سے کہا تھا موٹی شال پہنا لینا مگر تم ذرا نہیں بدلی۔اب بھی بات نہیں مانتی ہو۔یہ شال ٹھنڈ روکنے کے قابل نہیں۔"وہ اسے سکڑ کر بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا۔

ہاتھوں کو آپس میں رگڑتے ہوئے وہ گرماہٹ پیدا کرنے لگی۔میر اسے مسلسل نوٹ کر رہا تھا۔بلآخر اسے اپنی جیکٹ پہناتے ہوئے وہ دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

پاستا کی پلیٹ اس کے آگے رکھتے میر ویس نے اسے کھانا پورا کھانے کی تاکید کی تھی۔

"تم مجھ سے لڑنا مت چھوڑنا۔ویسی ہی رہنا جیسی تھیں۔"وہ کہتا جا رہا تھا اور عشنا ہنستی جا رہی تھی۔

"تم چاہتے ہو میں تم سے تمہارے پزا پر لڑوں؟ "

"بلکل نہیں۔"وہ برہم ہوا اور پھر کسی سوچ میں پڑ گیا۔"چلو لڑ لینا لیکن تھوڑا تھوڑا۔"اس کے جواب پر وہ کھل ہنس دی۔

"اچھا پھر بتاؤ عاشی؟ ان چھ دنوں میں تم نے میری کون سی عادت کو یاد کیا؟ "

"تمہارے خراٹوں کو۔۔"وہ بھی تیزی سے بولی تھی۔پزا کا سلائس اٹھاتا میر ویس کا ہاتھ ٹھہر سا گیا۔

"میں خراٹے تو نہیں لیتا۔"حیران لہجہ۔

"لو ذرا کوئی مجھ سے پوچھے جو برابر میں سوتی ہے۔ میری ساری رات تمہارے خراٹوں کی دھن سننے میں گزر جاتی ہے۔" اس کا انداز میر ویس کو شرمندہ کر گیا۔

"سارے سارے دن کا تھکا ہوتا ہوں۔ اتنا تو چلتا ہے۔" خود کی حمایت کرنا بھی اس کے نزدیک ایک بہت بڑا کام تھا۔

"بھلے سے برابر والے کی نیند اڑ جائے۔" اب عشنا کا لہجہ شریر ہوا۔

"یعنی تمہیں میرے خراٹوں سے نیند نہیں آتی؟ پھر تو یہ چھ دن بہت سکون سے سوئی ہو گی۔" وہ طنز نہیں کر رہا تھا' تنگ کر رہا تھا۔ عشنا ایک بار پھر ہنس دی۔ اب وہ آ گیا تھا، سب پہلے جیسا ہو رہا تھا۔ عشنا اپنے پرانے روپ میں بہت تیزی سے لوٹ رہی تھی۔

اس رات وہ بستر پر لیٹتے ساتھ ہی سو گئی تھی۔ گہری اس قدر پر سکون نیند کہ دو بار میر ویس سے چیزیں فرش پر گریں مگر وہ پھر بھی نہ اٹھی۔ اس کے زخموں کی دوائی صرف میر ویس تھا اور اس کی موجودگی عشنا کے زخم بھر رہی تھی۔

آدھی رات تک بیوی کو تکتے ہوئے وہ صرف مسکرا رہا تھا۔ دھیرے سے بالوں کو چھو کر اس کے ہاتھ چوم لیے۔ اب چہرہ کچھ پر سکون تھا۔ اب اس سے دور رہنا محال تھا۔ شاید اس کی کہانی کی ہیپی اینڈنگ یہی تھی۔

---★★★---

"اگر تمہیں ڈر ہی ہے کہ ساویز تمہارا راز افشاں کر سکتا ہے تو تم وہاج کی طرح اسے بھی مار کیوں نہیں دیتے؟ کسی کو علم بھی نہیں ہو گا۔" حسن کے مشورے پر خرم نے دانت پیسے تھے۔

"اگر ایسا ہو تا تو میں بہت پہلے مار چکا ہو تا۔" دیوار پر مکا مارتے ہوئے وہ تپ کر بولا۔ "اسے مارنا آسان نہیں۔ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل جائے گی اور سب کو پتا چل جائے گا ساویز کا قاتل کون ہے۔ پھر جانتے ہو کیا ہو گا؟ باس کو

مکمل یقین ہو جائے گا کہ ان کی بہن کے کیس میں ساویز ملوث نہیں۔" یہ بھی کیا پریشانی تھی کہ اس کی زندگی جہنم بنی ہوئی تھی۔ حسن نے اسے دیکھتے ہوئے سانس خارج کی۔

"تو پھر کیا سوچ رہے ہو؟" وہ اکتائے لہجے میں بولا۔

اچھا خاصا یہ معاملہ ختم ہو رہا تھا مگر خرم کی مصیبت بھی کیا مصیبت تھی۔

"لیکن تم ٹھیک کہتے ہو۔" شیطانی دماغ میں ایک خیال جاگا تو وہ ہوشیاری سے مسکرایا۔" ضروری نہیں کہ ساویز پر کسی ہتھیار سے حملہ کیا جائے۔ میر وہاج کی طرح وہ بھی گاڑی کے حادثے میں کھائی میں گرایا جاسکتا ہے۔" اچانک ہی قہقہہ گونجا تو حسن نے کچھ چونک کر دیکھا۔

"یعنی تم وہاج کی طرح اسے مارو گے اور یہ سب ایکسیڈنٹ کہلائے گا؟ پولیس کو ہر بار بے وقوف نہیں بنایا جاسکتا خرم! اور کیسے آئے گا وہ اس پل تک؟ تم خود لاؤ گے؟" لہجہ طنزیہ ہوا۔

"جانتے ہونا میں کون ہوں؟ خرم ہاشمی جس کے پاس سارے کھیل کے گر ہیں۔ آٹھ دس سالوں سے وجاہت کے لیے کام کر رہا ہوں۔ سنا ہے وہاج کی موت پر ساویز اب تک غمگین ہے؟ تو کیوں نہ اسے وہیں پر مار دیا جائے جہاں اس کے یار کو دھکا دیا تھا۔" کندھے کی جانب سے کوٹ صاف کرتے ہوئے وہ ایک انداز میں بولا۔

"مجھے حیرت ہے وہاج کا قصہ اتنی جلدی کیسے ختم ہو گیا۔ "

"میں کھیل ہی اس طرح کھیلتا ہوں کہ نام مجھ پر نہیں آتا۔ مرنے سے چند لمحوں پہلے اس کا چہرہ دیکھا تھا؟ بے بسی کی مورت!" وہ ہنس دیا۔" زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا۔ جانتے ہو میں پہلی کب بے رحم ہوا تھا؟" وہ حسن کی جانب مڑا۔

"کب؟" اسے تجسس ہوا۔

"جب میں نے کائنہ کے منہ سے وہ نام سنا جو اس نے وجاہت کو بتایا تھا اور تب میں خود پر ضبط نہیں رکھ پایا تھا۔" آنکھوں میں ایک سختی تھی، غصہ تھا۔

"کیا مطلب؟ کون سا نام؟" حسن کو لگا وہ معاملے کی ڈور میں الجھ رہا ہے۔ خرم نے رخ اس کی جانب موڑا اور بغور دیکھنے لگا۔

"تمہیں اب تک اندازہ نہیں ہوا کہ میں ساویز سے اتنی نفرت کیوں کرتا ہوں؟" اس کا یہ کہنا ہی کافی تھا۔ حسن نے تھوک نگلا۔ "وہ اس سے شادی کرنا چاہتی تھی۔" مختصر بول کر آگے بڑھ گیا۔

---★★★----

ایک مہینہ کہاں گزرا خبر بھی نہ ہوئی۔ وہ خوش تھی اور ساویز اس کی محبت میں پور پور ڈوبا ہوا تھا۔ غنایہ کے کانوں میں جھمکے اسے ہمیشہ حسین لگتے تھے۔ آج بھی وہ کتنے ہی دنوں بعد کسے شام ریسٹورینٹ چلے آئے تھے۔ جامنی رنگ کی خوبصورت میکسی پہنے وہ کرسی پر بیٹھی تھی۔ ساویز اسے دیکھ کر لحہ بھر کو مسکرایا تھا۔

"ساویز۔" اس کے لبوں سے اپنا نام سن کر دل کو لذت حاصل ہوتی تھی۔

"جی۔" گھمبیر آواز ابھری تو وہ بھی مسکرادی۔

"اتنی شاپنگ کرنے کی ابھی کیا ضرورت تھی۔ کافی وقت ہے۔" وہ تیسری کرسی پر رکھے ڈھیر سارے شاپرز کو دیکھ کر بولی۔

"ضرورت تھی غنایہ۔ میرا دل نہیں بھرتا۔" سینے پر ہاتھ باندھ کر وہ اسے انہماک سے دیکھ رہا تھا۔

"نہیں اب مزید نہیں۔۔یہ بہت ہے اور ہم بعد میں بھی لے سکتے ہیں۔ضروری تو نہیں کہ سب چیزیں پہلے سے ہی رکھ لی جائیں۔"

"تم کیوں جل رہی ہو محترمہ؟"اسے مصنوعی گھورتے ہوئے وہ شریر لہجے میں بولا تو وہ کھلکھلا دی۔

"بابا بھی بہت خوش ہیں۔ "

"کون خوش نہیں ہے۔"نگاہ اس کے گولڈن جھمکوں پر ٹھہر گئی۔"یہ تم پر اچھی لگتی ہیں۔"کہتے ساتھ ہی اس نے چوڑیوں کو بھی دیکھا جو کھنکھنا رہی تھیں۔

"میں آپ کو جھمکیوں میں اچھی لگتی ہوں؟ "

"مجھے تم ہر روپ میں اچھی لگتی ہو۔ "

"شادی کو کتنا وقت بیت گیا ہے نا؟"اسے پرانے سہانے دن یاد آنے لگے۔ساویز نے ہاتھ 'بھرے بھرے بازوؤں پر پھیرا۔

"اور میں نے اس کے بعد سے آج تک تمہارے ہاتھ میں مہندی نہیں دیکھی۔اب تو لگتا ہے خوشبو بھی بھول گیا ہوں۔"

"مہندی لگانے کا مجھے بہت شوق ہوا کرتا تھا۔"اشتیاق بھرے لہجے میں کہتے ہوئے وہ اپنے ہاتھ میں دیکھنے لگی۔

"اور اب؟ "

"اب بھی ہے مگر میں لگاتی نہیں۔ "

"اگر میں تم سے فرمائش کروں تو کیا تم پوری کرو گی؟" ماتھے پر شکنیں نمودار ہوئیں۔ وہ اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

"آپ پوچھتے کیوں ہیں؟ میں آپ کے نخرے نہیں اٹھاتی کیا؟" اس کے یوں پوچھنے پر وہ اس بار خود ہی ہنس دیا۔

"مجھے پوچھنا پسند ہے۔ پھر جب تم جواب میں 'جی' کہتی ہو تو دل کو اچھا لگتا ہے۔" غنایہ کا چہرہ یکدم ہی سرخ ہوا۔

"کیا فرمائش ہے؟ "

"میں چاہتا ہوں تم میرے لیے اپنے ہاتھوں میں مہندی لگواؤ۔ "

"آپ کے نام کی؟" حیا حاوی ہونے لگی۔

"میرے نام کی۔۔" لبوں جنبش کی۔

"کب؟" اس کی یہ فرمائش کتنی بھلی معلوم ہو رہی تھی۔

"آنے والے جمعرات کو؟ تم کوئی اچھی سے مہندی لگانے والی کا انتظام کرو۔ "

"میں اسی سے مہندی لگوانا چاہتی ہوں جس سے شادی سے پہلے لگواتی تھی۔ وہ بہت صفائی اور نفاست سے لگاتی ہے۔"

"ہاں ضرور!" وہ فوراً مان گیا۔

"مگر وہ گھر پر آ کر نہیں لگاتی۔ اس کے پاس جانا پڑتا ہے۔" اسے لگا اس بات پر تو وہ کبھی نہیں مانے گا۔

"نہیں پھر اسے رہنے دو۔ میں تمہیں کیسے اجازت دے دوں وہاں جانے کی؟ تمہاری حالت ایسی نہیں ہے کہ میں کوئی رسک لوں۔ اپنے گھر پر لگاؤ گی تو کم از بستر پر بیٹھی رہو گی۔ جانے وہاں کیا سیٹنگ ہو۔"

غنایہ نے لب کاٹے۔

"یوں مت کہیں۔ آپ فکر مت کریں۔ میں اس سے پہلے ہی کہہ دوں گی میری مہندی کا کام جلدی ختم کر لے۔ پھر آپ مجھے لینے آجائے گا۔" اسے اپنے پرانے محلے کی لڑکی کی مہندی ہمیشہ سے بھاتی تھی۔ کم از کم اس موقع کو وہ ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"میں گھر پر نہیں ہوں گا۔ ڈرائیور کے ہاتھوں گاڑی بھجوا دوں گا۔" بلآخر اسے ماننا پڑا تھا۔ اب تو کسی چیز کا ڈر بھی نہیں تھا کہ وجاہت کچھ کر دے گا۔ وہ مسکراتے ہوئے جوس پی رہی تھی اور اتنے سارے لوگوں میں ساویز کی توجہ کا مرکز غنایہ تھی۔

---★★★---

"اب تو مجھے لگتا ہے کہ میں ہی ہوں جو تم سے محبت کرتی ہوں۔ تم ذرا نہیں کرتے۔" غصے سے برتن دھوتے ہوئے وہ ایک ایک پلیٹ کو پٹخ کر رکھ رہی تھی۔

"ہاں میں تو خوار کا بچہ تھا جو چھ سات سال سے تمہارے پیچھے پڑا ہوا تھا۔" لہجہ طنزیہ تھا۔

"یقیناً میں تمہاری ضد ہوں گی۔ اب چونکہ تم نے مجھے حاصل کر لیا ہے تو کہاں کی محبت۔۔" سب جانتے ہوئے بھی وہ اسے نشانہ بنا رہی تھی۔ میرویس کا زوردار قہقہہ گونجا۔

"ضد؟" کہتے ساتھ وہ پھر سے ہنس دیا۔ "صحیح کہہ رہی ہو اسی لیے روز بستر سے نیچے پڑی ہوتی ہو۔" اسے ایک بار پھر جھلاتے ہوئے دیکھ کر وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اگر تم نے مجھے فرش پر پھینکنا کا کام بند نہیں کیا تو میں اس کمرے میں دوسرا بستر اپنے لیے ڈلوا دوں گی۔" لہجہ دھمکی آمیز تھا۔ میر ویس نے مسکراہٹ چھپائی۔

"آئیندہ میں تمہارے گرد رسی گھما کر بستر سے باندھ دیا کروں گا تاکہ لاکھ کوششوں کے بعد بھی تم بستر سے نہ گر سکو۔" وہ اسے جتنا تنگ کرتا' کم تھا۔

"تم میرا مذاق اڑا رہے ہو؟" اس کے ہونٹ سکڑنے لگے۔

"مشورہ دے رہا ہوں محترمہ عشنا۔" اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتے ہوئے وہ چنوں کا ڈبہ کھولنے لگا۔

"اتنا سفاک مشورہ؟ "

"ہوں؟ تم نے ہی تو کہا کہ میر ویس کو تم سے محبت نہیں! اب مشورہ سفاک ہو یا سوچنے کے قابل۔۔ کیا فرق پڑتا ہے۔" چنے منہ میں ڈالتے ہوئے وہ لمحہ بھر کو مسکرایا۔

"جی نہیں۔ میں جانتی ہوں تمہیں مجھ سے محبت ہے۔ شادی والے دن جب میں اسٹیج پر چڑھ رہی تھی تو تم میرے لیے روئے تھے۔ ہے نا؟" لبوں پر شرمیلی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

میر ویس نے لب بھینچ لیے۔

"اپنی قسمت پر دو آنسو تو بہا ہی سکتا تھا۔ سو بہا لیے۔" وہ اسے طیش دلا رہا تھا۔

"تم ذرا سی بھی پیار محبت والی باتیں نہیں کر سکتے۔" صوفے کا کشن اس کو مارتے ہوئے جھنجھلائی۔ میر ویس ہنس دیا۔

"اب محبت ہے تو ضروری ہے کہ روز اظہار کیا جائے؟"

"کیونکہ محبت اظہار مانگتی ہے۔"میز پر اس کی کافی کا کپ رکھتے ہوئے وہ گھور کر بولی۔

"چلو پھر! آغاز تم سے کرتے ہیں۔ کرو اپنی محبت کا اظہار۔"اس کا ہاتھ پکڑ کر اس نے ساتھ والی کرسی پر اسے بیٹھایا اور وثوق سے اس کا چہرہ تکنے لگا جہاں مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔

"تمہیں کس نے کہا مجھے تم سے محبت ہے؟"مسکراہٹ چھپاتے ہوئے وہ اسے اچھی لگ رہی تھی۔

"اب کی بار دو ہفتوں کے لیے جاؤں گا اور وہ بھی سنگاپور!"بڑبڑاتے ہوئے وہ دور ہٹا۔

"تم کیا سننا چاہتے ہو؟ "

"بس ایک محبت کا اظہار۔ "

"اگر میں نے اظہار کر دیا تو تم روز اظہار مانگو گے۔ "

"تم مجھے ایک بار کہو گی میں وہ بات ساری زندگی کے لیے باندھ دوں گا۔ پھر کسی اور اظہار کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"وہ قدرے جذب سے بولا تو عشنا نے حیا کے مارے نگاہ اپنے مگ کی جانب مرکوز کر لیں۔

"مجھ سے نہیں کہا جائے گا۔"وہ کہنا چاہتی تھی مگر حیا نے اس کو روک رکھا تھا۔

"تمہیں یاد ہے نا تم نے کہا کہ تم بے شرم ہو؟ تو پھر کیوں شرما رہی ہو؟ کرو مجھ سے اپنی محبت کا اظہار۔"لبوں پر جیسے مسکراہٹ چپکی ہوئی تھی۔ عشنا ہنس پڑی۔

"اظہار کرتے ہوئے کوئی مغربی لڑکی بھی شرما جائے 'میں تو پھر مشرقی ہوں۔ "

میر ویس محفوظ ہوا۔

"میں بس اتنا کہوں گی کہ تمہارے بغیر رہنا دشوار ہے۔میں نے کوشش کر کے دیکھا ہے۔میرا دل پھٹ جاتا اگر تم کچھ دن مزید تاخیر سے آتے۔"اب بار وہ سنجیدہ تھی اور میرویس ہلکی مسکراہٹ لبوں پر لاتے ہوئے اس کی بات سن رہا تھا۔

"یعنی تمہیں مجھ سے عشق ہے۔ "

"اب ایسا بھی نہیں ہے۔"وہ اسے خوامخواہ سر نہیں چڑھانا چاہتی تھی۔

"مجھے تو یہی سنائی دے رہا ہے۔ "

"تمہارے کان خراب ہیں۔"وہ اٹھنے لگی جب میرویس نے اسے زبردستی بیٹھایا۔

"میری محبت کا اظہار نہیں سنو گی؟"عشنا تو چاہتی یہی تھی' مسکرا کر دیکھنے لگی۔

"میں جانتی ہوں تمہیں مجھ سے بہت محبت ہے لیکن تم پھر بھی کہو گے تو برا نہیں لگے گا۔"اتراتے ہوئے یاد دلایا گیا تو وہ نا چاہتے ہوئے بھی ہنس دیا۔"کہہ بھی دو اب!"وہ جھنجھلائی۔

"کہہ دوں؟"وہ ایک بار خبردار کرنے لگا۔

"کہو! "

"زہر لگتی ہو مجھے تم!"اسے دیکھ کر گھورتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اپنا کافی کا مگ دھونے لگا۔عشنا کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"یہ کیا بکواس ہے؟"اچھا خاصا موڈ وہ خراب کر چکا تھا۔

"کیا بکواس ہے؟ واقعی؟ کل رات تم نے مجھے اس لیے فرش پر دھکا دے دیا تا کہ تمہیں میں نیند میں گرا نہ سکوں۔ حالانکہ تم جانتی ہو کہ وہ سب میں لاشعوری میں کرتا ہوں۔ اگر شعور میں ہوتا تو بتاتا۔" ماتھے پر بل نمودار ہوئے تو عشنا کو بھی غصہ آیا۔

"کیا کرتے شعور میں؟ "

"بالکنی سے نیچے پھینک دیتا۔ ویسے بھی صبح چھ بجے کچرے کی گاڑی گزرتی ہے' لے جاتی تمہیں۔" وہ اب پانی پی رہا تھا۔ عشنا کا چہرہ لال بھبھوکا ہوا۔ وہ تیزی سے اٹھ کر اسے کچھ بہت برا کہنے لگی مگر مسلہ یہ تھا کہ "بہت برا" کچھ یاد نہیں آرہا تھا۔

"کوئی محبت نہیں ہے مجھے تم سے' نفرت ہے۔۔ سب بکواس تھا جو میں نے کہا۔" میز پر ہاتھ مارتے ہوئے وہ اٹھ کر کمرے میں چلی گئی جبکہ دانت پر دانت پیس کر کھڑا میر ویس اس کے جاتے ہی ریلیکس ہوا تھا۔ مسکراہٹ لبوں پر پھیل گئی۔ وہ عجیب شخص تھا۔۔ ایک دم ہی حالات کو بدل کر رکھ دیتا۔ جہاں سب ہنس رہے ہوتے وہی لوگ دوسرے پل ایک دوسرے کو کاٹ کھانے کو دوڑ رہے ہوتے۔

---★★★---

"آپ نے بلایا باس۔" عادل کے ساتھ پیچھے خرم داخل ہوا تھا۔

"ہاں۔" وہ کسی فائل پر جھکے کام کر رہا تھا جب ان کی آواز پر دونوں کو دیکھنے لگا۔ "میں تم دونوں کے سوا باقی گارڈز کو فارغ کر رہا ہوں۔" اس کے منہ یہ سن کر دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"کیوں؟" یعنی حسن کی بھی چھٹی ہونے والی تھی۔ خرم تیزی سے پوچھ بیٹھا۔

"تم لوگ جانتے ہو میں نے اتنے سارے گارڈز کس کی حفاظت کے لیے رکھے تھے۔ اب نہ وہ انسان ہے اور نہ پہلی سی باتیں۔" تکلیف سے سانس خارج کر کے وہ بوجھل دل سے بولا۔ "مزید چند دنوں میں پریزے کو میں ہمیشہ کے لیے اپنے پاس لے آؤں گا۔ مجھے اب گھر میں مزید لوگ نہیں چاہئیں۔ خرم تم سب سے کہہ دینا کہ وہ کل سے نہ آئیں اور ان کے جو پیسے بنتے ہوں مجھے خبر کر دینا۔" وہ دوٹوک لہجے میں بات کرتا ہوا دوبارہ کام میں مصروف ہو گیا۔

عادل مطمئن تھا جبکہ خرم کو جیسے طرح طرح کے خدشے لاحق ہونے لگے۔

"آپ کیا سوچ رہے ہیں؟" کسی طرح تو اس کے ارادوں سے آگاہ رہنا ہی تھا۔

وجاہت نے سر اٹھایا اور بہت غور سے اسے دیکھنے لگا۔

"میرا ارادہ ساویز سے ملنے کا ہے۔ ساویز پر لگایا ہوا الزام 'الزام' ہی ثابت ہوا ہے اور اب میں اس پچھتاوے کے ساتھ بقایا زندگی نہیں گزار سکتا۔ ہماری وجہ سے اسے جو تکلیفیں پہنچیں 'معافی کے قابل تو نہیں مگر ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے معاف کر دے۔ میں اس کے ساتھ تعلقات بحال کرنے والا ہوں۔"

یہ سب سنتے ہی خرم نے تھوک نگلا تھا۔ وجاہت، ساویز سے ملنے والا تھا اور یقیناً تعلق بحال ہونے کے بعد ساویز اسے سب کچھ بتا دے گا۔ بھلا وہ کیوں چپ رہے گا۔

"اور کائنہ کا۔۔۔ مطلب کائنہ میڈم کے کیس کیا ہو گا؟" چہرہ پر بری طرح گھبرانے کے تاثرات پھیلے ہوئے تھے۔

"ہمیں جانب ہڑتال دوبارہ سے کرنی ہو گی۔ سیسی ٹی وی کیمرے دوبارہ چیک کرنے ہوں تاکہ دیکھ سکیں کہ گھر میں اس وقت اور کون داخل ہوا تھا۔ اب تم لوگ جا سکتے ہو۔" بنا جواب مانگے وہ انہیں بجھوا چکا تھا۔ عادل نے اس کے چہرے کی ہوائیاں اڑتی دیکھی تھیں۔

"کہاں ہو تم؟" سرعت سے حسن کو کال ملاتے ہوئے لمبا لمبا ٹہل رہا تھا۔ عادل نے مشکوک نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے باہر کی راہ لی تھی۔ "مجھے تم سے ملنا ہے۔ ابھی!" دوسری جانب سے بات سن کر وہ اپنی کہتا ہوا موبائل جیب میں رکھ کر باہر بڑھ گیا۔

---★★★---

لبوں پر لپ اسٹک لگاتے ہوئے اس نے آئینے کے عکس میں ساویز کو دیکھا جو بستر پر لیٹا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"کیا دیکھ رہے ہیں؟ "

"سوچ رہا ہوں جب تم سے شادی کی تھی تو کیا خیالات تھے اور اس کے مقابلے میں اب کیا خیالات ہیں۔" لبوں پر مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔

"اپنے خیالات سے بیوی کو بھی آشنا کریں۔" یہ سنتے ہوئے وہ اس کے پاس آ بیٹھی۔ ساویز ہنس پڑا۔

"جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا تب تم رو رہی تھیں۔ آنکھوں کا کاجل پھیلا ہوا تھا اور بھوری آنکھوں میں ایک خوف تھا۔ جانے تمہیں یاد ہو یا نہیں مگر تم پر باصم کی اتنی دہشت سوار تھی کہ برابر سے گزرتے ہوئے اجنبی کو دیکھ کر رکی بھی نہیں۔ پہلی نظر میں صرف روتی ہوئی آنکھیں اچھی لگی تھیں اور نکاح کے بعد تم مکمل اچھی لگنے لگی۔" اس کی بھوری آنکھوں میں ساویز کا عکس تھا۔ وہ کھکھلا دی۔

"جانتے ہیں جب آپ نے مجھ سے شادی کی تو میرا دل خدشوں سے بھرا ہوا تھا۔ میں سوچتی تھی کہ آپ نے مجھے ہی کیوں پسند کیا۔ چھوٹے سے گھر کی لڑکی کو اچانک بیاہنے کا فیصلہ میرے نزدیک انہونا سا تھا۔ سمجھتی تھی کہ اس کے پیچھے آپ کا کوئی مقصد ہو گا۔ آپ کا قریب آنا اور گجرے پہنانا۔۔ میرے ہاتھوں کو چھونا' یہ سب مجھے ہمیشہ سے سہاتا تھا۔

میں ایسے ہی رہتی اگر آپ مجھے اعتماد میں نہ لیتے۔اب مجھے احساس ہوتا ہے ایک مضبوط دیوار کیا ہوتی ہے۔عورت کی زندگی میں پرواہ کرنے والا ایک مرد کتنی اہمیت رکھتا ہے۔وہ عورت بھی پھر اپنی تمام محبتیں اس پر نچھاور کر دیتی ہے۔"ساویز کی آنکھوں میں دیکھ کر اسے ہمیشہ ایک منفرد احساس ہوتا تھا۔ہلکی ہلکی شیو جو اس پر بھلی لگتی تھی۔حلق کی گلٹی جو نمایاں تھی اور بازوؤں کے ابھرے مسلز۔۔وہ آج کہہ سکتی تھی کہ کھیل صرف قسمت کا ہوتا ہے۔آج سے ایک سال پہلے تک اس کے خیال بھی نہ تھا کہ نصیب اس شخص کے ساتھ ملے گا جس کا دل بھی اتنا ہی خوبصورت ہوگا جتنا وہ خود تھا۔لمبا چوڑا اور کشادہ سینہ۔۔اس کے ہاتھوں کی ابھری رگیں دیکھتے ہوئے وہ لمحہ بھر کو مسکرائی۔

"تم میری زندگی ہو۔"وہ خود پر قابو نہ رکھ سکا۔"اور زندگی کتنی خوبصورت ہے۔"عقیدت سے اس کا ہاتھ اپنی آنکھوں سے لگاتے ہوئے وہ بولا تو غنایہ محبت سے دیکھنے لگی۔

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

---★★★---

"یہ کیا حرکت ہے؟"وہ لیٹر پڑھ کر اس کی طوطے اڑ گئے تھے۔

"میں نے استعفیٰ دے دیا ہے۔"آفس سے تھک کر لوٹی عشنا اب بستر پر بیٹھ کر اپنے سینڈلز اتار رہی تھی۔

"کیوں؟"وہ دنگ رہ گیا۔

"کیونکہ میں تمہارے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا چاہتی ہوں۔ویسے بھی بھئی یہ جاب وغیرہ میرے بس کی بات نہیں۔"برا سا منہ بناتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی جب میر ویس اس کے راستے میں حائل ہوا۔

"عاشی۔"لہجہ سنجیدہ تھا۔

"ہاں؟ "

"جھوٹ مت بولو۔ کیوں دیا ریزائن ؟" بھلا کوئی بات اس سے چھپ سکتی تھی۔

"بتایا تو ہے میر ویس۔ "

"میں نے کہا نا جھوٹ مت بولو۔ جانتا ہوں تم ایسا کر ہی نہیں سکتی، جاب کرنا تمہارا ہمیشہ سے شوق رہا ہے۔ "

عشنا خاموشی سے اس کا چہرہ تکتی رہی۔

"میر ویس۔۔ "

" صحیح وجہ بتاؤ۔ کسی نے کچھ کہا ہے؟" اب سختی نے جگہ لے لی۔

"مجھے کوئی کچھ کہے گا تو میں چپ رہوں گی؟" وہ ہنس پڑی۔

"ہاں کیونکہ تمہاری زبان صرف شوہر کے آگے ہی چلتی ہے۔ اب جلدی سے بتاؤ۔ "

"میں نے تمہارے لیے جاب چھوڑی ہے۔۔ اور اپنے لیے۔"

میر ویس الجھا۔

"میرے لیے کیوں؟ "

"تاکہ تمہارے ساتھ وقت گزار سکوں اور خیال رکھ سکوں۔ "

"میرا؟" وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا تو عشنا نے منہ بنایا۔

"مجھے پتا تھا تم ہنسو گے!" وہ غصے مڑنے لگی جب میر ویس نے اسے اپنے قریب کیا۔

Safar e ADAB BEING THE SPRING OF YOUR KIT

"اچھا میں نہیں ہنس رہا۔ مگر اس میں جاب چھوڑنے والی کیا بات تھی؟ وقت تو پہلے بھی دے رہی تھی اور خیال تو ہو ہی رہا تھا۔"

"ضرورت تھی میر ویس۔۔ مجھے آفس سے آتے ہوئے چھ بج جاتے ہیں اور اب تو تمہاری روٹین بھی کافی سیٹ ہو گئی ہے۔ سات بجے تم گھر پر ہوتے ہو۔ میں تمہیں کبھی فریش موڈ میں نہیں ملتی۔ آنکھوں میں ڈھیروں نیند ہوتی ہے اور نہ ہمارے درمیان کوئی بات ہو پاتی ہے۔ تم بیمار ہو جاتے ہو تو میں تمہارے پاس ٹھہر نہیں پاتی۔ رات کا کھانا بھی تھکاوٹ کی وجہ سے نہیں بن پاتا اور ایک مہینے سے آفس سے واپس آنے پر تم ہی کھانا بنا رہے ہو۔ مجھے تمہارے ساتھ اب وقت گزارنا ہے۔" اس کے خیالات جان کر اس کا دل چاہا پھر ہنس دے۔ وہ ایسا بھی سوچتی ہو گی میر ویس کو یقین نہ تھا۔

"بہر حال تمہیں اپنے شوق سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہئیے تھا۔ "

"شوق تو شوق ہے مگر تم سے بڑھ کر کوئی کام نہیں ہے۔ میرا کبھی دل چاہے گا تو دوبارہ جوائن کر لوں گی مگر ابھی نہیں۔۔ میں بس اب تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ تمہاری فکر ہمیشہ میری جان لیتی ہے۔" وہ بہت پیار سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"تمہارے حصے کی شرم بھی مجھے آ رہی ہے۔" میر ویس مسکراہٹ روکتے ہوئے بستر پر بیٹھ گیا۔ عشنا کھکھلا دی۔

"چلو میں بے شرم ہی سہی مگر تم کیوں شرما رہے ہو۔" وہ اب اپنے کپڑے وارڈروب سے نکال رہی تھی۔

"اتنا خیال کبھی کسی نے رکھا نہیں اس لیے تھوڑا گھبرا گیا۔" وہ کبھی جو اسے بخش دے۔

"میں شاور لینے جارہی ہوں۔ تم نے تو آج ویسے بھی آفس سے چھٹی کی ہے۔ ایک کام کرو دو کپ چائے بنالو' ساتھ پیئیں گے۔" اسے حکم دیتی ہوئی وہ واش روم کی جانب بڑھ گئی۔

"یہ تم میرا خیال رکھ رہی ہو؟" صدمے کے مارے وہ چلا ہی دیا۔ عشنا جاچکی تھی۔ "یا اللہ مجھے کبھی بے روزگار نہ ہونے دینا۔ یہ عورت مجھے کچن کے سارے کام کرواتے کرواتے ماردے گی۔" بڑبڑا کر کہتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

---★★★---

"اس سے قبل کہ ساویز اپنا منہ کھولے، اس کا منہ ہمیشہ کے لیے بند ہی کردو۔ "

حسن اس معاملے سے اکتا گیا تھا۔ وہ مزید اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتا تھا مگر خرم نے تو جیسے اسے زبردستی اس معاملے کا حصہ بنالیا تھا۔ پہلے وہاج کا قتل اور پھر یہ سب۔۔

"یہاں سے کھائی دور نہیں مگر وہ کیسے آئے گا؟ گھر سے پک کریں اسے؟" خرم دانت پیستے ہوئے بولا تو حسن کا دل چاہا ہنس دے۔

"اس کی کمزوری، اس کی بیوی!" سگریٹ سلگاتے ہوئے اس نے خرم کی جانب شاطرانہ مسکراہٹ سے بڑھائی تو خرم نے کچھ چونک کر تھامی اور مسکرادیا۔

"جہاں اس کی بیوی جائے گی۔ وہاں اسے آنا تو پڑے گا۔" لبوں پر مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"اب ویسے بھی میں وجاہت کے لیے کوئی کام نہیں کرتا۔ میں تمہاری مدد کرسکتا ہوں مگر خیال رہے' نام مجھ پر نہ آئے۔" وہ مطمئن ہوتے ہوئے بولا جب خرم مسکرادیا۔

"ٹھیک ہے۔ تمہیں اس کی بیوی پر نگاہ رکھنی پڑے گی۔ میں یہ کام اس لیے نہیں کر سکتا کیونکہ میں پہلے ہی مشکوک ہوں اور پھر مجھے وجاہت کے پاس بھی ہونا ہے۔ جب کوئی موقع ملے مجھے ضرور بتانا۔ ویک اینڈ پر وجاہت ساویز سے ملنے والا ہے اور میں یہ کام اس سے قبل چاہتا ہوں۔" وہ اسے سب سمجھا رہا تھا اور جواب میں حسن اثبات میں سر ہلانے لگا۔

---★★★---

بستر پر لیٹتے ہوئے اس نے دوسری طرف کروٹ لیا تاکہ میرویس سے سامنا نہ ہو سکے۔ وہ تو اسے غصے میں یہ بھی نہیں کہہ سکتی تھی کہ بستر پر نہ سوئے۔

"کاش جہیز میں ایک بستر لے آتی تو کم از کم رعب تو جما سکتی۔" خود ہی کڑھتے ہوئے اس نے اپنا لحاف درست کیا۔ یکدم ہی کسی نے اس کا لحاف اپنی جانب کھینچا اور اس قدر طاقت سے کھینچا کہ وہ جکڑ بھی نہ سکی۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ؟" وہ غصے سے مڑی تو میرویس نے آبرو اچکا کر اسے دیکھا۔ وہ بستر پر لیٹنے سے پہلے لحاف کھینچ چکا تھا۔ ٹی شرٹ کی آستینوں سے نکلتے بھرے بھرے بازو اچھے لگ رہے تھے مگر عشنا کو ابھی وہ مکمل برا لگ رہا تھا۔

"اسے کہتے ہیں اپنی چیز لینا۔" بظاہر سنجیدہ مگر اندر ہی اندر اس کی شرارت جاگی ہوئی تھی۔

"اپنی چیز؟ "

"یہ لحاف تم جہیز میں لائی تھیں؟" مصنوعی غصے سے گھورتے ہوئے لیٹ گیا۔

"ماردیا طعنہ جہیز نہ لانے کا؟" طیش میں آنے کے لیے یہ جملہ ہی کافی تھا۔

"ہاں ماردیا۔ اب سو جاؤ۔" وہ جان کر رخ موڑ کر لیٹ گیا تاکہ عشنا مزید بھڑک جائے۔

"لحاف دو مجھے!" وہ بھڑک اٹھی۔

"دوسرا لے لو۔ "

"مگر دوسرا تو کوئی لحاف ہی نہیں؟ میں پہلے بستر پر لیٹی تھی اور یہ لحاف میں نے استعمال کیا تھا۔"

"اگر سونا ہے تو میرے قریب آ کر لیٹ جاؤ۔ میں اپنا لحاف بستر کے دوسرے کونے تک نہیں بھیجوں گا۔" دوٹوک لہجہ۔ وہ جھنجھلا کر رہ گئی۔

"ایسا مت کرو۔ مجھے سردی لگ رہی ہے۔" اسے اب رونا آنے لگا۔

"اور مجھے نیند آ رہی ہے۔" جمائی لیتے ہوئے اس نے آنکھیں موندلی تھیں۔

عشنا گہری سانس بھر کر رہ گئی۔ چپلوں میں پیر اڑسے اور ٹیرس پر آ گئی۔ سردی بڑھتی جا رہی تھی مگر اسے غصہ تھا۔ اسی غصے کے مارے رونا بھی آ رہا تھا۔ سردی سے ٹھٹھرتے ہوئے وہ اتنی اونچائی سے پورے شہر کو دیکھ رہی تھی جب پیچھے سے میرویس نے اسے لحاف اوڑھایا۔ وہ خود بھی لحاف سے گھرا تھا۔ عشنا نے ہونق ہوتے چہرے سے اسے دیکھا۔ کچھ دیر قبل تو اسے بہت نیند آ رہی تھی اور اب کیسے وہ باہر آ گیا تھا۔

"تم کیوں آئے ہو؟" بھنویں چڑھ گئیں۔

"تمہیں تنگ کرنے میں اتنا مزہ کیوں آتا ہے؟" میرویس الٹا اس سے پوچھنے لگا۔ عشنا نے جواب دینا ضروری نہ سمجھا اس لیے منہ پھیر کر سامنے دیکھنے لگی۔ وہ مسکرا دیا۔ "اب بات بھی نہیں کرو گی؟"

"تم مجھے بہت تنگ کرتے ہو۔" اس نے اپنے کندھے پر سے میرویس کا ہاتھ جھٹکا۔

"مگر تمہیں اچھا بھی تو لگتا ہوں۔" ہونٹ شریر مسکراہٹ سے سکڑ گئے۔

"اور تم اس بات کا فائدہ اٹھاتے ہو۔" لب کاٹتے ہوئے کہا گیا۔

"مگر مجھے تنگ کرنا پسند ہے۔ "

"دوسری لڑکیوں کو کیا کرو۔ مجھے نہیں!" وہ جھلائی۔

"ان میں سے کوئی تمہاری طرح مجھ پر غصہ نہیں کرے گا اور مجھے تمہارا غصہ کرنا پسند ہے۔ جب تم چڑ کر کہتی ہو نا 'میر ویس مجھے تم سے نفرت ہے' ہائے ہائے! وہ کیا لمحہ ہوتا ہے۔" وہ مزے میں بولا تو عشنا کو لگا اگر اس نے خود پر قابو نہ کیا تو ہنس پڑے گی۔

"بدتمیزی نہ کرو۔" مجبوراً تھوڑا غصہ دکھانا پڑا۔

"سیاہ آسمان پر یہ سفید روئی جیسے بادل کتنے اچھے لگ رہے ہیں۔ تم بھی میری زندگی میں کچھ ایسا ہی مقام رکھتی ہو۔ پہلے میر ویس خاموش رہنا پسند کرتا تھا مگر اب وہ بولتا ہے۔۔ اور بولتا ہی جاتا ہے۔ مگر صرف تمہارے آگے!" اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دباتے ہوئے وہ ایک نظر آسمان پر ڈالتا ہوا بولا۔

"تم اپنی پہلی منگیتر کے ساتھ بھی ایسی ہی محبت بھری باتیں کرتے تھے میر ویس۔" نجانے کیوں اس کا دل چاہا کہ وہ اس پر بات کرے۔ میر ویس بری طرح چونکا۔ بھلا اس منگنی کا یہاں کیا ذکر؟

"محبت بھری باتیں؟ میں اس سے کوئی بات بھی نہیں کرتا تھا۔" وہ ہنس دیا۔ "منگنی اماں کے دباؤ پر کی تھی حالانکہ میں نے اسے منع کیا تھا۔ وہ نہ مانی تو میں بھی خاموش ہو گیا۔ منگنی کر لی۔ "

"پھر کیسے ٹوٹی؟" اسے حیرانی تھی۔ وہ خاموش اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔

"بتایا تو تھا کہ انگھوٹی دو نمبر تھی۔" وہ اب تک پرانی بات پر اڑا تھا۔ عشنا نے زچ ہوتے ہوئے رخ پھیر لیا۔ "تمہیں میری بات کا یقین نہیں آتا؟"

"جھوٹ بات کا یقین نہیں کرتی میں۔۔" خفا خفا سا لہجہ۔

"تمہیں جان کر کیا کرنا ہے؟" لہجہ شریر ہوا تو وہ اسے گھورتی رہ گئی۔

"نہیں بتانا تو نہ بتاؤ۔" لحاف سے نکلتی ہوئی وہ اندر کی جانب بڑھنے لگی جب میر ویس نے پلٹ کر اسے مسکراتے ہوئے دیکھا۔

"اس کے سامنے دو بار تمہارا ذکر کر بیٹھا۔ دوسرے شخص کو آپ سے جتنی بھی محبت ہو مگر وہ کسی تیسرے شخص کا ذکر برداشت نہیں کر سکتا۔ اسے میں پسند تھا اور اس منگنی میں اس کی خوشی شامل تھی مگر میرے منہ سے تمہارا نام سن کر وہ شاید برداشت نہ کر سکی۔ انگھوٹی دینے گھر پر آئی تھی۔" لب مسکرا رہے تھے۔ پہلا مرد تھا شاید جو اپنی ٹوٹی ہوئی منگنی بہت خوشی سے سنا رہا تھا۔ عشنا کے قدم ٹھہر گئے تھے۔ وہ بے یقینی سے مڑ کر اسے دیکھنے لگی۔

"اس نے کیا کہا تھا؟" تجسس بھرا لہجہ۔

"کہہ رہی تھی کہ تمہیں عشنا نام کی اس لڑکی سے ہی شادی کرنی چاہیئے جو تمہیں بھاؤ نہیں دیتی۔ انگھوٹی زمیں پر پھینکی اور چلی گئی۔ اب اسے آج کیا ہی بتاؤں کہ عشنا نام کی اس لڑکی نے مجھے بھاؤ دینے کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی بھی میرے نام کر دی۔" وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ اسے یاد تھا جب وہ انگھوٹی پھینک کر گئی تھی' میر ویس نے اس انگھوٹی کو ایک نظر دیکھنے کے بعد دوبارہ نہیں دیکھا تھا۔ فرش سے انگھوٹی پھر اماں نے ہی اٹھائی تھا اور اب وہ کہاں تھی میر ویس کو ذرا علم نہیں تھا۔ گویا منگنی ختم' جان چھٹی!

عشنا مسکرادی۔

"تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئیے تھا۔ کوئی اپنی منگیتر کے سامنے کسی دوسری لڑکی کا نام لیتا ہے؟"

"کم ہی بولو محترمہ! اگر نام نہ لیتا تو آج تم یہاں نہیں ہوتی۔ "

"تو کیا تم اس سے شادی کر لیتے؟" حیران لہجہ۔

"نہیں۔۔ کبھی نہیں! میں نے کہا تم سے 'تم نہیں ملتی تو تنہا رہ لیتا مگر کسی کو اپنی زندگی میں شامل نہ کرتا۔' تم نے میری بات کو شاید سنجیدگی سے نہیں لیا تھا۔ میرویس جو کہتا ہے 'وہ کر کے دکھاتا ہے۔" اس کی سیاہ آنکھوں میں اپنا عکس دیکھتے ہوئے مسکرادی۔ ہاں وہ لاکھوں میں ایک تھا۔۔ اس کا میرویس تھا۔

---★★★---

"کیا ضرورت تھی کافی کی غنایہ۔ بار بار زینے چڑھنے اترنے سے پرہیز کیا کرو۔" اسے اپنے پاس بلا کر بٹھانے لگا۔

"میرا دل چاہ رہا تھا کہ آپ کے لیے بناؤں۔" سردی کا زور اس سال زیادہ تھا۔

"اچھا چلو لیٹ جاؤ۔ میں کام کر رہا ہوں اور رات بھی کافی ہو گئی ہے۔ جس دن تم مہندی لگانے جاؤ گی' میں بابا کو چیک اپ کے لیے لے جاؤں گا۔ ان کی طبیعت اب پہلے سے کافی بہتر ہے۔"

"جی۔" وہ اپنا لحاف درست کرنے لگی۔

"اور تمہارا اپائنٹمنٹ کب ہے؟" لیپ ٹاپ پر تیزی سے چلتی انگلیاں ذرا دیر جو ٹھہریں۔

"ابھی تو وقت ہے۔" وہ خوشی سے کہتے ہوئے اطمینان سے لیٹ گئی۔ ساویز نے مسکراتے ہوئے اس کے چہرے پر پھیلی تسکین دیکھی۔

"سارے کام ہو جاتے ہیں مگر تمہیں ڈاکٹر کے پاس نہیں جایا جاتا۔ "

"میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔ ڈاکٹر کا نام سن کر ہی میرے پورے بدن میں سستی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ مجھے اب سو جانا چاہئیے۔" کروٹ لیتے ہوئے اس نے ایک نظر ساویز جو دیکھا جو جمائی لے رہا تھا مگر اس کا کام کرنا بھی ضروری تھی۔

"تم نے مجھے مہندی والی کی لوکیشن نہیں بتائی؟" تھوڑی ہی دیر گزری تھی جب ساویز نے اس سے پوچھا۔ جواب نہ پا کر اس نے غنایہ کو دیکھا جو گہری نیند میں تھی۔ بھولا سا چہرہ اور چہرے پر سکینت۔۔ وہ لمحہ بھر کو مسکرا کر اسے دیکھنے لگا جو بال کھول کر سو رہی تھی۔

کیسے بتاؤں رے پگلی! تو مجھ کو کتنی اچھی لگتی ہے۔ اسے انہماک سے دیکھتے ہوئے وہ اپنا کام نہیں کر پا رہا تھا جب غنایہ کی آنکھ اچانک سے کھلی۔ وہ جو کروٹ لینے کا ارادہ رکھتی تھی وہیں ٹھہر گئی۔

"آپ مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟" نیند میں آواز ابھری۔

"کیوں میں نہیں دیکھ سکتا؟" وہ ہنس دیا۔

"اتنے قریب سے دیکھ رہے ہیں۔ آنکھ کھلتے ہی ڈر گئی تھی میں۔۔" لحاف منہ تک کرنے لگی تو ساویز نے پکڑ لیا۔

"تم اب مجھے دیکھنے بھی نہیں دو گی خود کو؟" کیا بے یقینی تھی۔

"مجھے نیند آرہی ہے اور ساتھ تھوڑا تھوڑا غصہ بھی۔" آج کل تو اس کے موڈ کو پتا نہیں کیا ہو گیا۔ ایک پل ہنستی تھی اور دوسرے ہی پل آنکھیں نم ہو جایا کرتی تھیں۔

"اب کیوں غصہ آرہا ہے بھئی؟ مجھے کیا تم نے مجسمہ سمجھ لیا ہے کہ جب چاہو غصہ اتار لو۔" وہ چھیڑتے ہوئے سنجید گی سے بولا تو اسے گھورتی رہ گئی۔

"تنگ نہیں کریں مجھے پھر آپ کو صبح آفس بھی جانا ہوتا ہے۔" وہ لحاف منہ تک کرنے پر زور دے رہی تھی مگر سامنے ساویز تھا۔

"مگر مجھے تمہیں دیکھنا ہے۔" نگاہوں میں محبت تھی۔

"سارا دن دیکھتے رہتے ہیں۔ دل نہیں بھرتا؟" یکدم ہی وہ چڑ چڑی ہونے لگی۔

"نہیں بھرتا۔ دس منٹ اور دیکھوں گا پھر تم سو جانا۔"

"تو میں دس منٹ تک پتھر کا مجسمہ بنی رہوں؟"

"نہیں تم میری آنکھوں میں دیکھو۔" اس کی بھوری آنکھوں میں ہلکا ہلکا غصہ آیا۔

"آپ بہت تنگ کرنے لگے ہیں مجھے۔۔ دیکھ رہی ہوں میں۔ بابا کو بتاؤں گی۔" اس کی بات پر وہ ہنس پڑا۔

"اچھا کیا بتاؤ گی؟" اسے تجسس ہوا۔

"کہوں گی ان کا بیٹا روز بہ روز پٹری سے اترنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں یہ بھی کہوں گی کہ آپ تنگ کرتے ہیں۔" خفا خفا سا لہجہ۔ وہ غصہ کرتے ہوئے اسے کبھی بری نہیں لگی۔

"پھر میں بھی ان سے کہوں گا کہ ان کی بہو کے موڈ کا کچھ پتا ہی نہیں ہوتا۔ دو منٹ پہلے محبت سے بات کرتی ہے اور پھر اچانک سخت ہو جاتی ہے۔" آنکھوں میں شرارت واضح نظر آرہی تھی۔

"اچھا؟ تھوڑی دیر پہلے آپ نے مجھ سے فائلز منگوائی۔ میں نے پیلی فائل لا کر دی تو آپ نے کیا کہا؟ مجھے تو نیلی فائل چاہئیے۔" اس نے نقل اتاری۔ "پھر جب میں نے ہلکے رنگ کی نیلی فائل لا کر دی تو آپ نے کیا کہا! 'مجھے گہرے رنگ کی نیلی فائل چاہئیے' خود آپ مجھے بہت تنگ کرتے ہیں۔ صبح بھی آپ نے یہی کیا۔ مجھے میری چائے بنانے سے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ ایک کپ میں چائے پئیں گے! میں آپ کا انتظار کر رہی تھی کہ کب آپ آدھی چائے پی کر میری جانب بڑھائیں گے مگر آپ نے جان کر مجھے تنگ کرنے کے لیے صرف آخری کا گھونٹ دیا۔" اس کے پاس شکووں کی لسٹ تھی۔ ساویز قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"اچھا اگر اتنا غصہ تھا تو نہ پیتی وہ آخری گھونٹ! کیوں پیا؟" غنایہ کی سرخ ہوتی ناک ٹھنڈی ہو رہی تھی۔

"غصہ تو بڑھ ہی رہا تھا تو سوچا آخری گھونٹ پی کر محبت بڑھالی جائے تاکہ غصہ اور محبت دونوں بیلنس ہو جائیں۔"

"اس طرح کہو گی تو مجھے تم پر پیار آنے لگے گا۔" اس کا انداز دل موہ لینے والا تھا۔

"آپ تھوڑا سا لڑ نہیں سکتے؟ کبھی نہیں لڑتے آپ!" وہ اس کے اتنا چڑنے پر بھی محبت سے بات کر رہا تھا۔ غنایہ زچ ہونے لگی۔

"تم چاہتی ہو میں تم سے لڑوں؟" وہ دنگ رہ گیا۔

"تھوڑا ہی سہی! مطلب آپ یہی کہہ دیں گے غنایہ مجھے تنگ کرنے کی ضرورت نہیں۔" کیا لڑکی تھی وہ۔۔ مزاج پل پل بدل رہے تھے۔

"میں ایسا کیوں کہوں جب تم مجھے تمہارا تنگ کرنا برا نہیں لگتا ہے۔ بلکہ تم تنگ ہی کہاں کرتی ہو؟" بمشکل مسکراہٹ چھپاتے ہوئے وہ بول پڑا۔

"میں نے ابھی آپ کو اتنا کچھ بولا ہے۔ ذرا فرق نہیں پڑا؟" وہ خود بھی حیران تھی۔

"مجھے تو اچھا لگا۔ اب بیوی شکوے کرے گی تو شوہر سے ہی کرے گی۔ "

غنایہ کا سر گھومنے لگا۔ اس بندے کو کوئی ہلکا پھلکا لڑنا ہی سیکھا دے تا کہ غنایہ بھی اپنے چڑچڑے پن کو کہیں نکال سکے۔

جبکہ دوسری جانب لحاف اپنی جانب کھینچتا میر ویس جھنجھلایا ہوا تھا۔

"تم مجھ سے دو بات محبت سے کیوں نہیں کر سکتے؟ لڑنا ضروری ہے؟" اس کے دماغ کی رگیں پھٹ جانے کو تھیں۔

"کیونکہ یہ لحاف اتنا بڑا نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہی ہو۔ اور اسے ایک ساتھ اوڑھنے کے لیے ہمیں قریب قریب لیٹنا ہو گا لیکن بقول تمہارے میں ایک دیو ہوں اور تم میرے قریب لیٹ کر خود کو فرش کے نذر نہیں کر سکتی۔ دیکھو عاشی کہیں پر انا کو مارنا پڑتا ہے۔ اگر تم فرش پر گر بھی جاتی ہو آج کی رات تو کیا ہو گیا۔ دوبارہ اوپر لیٹ کر سو جانا۔" وہ اسے کیا سمجھا رہا تھا۔۔ عشنا کا منہ ہی کھلا رہ گیا۔

"یعنی بستر سے مجھے گرانا ضروری ہے۔۔ تم خود پر قابو نہیں رکھ سکتے؟ لحاف بڑا ہے اور ہم آسانی سے سو سکتے ہیں۔"

"اچھا آؤ پیار محبت سے بات کر کے سوتے ہیں۔ لحاف کا یہ حصہ بھی چاہیئے؟" اس نے دکھایا۔ "یہ لو۔۔" کہتے ساتھ اس نے اور لحاف عشنا کی جانب کیا۔

عشنا مسکراتی ہوئی جلدی سے لیٹ گئی۔

"تم رات میں لحاف تو نہیں کھینچو گی نا؟" اسے نیند آ رہی تھی اور وہ جانتا تھا کہ اگر عشنا کا یہ رات میں کام کرنے سے اس کی آنکھ کھل گئی تو وہ دوبارہ نہیں سو سکے گا۔

"نہیں کروں گی۔ کل ہی میں اوپر اسٹور سے مزید لحاف نکال کر دھلوانے دیتی ہوں۔ کم از کم نیند تو سکون سے آئے۔" وہ کروٹ لینے لگی۔

"دس ہزار بار کہا ہے میری طرف کروٹ لے کر سو جایا کرو' نیند نہیں آتی مجھے۔۔" اس نے غصہ کیا تو عشنا نے دوبارہ اس کی جانب کروٹ لیا۔ دونوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ عشنا کنارے پر سوتی تھی۔ میر ویس اب اس کو دیکھ رہا تھا جبکہ عشنا نے آنکھیں موندلی تھی۔

---★★★---

وہ آج آفس گیا تھا اور آج پہلی بار عشنا نے اس کے لیے سرپرائز پلان کیا تھا۔ ٹیرس پر خوبصورت سا سیٹ اپ کر کے اس نے زمین پر بیٹھنے کے لیے جگہ بنائی۔ میر ویس کی پسندیدہ حلیم اور کھیر پیالوں میں نکال کر اس نے دوبارہ گرم کرنے مائکرو ویو میں رکھ دیا۔

بالوں کو خشک کرتے ہوئے خوب دل سے تیار ہوئی۔ آج پہلی بار اس نے کانوں میں جھمکے ڈالے۔ لبوں پر مسکراہٹ عیاں ہوئی۔ میر ویس کو کال ملاتے ہوئے وہ اب لپ اسٹک لگا رہی تھی۔

"ہیلو۔ "

"کب آ رہے ہو؟" حیا کے مارے وہ دھیمی آواز میں پوچھنے لگی۔

"ہاں بس آدھے گھنٹے میں۔۔ نکلنے لگا ہوں۔ "

"ٹھیک ہے۔" اس نے جلدی سے کال رکھ کر اپنی تیاری مکمل کی۔ پلکوں پر مسکارا لگایا اور ہلکا ہلکا کاجل لگا کر خود کو آئینے میں دیکھنے لگی۔ بال کھول کر شانے پر بکھرے ہوئے تھے۔ کھانا باہر سجا کر اس نے ڈش ڈھانپ دی تھی کہ کہیں کوئی کھانوں پر نہ آگرے۔ کھلے آسمان کے تلے یہ سب کچھ بہت بھلا معلوم ہو رہا تھا۔ وہ خوش تھی۔۔ مطمئن بھی۔ آج جب وہ تھکا ہوا گھر لوٹے گا تو کتنا خوش ہو جائے گا۔ یقیناً وہ اس سے یہ سب کی امید نہیں رکھ رہا ہو گا۔ لبوں پر شرمیلی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

---★★★---

"بابا۔" کھانے کی ٹرے ان کے آگے رکھتے ہوئے وہ ساتھ ہی بیٹھ گئی۔

"کہو بیٹی۔" وہ مسکرائے۔ غنایہ جب جب ان کے سامنے آتی تھی وہ اس کی موجودگی محسوس کر کے مسکرا دیا کرتے تھے۔

"تصویروں کے البم کہاں ہیں؟" وہ ساویز اور اس کی ماں کی تصویریں دیکھنا چاہتی تھی۔ حالت کی وجہ سے یونیورسٹی تو جا نہیں رہی تھی اور یوں گھر میں بیٹھ کر اسے بوریت ہو رہی تھی۔

"وہ دیکھو وہاں۔" انہوں نے میز کی دراز کی طرف اشارہ کیا۔ "پہلی دراز میں۔ "

ان کے بتانے پر وہ دو بھاری البم اٹھا کر لائی۔

"لڑکی ایک وقت میں ایک لاتی۔ دیکھو ذرا کتنے بھاری ہیں۔" بستر پر ٹھیک طرح سے بیٹھتے ہوئے وہ کھانا کھانے لگے۔

"مجھے خیال نہیں رہا بابا۔" وہ اب تصویریں دیکھ رہی تھی۔ ساویز کی تصویر پر نگاہ پڑی تو وہ مسکرا دی۔ تصویر میں وہ کوئی تین سال کا بچہ تھا جو ماتھے پر بل پھیلائے اپنی ماں کو دیکھ رہا تھا جو اسے ہنسانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"یہ ساویز ہی ہیں نا۔" اسے کوئی شک نہیں تھا' مگر پھر بھی پوچھ رہی تھی۔

"ہاں۔ تین سال کا ہونے والا تھا جب اس کی ضد پر ہم ساحل سمندر گئے تھے۔" ان کی بات کو محسوس کرتے ہوئے وہ مسکرا دی۔

"یہ بچپن میں ضدی اور غصے والے تھے؟" تصویروں سے تو یہی لگتا تھا۔

"ہاں۔ جب تک اس کی ماں زندگی رہی تب تک وہ ضدی ہی رہا۔ اس کی ماں جو موجود اس کی ضد پوری کرنے کے لیے۔۔" ماضی سوچتے ہوئے انہیں جہاں ایک عورت کا خیال آیا وہیں سانس لینا دشوار ہو گیا۔ غنایہ نے بغور ان کا چہرہ دیکھا۔

"اماں تو بہت پیاری ہیں اور یہ دیکھیں آپ! ساویز قد کاٹھ میں بلکل آپ جیسے ہیں۔ لمبے چوڑے اور پر کشش۔۔" اسے خوشی ہو رہی تھی جبکہ تقی اسے محبت سے دیکھ رہے تھے جو ایک ایک چیز کو بغور دیکھ رہی تھی۔

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

---★★★---

گھڑی بارہ بجا رہی تھی۔ صوفے پر بیٹھی وہ بنا کسی تاثر کے سامنے دیوار کو تک رہی تھی۔ تمام لائٹس بجھا کر اب وہ لاؤنج میں تھی۔ دو گھنٹے گزر چکے تھے مگر نہ میر ویس آیا تھا اور نہ اس کی کال۔۔ دل کے احساسات گویا دم توڑ گئے۔ اس کی خوشی جل کر راکھ ہو گئی۔ انتظار رائیگاں چلا گیا۔ گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے میر ویس کا میسج دیکھا تھا جہاں اس نے اپنے تاخیر سے آنے کا بتایا ہوا تھا۔ دل بوجھل ہو رہا تھا۔ اس کا دل چاہا جو تیاری اس نے ڈنر کے لیے کی تھی' سب برباد کر دے۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنی چوڑیاں اتاری اور تقریباً پھینکنے کے انداز میں میز پر رکھیں۔ چند چوڑیوں اسی وقت ٹوٹ گئی تھیں۔ ڈوپٹے سے ہونٹوں پر لگی لپ اسٹک رگڑی اور آہستہ آہستہ ساری جیولری

اتارنے لگی۔ وہ آج اس کے لیے وقت پر آ بھی نہ سکا تھا۔ کھلی کھڑکی سے اندر آتی سرد ہوا اس کے جسم میں کپکپاہٹ پیدا کر رہی تھی مگر وہ تو جیسے کسی بات نوٹس نہیں لینا چاہتی تھی۔ بستر پر لیٹتے ہوئے اس نے لحاف اپنے اوپر بچھایا اور ساتھ ہی آنکھیں موندلیں۔

---★★★---

وہ گھر میں داخل ہوا تھا جب اتنا اندھیرا دیکھ کر سٹپٹا گیا۔ لاونج کی لائٹ جلاتے ہوئے اس نے کمرے کا رخ کیا۔ بستر پر لیٹے وجود پر ایک نگاہ حیرت سے ڈالتے ہوئے میر ویس نے اپنا کوٹ اتارا تھا۔ آج سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ عشنا اس کے آنے سے پہلے سو گئی ہو۔ یہ سوچ کر وہ اس کی جانب بڑھنے لگا کہ کہیں اس کی طبیعت تو نہیں خراب۔۔ یکدم ہی پاؤں میں چبھن کا احساس ہوا تو اس نے موبائل کی ٹارچ جلا کر اپنے پیر کے نیچے آنے والی چیز کو دیکھا۔ وہ ٹوٹی ہوئی چوڑیاں تھیں جو بکھری ہوئی تھیں۔ میر جی بھر کر چونک گیا۔ اس نے چھوٹی لائٹ جلا کر کمرے کی حالت دیکھی۔ عشنا کی جیولری آدھی میز پر گری تھی اور آدھی فرش پر۔۔ ایک طرف کنارے پر ڈوپٹہ رکھا تھا۔ وہ اس تک پہنچ ہی رہا تھا' ٹیرس کا کھلا دروازہ بند کرنے کے ارادے سے آگے بڑھا۔ کل کے مقابلے میں ہوا کا زور زیادہ تھا۔ ابھی بند ہی کر رہا تھا جب نگاہ سامنے اٹھی اور ٹھٹھک گئی۔ ٹیرس کی زمین پر بچھائی گئی چادر اور طرح طرح کے لوازمات۔۔ دو خوبصورت گدے جو بیٹھنے کے لیے بچھائے گئے تھے۔ پیالیاں اور کانچ کے خوبصورت برتن۔۔ وہ ششدر رہ گیا۔ اس نے تیزی سے عشنا کی جانب روشنی ماری جس کی لپ اسٹک مٹ کر چہرے پر لگی ہوئی تھی۔ وہ منٹوں کی کہانی لمحوں میں سمجھ گیا۔ تو کیا وہ اس لیے اسے جلدی آنے کا کہہ رہی تھی؟ وہ خوش ہوتا یا اتنی تاخیر سے آنے پر افسوس کرتا۔

عشنا کے نزدیک پہنچ کر ایک گھٹنا فرش ٹکاتا ہوا اسے بغور دیکھنے لگا۔ رخسار پر موجود آنسو خشک نہیں ہوا تھا جس کا مطلب تھا کہ اسے سوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی۔

"عاشی۔" دھیرے سے پکارا گیا۔ عشنا کی آنکھ یکدم کھلی۔ ماحول میں دوبارہ خاموشی چھا گئی۔ وہ اسے کافی دیر تک یونہی گم صُم تکتی رہی۔ میر بھی کچھ نہ بولا۔ وہ کہنا چاہتا تھا مگر اس سے قبل ہی کروٹ لے کر دوسری طرف آنکھیں موند گئی۔

"عاشی بات سنو پلیز۔" اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ التجا کرنے لگا مگر اسی وقت عشنا نے اس کا ہاتھ بری طرح جھٹکا۔

"مجھے تنگ مت کرو میر ویس۔" دانت پیس کر کر کہتی وہ کچھ اور دور جانے لگی جب میر ویس سے صبر نہ ہوا۔ اس کو بازو سے پکڑتے ہوئے زبردستی اپنے سامنے بستر پر بٹھایا۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ۔۔" کب غصہ کرتے ہوئے آنسو چھلک پڑے اسے اندازہ ہوا۔

"ناراض مت ہو۔" لہجہ اب بھی دھیما تھا۔

"ناراض مت ہوں؟" یہ بات اسے مزید طیش دلا گئی۔ "چار گھنٹوں سے پاگلوں کی طرح تمہارا اس امید پر انتظار کر رہی ہوں کہ ہم سب ڈنر کریں گے اور تم یہ کہہ رہے ہو کہ ناراض مت ہوں؟" وہ چیخ پڑی۔

"مجھے اس بارے میں کچھ علم نہیں تھا عاشی۔ اگر ہوتا تو کچھ بھی کر کے جلدی سے آجاتا۔" اس کا یوں غصہ کرنا وہ سمجھ سکتا تھا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مجھے تم سے اب کوئی بات نہیں کرنی۔" اس نے بات ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔ سختی سے آنسو پونچھے اور دوبارہ لیٹ گئی۔

"کچھ بھی کرنا ہے کرو مگر میرے پاس مت آنا۔" ہچکیاں بندھنے لگیں۔ میر ویس کھڑا ہو گیا۔ اس نے ایک نگاہ باہر کے سیٹ اپ پر ڈال اور عاشی کو دیکھنے لگا۔

"مجھے بھوک لگ رہی ہے۔" سینہ کچھ بوجھل ہو گیا تھا۔

"تو کھالو کھانا۔ ویسے بھی ساری چیزیں خوامخواہ میں نے بنا کر رکھی ہوئی ہیں۔" لحاف منہ تک اوڑھتے ہوئے اس نے رخ موڑ لیا۔ دس منٹ مزید بیت گئے۔ عشنا جانتی تھی کہ وہ اس کے سامنے سے جا چکا تھا۔ اسے رونا آنے لگا۔ جب خوب دل بھر رو دی تو یکدم ہی ایک خیال سے چونک پڑی۔ کچھ ہی دیر قبل میر ویس نے اپنی بھوک کا اظہار کیا تھا۔۔ وہ جانتی تھی عشنا کی موجودگی کے بغیر وہ ایک نوالہ بھی حلق سے نگلتا نہیں۔ صبح آٹھ بجے کا ناشتہ کر کے گیا میر ویس رات میں اب لوٹا تھا۔ لنچ وہ اکثر کم ہی کرتا تھا۔

کچھ سوچتے ہوئے عشنا نے لحاف چہرے سے ہٹا کر ارد گرد دیکھا جہاں کوئی نہیں تھا۔ لاؤنج سے آتی ہلکی روشنی نے اسے میر ویس کی موجودگی کی خبر دی۔ دل ندامت کے احساس سے دوچار ہوا تو پیروں میں چپل پہنتی لاؤنج میں داخل ہوئی۔

صوفے پر آڑا ترچھا بیٹھ کر گردن صوفے کی پشت سے ٹکائی ہوئی تھی۔ ٹائی ڈھیلی اور آدھی سے زیادہ شرٹ جینز سے باہر نکلی ہوئی تھی۔ وہ چہرے سے تھکا تھکا سا معلوم ہو رہا تھا۔ بال بکھر کر آنکھوں تک آرہے تھے۔ اس نے اب تک کپڑے تبدیل بھی نہیں کیے تھے۔ وہی جوتے جو اب بھی پہنا ہوا تھا البتہ آنکھیں موند کر وہ تھکن اتار رہا تھا۔

عشنا کا دل مزید بوجھل ہوا۔ اس کی حالت دیکھنا ناقابل برداشت تھا۔ کچن سے حلیم کی پتیلی اٹھا کر اس نے میز رکھی تو کسی ہلچل سے میر ویس کی آنکھیں کھلیں۔ وہ اب اسے میز پر چیزیں رکھتے ہوئے دیکھ رہا تھا جس کی پیشانی پر بل پھیلے ہوئے تھے۔

"آؤ ادھر۔" اس کے لیے کرسی کھینچتے ہوئے بولی۔ لہجہ بلکل نرم نہیں تھا۔ میر ویس کو لگا جیسے وہ کوئی بہت بڑا مجرم ہو۔ بنا کچھ کہتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے اشارے پر کرسی پر آبیٹھا۔ میز اب لوازمات سے بھری ہوئی تھی۔ ایک طرف کھیر کا پیالہ تھا اور دوسری جانب حلیم رکھی تھی۔ پانی کا جگ اور گلاس دور سجے ہوئے تھے۔ اسے بیٹھا دیکھ کر وہ مڑنے لگی جب میر ویس نے اسے پکارا۔

"تم جانتی ہو میں تمہارے بنا کھانا نہیں کھاتا۔" آواز یکدم تھی کہ عشنا بھی چونک گئی تھی۔ "اور اگر تم میرے ساتھ نہیں کھانا چاہتیں تو یہ پیالے اٹھالو۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔"

عشنا نے اندر سانس کھینچی اور برابر والی کرسی پر آبیٹھی۔ میر ویس کے دل کو کچھ سکون پہنچنے لگا۔ حلیم نکالتے ہوئے اس نے روٹیوں کی جانب ہاتھ بڑھایا تھا۔ وہ اب بھی ویسے ہی بیٹھی تھی۔ اپنے کھانے کا پہلے نوالہ اس نے عشنا کی طرف بڑھایا تھا۔ وہ آنکھیں پھاڑ کر غصے سے اسے دیکھنے لگی مگر کھانے کو دور کرنا اسے اچھا نہ لگا۔ میر ویس یکدم ہی دھیما سا مسکرایا۔ وہ پہلا لقمہ لے چکی تھی اور میر ویس جانتا تھا کہ جتنا وہ بھوک سے تڑپ رہا ہے 'عاشی کو بھی اتنی ہی بھوک ہے۔

"آئم سوری۔" بھاری گھمبیر آواز ابھری۔ اپنا کھانا چکھے بغیر اس نے دوسرا نوالہ بھی عاشی کی جانب بڑھایا جو اس کے معافی مانگنے پر بھڑک اٹھی تھی۔

"مجھ سے سوری کا ناٹک مت کرو میر ویس۔ اگر میں تمہارے پاس بیٹھی ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم مجھ سے بات کرنے کی کوشش کرو گے۔"

غصے میں اسے دوسرا نوالہ بھی کھانا پڑا۔ وہ ایک بار پھر ہلکا سا مسکرا دیا۔

"کتنا غصہ ہے مجھ پر؟ "

"اتنا کہ میرا دل کر رہا ہے میں تمہارا سر پھاڑ دوں۔" کہتے ساتھ ہی اس نے میر ویس کے ہاتھوں سے تیسرا نوالہ منہ میں ڈالا۔

"تو پھاڑ دو۔ میں بلکل برا نہیں مانوں گا۔" مسکراہٹ گہری ہوئی۔ "تمہاری کال پر جب میں نے جلدی گھر آنے کا بتایا تب میں نکل چکا تھا۔ راستے میں پل پر گاڑی خراب ہو گئی تھی۔ نہ کوئی مکینک مل رہا تھا اور نہ کوئی راستہ۔۔" اس کی بات پر وہ ٹھٹھک کر اس نے سننے لگی۔ "بہت مشکل سے گاڑی مکینک تک لے کر گیا ہوں اور آج رات کے لیے اسے وہیں چھوڑ آیا ہوں۔ کسی طرح کیب بک کروائی اور جب گھر پہنچا تو احساس ہوا کہ کافی تاخیر کر آیا۔" ایک اور نوالہ اس کو کھلاتے ہوئے میر ویس نے بلآخر ایک لقمہ اپنے منہ میں بھی ڈالا۔ عشنا کا چہرہ پھیکا پڑنے لگا۔ یہ جانے اور پوچھے بغیر کہ وہ تاخیر سے کیوں آیا' وہ سیدھا اس پر برس پڑی تھی۔ شرمندگی کے مارے نگاہیں جھک گئیں۔

"تم۔۔ تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟" سارا غصہ جھاگ بن کر بیٹھ گیا۔ وہ اس کے بدلتے تیور دیکھتے ہی ہنس پڑا۔

"تم نے موقع کب دیا عاشی؟ "

"میں نے یہ سب انتظام ہمارے لیے کیا تھا۔ تم نہیں آئے تو جانے کیا سمجھ کر تم پر غصہ آنے لگا۔" سسکتے ہوئے وہ بے حد دھیمے لہجے میں بات کر رہی تھی۔

"میں آئس کریم لایا ہوں۔ ہم اب بھی آگے بیٹھ سکتے ہیں۔" اس کے آنسو تکلیف دے رہے تھے۔

"نہیں اب نہیں۔۔ میرا دل اچاٹ ہو گیا۔" وہ بے دلی سے بولی تو کھانا ختم کرتے ہوئے میر ویس اٹھ کھڑا ہوا۔ کچن میں برتن رکھ کر اس نے ہاتھ دھوئے اور فریج کھول کر کھڑا ہو گیا۔ وہ وہیں شرمندگی اور ارمان ٹوٹ جانے کی وجہ سے سسک رہی تھی۔

میر ویس جب کچن سے باہر نکلا تو اس کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی۔ ایک ہاتھ سے عشنا کو زبردستی اٹھایا اور کھینچتا ہوا باہر آ گیا۔ سیٹ اپ اب بھی ویسا ہی تھا۔ اس نے ارد گرد لگیں پیلی لائیٹس جلا کر منظر کو مزید خوبصورت بنایا۔

"یہ سب تم نے واقعی خود سے سجایا تھا؟" وہ قدرے امپریس ہوا۔ گدے پر بیٹھتے ہوئے اس نے ٹرے سامنے رکھی اور عشنا کا ہاتھ کھینچ کر زبردستی بٹھایا۔

"میں نے تم سے اتنی بدتمیزی کی اور تم پر چیخی بھی مگر تم نے غصہ نہیں کیا؟ حالانکہ تمہارے لاہور جانے سے پہلے بھی جب میں یوں ہی چیخی تھی تو تم بھی چیخ پڑے تھے۔"

اس کی بات پر میر ویس نے منہ پھیر کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں' جہاں سیاہ رنگ کا عکس تھا۔

"میں تمہارے چیخنے پر کبھی غصہ نہیں کر سکتا۔ جانتی ہو اس دن مجھے پہلی بار تم پر غصہ کیوں آیا تھا؟ میں دوستوں کے درمیان تھا جب تمہاری کال آئی۔ جو بھی ہو عاشی۔۔ کتنا ہی غصہ ہو۔ جب ایک انسان گھر سے باہر ہو یا آنکھوں سے اوجھل ہو تو آپ کو احتیاط کرنی چاہیئے۔ تمہاری چیخنے پر میرے دوست بھی چونک اٹھے تھے۔ پہلی بار میرا چہرہ خفت کے احساس سے سرخ ہوا تھا۔ تم گھر میں دس بار چیخو میں ایک لفظ نہیں کہوں گا۔" وہ اسے سن رہی تھی اور احساسِ ندامت میں گھر رہی تھی۔ "ہمارے درمیان کے مذاق، لڑائی، غصہ' یہ سب ہمارے درمیان رہنا چاہیئے۔ کسی اور کو

خبر نہ ہو کہ میرے گھر میں کیا ہوتا ہے۔" تاثرات عام سے تھے مگر لہجہ خاص۔۔ وہ سچ کہتا تھا۔۔ کل کو وہ بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ اس کا شوہر اس پر تب چیخے جب وہ اپنے دوستوں کے درمیان ہو یا گھر سے باہر ہو۔

"سوری۔" دھیمی آواز۔ وہ چڑ کر رہ گیا۔

"اس لیے تھوڑی بتایا تھا کہ تم مجھ سے سوری کہو۔ چلو یہ آئس کریم کھاؤ۔ تمہیں پشاوری آئسکریم پسند ہے اور اسی لیے میں تمہارے لیے خاص بنوا کر لایا ہوں۔" پیالہ اس کی جانب بڑھاتے ہوئے وہ اب سیاہ آسمان پر سفید چمکتے تارے دیکھ رہا تھا۔

"تم ایسے کیوں ہو میر ویس۔" وہ ہمیشہ کی طرح اس پر نرم تھا۔ میر ویس مسکرا دیا۔

"کیونکہ میں تمہارے لیے ہمیشہ سے ایسا ہی تھا۔ اب دیکھو ذرا اپنی حالت! لپ اسٹک مٹانے کے لیے تم نے کس قدر بے دردی سے ہونٹ رگڑے تھے کہ پورے چہرے پر پھیلی ہوئی ہے۔ زلفیں ادھر اُدھر لہرا رہی ہیں۔ کہنے کو تو میں تمہیں بے ڈھنگی بھی کہہ سکتا تھا مگر لگ تو مجھے تم اب بھی حسین رہی ہو۔" لہجہ شریر ہوا تو وہ ہنس دی۔

"میں نے تمہارے لیے جھمکے بھی پہنے تھے۔ چوڑیاں اور نیکلس بھی۔" وہ اب اسے محبت سے بتا رہی تھی۔

"کیا فرق پڑتا ہے۔ جتنا بھی خوبصورت لگ جاؤ' دماغ میں تو بھوسا ہی بھرا رہے گا تمہارے۔۔" میر ویس اب اسے کسی طور بخشنے والا نہیں تھا اور نہ عاشی اب اس کی بات پر ہنسی۔۔ برا سا منہ بنا کر قدرے زور سے گھورا تھا کہ وہ لب بھینچ کر مسکراتا رہ گیا۔

---★★★---

"اٹھ بھی جائیں ورنہ میں ڈرائیور کے ساتھ ہی مہندی والی کے پاس چلی جاؤں گی۔" وہ تیار تھی اور ساویز بستر پر اوندھا منہ لیٹے نیند میں اس کی باتیں سن رہا تھا۔

"صبح سات بجے ہی سویا ہوں یار۔۔ آج ذرا آفس بھی تاخیر سے جاؤں گا اور پھر بابا کو ہسپتال بھی لے کر جانا ہے۔" سر کے اوپر تکیہ رکھ کر وہ نیند سے بھرے لہجے میں بولا۔

"ہاں نیند زیادہ پیاری ہے۔" وہ خفا خفا سا دیکھتی ہوئی دوسری جانب بیٹھ گئی۔ شعر میں بھی ایک جوش تھا کہ ساویز اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

"بہت شکوے ہیں تمہیں مجھ سے۔۔" چپل پیر میں پہنتا ہوا وہ وارڈروب سے کپڑے نکالنے لگا۔

"آپ کو پتا ہونا چاہئیے نا کہ آج مجھے مہندی والی کے پاس چھوڑنا ہے۔" ہلکا ہلکا غصہ۔

"مہندی والی کی مجھ سے زیادہ عزت ہے۔" بھنویں اچکاتا ہوا وہ شاید خود کو ہی سمجھا رہا تھا۔

"نیچے جا رہی ہوں میں۔۔" اسے نخرے دکھاتی ہوئی وہ بھی نیچے بڑھ گئی تھی اور ساویز بمشکل آنکھیں کھولتا رہ گیا تھا۔

تقریباً ایک گھنٹے میں ہی وہ مہندی والی کے پاس موجود تھی۔ ساویز نے کہا تھا کہ واپسی پر ڈرائیور اسے لینے آئے گا کیونکہ بابا کو چیک کروانے کے بعد وہ آفس جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ بھری بھری مہندی اسے ہمیشہ سے ہی بھاتی تھی۔ کام مکمل ہونے کے بعد اس نے مہندی کی تصویریں لے کر ساویز کو بھیجی تھیں جسے دیکھ کر وہ خوشی سے پھولے نہ سمایا تھا۔ ڈرائیور پہنچنے والا تھا جب دروازے پر بیل ہوئی۔

"غنایہ باجی آپ کی گاڑی آ گئی۔" فرزانہ کی آواز نے اسے چونکایا۔ "اتنی جلدی۔۔ شکر ہے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔" بیگ اٹھاتے ہوئے اس نے مہندی کے پیسے اس کی جانب بڑھائے تھے جسے فرزانہ نے مسکراتے ہوئے تھامے تھے۔

"تمہارا بہت شکریہ۔ امید ہے ساویز دوبارہ مہندی کی خواہش کریں گے۔" شریر لہجے میں کہتی ہوئی وہ اسے گلے لگا کر باہر کی جانب بڑھ گئی۔ سفید گاڑی کے سیاہ شیشے تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر موجود شخص کو دیکھے بنا ہی وہ موبائل میں ریسیو ہوئے میسج میں مصروف گاڑی میں بیٹھی۔ گاڑی کا دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے موبائل نیچے رکھا تھا جب اسے کچھ الگ سا احساس ہوا۔ کچھ تو الگ تھا۔۔ نگاہ تیزی سے آگے سیٹ پر گئی تو ششدر رہ گئی۔ خرم کے مسکراتے لب اس کا دل بند کرنے کے لیے کافی تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر حسن بیٹھا تھا۔۔ یہ گاڑی بلکل ساویز کی گاڑی جیسی تھی۔۔ ماڈل بھی وہی تھا۔ وہی سفید گاڑی اور ویسے ہی سیاہ شیشے۔۔ اسے بہت جلد ہی احساس ہوا کہ وہ بے دھیانی میں غلط گاڑی میں آبیٹھی تھی۔ ہاتھ سے موبائل چھوٹ کر نیچے گرا تھا اور اس نے چیخنے کی بھرپور کوشش کی تھی مگر اس بار غنایہ کو استعمال کرنے والا وجاہت نہیں تھا جو اسے نقصان نہیں پہنچاتا تھا۔ خرم تھا جس کی نگاہوں میں حسد، جلن اور انتقام کی آگ تھی۔

---★★★---

"گاڑی روکو پلیز۔" وہ چیخی تھی۔

خرم نے ہنستے ہوئے غنایہ کو سر تا پیر دیکھا اور تیزی سے بازو پوری سختی سے پکڑ لیا۔

"ہاتھ چھوڑو میرا۔۔" ضبط ٹوٹا تو وہ رو پڑی۔ یہاں اس کے سارے حوصلے ختم ہو گئے تھے۔ نہیں جانتی تھی کہ اب کی بار وہ کس مقصد کے لیے لے کر جائی جا رہی تھی۔ غنایہ سوچ چکی تھی کہ اگر واقعی اسے وجاہت نے بلایا تھا تو اس کے پاس پہنچ کر وہ اس کا گریبان ضرور پکڑے گی۔ وہ کبھی غیر عورت پر بری نگاہ نہیں رکھتا تھا مگر اس کے آدمی۔۔ غلیظ اور کمینے تھے۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اب تم کہو گی اور میں چھوڑ دوں گا؟" وہ وہیں سے پچھلی سیٹ پر آ بیٹھا۔ غنایہ کا دل مزید گھبرا گیا۔ اس کی نگاہیں غنایہ کو گھورنے لگی۔ گاڑی ہواؤں سے باتیں کر رہی تھی۔ اس چلتی تیز گاڑی میں وہ کچھ کر بھی نہیں پا رہا تھا۔

"کیا کہتے ہو حسن؟ موقع بھی ہے۔۔ چھوڑو یہ پلان! ہم ساویز کی بیوی سے ہی سارے بدلے آج اتار لیتے ہیں۔" ان کی بیہودہ غلیظ گفتگو اسے مزید سہمانے لگی۔ اس نے گاڑی سے باہر کودنا چاہا مگر ہاتھ خرم کے ہاتھوں میں تھا۔

"تو موڑلوں گاڑی کہیں اور؟" آواز حسن کی تھی۔ غنایہ کی ہچکیاں بلند ہوتی جارہی تھیں۔

"ساویز کبھی نہیں چھوڑیں گے تم لوگوں کو۔۔" وہ چیخی تو خرم بے ساختہ مسکرایا۔

"گھر سے نکلنے سے پہلے شوہر کو ایک آخری نظر دیکھ لیا ہوتا۔ چلو خیر ہے۔ اب دیکھ لینا' آئے گا وہ تمہیں بچانے مگر یہ ملاقات تم دونوں کی آخری ہو گی۔ اسے مار کر جو تسلی مجھے پہلے ہی لے لینی چاہئیے تھی' وہ آج مل جائے گی۔" خرم نے کھینچ کر اسے اپنی جانب کیا۔ "کیا ہوا اگر اس کے بعد ہم تمہیں رکھ لیں۔" اس کی سرگوشی غنایہ کے کان سن کر گئی۔ وہ ساکت کسی مجسمے کی طرح بیٹھی رہی۔ اس نے ایک نظر کھلے کھڑکی سے باہر دیکھا اور ہلکا سا دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔ وہ لاک نہیں تھا۔ اس کے پاس دو راستے تھے۔ یا تو گاڑی سے کود جائے یا انہیں اپنے عزت کے ساتھ کھیلنے دے۔۔ نہیں کبھی نہیں۔ وہ لرز اٹھی۔ اس کی عزت سب سے بڑھ کر تھی۔ منٹوں کا فیصلہ اس نے لمحے بھر میں کیا تھا۔ عزت پر کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں۔۔ خرم حسن سے بات کر رہا تھا جب وہ اپنی کلائی کی جانب جھکی اور اس کے ہاتھ پر پوری قوت اپنے دانتوں کے نشان چھوڑ دیے۔ وہ تڑپ کر اپنے ہاتھ کو دیکھنے لپکا جہاں سے آہستہ آہستہ خون نکلتا نظر آرہا تھا۔ بس وہی موقع تھا جب غنایہ نے دروازے سے باہر کی راہ لی تھی۔

اگلا لمحہ اس سے زیادہ بھیانک تھا۔ حسن نے جھٹکے سے گاڑی روکی تھی۔ گاڑی کی جس رفتار سے وہ باہر گری تھی یہ سوچ کر ہی دونوں کے چہرے پر گھبراہٹ طاری ہو گئی۔

"تجھ سے کیسے اتنی بڑی غلطی ہو سکتی ہے؟ دروازوں کو لاک کیوں نہیں لگایا!" خرم نے تقریباً دانت پیس کر حسن کو دیکھا تھا۔

یہ کیا ہو گیا تھا۔ تیزی سے گاڑی سے نکلتے ہوئے زمین پر دور اوندھا منہ گری غنایہ کو دیکھ کر دونوں کی سٹی گم ہوئی تھی۔ وہ دوڑتے ہوئے اس کے نزدیک پہنچ رہے تھے۔ زمین پر پھیلتا خون دیکھ کر وہ مزید ڈر گئے۔ اکا دکا لوگ ایکسیڈنٹ سمجھ کر بے ہوش ہوئی غنایہ کی جانب دوڑے تھے اور تب حسن، خرم کو احساس ہوا کہ یہاں ٹھہرنا مزید درست نہیں۔ دوبارہ گاڑی میں بیٹھ کر وہ تیزی سے فرار ہو گئے۔ یہ غلطی ان کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔

"یی۔ یہ کیا ہو گیا۔" حسن مستقبل کا سوچتے ہوئے سہم کر بولا۔ "تم نے کیا کیا خرم۔۔ ایک لڑکی کو قابو بھی کر سکے۔ اب سب کو پتا چل جائے گا اور ہم مارے جائیں گے۔" وہ سہا ہوا تھا۔ گھبرایا ہوا تو خرم بھی تھا۔ گویا سکتہ طاری ہو گیا ہو۔ "کوئی دوسرا راستہ؟؟؟" وہ چیخا تو خرم چونک اٹھا۔

"کوئی راستہ نہیں ہے اب۔۔" یہ جملہ زیادہ اذیت بھرا محسوس ہوا تھا۔ چہرہ سفید پڑ گیا۔ وجاہت کے نمبر پر کال آرہی تھی اور خرم کو لگ رہا تھا کہ اس کا انجام قریب ہے۔

"ہیلو؟" اس نے کال اٹھائی۔

"جی باس۔ ہاں اماں کا چیک اپ کروا دیا ہے۔ بس تھوڑی دیر میں آپ کے پاس پہنچتا ہوں۔" اس نے کال رکھ کر سر ہاتھوں میں دے دیا تھا۔

---★★★---

قیامت خیز وہ لمحہ تھا جب اس کو وہ خبر پہنچی۔ آپریشن تھیٹر کے روم کے باہر بیٹھ کر وہ ساکت نظروں سے سامنے دیکھ رہا تھا۔ بے یقین لمحے۔۔ آنکھیں خشک تھیں جیسے آنسو بہنا نہ چاہتے ہوں۔ اس کا آپریشن اسٹارٹ ہو چکا تھا اور ڈاکٹر کے مطابق اس کی حالت تشویش ناک تھی۔ یکدم ہی کوریڈور میں میر ویس اور عشنا تقریباً بھاگتے ہوئے پہنچے تھے۔ اسے گم صم، ہونق بیٹھے دیکھ کر میر ویس کا کچھ بھی کہنا مشکل ہونے لگا۔

"ساویز۔" میر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو ساویز نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کی موجودگی محسوس کرتا ہوا وہ اٹھ کر کھڑا ہوا تھا جب میر نے اسے گلے سے لگایا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔" اس کی بھاری سرگوشی ساویز کو بہت قریب سے محسوس ہوئی تھی۔ عشنا کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

"مجھے جانا ہے۔" وہ دور ہٹ کر باہر کی جانب بڑھا۔

"کہاں؟ میں بھی ساتھ چلوں گا۔" میر اسے تنہا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ ساویز کے قدم ٹھہر سے گئے۔ اس نے مڑ کر میر کو دیکھا۔

"میں بس ایک کام کر کے آ رہا ہوں۔ میرے پیچھے مت آنا میر ویس ورنہ میں اپنی گاڑی کسی کھائی میں اتار دوں گا۔" آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ میر ویس ٹھٹھکا۔ وہ باہر کی جانب بڑھ چکا تھا۔۔ جانے اس کے کیا ارادے تھے۔

---★★★---

"گاڑی میں بیٹھو۔" سیاہ جیکٹ میں ملبوس اس کا سر بھی ٹوپی سے ڈھکا ہوا تھا۔ پریزے بچوں کو پڑھا کر اسکول سے لوٹ رہی تھی جب اس اجنبی کی آواز پر سہم کر دور ہٹی۔

"تم کون ہو؟"اس کے سوال پر اس شخص نے جھکا چہرہ اٹھا کر اسے خود کو دیکھنے کا موقع دیا۔ نگاہیں آپس میں ملیں تو وہ بری طرح چونکی۔

"تم؟ "

"گاڑی میں بیٹھو پریزے! میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر گاڑی میں نہیں بٹھانا چاہتا۔ میں نے کبھی غیر عورت کو نہیں چھوا۔" اس کی گھمبیر آواز پر وہ نارمل ہوئی تھی۔ اسے اس پر اتنا تو اعتماد کہ وہ کبھی اس کے ساتھ برا برتاؤ نہیں رکھ سکتا تھا۔ ہاتھوں میں پکڑی چند کتابیں اس نے اپنے بیگ میں رکھی تھیں اور گاڑی میں بیٹھنے بڑھ گئی تھی۔ اس شخص نے ایک نظر اسے دیکھ کر دروازہ بند کیا تھا اور ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا تھا۔

"کہاں لے کر جا رہے ہو؟" کچھ گھبراہٹ ابھی بھی تھی۔

"بہت دور۔" بے تاثر چہرہ۔۔ سرخ ہوتی آنکھیں پریزے کو گھبراہٹ میں مبتلا کرنے کے لیے کافی تھیں۔ گاڑی منزل کی جانب رواں دواں تھیں مگر پریزے کا دل اب بھی بے سکون تھا۔

---★★★---

جانے کتنی دیر بیت گئی تھی جب ڈاکٹرز آپریشن ہو جانے پر روم سے باہر آئے تھے۔ ابرار، عفت بھی یہیں موجود تھے۔ تقی یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے گھر نہیں بیٹھ سکتے تھے اس لیے وہ بھی آ چکے تھے۔

"پیشنٹ کے شوہر کہاں ہیں؟" انہوں نے ساویز کو ادھر اُدھر کھوجا مگر وہ آس پاس کہیں نہیں تھا۔

"وہ کسی کام سے باہر گئے ہیں۔ آپ ہمیں بتائیں کیسا گیا آپریشن اور غنایہ کیسی ہے؟" میر ویس کو بات کرتا دیکھ کر عاشی بھی اس کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی۔

"گاڑی سے گرنے کی وجہ سے ان کی حالت کافی خراب تھی مگر اب وہ پہلے سے بہتر ہیں۔ امید ہے جلد ہوش آجائے گا۔ مگر اس حادثے میں ان کا بچہ نہیں بچ سکا۔" یہ الفاظ جہاں آغاز میں سکون طاری کر گئے تھے وہیں سب کے حواس بوکھلا گئے۔ اس نے ایک نظر عشنا کو دیکھا جو ایک بار پھر سے رو پڑی تھی۔

"بتانے کے لیے شکریہ ڈاکٹر۔" وہ ساویز کا سوچنے لگا جو اس نئی خوشی پر کتنا خوش تھا۔

"آپ پیشنٹ کے شوہر کو اس خبر کی اطلاع دے دیں۔ جب وہ لوٹیں تو انہیں ہمارے بھیج دے گا۔" ڈاکٹر جا چکا تھا اور ماحول میں ایک سکتی طاری ہو گیا تھا۔ عفت نے تکلیف سے آنکھیں موندلی تھیں اور تقی کی آنکھیں نم ہو گئی تھی۔ گھر میں آتی خوشی نے رخ موڑ لیا تھا۔

---★★★---

وہ ڈری سہمی دور کھڑی تھی جب ساویز اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔ ہاتھ میں چاقو تھا مگر ہاتھ لرز رہے تھے۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو؟" وہ گھبرا کر اپنی دھیمی آواز میں بولی تھی جب ساویز اس کے بلکل نزدیک آکر کھڑا ہو گیا۔

"اس شخص کی عورت پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کر رہا ہوں جس نے میری عورت پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی۔۔" اس کی آواز پر پریزے کی پلکیں لرزی تھیں۔ اس نے تیزی سے آنکھیں موندلیں۔۔ جیسے وہ واقعی مار دینے والا ہو۔ کچھ لمحے مزید بیت گئے اور پریزے کو یقین آگیا کہ اب وہ اسے کبھی بھی مار دے گا۔ یکدم ہی کچھ گرنے کی آواز پر اس نے سہم کر آنکھیں کھولیں۔ وہ چاقو پوری قوت سے زمین پر پھینک چکا تھا۔ چند لمحے اور پھر وہ الٹے قدموں سے اس سے دور ہوتا چلا گیا۔ اتنا دور کے پشت دیوار سے ٹکرا گئی۔

"مگر میں یہ کبھی نہیں کر سکتا کیونکہ میں وجاہت سلطان نہیں۔۔" سرخ آنکھیں نم ہونے لگیں۔"میں کسی عورت کا استعمال نہیں کرتا کیونکہ میں ساویز خانزادہ ہوں۔"

"وجاہت نے پھر کچھ کیا ہے؟" چہرہ ششدر ہو گیا۔

"پھر کچھ؟" وہ چیخا۔"میری سانسوں کی ڈور جس سے بندھی ہوئی ہے وہ ہسپتال میں ہے پریزے۔" لہجہ گیلا ہونے لگا۔ اس کی گھمبیر آواز بلند تھی جب پریزے نے تھوک نگلا۔"اس کا خون میرے ہاتھوں پر لگا ہوا ہے۔" آواز بھیگنے لگی۔ اس نے ہاتھ آگے کیا جہاں واقعی اس کے بازو پر خون کے سرخ نشانات تھے۔پریزے کی سانسیں رکنے لگیں۔ کیا وجاہت نے ایک بار پھر وعدہ خلافی کی؟ وہ بوکھلا کر دور ہٹی جب ساویز دیوار کے سارے نیچے بیٹھ گیا۔

"سوچا تھا تمہیں زخمی کر کے بدلہ پورا کر دوں گا مگر میں واقعی ایسا نہیں کر سکتا پریزے۔" اس نے جب ساویز کو روتے دیکھا تو دل لرز اٹھا۔"کیونکہ میں اتنا کمزور مرد نہیں کہ اپنے دشمن کی گھر والی پر ہاتھ ڈالوں۔" وہ چیخ کر پیشانی پر ایک ہاتھ رکھتے ہوئے بچوں کی طرح رو پڑا۔ یکدم ہی موبائل کال آنے کے باعث بج اٹھا۔ساویز نے جیب سے موبائل نکال کر چمکتی اسکرین پر میر ویس کا نام پڑھا تھا۔پریزے نے اسے کال اٹھانے سے قبل آنسوؤں پر ضبط کرتے ہوئے دیکھا۔وہ ساویز کا دکھ جیسے خود پر محسوس کر رہی تھی۔ دل تکلیف سے گھرا ہوا تھا۔ ایک مضبوط چٹان کے مانند مرد کو روتے ہوئے دیکھنا بھی کتنا محال تھا۔

"غنایہ کیسی ہے؟" آگے سے کسی آواز کا انتظار کیے بغیر وہ تیزی سے بولا۔

"میں نے تجھ سے کہا تھا سب ٹھیک ہو جائے گا؟ وہ خطرے سے باہر ہے اور بہت جلد ہی ہوش میں آنے والی ہے۔" اس کی خوشی سے بھری آواز پر ساویز کے وجود میں سکون بھری لہر دوڑی تھی۔پریزے نے اس کو تکلیف سے مسکراتے دیکھا۔ آنسو رخسار پر ہی ٹھہر گئے۔

"اور میرا بچہ؟" یہ وہ سوال تھا جس کے جواب کے لئے پریزے بھی انتظار کر رہی تھی۔ کاش اس کا بچہ بچ جائے۔

"تو ہسپتال آ جا ہم وہاں بات کرتے ہیں۔" میر ویس نے بات گھما دی اور اس کا یوں بات گھمانا ساویز واضح محسوس کر گیا۔

"میر میرا بچہ؟" اس بار اپنے الفاظوں پر اس نے زور دیا تھا۔ دوسری جانب خاموشی چھا گئی۔ پریزے کی سانسیں اٹک گئیں۔

"ڈاکٹرز نے کافی کوشش کی مگر یہ سب ممکن نہ ہو سکا۔" اس کے یہ الفاظ تھے یا خنجر۔۔ جو ساویز کو بری طرح زخمی کر گئے تھے۔ "تم ہسپتال آ رہے ہو ہونا؟" دوسرے ہی لمحے میر ویس نے تیزی سے پوچھا تھا۔

"مجھے وجاہت سے ملنا ہے۔" اس نے کہتے ہی کال رکھ دی۔ ماحول میں ایک بار پھر سے خاموشی چھا گئی۔

"مجھے بہت افسوس ہے ساویز۔" وہ ہمیشہ سے ہی اتنی حساس تھی۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تمہارے افسوس کرنے سے کیا وہ سب واپس آ جائے گا۔" سر تکلیف کی شدت سے پھٹ جانے کو تھا اور دل۔۔۔ دل کا تو کیا ہی کہنے! "میں بہت خوش تھا اور آج صحیح معنوں میں میری خوشی چھین لی گئی پریزے۔" ہچکیاں بندھنے لگیں۔ پھر یوں ہوا کہ وہ پورے پندرہ منٹ تک یونہی تکلیف سے بکھر کر روتا رہا۔ پریزے سامنے والی دیوار کے سہارے نیچے بیٹھ کر اس کو روتے دیکھ رہی تھی۔

"میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ مجھے ایک دن یوں رونا پڑے گا۔" دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر وہ اپنی تکلیف کسی طرح سے کم کرنا چاہتا تھا۔ "میرا سب کچھ برباد ہو گیا۔ سب ختم ہو گیا۔۔ میری بیوی موت کی دہلیز چھو کر واپس آ گئی اور

دیکھو کوئی مجھ جیسا کمزور مرد۔۔میں اپنی بیوی کی حفاظت بھی نہ کر سکا۔" آواز بلند ہو رہی تھی۔سسکیاں گونج رہی تھی اور پریزے آج خود کو لاچار محسوس کر رہی تھی۔

پندرہ منٹ بعد اب حالات تھوڑے مختلف تھے۔وہ دیوار سے سر ٹکائے گم صم سامنے دیکھ رہا تھا۔پریزے فرش کے کسی نکتے کو تک رہی تھی۔

"سوری۔"اس کی گھمبیر آواز ابھری تو پریزے نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کس لیے؟ "

"مجھے تمہیں یہاں نہیں لانا چاہئیے تھا۔ "

پریزے نے جواب نہیں دیا۔

"تم جا سکتی ہو۔"ساویز ایک بار پھر بولا تو پریزے نے پھر سے اسے بغور دیکھا۔"میں وجاہت سے ملنے جا رہا ہوں۔ ڈرائیور بھی بلوا رہا ہوں تم اس کے ساتھ اپنے گھر چلی جانا۔"وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تو پریزے بھی اس کی دیکھا دیکھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں تمہارے ساتھ وجاہت کے پاس جاؤں گی۔" لہجے میں روانگی تھی۔

"ضدمت کرو پریزے۔"وہ برہم ہوا تو پریزے نے بھی اس کی آنکھوں میں مضبوطی سے دیکھا۔

"میں وجاہت کی بیوی ہوں اور مجھے اس کے پاس جانا ہے۔"ایک نظر اسے گھورتے ہوئے وہ باہر اس کی گاڑی کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ساویز نے بوجھل ہوتے دل و دماغ سے گہری سانس باہر خارج کی اور پیچھے بڑھ گیا۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

---★★★---

"کہاں جارہے ہو؟"عشنااس کے پیچھے آئی تھی۔

"وجاہت کے پاس جارہاہوں۔ تھوڑی دیر آتاہوں۔ "

"میں بھی چلوں گی۔ "

"پاگل مت بنو عاشی۔"اس نے جواباً گھورا تھا۔

"میں چلوں گی تمہارے ساتھ میر ویس۔۔اس سب میں میری بہن نے نقصان اٹھایاہے تو پھر کیوں نہ جاؤں میں ساتھ؟"لہجہ ضدی تھا۔

"میں ساویز کی وجہ سے جارہاہوں کیونکہ میں جانتاہوں کہ اب وہاں کیاہونے والاہے۔ تم خاموشی سے یہیں بیٹھو گی!" اسے سختی سے تاکید کرتاہوا وہ مڑنے لگاجب عشنانے بازو پکڑ کر روکا۔

"پلیز۔"لہجہ میں اصرار تھاتو وہ لب بھینچتارہ گیا۔

"جاؤ بیٹھو گاڑی میں جاکر۔۔" آنکھیں دکھاتاہوا وہ اکتائے لہجے میں بولاتو وہ اس کے ہمراہ باہر کی جانب بڑھ گئی۔

---★★★---

گھر کادروازہ چوکیدار نے کھولا تھاجب وہ ساویز کے ہمراہ اندر داخل ہوئی تھی۔

"وجاہت!"لاؤنج میں پہنچ کر وہ پوری قوت سے دھاڑا۔ پریزے نے اس کاچہرہ دیکھاجو غصے سے لال بھبھوکا ہورہاتھا۔ تھوڑی ہی دیر میں وجاہت حیران ہوتاہوا کمرے سے باہر آیا۔

"تم؟" وہ زینے اترتا ہوا نیچے پہنچا۔ ساتھ کھڑی پریزے کی موجودگی اس کو بری طرح چونکا گئی۔

"تم نے ایسا کیوں کیا وجاہت؟" اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ "تم نے ایک بار پھر اپنا وعدہ توڑ ڈالا۔" اسے دکھ تھا کہ وجاہت اپنے وعدے کا مان بھی رکھ سکا۔ جبکہ وجاہت تو دونوں کو دیکھ کر بوکھلایا تھا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔

ساویز بڑھ کر وجاہت کا گریبان پکڑا۔ آنکھوں سے آنسو تیزی سے بہہ نکلے۔

"وجاہت۔" لہجہ گھمبیر مگر گیلا تھا۔ "یاد ہے تم نے مجھے ایک دفعہ کہا تھا کہ تم مجھے اتنی اذیت دو گے کہ میں اپنا جرم قبول کرلوں گا۔" پیشانی پر گہرے غم کے بل تھے۔ وجاہت ششدر کھڑا تھا۔ اس نے ایک بار بھی ساویز کا ہاتھ گریبان سے نہ ہٹایا۔ پیچھے حواس باختہ خرم لاؤنج میں داخل ہوا تھا اور داخل ہوتے ہی ساتھ اسے احساس ہوا کہ وہ بہت غلط وقت پر آگیا ہے۔ آنکھیں حالات کی سنگینی دیکھ کر پھٹنے کو ہوئیں۔ وجاہت اسے دیکھ چکا تھا اور اب لاونج سے بھاگنا ممکن نہیں تھا۔ چہرہ سفید لٹھے کی مانند ہو گیا۔ اس نے یکدم ہی خشک لبوں پر زبان پھیری۔ عادل وجاہت کی حفاظت کے لیے لاؤنج میں داخل ہوا تھا اور اب سٹپٹائے خرم کو دیکھ کر اسے سر تا پیر دیکھ رہا تھا۔ ساویز بول نہیں رہا تھا' دھاڑ رہا تھا اور وجاہت اس کی بات پر بلکل خاموش کھڑا تھا۔

"اور دیکھو ذرا تم نے واقعی بہت اذیت دے دی ہے کہ آج میرا دل چاہ رہا ہے میں اپنی جان لے لوں۔" بری طرح وجاہت کو جھنجھوڑتے ہوئے وہ بیچارگی سے بولا۔ پریزے دور کھڑی دونوں کو تکلیف سے دیکھ رہی تھی۔ وجاہت نے اب کی بار بھی کچھ نہ کہا۔۔ اس کے مطابق شاید ساویز اپنی پرانی بھڑاس نکالنا چاہتا تھا۔ پچھتاوا اسے گھیرنے لگا۔

"آج کی تکلیف سب تکلیفوں پر بھاری ثابت ہو رہی ہے۔" وہ تھک چکا تھا۔ وجاہت نے اس کی بات پر تیزی سے نگاہ اٹھائی۔ 'آج کی تکلیف؟'

"کیا ہوا ہے؟" یقیناً معاملہ وہ نہیں تھا جو وجاہت سمجھ رہا تھا۔ خرم کے چہرے کا رنگ بدلا۔ یکدم ہی ساویز ہنس پڑا۔

"ڈرامہ بند کرو یار! آج میں خود تمہارے پاس آیا ہوں وہ جرم قبول کرنے۔۔" اسے دھکا دیتے ہوئے وہ دور ہٹا۔ ساویز نے ساتھ ہی خرم کو دیکھا جو بری طرح سہا ہوا تھا۔ وجاہت اس کے لفظوں پر ٹھہر گیا۔ پیچھے داخل ہوتے میر ویس اور عشنا ٹھٹھکے۔ ساویز کے لبوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی۔

"میں جرم قبول کرتا ہوں کہ اس رات وہ گولی میں نے ہی چلائی تھی۔ ہاں اس کہانی کا اہم کردار میں ہوں۔ تم خود کو ولن کہتے تھے وجاہت۔۔ چلو آج میں خود کو ہیرو کہتا ہوں۔ ایک اہم اور ضروری کردار جس کی وجہ سے یہ کہانی چل رہی ہے۔" اس کی آواز پر خرم کے سواسب کے اوسان خطا ہوئے تھے۔ میر ویس کے ماتھے پر بل پڑے۔

"کیا بکواس ہے یہ؟ حالات سے مجبور ہو کر تم اب جھوٹ قبول کرو گے؟" میر غصے سے چیخا تو ساویز نے اسے مسکراتے ہوئے دیکھا۔

"یہ کوئی جھوٹ نہیں میر ویس۔ "

میر ویس کی آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہوئیں۔ اس نے عشنا کو اپنے پیچھے کیا جیسے حفاظت کر رہا ہو۔

"کک۔ کیا کہا تم نے۔۔" وجاہت ششدر کھڑا تھا اور بے یقین تو پریزے بھی تھی۔

"کائنہ کو گولی میں نے ہی ماری تھی۔۔ جانتے ہو کہاں؟" لہجہ طنزیہ تھا۔ "یہاں! بلکل ٹھیک کندھے پر۔۔" اس نے اپنے کندھے کی جانب اشارہ کیا۔ وجاہت کی چال لڑکھڑانے لگی۔

"اس رات، ہاں میں تم سے ملنے آیا تھا کیونکہ میں اس دوستی کو ختم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ تمہاری بہن کائنہ کی عادتوں سے پہلے بھی واقف تھا۔ اس کا یوں کلب پارٹیز میں جانا صرف تمہاری ہی نگاہوں سے چھپا تھا وجاہت ورنہ کون نہیں جانتا

تھا اور تم چاہتے تھے میں ایسی لڑکی سے شادی کروں جس کے چہرے کو روز ایک الگ مرد چھوا کرتا تھا؟" وہ جیسے زہر اگل رہا تھا۔ سب ساکت کھڑے تھے۔

"ایسا مت کہو ساویز۔" وجاہت تڑپ کر چیخا۔

"میں تم سے کبھی کہہ نہیں پایا مگر ہاں تم ایک اچھے بھائی ضرور تھے جس نے اپنی بہن کی ہر خواہش پوری کی مگر تم اس کی تربیت نہ کر سکے۔ میں نے کبھی کسی غیر لڑکی کو نہیں چھوا۔ دنیا جانتی ہے ساویز خانزادہ کس طرح کا مرد ہے۔ ساری زندگی میں نے اپنے کردار کو صاف رکھا اور تمہاری بہن ایک پل میں میرا کردار داغ دار کرنے چلی تھی۔"

---★★★---

"تم مجھ سے شادی کیوں نہیں کرنا چاہتے؟" وہ وجاہت کے کمرے کے باہر کھڑا تھا جب کائنہ نے اس سے پوچھا تھا۔ ساویز نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا اور دوبارہ اپنے موبائل پر مرکوز کر لیں۔

"میں جا رہا ہوں۔ وجاہت آئے تو اسے میرے آنے کا بتا دینا۔" اس کا جواب دیے بغیر وہ اپنی بات کرتا ہوا جانے لگا تھا جب کائنہ کے اصرار پر رکا۔

"اچھا پلیز دو منٹ ٹھہرو۔ وجاہت نے تمہیں دینے کے لیے کچھ رکھوایا تھا۔ میں اندر سے لاتی ہوں۔" اسے ٹھہرنا پڑا تھا۔ چند منٹ گزرنے کے بعد وہ میز کی جانب آگیا اور دراز کھول کر وجاہت کی پستول دیکھنے لگا۔ یہ وہی پستول تھی جسے وجاہت نے ایک بار ساویز کو تحفے میں دینی چاہی تھی مگر ساویز نے منع کر دیا تھا کیونکہ وہ ایسے ہتھیار اپنے گھر میں نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ اس میز کی درازوں میں اور بھی کئی ہتھیار تھے مگر اسے ہمیشہ یہی بھاتا تھا۔

"ساویز۔" کائنہ کی آواز پر وہ میز کے اوپر پستول رکھتا ہوا پلٹا۔ نگاہ اس کے وجود پر پڑی تو خفت سے چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ جس حلیے میں تھی ساویز نے تیزی سے نگاہ دوسری جانب کی تھی۔

"یہ کیا فحاشی ہے؟" وہ چیخا تھا۔

"تو پھر شادی کے لیے مان کیوں نہیں جاتے؟" وہ مسکرا رہی تھی۔ اپنے کپڑوں کو کندھے، بازوؤں اور جگہ جگہ سے تھوڑا پھاڑ کر وہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔ "بہت عزت دار مرد بنتے ہو نا تم؟ سوچو اگر یہاں کوئی آ گیا تو کیا سمجھے گا؟ کہ ساویز خانزادہ اپنے دوست وجاہت سلطان کی بہن کی عزت سے کھیلنے کی کوشش کر رہا ہے۔" وہ بے حیائی سے ایک ادا سے کھڑی ہوتی ہوئی مسکرائی۔ ساویز کا چہرہ لال بھبھوکا ہوا۔ ایک عجیب سا ڈر دل میں پھیلنے لگا۔

"تم جیسی بے حیا لڑکیاں اور کر بھی کیا سکتی ہیں۔" وہ وہاں سے نکلنا چاہتا تھا مگر زینوں کی جانب وہ آ کھڑی ہوئی تھی۔

"جانے کی کوشش مت کرنا ورنہ میں چیخ چیخ کر سب کو اکھٹا کر لوں گی اور کہوں کہ دیکھو میرے ساتھ ساویز نے کیا کیا۔" وہ کانفیڈنٹ کھڑی تھی۔ زندگی میں پہلی بار وہ ایک لڑکی کی وجہ سے ڈر کر پیچھے ہٹا تھا۔ اپنے کردار پر کوئی بات برداشت کرنا اس کے لیے سب سے مشکل ترین مرحلہ تھا۔ اتنا دور ہوا کہ میز سے ٹکرا دیا۔ اوپر رکھی پستول نظر آئی تو اس نے کائنہ کو دھمکانے کے لیے اس کا رخ کائنہ کی جانب کیا۔

"مجھ سے دور رہو ورنہ یہ چل جائے گی۔" گولی چلانے کا وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ بس دھمکا رہا تھا کہ شاید وہ مان جائے۔

کائنہ ہنس پڑی۔

"تمہیں لگتا ہے تم گولی چلاؤ گے؟ تم نے کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا تم کسی کو سیدھا جان سے مار دو گے؟" وہ اس کے نزدیک آ رہی تھی۔ وہ دونوں بے خبر تھے کہ تیسری آنکھ بھی انہیں دیکھ رہی ہے۔

"میرے قریب مت آنا۔" وہ وارن کر رہا تھا۔ گولی کا نشانہ کائنہ پر تھا۔

"بہت شرافت شرافت کھیل لی تم نے۔۔ مجھے ریجیکٹ کرنا چاہتے تھے تم؟ میں نے تو بیرسٹر محمود کے بیٹے کو تھپڑ مارنے سے پہلے نہ سوچا اور تم سمجھتے ہو کہ مجھے ریجیکٹ کرو گے۔" اس نے اپنے بازو کی جانب سے پھٹا ہوا کپڑا مزید پھاڑا۔

"کائنہ ایسا مت کرو۔" وہ واقعی سہم گیا تھا۔ اس کی عزت اس کی شرافت سب داغ دار ہونے جا رہا تھا۔

"تمہیں شادی سے انکار کرنے سے پہلے سوچنا چاہئیے تھا۔" یکدم ہی یہ سب کہتے ہوئے چیخنے لگی۔ "ایسا مت کرو ساویز۔۔ خدارا ایسا مت کرو۔۔ میری عزت میرے لیے بہت معنی رکھتی ہے۔" وہ روتے روتے چیخ پڑی۔ ساویز بھونچکارہ گیا۔ بہت جلد اس کی آواز مزید اونچی ہونے والی تھی پھر یقیناً سارے گارڈز اکھٹے ہو جائیں گے۔ وہ اتنا زیادہ بوکھلایا ہوا تھا کہ کب اس کے ہاتھ میں موجود گولی چلی اور دوسرے ہی لمحے کائنہ فرش پر گر گئی۔ سائلنسر کی وجہ سے آواز پیدا نہ ہو سکی۔ کندھے سے نکل کر بہتا خون ساویز کے ہوش اڑانے کے لیے کافی تھا۔ وہ تکلیف سے بری طرح کراہ رہی تھی اور جلد تھا کہ نقاہت سے آنکھیں موند لیتی۔ ساویز کو کچھ سمجھ نہ آیا تو پستول وہیں پھینک کر اوپر کی جانب تیزی سے بڑھ گیا۔ اس کی سانسیں بری طرح پھولی ہوئی تھیں۔ یہ کیا ہو گیا تھا۔ اس کے ہاتھوں سے پستول چل پڑی تھی۔ منہ پر بے ساختہ ہاتھ گیا تھا اور وہ اس لمحے پر یقین کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دماغ نے ساتھ دینا چھوڑ دیا۔ دو منٹ گزرے تھے جب وہ دوبارہ نیچے بڑھا۔ وہ یہاں سے نکلنا چاہتا تھا مگر اس کے ضمیر اجازت نہیں دی۔ کائنہ زندہ تھی۔ وہ اسے ہسپتال لے جانے کے ارادے سے دوبارہ وہاں داخل ہو رہا تھا جب دروازہ پر ہی رک گیا۔ اس کے زخمی

وجود کے ساتھ خرم کھڑا تھا۔ اس کی ساویز کی جانب پشت تھی۔ کائنہ کی تکلیف دہ آنکھیں خرم پر تھیں۔ اگلا لمحہ قیامت خیز تھا کہ ساویز کے حواس جھنجھنا گئے۔

---★★★---

"وہ مری نہیں تھی۔۔ زندہ تھی۔ اس کے سینے میں سانسیں اس وقت بھی چل رہی تھیں۔" وہ بتاتا جا رہا تھا اور وجاہت صوفے پر لڑکھڑا کر وہیں بیٹھ گیا تھا۔ خرم نے باہر نکلنا چاہا جب عادل اسے قابو کیا۔۔ میر ویس اور عشنا کی ساکت نگاہوں میں ذرا بھی ہلچل نہ ہوئی۔

"جب میں پہنچا تو وہاں خرم پہلے سے موجود تھا اور اس کے ہاتھ میں وہی پستول تھی جو میرے ہاتھ سے کائنہ کے کندھے پر چلی تھی۔" وجاہت کی نگاہیں گھوم کر خرم کی جانب اٹھی تھیں۔ خرم کا چہرہ اب خوف سے سیاہ پڑ رہا تھا۔

"تین گولیاں اور کائنہ کی سانسیں چھین لی گئیں۔" وہ تلخی سے بولتا ہوا خرم کو دیکھنے لگا۔ وجاہت کا وجود نڈھال پڑ گیا۔ پریزے کا ہاتھ منہ تک جا چکا تھا۔ خرم نے پھر سے بھاگنا چاہا مگر اس بار عادل کی مدد میر ویس نے کی تھی۔

---★★★---

خرم نے اسی سائلنسر والی پستول سے تین گولیاں کائنہ کے وجود میں اتاری تھیں۔ اس کا چہرہ نفرت کے تاثر سے بگڑا ہوا تھا۔ ساویز وہیں ٹھہر گیا۔ دو گولیاں سینے میں اتاری گئیں اور ایک کندھے پر۔۔ کائنہ سینے پر پڑنے والی پہلی گولی سے ہی بے دم ہو گئی تھی۔ یکدم ہی وجاہت کی گاڑی کا ہارن بجا تھا۔ جہاں خرم سٹپٹایا وہیں ساویز کو لگا اب اسے جانا چاہئیے۔ خرم کی نگاہوں سے بچتا ہوا وہ اپنی جیب سے رومال نکال کر گھر کے پچھلے حصے میں بڑھا۔ آنگن میں کھڑے ہوتے ہوئے وہ وجاہت کے اندر جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ ساویز کو اس سب کے بعد خبر نہیں تھی کہ خرم نے خود کو

کہاں غائب کیا۔ وجاہت گیٹ سے اندر داخل ہوا اور چلتا ہوا کوریڈور میں بڑھ گیا۔ ساویز بہت مشکل سے وہاں سے نکلا تھا۔ یکدم ہی چیخ کی آواز آئی اور اس نے پیچھے مڑ کر لاونج کے دروازے پر دیکھا جہاں وجاہت اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ چہرے پر رومال باندھ کر وہ وجاہت کو تکنے لگا۔ اس کی بھوری آنکھوں کی چمک وجاہت سے چھپ نہ سکی تھی۔ بغیر رکے وہ باہر نکل گیا۔

---★★★---

"اس نے اپنے کپڑے میری آنکھوں کے سامنے ریزہ ریزہ کیے تھے۔ وہ مجھ پر بدکرداری الزام لگانا چاہتی تھی تاکہ مجھے مجبوراً اُس سے شادی کے لیے حامی بھرنی پڑے۔ ساویز خانزادہ ہر چیز برداشت کر سکتا ہے سوائے اس کے کہ اس کی عزت پر ہاتھ ڈالا جائے۔ میں نے تم سے آج تک کئی باتیں چھپائیں وجاہت تاکہ تمہیں دکھ نہ ہو۔ جس دن تم اپنے بزنس کے حوالے سے قدرے پریشان تھے' اسی دن میں نے اس کی کسی دوست کے گھر سے اسے نشے میں دھت نکلتے دیکھا تھا۔ یہی وہ وقت تھا جب مجھے کائنہ سے پہلی بار نفرت محسوس ہوئی۔ وہ مجھے اتنی بری لگی کہ میرا دل چاہا تمہیں اس کی سارے مشغلے بتادوں مگر میرویس نے مجھے منع کیا تھا۔" اس نے ایک نظر میرویس کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ "میں تمہارا دوست تھا۔۔ اور دوست تکلیف تو نہیں دیتے۔ "

"کائنہ۔۔" وجاہت تکلیف سے بولا۔ پریزے اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"میری گولی سے وہ مری نہیں تھی۔ اس لیے میں قاتل نہیں کہلایا جاؤں گا۔ میں نے جھوٹ نہیں کہا تھا۔۔ میں سچ ہی کہتا تھا کہ میں قاتل نہیں۔۔ البتہ خرم کی گولیوں نے اس کی جان لے لی' اور میں اتنے سارے مہینوں میں سوچتا ہی رہا کہ خرم نے اسے کیوں مارا۔" اس نے خرم کو دیکھا جس کے ہونٹ بار بار خشک ہو رہے تھے۔ "پھر مجھے معلوم ہوا کہ

خرم کائنہ سے محبت کرتا تھا۔ جب اسے میری جانب لپکتے دیکھا تو خرم کو نفرت ہونے لگی۔ کیوں خرم؟ اپنی محبت کی داستان نہیں سناؤ گے؟" اس کا طنزیہ لہجہ خرم کو طیش دلا گیا۔

"ہاں کرتا تھا میں اسے پسند اور چاہتا تھا کہ وہ مجھے ہی دیکھے مگر جس دن اس نے تم سے محبت کا اظہار کیا مجھے تم دونوں سے نفرت ہو گئی۔ چاہتا رہا کہ کسی طرح اسے اپنی جانب راغب کر لوں مگر یہ سب تو ناممکن ہی رہا۔ تو میں نے اس کا وجود زمین میں گاڑنے کے لیے گولیاں چلا دیں۔" وہ نفرت سے مسکرایا۔

وجاہت کے لیے سب سے تکلیف دہ خرم ثابت ہوا۔ جس شخص پر وہ سالوں سے اعتبار کرتا رہا اس شخص نے ہی اسے بہت قریب سے ڈس لیا تھا۔ ہاں ساویز ٹھیک کہتا تھا۔۔ جنہیں وہ اپنا سمجھتا ہے وہی اس کے دشمن تھے۔ عشنا نے میر ویس کا بازو سختی سے پکڑا ہوا تھا۔

"اسی پستول سے ماری جسے ساویز نے پہلے چلائی تھی اور یوں سارا قتل کا الزام ان کتنے مہینوں میں ساویز پر ڈال دیا۔ اس کے بعد جو بھی سب ہوا اس میں حسن بھی شامل تھا" وہ استہزائیہ ہنس دیا۔ خرم اکیلے نہیں پھنسنا چاہتا تھا۔ "جانتے ہو وہاج کیسے مرا؟ وہ کوئی حادثہ نہیں تھا۔ کمینہ ہماری باتیں سن کر وجاہت کو سب سچ بتانے نکلا تھا مگر ہم سے بچ نہ سکا۔ اس کے وہ سنہرے الفاظ اب بھی مجھے یاد ہیں۔ 'میں مرنا نہیں چاہتا' کیونکہ وہ جانتا تھا کہ موت اس کے سامنے کھڑی ہے۔" خباثت سے کہتا ہوا وہ مسکرا کر بتا رہا تھا۔ جہاں وجاہت کی تکلیف میں اضافہ ہوا وہیں ساویز اور میر ویس نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"میں نے کہا تھا نا میر! میں نے تم سے کہا تھا کہ یہ حادثہ نہیں۔۔ یہ قتل ہے۔" ساویز نے اسے یاد دلایا تو میر ویس نے بے یقینی سے خرم کو دیکھا۔

"اسے تم نے مارا۔" اس نے خرم کا چہرہ بے دردی سے اوپر کر کے پوچھا۔

"میں نے اسے پل سے دکھادے دیا تھا۔وہ کھائی میں گر کر مرنا نہیں چاہتا تھا مگر مجھے کرنا پڑا اور مجھے کوئی افسوس نہیں۔افسوس تو مجھے آج کے لیے بھی نہیں جب غنایہ گاڑی سے کود کر موت کی دہلیز پر جا کھڑی ہوئی۔" میر ویس نے پوری قوت سے اس کے چہرے پر مکا مارا تھا۔وہ کراہ کر دور ہٹا۔ساویز ششدر رہ گیا۔وجاہت نے نگاہ اٹھا کر دونوں کو باری باری دیکھا۔

"میرا بچہ۔۔"وہ تکلیف سے دور ہٹا۔

"ہاں خبر ملی تھی مجھ کو وہ دنیا میں آنے سے پہلے ہی مر گیا۔"تڑخ کر کہنے کے بعد اس نے میر ویس سے ایک گھونسا کھایا تھا۔پریزے نے بغیر کچھ سوچے سمجھے پولیس کو کال ملائی۔ساویز کی سانسیں بکھرنے لگیں۔اسے یکدم ہی غنایہ پوری شدت سے یاد آنے لگی تو بھیگی آنکھوں سے باہر نکل گیا۔خرم اب عادل کے قابو میں تھا اور میر ویس مزید یہاں عشنا کو ٹھہرنے نہیں دینا چاہتا تھا۔اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے وہ سن کھڑی عشنا کو کھینچتا ہوا باہر بڑھا۔

"ایسے مت جاؤ ساویز۔"اس وقت گاڑی ڈرائیو کرنا ٹھیک نہیں تھا۔

"چھوڑو مجھے۔۔"وہ چیخا مگر میر ہی تھا جو اسے سنبھال سکتا تھا۔بغیر کچھ کہے اس نے دوست کو گلے لگایا۔

"میر۔۔"اس کے کندھے پر اپنا بوجھل سر رکھتے ہوئے وہ تکلیف سے کراہا۔

"میں یہیں پر ہوں۔ہمیشہ تمہارے ساتھ۔"

"سب ختم ہو گیا میر۔۔"مضبوط ارادوں اور بلند حوصلوں والا مرد آج ٹوٹ گیا تھا۔عشنا کے آنسو تھے کہ رک ہی نہیں رہے تھے۔"میں غنایہ کی حفاظت نہ کر سکا۔اب تک جتنی بھی تکلیفیں آئیں'سب میری وجہ سے۔"وہ رو رہا تھا۔تکلیف اسے مار رہی تھی۔

"تم نے کچھ غلط نہیں کیا۔ اب سب کچھ ٹھیک ہے۔ پولیس خرم کے لیے آنے والی ہے۔ اور غنایہ بھی تو تمہارا انتظار کر رہی ہوگی۔" اس کے کندھے کو ہاتھ سے تھتھپاتے ہوئے وہ اسے تسلی دے رہا تھا۔

"میں اس کے پاس جا رہا ہوں۔ اسے میری ضرورت ہے۔" وہ گاڑی میں بیٹھنے لگا جب میر ویس نے اسے دوسری طرف بیٹھنے کا اشارہ دیا۔

"ڈرائیو میں کرتا ہوں۔" کہتے ساتھ ہی اس نے عشنا کو دیکھا جو دونوں کو ہونقوں کی طرح دیکھ رہی تھی۔

"تمہیں یہیں رہنا ہے؟" میر ویس کی دو آنکھوں سے گھورا تو وہ گڑبڑائی۔

"نہیں۔"

"تو پھر بیٹھ جاؤ۔" اسے اشارے دینے پر وہ اثبات میں سر ہلاتی ہوئی پیچھے بیٹھنے بڑھنے لگی۔

---★★★---

وہ جانتی تھی اس کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا۔ ساری رات اسے تسلیاں دیتے ہوئے دن ہو گیا مگر وہ خود کو تسلی دینا بھول گیا۔ غنایہ کافی حد تک بہتر تھی۔ حالات بہتر تھے مگر دل وہیں ٹھہرا تھا۔ عشنا کے کافی سمجھانے پر غنایہ بھی اس کو قسمت کا حصہ سمجھ کر خاموش ہوگئی۔ ایک ہفتہ مزید بیت گیا۔ خرم تھانے میں تھا اس کا کیس کورٹ میں چل رہا تھا۔ ان سارے کاموں کو صرف ایک شخص سنبھال سکتا تھا۔۔ اور وہ تھا وجاہت! دو لوگوں کے قاتل کو زندہ نہیں رہنے دینا چاہتا تھا۔ خرم پھنسا تو اپنے ساتھ حسن کو بھی پھنسوا کر اپنے ساتھ لے گیا۔ میر ویس اور عشنا کی روٹین اب دوبارہ سکون میں آگئی۔ گویا زندگی کی پٹری اب سیدھی تھی۔

اب نہ کسی کی زندگی میں کوئی رکاوٹ آنے والی تھی اور نہ کسی دشمنی کسی کی زندگی برباد کرنے والی تھی۔

مگر ایک غم تھا جس میں دو لوگ اب بھی ڈوبے ہوئے تھے۔ کائنہ جو بھی تھی، جیسی بھی تھی' وجاہت کی بہن تھی۔ ہاں وہ اس کے مشغلے اور عادتوں کو سن کر دکھی تھا مگر اس سے محبت دل میں کم نہیں ہوئی تھی۔ اس کے دل کا ایک حصہ کائنہ کے نام تھا جہاں وہ محفوظ تھی۔

ہاتھ میں آجانے سے پہلے ہی چھوٹے وجود کو کھو دینا اس کا زندگی کا سب سے بڑا غم ثابت ہوا تھا۔ جو شاپنگ اور تیاری اس نے نئے فرد کے لیے کی تھی وہ اب باعثِ اذیت تھی۔ وارڈروب کھولتے، بند کرتے ہوئے اسے وہ سامان نظر آتا تھا اور وہ ہمیشہ کی طرح نڈھال ہونے لگتا تھا۔ غنایہ کے ایکسیڈنٹ پر وہ آخری دن تھا جب وہ کھل کر رویا تھا۔

بلکل کسی بچے کی مانند۔۔ اس سب کے بعد وہ دکھی اور غمگین ضرور ہوتا مگر آنسو نہ نکلتے۔ غنایہ گھر آچکی تھی اور تقی اس کی خدمت اور تیارداری میں کوئی کمی نہیں کر رہے تھے۔ روز اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں بھینچ کر ساویز سویا کرتا تھا اور گزرتے وقت کے ساتھ یہ عادت بن رہی تھی۔

جس دن خرم نے اپنا جرم قبول کیا' اس کے اگلے دن ہی وجاہت بیوی کے آگے رو پڑا۔۔ ان سب رازوں سے پردہ اٹھنے میں جتنا وقت لگا تھا' اتنی ہی تکلیف وجاہت کو ہو رہی تھی۔ ایک شخص جو چوبیس گھنٹے آس پاس تھا اسی نے بہت صفائی سے اسے ڈسا تھا۔

وہ روتا جا رہا تھا اور کہتا جا رہا تھا کہ وجاہت اپنی بہن کی اچھی تربیت نہ کر سکا۔ اس کی خواہشات پوری کرنا ہی صرف اس کا فرض نہیں تھا۔ وہ اسے اچھے اور برے میں تمیز نہ سکھا سکا۔ باقاعدہ زندگی میں اب کوئی ملال تو نہ تھا مگر ہاں وہ ایک بار ساویز سے ملنا چاہتا تھا اور اس سب کے لیے وہ ایک مخصوص دن کا انتظار کر رہا تھا۔

ہاں میرویس وہیں ٹھہرا تھا۔ دن گزر رہے تھے اور ہر گزرتے دن کے ساتھ وہ عشنا کو پہلے سے زیادہ تنگ کرتا اور اتنا تنگ کرتا کہ وہ جب اس پر غصہ کرنے کی کوشش کرتی تو خود ہی ہنس پڑتی۔ اب نہ کسی چیز کی فکر تھی نہ پریشانی۔۔

غنایہ اب مکمل صحت منداور خوشیوں کی جانب دوبارہ لوٹ آئی تھی۔اب اسے کسی بات کا غم نہیں تھا مگر ہاں ساویز کو اسے اب بھی سمجھانا پڑتا۔امید تھی کہ وہ جلد اس کو تقدیر کا لکھا سمجھ کر بھلادے گا۔

زندگی کا نیاموڑ بہت خوبصورت تھا۔وقت مزید گزرنے لگااوریوں ایک ماہ سے اوپر ہوگیا۔

شام کی کافی پینے وہ ایک ہوٹل میں بیٹھے تھے جب ساتھ والی میز پر بیٹھے کپل کی گفتگو سن کر وہ دونوں باری باری مسکرا رہے تھے۔

"ہشش!ہم کتناغلط کام کررہے ہیں۔کسی کی باتیں سن رہے ہیں۔"عشنا کو جلد ہی احساس ہوا مگر میر ویس سدھرنے والوں میں سے نہیں تھا۔

"ہم کسی کی باتیں نہیں سن رہے عاشی۔وہ زبردستی زور سے بول کر ہمیں اپنی باتیں سننے کا موقع دے رہے ہیں۔" واقعی آواز اتنی بلند تھی کہ عشنا کو ناچاہتے ہوئے سننا پڑرہا تھا۔

خوبصورت جوان مرد اپنی بیوی کو ہلکے ہلکے محبت کے اظہار کرکے چھیڑرہا تھااوراس کی بیوی بار بار شرم سے سرخ ہورہی تھی۔

"بہت خوبصورت کپل ہے۔"انہیں دیکھتے ہوئے عشنا کے لبوں سے بے ساختہ الفاظ نکلے۔

"ہماری طرح؟"اسے یقین تھا کہ وہ دونوں بھی کسی خوبصورت کپل سے کم نہیں لگتے تھے۔عشنا مسکرادی۔

یکدم ہی اسے لڑکی کی آواز سنائی دی۔

"آغاتم کتنے بولڈ ہو!"کسی طوراپنے سرخ گالوں کو چھپانے کی بھرپور کوشش تھی۔

"میری بیوی کو بھی تو پتا چلے کہ آغازاروں اسے کتنا چاہتا ہے۔" مرد کی بھاری مردانہ آواز دونوں کے کانوں پر پڑی تھی۔

"عاشی! اگر بیوی کا ہاتھ پکڑنے سے انسان بولڈ ہو جاتا ہے تو پھر میں تو بے شرم ہوا۔" وہ حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا جیسے واقعی اس موضوع پر سوچ رہا ہو۔ عشنا نے اسے گھور کر دھیرے بولنے کا اشارہ کیا۔

"بہر حال ان باتوں کو چھوڑو۔ تمہارے ابا کے مزاج کو کیا ہوا ہے؟ آج کل بڑی تپاک اور محبت سے مل رہے ہیں۔ شاید انہیں احساس ہو گیا ہے کہ مجھ جیسا داماد ٹارچ لے کر بھی ڈھونڈیں گے تو بھی نہیں ملے گا۔" اسے ایک نیا موضوع ملا۔ وہ کھلکھلا دی۔ یہ کہہ کر کہ ہاں وہ ٹھیک کہہ رہا ہے 'وہ میر ویس کو سر نہیں چڑھانا چاہتی تھی۔

"غنایہ کی طبیعت کی خرابی کے وقت تم نے جس طرح سب کو ہسپتال میں سنبھالا ہوا تھا انہیں بہت اچھا لگا تھا۔ جو بھی ہو۔۔ ابا نے چند دنوں بعد ڈنر کی دعوت دی ہے اور تمہیں الگ سے بھی دعوت مل جائے گی۔" ہوٹل کی چھت کھلی ہوئی تھی اور اس کی گود میں رکھی کھلی کتاب کے صفحہ نمبر اکیالیس میں لکھا تھا کہ 'محبت بہت پیارا احساس ہے' اس جملے کو دہراتے ہوئے اس نے میر ویس کو بہت پیار سے دیکھا تھا جو کافی پیتے ہوئے دوسری جانب پیڑ پودوں کو دیکھ رہا تھا۔

ہاں زندگی کا نیا صفحہ بھی حسین تھا۔ سو بار اس سے ایک شخص کا نام پوچھا جاتا اور وہ ایک سو ایک بار میر ویس وہاب چوہدری کا نام لیتی اور بار بار مسکراتی۔ اس کی زندگی میں آنے والا یہ شخص اتنا ہی خوبصورت تھا جتنی اس کی باتیں۔ اسے یاد ہے دو دن قبل اس نے میر ویس سے کہا تھا کہ کیا ہو اگر وہ کبھی میر ویس کے دل سے اتر گئی؟

اور وہ ہنس کر بولا تھا۔

"میرے دل سے اتر کر جاؤ گی تو کہاں جاؤ گی؟ تمہاری ہر منزل میر ویس ہے اور میر ویس کا ٹھکانہ تم!"

وہ اسے پیار سے دیکھ رہی تھی جب میر ویس نے اسے ہلکی سی شال میں دیکھا جو سردی روکنے کے لیے ناکافی تھی۔

کتاب پڑھتے پڑھتے اس نے دوبارہ نگاہ اٹھا کر میر ویس کو دیکھا تھا جو اب اپنی گرم بھوری جیکٹ اس کی جانب بڑھا کر پہننے کو کہہ رہا تھا اور وہ ایک بار پھر مسکرا دی۔ کسی خوبصورت احساس سے دوچار ہوتے ہوئے مسکراہٹ گہری ہوئی تو میر ویس کی نگاہ اس کے مسکراتے لبوں پر ٹھہر گئی۔ ان پانچ سالوں کا انتظار رائیگاں نہیں گیا تھا۔ جس کو بیوی کے روپ میں دیکھنا چاہتا تھا وہ ہی اس کی نگاہوں کے سامنے بیٹھی اپنی بقایا زندگی اس کے ساتھ گزارنے کے خواب دیکھ رہی تھی۔ یہ خواب بھی جلد پورے ہونے والے تھے۔ یہ سوچ کر کہ کبھی ان کی زندگی میں ایک ایسا دن آئے جب وہ ایک دوسرے سے بحث نہ کریں۔ مگر ہاں یہ ناممکن تھا۔ ایک ایسا کام جنہیں وہ دونوں ہی نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔ عشنا کو ہنسنے کی عادت ہو گئی تھی اور میر ویس کو اس کی گھوری کی۔۔ ہاں شاید یہی ان کے لیے ٹھیک تھا کہ وہ بحث و مباحثہ کبھی نہ چھوڑیں۔ میر ویس جیسا تھا' اسے ویسا ہی پسند تھا۔ بس اب کسی اور کی طلب نہ رہی تھی زندگی میں۔۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR LITE

---★★★---

"پری۔" اس کی گھمبیر آواز پر پریزے نے آنکھ کھولی تھی۔ ابھی چند ہی دن تو ان کی رخصتی کو گزرے تھے۔

"ہاں۔" وہی دھیمی نازک سی آواز جسے سن کر وہ ہمیشہ نہال ہو جایا کرتا تھا۔

"میں لوٹ آیا ہوں اور جانتا ہوں تم نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔ کیا اب ساتھ کھائیں۔" وہ کیس کے سلسلے میں تھانے سے آیا تھا اور اب محبت سے اسے دیکھ رہا تھا جس کی آنکھوں میں نیند غائب ہوئی تھی۔

"میں انتظار کر رہی تھی تمہارا۔" وہ تیزی سے اٹھ کر بیٹھی۔ "کیا ہوا؟ "

"جانے سے پہلے مجھے کچھ کام نبٹانے تھے بس سمجھو میں وہ سب نبٹا آیا ہوں۔" تھانے کے حالات بتاتا ہوا وہ اپنی کلائی پر بندھی گاڑی اتارنے لگا۔ پریزے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کھڑی ہو گئی۔ کانوں میں بالیاں اور لبوں پر ہلکی ہلکی لپ اسٹک۔۔ وہ اس کا انتظار کرتے کرتے ہی سو گئی تھی۔

"میں کمال سے کہہ دیتی ہوں کھانا لگا دے۔ تم کپڑے تبدیل کر لو۔" وہ برابر سے گزرتی ہوئی جانے لگی تھی جب وجاہت نے اس کا راستہ روکا۔

"میرا انتظار کر رہی تھیں؟ "

"ہاں۔" لبوں پر خوبصورت سی مسکراہٹ سجنے لگی تو اسے دیکھتا ہوا وجاہت بھی مسکرا دیا۔ بائیں گال کا ڈمپل گہرا ہوا۔

"تھک کر گھر آتا ہوں تو تمہیں دیکھ کر ساری تھکن اتر جاتی ہے۔" اس کی ہری پر کشش آنکھوں میں پریزے کے لیے ڈھیروں محبت تھی۔ "تم نے ہمیشہ مجھے سنبھالا پریزے۔ میری محبت کا جواب ہمیشہ محبت سے دیا اسی لیے میں تمہارے معاملے میں بے حد حساس ہوں۔"

Safar-e-ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں نے کہا تھا نا وجاہت میں تمہارے ساتھ ہوں۔ "

"کئی بار ایسا ہوا کہ میں نے تم سے کیا وعدہ توڑ دیا مگر تم نے ایک بار بھی میرا ساتھ نہیں چھوڑا۔" ماحول میں خاموشی پیدا ہوئی۔ وہ مسکرا رہی تھی۔

"کوئی اپنے ہمسفر کا ہاتھ یونہی چھوڑ دیتا ہے؟ اگر مجھے چھوڑنا ہوتا تو میں تم سے نکاح نہیں کرتی۔" اس کی بات میں وزن تھا۔

وہ صحیح کہتی تھی۔۔وجاہت کی محبت میں کمی نہیں آئی تھی۔اسے لگتا تھا کہ پریزے کے بنا وہ دو پل نہیں رہ سکتا۔پہلے بھی مشکل تھا٬اب ناممکن ہو گیا تھا۔سب کچھ نارمل ہو رہا تھا۔کہانیوں کے کردار اپنی عام زندگی کی جانب پلٹ رہے تھے۔

---★★★---

ہاتھوں میں اس کا ہاتھ موجود تھا اور وہ اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

"آپ نجومی ہیں؟"اس کے یوں بے ساختہ کہنے پر وہ ہونقوں کی طرح اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔غنایہ ہنس رہی تھی۔

"میں اس سے بھی بڑی والی چیز ہوں۔تم کیا جانو۔"ہاتھوں کی پشت سہلاتے ہوئے وہ اس کا چہرہ بغور دیکھتا ہوا بولا۔

"اچھا پھر بتائیں کیا لکھا ہے میری قسمت میں؟"وہ اسے تنگ کرنے کے لیے بولی تو ساویز بے اختیار مسکرا دیا۔

"تمہاری قسمت میں ایک خوبصورت،ہینڈسم بندہ لکھا ہے جو تمہیں مل چکا ہے۔"دونوں ہی ہنس پڑے۔

Safar-e-ADAB BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تو مجھے اور کسی طلب بھی نہیں ہے۔"ایک انداز میں کہتی ہوئی ساویز کو دیکھنے لگی جو گہرے رنگ کی بھوری ٹی شرٹ میں ملبوس لاؤنج کے صوفے پر بیٹھا تھا۔ہلکی ہلکی شیو اور شرٹ کی آستین سے نکلتے بھرے بھرے بازو۔۔ان بازوؤں پر ابھری لکیریں جو شاید مسلز کی تھیں۔غنایہ کا کہنا تھا کہ ساویز کی بھوری آنکھوں میں ایک چمک ہے اور ہر بار وہ اس بات پر ایک الگ انداز میں مسکرا دیا کرتا تھا۔کبھی ایسا بھی ہوا کرتا کہ جب آفس کی جانب سے پریشان ہوتا اور غنایہ کو اپنی پریشانی نہ بتاتا تو غنایہ اس کی آنکھوں سے پہچان لیا کرتی اور یہیں پر وہ پھنس جایا کرتا تھا۔اسے پھر سب بتانا پڑتا تھا جبکہ غنایہ اس سب کو انجوائے کرتی تھی۔

"تم اتنا جانتی ہو کہ ساویز کو تم سے بے تحاشہ محبت ہے مگر تم اس محبت کی حد نہیں جانتی۔"لبوں پر مسکراہٹ تھی۔

"یہ محبت کم ہو گئی تو؟" غنایہ ہمیشہ ڈرتی تھی مگر ساویز قہقہہ لگایا کرتا تھا۔

"یہ کم نہیں ہوتی غنایہ۔ میں نے پرکھا ہے محبت کو۔۔ میری محبت کم نہیں ہوتی۔ ہر لمحہ، ہر وقت کے ساتھ ساتھ بس یہ بڑھ رہی ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ خدا کا شکر ہے کہ مجھے تم سے شادی کے بعد محبت ہوئی۔ ورنہ شادی سے قبل ہو جاتی تو محبوب کے نخرے برداشت کرنے پڑتے۔" وہ اسے تنگ کر رہا تھا مگر وہ تنگ نہیں ہو رہی تھی۔ "تم نے دیکھا غنایہ؟ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میں تم سے شادی کروں گا مگر حالات کیسے انسان کو کسی دوسرے انسان سے ملوا دیتے ہیں۔" اس کا ہاتھ ایک بار پھر تھام کر وہ اس کی انگھوٹی دیکھ رہا تھا۔

"میں بھی یہی سوچتی ہوں ساویز۔ "

"اس سارے قصے میں۔۔ میں غریب بھی ہوا، بے روزگار بھی ہوا۔۔ مجھ پر کائنہ کے قتل کا الزام بھی لگا اور اپنے ہی گھر سے بدر ہونے کا حکم بھی ملا مگر تم نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا۔ اس سارے قصے میں تم میرے دل سے نہ اتر سکی غنایہ۔" اس کے ہاتھوں کی پشت پر اپنا لمس چھوڑتے ہوئے وہ بے حد جذب سے بولا۔ لہجے میں صدق تھی۔ وہ مبہم سا مسکرا دی۔

"میں تمہارے لیے ہمیشہ ایسے ہی لڑوں گا۔ یاد رکھنا تم ساویز کی دلہن بن کر اس گھر میں آئی تھی جسے اپنی بیوی بہت مان ہے۔ وہ اس سے محبت کی جھوٹے دعوے نہیں کرتا' وہ محبت کا اظہار کرتا ہے تو محبت نبھاتا بھی ہے۔ اور محبت ' بھروسہ، اعتماد جیسے ناموں کے درمیان گھومتی ہے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔" گویا ماضی کی ساری تھکن ساویز کی اس بات نے ختم کر دی۔ ہاں وہ اپنے مستقبل کا ایک ایک پل ساویز کے ساتھ دیکھتی تھی۔ محبت بڑھ رہی تھی اور بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ بھلا محبت کی حدیں بھی ختم ہوتی ہیں؟ زندگی کی کتاب کا یہ سب سے خوبصورت ورق تھا جسے وہ پلٹنا نہیں چاہتی تھی۔

---★★★---

سات دن بعد گھر میں خط آیا تھا۔ وہ حیران ہوا جب چوکیدار نے بتایا کہ خط وجاہت کی جانب سے ہے۔ بوا خالہ کے ہاتھ سے چائے کا کپ لیے وہ اپنے ٹیرس پر آ گیا۔ نیچے لان میں بیٹھی غنایہ اور بابا آپس میں کوئی بات کرتے ہوئے ہنس پڑے تھے۔ انہیں دیکھتے ہوئے وہ بھی مسکرا دیا۔ سیاہ ہوتے آسمان پر ایک نگاہ ڈالی اور پھر اس خط پر جس کے باہر چند الفاظ درج تھے۔

"تمہارا پرانا دوست وجاہت۔ "

باہر کا لفافہ پھاڑتے ہوئے اس نے اندر سے خط باہر نکالا۔

'دوست! میں جرمنی جا رہا ہوں۔ ماضی بھلانے کے لیے تاکہ ایک نئی زندگی پریزے کے ہمراہ وہاں شروع کر سکوں۔ یہاں رہا تو یادوں میں گھٹ گھٹ کر مر جاؤں گا۔ پریزے میرے ساتھ ہے۔ ساویز! مجھے ماضی یاد آتا ہے۔ وہ اونچے قہقہے اور آپس کی چھیڑ چھاڑ مجھے کبھی نہیں بھول سکتی۔ تمہارا ہمیشہ میرا ساتھ دینا میں بھلا نہیں سکتا۔ میر ویس کی باتیں میں جرمنی میں بہت مس کرنے والا ہوں۔

میں نے تمہیں معاف کر دیا۔۔ مگر میں جانتا ہوں کہ تم مجھے معاف نہ کر سکو گے۔ پریزے ٹھیک ہی کہتی تھی مگر میرا وجدان ہمیشہ تمہاری جانب اشارہ کرتا تھا۔ چلو اس بات کا یقین تو ہو گیا میں جھوٹ نہیں بولتا تھا۔ وہ ایک گولی ہی سہی لیکن تم سے ہی چلی تھی۔ میں جانتا ہوں تمہاری کوئی غلطی نہیں۔۔ شاید میں ہی ایک بدقسمت بھائی رہا جو اپنی بہن کی اچھی تربیت نہ کر سکا۔ میں اسے صحیح غلط کا فرق نہ سمجھا سکا۔ مجھے ہمیشہ ماضی یاد آتا ہے۔ وہ خوشی سے بھرے لمحے جن لمحوں میں ہم چار دوست ساتھ رہے۔۔ اور وہاج! میرا دل خون کے آنسو روتا ہے۔ ایک دوست مر گیا اور ایک کے ساتھ میں زیادتی کر گیا۔ تیسرے کا ہاتھ جانے کب چھوٹا پتا ہی نہ چلا۔ سارا کیس سلجھ گیا ہے اور اب جلد ہی خرم کو

دردناک سزا مل جائے گی۔میں نے اپنا کام کر دیا ہے ساویز! میرا دل ٹوٹ چکا ہے مگر میرا مرہم میری پریزے ہے۔تم سے ملنے کی شدید خواہش رکھتا ہوں مگر شرمندگی کے مارے نہیں مل پا رہا۔معافی مانگوں بھی تو کس منہ سے؟ میں نے خود کو اس لائق بھی نہیں چھوڑا۔میں ہمیشہ کے لیے جا رہا ہوں۔گھر، گاڑی، بزنس سب بیچ دیا۔یہاں رہنے کا میرا کوئی جواز نہیں اب۔۔نہ دوست ہیں نہ بہن۔۔ہاں میری ایک بہن ہے جس کی قبر مجھے ہمیشہ پاکستان کی جانب کھینچتی رہے گی۔میں جا رہا ہوں مگر جانتا ہوں پاکستان مجھے لمحہ لمحہ یاد آئے گا۔کیونکہ یہ صرف وہ ملک نہیں جہاں میں پیدا ہوا اور پلا بڑھا بلکہ یہ خوشیوں کا جزیرہ ہے جہاں میں نے غم کی راتیں بھی کاٹی ہیں۔مجھے تم سے ماضی میں جتنی بھی نفرت تھی' محبت پھر بھی حاوی ہی رہی۔اب اس ملک میں میرا کوئی مکان نہیں۔مجھے بھلانا چاہو تو بھلا دینا مگر وہ یادیں ٹھہر جائیں گی۔وہ لمحے ٹھہر جائیں گے جن لمحوں میں ہم ساتھ رہے۔جس وقت تمہیں یہ خط ملے گا میں ائیر پورٹ میں پریزے کے ساتھ موجود ہوں گا۔مجھے لگتا ہے جیسے ان غموں نے میرا دل آڑی سے چھیل دیا ہو۔امید تو نہیں لیکن اگر میں کبھی لوٹا تو میر ویس اور تم سے ضرور ملنے آؤں گا۔۔اور امید ہے اس وقت تک تم مجھے معاف کر چکے ہو گے۔'

"دوستی میں ناکام رہ جانے والا تمہارا دوست!"

یہ خط کس قدر تکلیف دہ تھا کہ وہ ساکت رہ گیا تھا۔وہ جا رہا تھا۔۔اپنے پیچھے سب کو چھوڑ کر وہ جا رہا تھا۔وہ وجاہت سے کیسے کہتا کہ وہ کبھی اس سے نفرت نہیں کر پایا۔یہ دوستی اتنی کمزور نہیں تھی کہ نفرتوں میں بدل جاتی تو پھر کیوں پڑ گئی تھی دوستی اتنی کمزور؟ اس کے ہاتھ سے خط چھوٹ گیا تھا مگر اس کی نگاہوں کی پتلیاں سیاہ آسمان پر ہی ٹکی تھیں۔

ہاں شاید یہی بہتر تھا کہ وہ اپنی نئی زندگی کا آغاز جرمنی میں کرتا۔یہاں حالات اسے جینے نہیں دیں گے اور اسے پریزے کے لیے زندہ رہنا تھا۔

---★★★---

فلائیٹ کی اناؤسمنٹ ہوئی تھی اور اس نے پریزے کے ہاتھ سے سوٹ کیس پکڑا تھا۔ وہ آخری بار پاکستان کو پورے دل سے دیکھ رہا تھا کہ جانے اس کے بعد وہ اپنے ملک کو دیکھ بھی سکے گا یا نہیں۔

اسے ساویز، وہاج اور میر ویس کے ساتھ لگائے گئے اپنے قہقہے سنائی دینے لگے جیسے یہ سب کل کی بات ہو۔ جیسے وہ چاروں پھر سے خود کو پرفیسر کریم کی ڈانٹ سننے کے لیے تیار کر رہے ہوں۔ وہ جانتا تھا کہ وہاج کی موت اسے ہمیشہ یونہی افسردہ کرتی رہے گی۔

اسے کائنہ کی صدا سنائی دی۔ 'بھائی آج گھر جلدی آجانا۔ میں انتظار کروں گی۔'

تھوک نگلتے ہوئے وہ آگے بڑھ رہا تھا جب ایک بار پھر اس نے اپنے پیچھے دیکھا۔ اپنی سرزمین ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر کسی اور کی سرزمین پر اترنا بھی محال تھا مگر اسے یقین تھا کہ وہ جلد سنبھل جائے گا۔ پریزے کی موجودگی اس کے لیے مرہم تھی مگر یادیں تو پھر یادیں تھیں جنہیں وہ خود بھی بھلانا نہیں چاہتا تھا۔ پریزے اس کے رکنے پر خود بھی رک کر اس کے تاثرات جانچنے لگی جہاں بہت کچھ تھا۔۔۔

Safaree ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

نئی زندگی کی شروعات پر خوشی، بہن کے لیے غم، دوستوں کی یاد اور پریزے کے ساتھ کا اطمینان۔

"وجاہت میں تمہارے ساتھ ہوں۔" اس نے دھیرے سے پکارا تو وہ پریزے کو دیکھنے لگا۔

لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اسی بات کا تو حوصلہ ہے۔"

قدم اندر کی جانب بڑھ گئے۔

اب سب کی زندگیاں مختلف تھیں۔

وہ خوش تھے اور مطمئن بھی۔۔

ساتھ نبھانے والی شریک حیات تھیں جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھیں۔

زندگی میں اب کوئی غم نہیں تھا۔

البتہ دوستیاں ادھوری رہ گئی تھیں۔۔

مگر یہ ادھوراپن ہونے کے باوجود بھی وہ ایک دوسرے کے دل سے نہ اتر سکے تھے۔ان کے دلوں کا ایک ایک حصہ دوستوں کی محبت سے آباد تھا۔

---★★★---

Safar-e-
ADAB
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ختم شد

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کاروائی کی جاسکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب